

عمدة القاصد

فَسَيَكُونُ
أَهْلُ الذِّكْرِ لَا يَحْمِلُونَ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ

عمدة الفقه

کتاب الایمان

و

کتاب الطهارة

مؤلف

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

زوارا کیڈمی پبلی کیشنز

جملہ حقوق بہ حق ادارہ محفوظ

اشاعت جدید: صفر المظفر ۱۴۲۹ھ / مارچ ۲۰۰۸ء

تعداد: گیارہ سو



ناشر

زوار البشري للنشر

اے، ۱۷، ناظم آباد نمبر ۳۔ کراچی۔ فون ۶۶۸۳۷۹۰۔ ۰۲۱۔

syed.azizurrahman@gmail.com

فہرست مضامین

کتاب الایمان

۱۹	۲۔ فرشتوں پر ایمان لانا	۸	کتابیات
۲۱	۳۔ کتابوں پر ایمان لانا	۹	عرض ناشر
۲۲	۴۔ رسولوں پر ایمان لانا	۱۰	دیباچہ از مؤلف
۲۴	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں	۱۳	کتاب الایمان۔ تمہید
۲۷	صحابہ کرامؓ والی بیت مقام	۱۴	ایمان مجمل و مفصل کا بیان
۲۹	ولایت اور اولیاء اللہ کا بیان	۱۴	ایمان مجمل
۳۰	معجزہ و کرامت	۱۴	اللہ پر ایمان لانے کی تشریح
۳۱	قرآن مجید	۱۵	صفات کمالیہ
۳۱	معراج شریف	۱۵	صفات کمالیہ کی تشریح
۳۲	شق القدر	۱۵	۱۔ وحدت
۳۲	۵۔ ایم آخرت پر ایمان	۱۵	۲۔ قدم
۳۳	عذاب قبر کا بیان	۱۵	۳۔ حیات
۳۳	شر و نشر	۱۵	۴۔ قدرت
۳۳	عذاب قبر کی تفصیل	۱۵	۵۔ غلم
۳۴	منطقہ قبر	۱۶	۶۔ ارادہ
۳۵	تاریخ	۱۶	۷، ۸۔ سمع و بصر
۳۵	ارواح شہدا	۱۶	۹۔ کلام
۳۶	قیامت کا بیان	۱۶	۱۰۔ خلق و تکوین
۳۶	علامات صغریٰ	۱۶	اسماء الہی
۳۷	علامات کبریٰ	۱۹	ایمان مفصل
۳۸	وجاہل موعود	۱۹	۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

۶۰	جن کا بیان	۳۹	نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۶۱	کلمات کفر اور اس کے موجبات	۳۹	وفات امام مہدی
۶۱	تعریف کفر	۳۹	یا جو ماجوج
۶۱	شرائط لزوم کفر	۴۰	دھوکے کا نمودار ہونا
۶۱	ادکام کفر	۴۰	مغرب سے سورج کا طلوع
۶۱	وہ چیزیں جن سے کفر لازم آتا ہے	۴۱	دابۃ الارض
۶۵	وہیت	۴۱	ہوائے سرد
۶۶	نفاق کا ذکر	۴۱	غلبہ کفار پر حبشہ
۶۶	شرک و رسوم کفار و جہال	۴۲	۶۔ والقدیر خیر دثرہ من اللہ تعالیٰ
۶۶	شرک کی تعریف	۴۳	قضا کی اقسام
۶۶	شرک فی الذات	۴۳	۷۔ والبعث بعد الموت
۶۶	شرک فی الصفات	۴۵	میدان حشر کی کیفیت
۷۱	بدعت کا بیان	۴۵	میزان عدل
۴۱	تعریف بدعت	۴۵	پل صراط
۷۳	باقی گناہوں اور محرمات و مکروہات شریعت کا بیان	۴۵	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت
۷۸	دل کے گناہ اور ان کا علاج	۴۸	حوض کوثر
۸۰	مکروہات تحریمہ و تنزیہیہ	۴۸	دوزخ کا بیان
۸۰	مکروہات تحریمہ	۴۹	جنت کا بیان
۸۱	مکروہات تنزیہیہ	۵۱	جنت کی چار نہریں
۸۱	توبہ و استغفار کا بیان	۵۳	اعراف کا بیان
۸۲	توبہ کی چند اقسام	۵۶	ایمان کے ارکان، احکام اور شرائط وغیرہ
۸۳	اسلامی فرقوں اور ان کے اختلافی عقائد کا بیان	۵۶	ارکان ایمان
۸۹	سلوک و طریق فضل و عبادت و ذکر و ریاضت کا بیان	۵۷	ایمان کے احکام
۹۲	اعمال دافع شر شیطان و جیم	۵۷	شرائط ایمان
۹۳	احکام شریعت کا بیان	۵۹	شش مکہ کا بیان

۹۵	حرام	۹۳	فرض
۹۵	حلال	۹۳	واجب
۹۵	فرائض اسلام کا بیان	۹۳	سنت مؤکدہ
۹۷	واجبات اسلام کا بیان	۹۳	مستحب
۹۷	سنن اسلام کا بیان	۹۳	مباح
۹۷	سختیات و سنن زوائد کا بیان	۹۳	مکروہ

کتاب الطہارۃ

۱۲۴	وضو کے مستحبات و آداب	۹۹	طہارت کا بیان
۱۲۸	مکرہات وضو	۹۹	تہیہ
۱۳۰	وضو کی ماثورہ دعائیں	۹۹	طہارت کے معنی
۱۳۱	وضو کا مسنون و مستحب طریقہ	۹۹	طہارت کا حکم
۱۳۴	سواک کا بیان	۹۹	طہارت واجب ہونے کا سبب
۱۳۴	سواک کا حکم	۱۰۰	طہارت کا رکن
۱۳۴	سواک کی فضیلت	۱۰۰	طہارت واجب ہونے کی شرطیں
۱۳۴	سواک کے فوائد	۱۰۰	طہارت صحیح ہونے کی شرطیں
۱۳۴	سواک کرنے کے مستحب اوقات	۱۰۰	طہارت کی اقسام
۱۳۴	وضو میں سواک کرنے کا وقت	۱۰۰	حدیث سے طہارت حاصل کرنا
۱۳۴	سواک کے آداب و صفات	۱۰۲	وضو کا بیان
۱۳۶	سواک کرنے کا مسنون طریقہ	۱۰۲	فضائل وضو
۱۳۶	مکرہات سواک	۱۰۳	وضو کی حکمتیں اور فوائد
۱۳۷	سواک کرتے وقت کی دعا	۱۰۶	وضو کے معنی
۱۳۷	متفرقات سواک	۱۰۷	وضو کے فرائض
۱۳۸	انقسام وضو	۱۱۵	وضو کی سنتیں

۱۶۳	زائض غسل	۱۳۸	فرض
۱۶۹	سفن غسل	۱۳۸	واجب
۱۷۱	مستحبات و آداب غسل	۱۳۸	سنت
۱۷۲	مکروہ استغسل	۱۳۸	مستحب
۱۷۲	غسل واجب ہونے کے اسباب	۱۴۰	مکروہ
۱۷۲	جنابت	۱۴۰	حرام
۱۷۲	جنابت کا ایک سبب	۱۴۰	جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
۱۷۷	جنابت کا دوسرا سبب دخول	۱۳۸	جو چیز سبیلین سے عادت کے طور پر نکلے
۱۸۰	فیض و نفاس	۱۴۳	سبیلین سے جو چیز خلاف عادت نکلے
۱۸۰	اقسام غسل	۱۴۳	سبیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا
۱۸۳	غسل کے متفرق مسائل	۱۴۶	پیسپ اور کچھو کا نکلنا
۱۸۶	غسل کا مسنون و مستحب طریقہ	۱۴۶	کسی بیماری سے پانی نکلنا
۱۸۷	پانی کا بیان	۱۴۹	تے
۱۸۷	پانی کی تعریف اور اقسام	۱۵۲	نہند
۱۸۸	مطلق پانی	۱۵۵	بے ہوشی و غشی
۱۸۸	قسم اول طاہر و مطہر غیر مکروہ	۱۵۵	جنون
۱۸۸	جاری پانی	۱۵۶	نشہ
۱۹۷	ظہیرا ہوا بند پانی	۱۵۶	تہقید مارنا
۱۹۸	کنوئیں کا پانی	۱۵۹	مباشرت فاحشہ
۱۹۹	جن صورتوں میں تمام پانی نکالنا واجب ہے	۱۶۱	جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا
	جن صورتوں میں تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے	۱۶۱	وضو میں شک ہو جانے کے مسائل
۲۰۲	کنوئیں کا سارا پانی ناپاک نہیں ہوتا	۱۶۳	غسل کا بیان
۲۰۶	کواں پاک کرنے کا طریقہ	۱۶۳	تکبیر غسل
	جن صورتوں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا	۱۶۳	شرائط غسل
۲۰۹	اور جن میں پانی نکالنا مستحب ہے۔	۱۶۳	رکن غسل

۲۵۵	حیض و نفاس اور استحاضہ کا بیان	۲۱۵	خلاصہ بیان
۲۵۵	حیض کا بیان	۲۱۵	طاہر غیر مطہر یعنی مستعمل پانی
۲۵۵	شرائط حیض	۲۲۲	آدمی اور جانوروں کے جمونے پانی اور پینے کے احکام
۲۵۷	نفاس کا بیان	۲۲۷	مقید پانی
۲۵۸	استحاضہ کا بیان	۲۳۲	متفرقات
۲۵۹	حیض و نفاس اور استحاضہ کے احکام	۲۳۵	تیمم کا بیان
۲۶۶	معذور کے احکام	۲۳۵	تیمم کی تعریف
۲۶۶	تعریف	۲۳۵	جو چیزیں تیمم میں ضروری ہیں
۲۶۶	شرائط	۲۳۵	تیمم واجب ہونے کی شرطیں
۲۶۶	معذور کا حکم	۲۳۵	تیمم صحیح ہونے کی شرطیں
۲۶۹	نجاستوں اور ان کے احکام کا بیان	۲۳۵	نیت
۲۶۹	نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ	۲۳۵	عذر
۲۷۷	نجس چیزوں کا بیان	۲۳۸	مسح شلی یا شلی کی جنس پر کرنا
۲۷۷	نجاست مغلطہ	۲۴۰	استیباب
۲۷۷	نجاست مخفیہ	۲۴۱	تیمم کے ارکان
۲۷۹	دیگر متفرق مسائل نجاست	۲۴۲	مفسد تیمم
۲۸۳	استنجا کا بیان	۲۴۲	تیمم کو توڑنے والی چیزوں کا بیان
۲۸۳	ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ	۲۴۳	تیمم کی سنتیں
۲۸۳	ڈھیلے سے پیشاب کے استنجا کا طریقہ	۲۴۳	تیمم کا طریقہ
۲۸۳	پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ	۲۴۵	متفرقات تیمم
۲۸۵	مکروہات استنجا و بیت الخلاء	۲۴۷	موزوں پر مسح کرنے کا بیان
۲۸۶	پانی سے استنجا پانچ قسم پر ہے	۲۴۷	جو چیزیں موزوں پر مسح جائز ہونے میں ضروری ہیں
۲۸۶	مسجات و آداب بیت الخلاء	۲۴۹	مسح کا مسنون طریقہ
۲۸۷	مکروہات بیت الخلاء	۲۵۱	مسح توڑنے والی چیزوں کا بیان
		۲۵۲	جہیرہ و مصاب پر مسح کرنے کا بیان

کتابیات

حوالہ جات کے لئے جو رموز استعمال کئے گئے ہیں ان کی تفصیل ذیل کی جدول سے واضح ہے

نمبر شمار	رمز	کتاب کا نام	مصنف
۱	بحر	البحر المرائق شرح کنز الدقائق	علامہ شیخ زین الدین، الشیخ بابن نجیم قدس سرہ
۲	بدائع	بدائع الصنائع	امام علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی اٹھنی قدس سرہ
۳	جمع الفوائد	جمع الفوائد عن جامع الاصول وجمع الزوائد	امام محمد بن محمد بن سلیمان قدس سرہ
۴	در	در المختار	علامہ مولانا محمد علاؤ الدین اٹھنی بن شیخ علی خانی قدس سرہ
۵	در المستقنی	در المستقنی فی شرح المستقنی	ایضاً
۶	ش	رد المحتار عن الدر المختار المعروف بہ فتاویٰ شامی	علامہ سید محمد امین الشیخ بابن عابد بن شامی قدس سرہ
۷	ط	مطحاوی علی مراقی الفلاح	علامہ الدہری شیخ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی اٹھنی قدس سرہ
۸	ع	فتاویٰ الہندیہ المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری	مصنفہ علامہ ہند بابر سلطان اورنگزیب عالمگیر شہنشاہ ہند قدس سرہ
۹	عرف	العرف الشدی علی جامع الترمذی	علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس سرہ جمع کردہ مولانا محمد چراغ قدس سرہ
۱۰	غایۃ الاوطار	غایۃ الاوطار ترجمہ و شرح اردو در مختار	مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی تالوقی قدس سرہ
۱۱	فتح	فتح القدیر	شیخ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود المعروف بابن حمام قدس سرہ
۱۲	کبیری	غیۃ اٹھنی فی شرح منیۃ المصلی	شیخ ابراہیم اٹھنی اٹھنی قدس سرہ
۱۳	م	مراقی الفلاح	امام و فقیہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشربیلانی اٹھنی قدس سرہ
۱۴	مجمع	مجمع الانہر فی شرح ملق علی الابحار	علامہ شیخ عبدالرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان المدعو شیخ زادہ قدس سرہ
۱۵	مظاہر	مظاہر حق ترجمہ و شرح اردو مشکوٰۃ شریف	مولانا قطب الدین شاہ جہاں آبادی قدس سرہ
۱۶	مظہری	تفسیر مظہری	تلمیذی دوراں مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ
۱۷	محم	منحۃ الطالب علی البحر المرائق	علامہ سید محمد امین الشیخ بابن عابد بن شامی قدس سرہ
۱۸	نور	نور الایضاح	علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشربیلانی اٹھنی قدس سرہ
۱۹	ہدیہ	الہدایۃ	شیخ الاسلام امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرعیتی قدس سرہ
۲۰	احیاء	احیاء العلوم	امام محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ

علامہ اذہم اردو کی بعض مشہور کتب بہشتی زیور، بہار شریعت وغیرہ سے بھی بعض مسائل لئے گئے ہیں۔

عرض ناشر

الحمد للہ، ایک طویل مدت کے بعد عمدة الفقہ ہم اپنے قارئین کی خدمت میں جدید انداز طباعت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ چوں کہ قارئین کا اصرار شدید تھا، اس بنا پر سروسٹ ہم حصہ اول کو بھی مشینی کتابت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ باقی تینوں حصے سابقہ کتابت کی عکس طباعت پر مشتمل ہیں۔ باقی تینوں حصوں کی مشینی کتابت کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے، چوں کہ موضوع نہایت دقیق ہے، اس بنا پر صحیح کا کام وقت طلب بھی ہے اور صبر آزما بھی۔ ان شاء اللہ آئندہ اشاعت مکمل طور پر جدید مشینی کتابت کے ساتھ پیش کی جائے گی۔

عمدة الفقہ کو سلاست بیان، جزئیات کے استقصا اور حسن ترحیب کے سبب اردو فقہی ذخیرہ ادب میں جو اختصاص و امتیاز حاصل ہے اس سے تمہیات سے وابستہ ہر شخص واقف ہے۔ مؤلف علیہ الرحمہ کی یہ کاوش اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کاوش ہے، جس پر وہ یقیناً عند اللہ ماجور ہوں گے۔

قارئین سے التماس ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ، ناشر اور جملہ معاونین کو دعائے خیر میں یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قرب خاص عطا فرمائے۔ آمین

سید عزیز الرحمن

یکم ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / ۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء

بسم الله الرحمن الرحيم

دیباچہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

ایک زمانہ وہ تھا جبکہ مسلمانوں میں دین کے علوم کی بہت ترقی اور ذوق و شوق تھا، کثرت سے علماء موجود تھے جن سے آسانی کے ساتھ مسائل دریافت کر سکتے تھے اور عوام بھی اس قدر علم ضرور رکھتے تھے جو ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں تو عبادات و معاملات میں شرع شریف کی پابندی درجہ کمال کی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حکم فرما دیا تھا کہ ہمارے بازار میں وہی خرید و فروخت کریں جو دین میں فقیہ ہوں (۱) پھر جس قدر صدر اول سے بعد ہوتا گیا اسی قدر علم کی کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ آج کل ہمارے زمانے میں مسلمانوں کو دین سے بے تعلقی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عوام تو عوام علمائے کرام میں بھی باوجود دوسرے علوم و فنون میں قابلیت و مہارت کے روزمرہ کے ضروری مسائل حتیٰ کہ فرض و واجبات و سنن و مستحبات و مکروہات کی اکثر و بیشتر جزئیات سے ناواقفیت ہے اور بے علمی کی وجہ سے پڑھا ہوا علم بھی روزانہ انحطاط اور سہو کی نذر ہوتا رہتا ہے۔ عوام میں بھی قلت علم اور بے پرواہی کے نتیجے میں دین سے بے تعلق اور عدم شوق اس قدر بڑھتا جا رہا ہے کہ نہ خود جاننے اور سیکھنے کی طرف رغبت ہے اور نہ ہی عباد کی محبت میں بیٹھتے ہیں کہ ان کی برکت سے ذوق و شوق پیدا ہوتا اور مسائل جاننے میں سہولت ہوتی۔ اگر یہی لیل و نهار رہے تو آئندہ اس سے بھی زیادہ متزلزل اور دین سے بعد ہونے کا خطرہ ہے اس لئے دین کی تعلیم کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

چونکہ ہمارے ملک کی قومی زبان اردو ہے اور اسی کے ذریعے دین کی تبلیغ کی جاسکتی ہے اور اسی کے پیش نظر مختلف علوم و فنون کے ماہرین نے اس قومی و ملی عام زبان اردو میں دوسری زبانوں سے کتابوں کے ترجمے کئے اور مستقل تصانیف بھی فرمائیں۔ چنانچہ علم فقہ میں بھی جو کہ جزئیات و مسائل و بیبہ کا حامل ہے عربی و فارسی کی کتابوں کے ترجمے کئے گئے اور مستقل چھوٹی بڑی کتابیں بھی تصنیف و تالیف فرمائیں تاکہ عوام و خواص ان سے استفادہ کر کے دین کے ضروری علم سے با آسانی بہرہ ور ہو سکیں اور عمل کی شاہراہ پر گامزن ہو کر سعادت دارین حاصل کر سکیں۔

شریعت اسلام میں علم فقہ کی فضیلت مسلمہ امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے فَلْيَتْلُوا ذَمْرًا مِنْ كُلِّ فَرْقَةٍ

مَنْهُمْ حَانِقَةٌ لَيْتَفُفُّهُوا فِي الدِّينِ وَيُنْبَذُوا أَلْوَمُهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ "ایمان و دین" تمہارے ہر کردار میں سے ایک جہت کو اہل علم کی خدمت میں دین میں تفقہ حاصل کرنے کے لئے جانا چاہئے اور جب علم فقہ حاصل کر کے اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو اس کو ان کی غلطیوں پر آگاہ کر کے ڈرانے اور دین کی باتوں پر عمل سکھانا چاہئے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور دین کی باتیں صحیح حدود پر سمجھ کر اس پر عمل کریں۔" اس آیت مبارکہ میں علم فقہ کی ترقی و انضیث نمایاں طور پر ظاہر فرمائی ہے نیز ارشاد فرمایا وَمَنْ يَبُوءِ بِالْحِكْمَةِ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (۲) "جس کو حکمت دی گئی اُس کو بہت بھلائی دی گئی۔" مفسرین کی ایک جماعت نے حکمت کی تفسیر علم فروع سے کی ہے جو کہ فقہ کا علم ہے۔

حدیث شریف میں ہے مَنْ يُؤْذِ اللَّهَ بِهِ خَيْرًا يُفْقِهَهُ فِي الدِّينِ (۳) "اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی دین کے کاموں میں صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے" ایک حدیث میں ہے مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَّاهُ اللَّهُ هِمَّةً وَرِزْقًا مَنْ خَبِثَ لَا يَخْتَصِبُ (۴) "جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ (فقہ) حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو فکر و تردد سے کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔" ایک اور حدیث میں ہے فَبِقِيَّةٍ وَاجِدُ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ (۵) "ایک فقیر شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہے۔" فقہ کی فطرت و اہمیت و ضرورت پر اور بھی احادیث و دلائل کتب فہن میں مذکور ہیں۔ یہیں مزید معلومات کے لئے ان کی طرف رجوع کریں۔

اُردو زبان میں چھوٹی و بڑی کتب فقہ تصنیف و تالیف ہونے و مرتبہ ہونے کے باوجود اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ کوئی ایسی جامع و مستند کتاب ہو جو عام فہم ہونے کے علاوہ زیادہ سے زیادہ جزئیات مسائل پر حاوی ہو اور ترتیب و تالیف کے لحاظ سے بھی اس طرز پر ہو کہ مسائل کا سمجھنا و یاد کرنا آسان ہو جائے۔ اس ضرورت کے پیش نظر ایک مدت سے اس عاجز کا ارادہ تھا کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دے کر شائع کی جائے۔ چنانچہ پاکستان بننے سے پہلے اس کو شروع بھی کر دیا تھا اور بہت کچھ ترتیب و جمع مسائل کا کام کر لیا تھا لیکن اپنی کم علمی کے باعث بعض خامیوں کے پیش نظر اس کو طبع کرانے کی جرأت نہ کی۔ پاکستان بننے پر ترک وطن کر کے جب جر پور ٹامیوالی ضلع بھادپور میں بطور مہاجر سکونت اختیار کی تو پھر یہ شوق تازہ ہوا اور سابقہ مسودے کی نظر ثانی شروع کر دی اور ساتھ ساتھ ایک سو تیس صفحات تک کتابت بھی کر چکا تھا کہ پھر یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ پھر ایک عرصے کے بعد شروع کیا اور ایک سو تیس صفحات کتابت شدہ حصے کو طبع کرنا بھی رکھ لیا لیکن ہر دفعہ درمیان میں ایسے سوانحائے حائل ہوتے رہے کہ کتاب اس کی تکمیل اور طبعیت و اشاعت کے مراحل طے نہ ہو سکے۔ اب جبکہ نظر ثانی کے بعد کتاب الصلوٰۃ تک مسودے کی تکمیل ہو چکی ہے اور اس کی کتابت بھی ہو رہی ہے تو ارادہ ہوا اور احباب کے مشورے سے طے پایا کہ چونکہ ابتدائی کتابت شدہ کاپیاں کافی عرصے کی ہو چکی ہیں اور ان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے نیز طبع شدہ اجزا بھی پرانے اور خراب ہوتے جا رہے ہیں اس لئے جہاں تک جلدی ہو سکے اس کا ابتدائی حصہ جس کو کتاب ہذا کا حصہ اول قرار دیا جائے کتاب الطہارۃ پر ختم کر کے چھپوایا جائے اور دوسرا حصہ کتاب الصلوٰۃ کی تکمیل پر ختم کر دیا جائے۔ اس طرح جو کاپیاں اور طبع شدہ اجزا خراب ہوتے جا رہے ہیں محفوظ ہو کر نظرین تک پہنچ جائیں گے اور پھر دوسرا حصہ بھی جلدی طبع ہو کر اشاعت پہ پر ہو سکے گا۔ نیز کتاب ہذا کے حصہ اول کو کتاب الصلوٰۃ پر ختم کرنے سے ضخامت بھی بہت زیادہ ہو جاتی اس لئے اس کو دو حصوں میں کرنا مناسب معلوم ہوا۔

(۳)۔ ترمذی ج ۳، ص ۴۹۳، رقم ۲۶۵۳۔ ابن ماجہ ج ۱، ص ۹۳، رقم ۲۲۰

(۱)۔ اتوبہ ۱۲۲ (۲)۔ القرآن آیت ۲۶۹

(۵)۔ ترمذی ج ۳، ص ۳۶، رقم ۲۶۹۰۔ ابن ماجہ ج ۱، ص ۹۶، رقم ۲۲۲

(۳)۔ مسند ابی حنیفہ رقم ۲۰۔ کنز العمال رقم ۲۸۸۵۵

اس کتاب میں حتیٰ الوسع یہ کوشش کی گئی ہے کہ عبارت بہت آسان ہو کہ کم علم والے مرد عورتیں، اور بچے بھی سمجھ سکیں اور فائدہ حاصل کر سکیں پھر بھی بہت سی جگہ مجبوراً بعض اصطلاحات استعمال کرنی پڑی ہیں اس لئے عوام کو ضروری مواقع میں علاوہ سے سمجھنے کی ہر وقت ضرورت ہے۔ اکثر و بیشتر مسائل کی مختصر آسان تعلیمات بھی لکھ دی ہیں تاکہ اہل علم حضرات بھی استفادہ کر سکیں لیکن مشکل اور طویل مباحث و دلائل سے پرہیز کیا ہے، اس لئے کہ دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں اور اصل مقصد مسائل کا جاننا ہے کہ نہ دلائل کا، دلائل کا جاننا علماء کا کام ہے۔ وہ فقہ و اصول فقہ کی بڑی کتابوں میں دیکھ لیتے ہیں، اس قسم کی کتابیں ان کی متحمل نہیں ہو سکتیں اور یہ عاجز خود بھی اس سے بے بضاعت ہے۔ اختلافات فقہ میں مفتی بہ و مستند مذہب لکھنے کا بھی التزام کیا گیا ہے اور ضعیف قول کہیں صراحتاً اور کہیں اشارتاً درج ہے، مثلاً یہ کہنا کہ یہی صحیح ہے کہ اس کے بالمقابل بھی قول ہے اور وہ ضعیف ہے۔ ہر مسئلے کو اپنی جزئیات متفرعہ کے ساتھ پوری وضاحت سے لکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔ حتیٰ الامکان مستند کتب مثلاً عالمگیری، شامی، درمختار، مراۃ المفلاح و طحاوی، بحر الرائق، نور الایضاح نقی اور دیگر کتب مرجعہ اردو عربی سے مسائل کو پوری پوری احتیاط اور صحت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، حوالہ جات کی کمی رہ گئی ہے جو آئندہ انشاء اللہ طبع ثانی میں درج کر دیئے جائیں گے۔ جہاں کہیں عبارتوں میں اخلاق و ابہام تھا۔ ان کو بھی اپنی سمجھ کے مطابق حل کرنے اور اخلاق و ابہام دور کر کے واضح طور پر مسئلے کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنی بے علمی و کم مائیگی کے باوجود اس اہم و اعظم کام کی طرف جسارت کرنا میرا منصب نہیں تھا لیکن ثواب دارین کی حرص داسن گیر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی اذن و نصرت کے بھروسے پر کام شروع کر دیا۔ دیر تو بہت ہو گئی مگر اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے یہ کچھ کرا دیا ہے جو بدیہ ناظرین ہے۔

اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر کتاب ہذا میں کوئی مسئلہ اپنی تحقیق کے خلاف پائیں تو مستند کتب فقہ کی طرف مراجعت کے بعد کتاب ہذا کی غلطی پر اس عاجز کو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کی جاسکے اور اگر کوئی زیادہ غلطیاں ہوئیں جن کا اصلاح نامہ طبع اول کی کتب کے ساتھ شائع کرنا ضروری ہو تو وہ بھی کیا جاسکے کیونکہ باوجود نہایت کوشش و احتیاط کے اخلاط کا رہ جانا بشری تقاضا ہے اور اس عاجز کی علمی کمزوری اس پر مستزاد ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک خاکسار کی اس حقیر محنت کو ہر قسم کی ظاہری و باطنی کوتاہیوں اور ربیہ و نمود وغیرہ کی برائی کی معافی کے ساتھ شرف قبولیت بخشے اور تمام مسلمانوں کو بالعموم اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے آمین، اور کوتاہیوں اور خامیوں پر آگاہی نصیب فرما کر بعد اصلاح و ترمیم طبع ثانی کی توفیق بخشے، آمین۔ و ما نسو فی الا باللہ العلی العظیم، علیہ توکلت والیہ انیب، رہنا نقبل منک انت السميع العليم وب علینا انت انت التواب الرحيم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ والتابعہ وبارک وسلم۔

احقر و لاشی ذر بے مقدم خاکسار

زدار حسین عفا اللہ عنہ وغفر لہ ولوالدہ

حال مقیم خیر پور تانویان۔ ذاک خانہ خاص، ضلع بہاولپور

۱۵ یقعدہ ۱۳۸۴ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کتاب الایمان

تمہید

۱۔ جب آدمی عاقل اور بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو ایمان لانا یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک اور رسولوں کو برحق ماننا فرض ہو جاتا ہے (جس کی تفصیل دوسرے بیان میں آئے گی) اور ایمان کے فرض ہو جانے پر تمام عبادات منجملہ فرائض اور واجبات وغیرہ کے اس پر فرض ہو جاتے ہیں اور تمام مہیات (یعنی جن چیزوں سے شرع نے منع کیا) اور محرمات (یعنی جو چیزیں شرع میں حرام ہیں) حرام ہو جاتے ہیں۔

۲۔ فرض دوم سے ہیں:

۱۔ دائمی جو ہمیشہ فرض ہو، اور وہ ایمان پر ثابت قدم رہنا اور حرام اور کفر و شرک سے دور رہنا ہے۔ اور یہ عقائد سے تعلق رکھتا ہے

جن کا حال علم کلام ہے۔

۲۔ وقتی، جو کہ خاص وقت پر فرض ہوں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ (پہلی قسم کے فرائض کے علاوہ تمام فرائض موقت ہیں

جن کا حال علم فقہ ہے) اس مختصر کتاب میں ان ہر دو قسم کے مسائل بالتفصیل بیان ہوں گے۔ ان شاء اللہ

۳۔ علم القرآن فرائض کا واجب ہونا، جب کسی فرض کا وقت آ جاتا ہے تو اس فرض کا علم بھی ضروری ہو جاتا ہے مثلاً جب آدمی مسلمان ہوا

یا بالغ ہوا تو اس پر صالح حقیقی (اللہ تعالیٰ) اور اس کی صفات کی معرفت (پہچان) اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا جاننا اور ان چیزوں کا

جاننا جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، اور جب نماز کا وقت آیا تو احکام نماز کا سیکھنا واجب ہو، اور ماہ رمضان المبارک کے آنے پر روزے

کے احکام کا علم اور مال دار صاحب نصاب زکوٰۃ ہو جانے پر (مال کے سال گزرنے پر) زکوٰۃ کے احکام کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے، اسی

طرح حج، نکاح، حیض و نفاس اور بیع و شراء وغیرہ تمام فرائض کا حکم ہے۔

۴۔ چار علم فرض عین ہیں

۱۔ ایمان، ۲۔ نماز، ۳۔ روزہ، ۴۔ حیض و نفاس

ان چاروں کے احکام کا علم بہ قدر ضرورت حاصل کرنا ہر مومن مرد و عورت پر فرض عین ہے۔

اب ایمان کی تفصیل اور اس کے متعلقات بیان کئے جاتے ہیں

ایمان مجمل و مفصل کا بیان

ایمان لانا دو طرح پر ہے۔ ۱۔ مجمل، ہر مفصل، جو شخص دونوں طرح ایمان لائے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔

ایمان مجمل

ایمان مجمل یہ ہے:

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبْلَتْ جَمِيعِ احْكَامِهِ

میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفاتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اُس کے تمام احکام قبول کئے

اللہ پر ایمان لانے کی تشریح

اللہ اسم ذاتی (اسم ذات) ہے اور یہ نام ہے اس ذات (اللہ تعالیٰ) کا جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات کمالیہ اس میں موجود ہیں۔ اور واجب الوجود اس ہستی یا موجود شے کو کہتے ہیں جس کا وجود (ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہونا) واجب و ضروری ہو اور اس کا عدم (کسی وقت یا کسی جگہ نہ ہونا) محال ہو۔ کمال ذاتی کے لئے جن جن صفاتوں کا اس میں ہونا ضروری ہے وہ سب اس کے لئے ثابت ہیں، ان صفات کو صفات کمالیہ کہتے ہیں۔ جو ذات واجب الوجود ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی یعنی دو ذات قدیم ہوگی اور بذات مقدس خود موجود ہوگی اور وجود بقاء میں کسی کی محتاج نہ ہو، نہ وہ پس سلائی تعظیم کے بموجب اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اس کے سوا دنیا کی کوئی چیز واجب الوجود نہیں۔ اسم ذاتی کے علاوہ اور ناموں کو اسمائے صفاتی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بہت صفات ہیں جیسے قدیم ہونا یعنی ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا، عالم ہونا (ہر چیز کا جاننے والا ہونا) وغیرہ جو نام ان صفات میں سے کسی صفت کو ملتا ہر کرے اس کو صفاتی نام کہتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا (۱)

اللہ تعالیٰ کے بہت چھ نام ہیں پس انہی ناموں سے اس کو پکارو۔

اور حدیث شریف میں ہے اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی رُتُسْعِيْنَ اَسْمًا مَّائَةً اَلَا وَاحِدٌ (۲) "بیشک اللہ تعالیٰ کے تنانوے یعنی یک کم سو نام ہیں" اور روایات میں اس کے عدد وہ اور بھی اسماء کو رہے ہیں۔

ہیں اور روایات میں ان کے علاوہ اور بھی اسماء کور ہیں۔

صفات کمالیہ

اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی تمام صفات اور اسماء قدیم ہیں یعنی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کے سوا اور کوئی چیز قدیم نہیں اور یہ اسماء صفات اللہ تعالیٰ کی ذات شریف سے متعلق ہیں اس طرح پر کہ نہ بین ذات ہیں نہ غیر ذات، مثلاً اسی سے اللہ تعالیٰ کی صفت علم و قدرت وغیرہ کو اللہ نہیں کہہ سکتے نہ اس کا میری کہہ سکتے ہیں فافہم۔

صفات کمالیہ (صفات ذاتی) یہ ہیں ۱۔ وحدت ۲۔ قدم (یا وجوب وجور) ۳۔ حیات ۴۔ قدرت ۵۔ علم ۶۔ ارادہ ۷۔ سماع ۸۔ بصر ۹۔ کلام ۱۰۔ خلق و کمین۔ باقی صفات بھی انہی سے متعلق ہیں مثلاً مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا، عزت دینا، ذلت دینا وغیرہ وغیرہ۔

صفات کمالیہ کی تشریح

۱۔ **وحدت** یعنی ایک ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ اپنی ذات میں بھی ایک ہے اور صفات میں بھی یکتا ہے اور توحید کے معنی اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنا یا اس کے ایک ہونے کا یقین اور اقرار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا سُبْحَانَ اللَّهِ شَتَّىٰ مَا يَقُولُ السُّفَهَاءُ الَّذِينَ لَا أَلَهُ إِلَّا اللَّهُ هُمْ يَسْتَهْزِئُونَ** (۱) ”تمہارا معبود ایک اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت رحم والا مہربان ہے“ دوسری آیت میں ہے **شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالصَّلَاةُ يُكَلِّمُهُ وَأَوَّلُ** لَعَلَّكُمْ قَاتِلِينَ بِأَلْفِ نَفْسٍ مِنْكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۲) ”اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں وہ نصاب قائم رکھنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے“ تیسری آیت **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۳)** ”آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے“ اور چوتھی آیت **هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (۴)** ”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں“ اسی طرح بے شمار آیتیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی تعلیم دیتی ہیں۔

۲۔ **قدم** قدم کے معنی قدیم ہونا اور ہمیشہ رہنا اور وجوب وجود کے معنی واجب الوجود ہونا، جس کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ جس کی ابتداء نہ ہو یعنی ہمیشہ سے ہوا، اسے ازلی کہتے ہیں اور جس کی انتہاء نہ ہو یعنی ہمیشہ رہے اسے بدی کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ازلی بھی ہے اور بدی بھی اور یہی معنی قدیم ہونے کے ہیں۔ **قوله تعالى هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (۵)** ”اوس بھی وہی اللہ تعالیٰ ہے اور آخر بھی وہی اور ظاہر بھی وہی ہے باطن بھی وہی۔“

۳۔ **حیات**: حیات کے معنی زندگی کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے زندگی کی صفت اس کے لئے ثابت ہے اور یہ زندگی فانی زندگیوں کی طرح نہیں ہے۔ **قوله تعالى اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ** ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی اور قیوم ہے۔“

۴۔ **قدرت**: قدرت کے معنی طاقت کے ہیں یعنی کائنات کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے اور پھر فنا کرنے اور پھر موجود کرنے کی قدرت رکھتا ہے **إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۶)** ”بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

۵۔ **علم**: علم کے معنی جاننے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا علیم (جاننے والا) ہے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اس کے علم سے باہر نہیں، اور اسے اس کا علم ہے، ہر چیز کو اس کے وجود سے پہلے اور معدوم (نہیں) ہونے کے بعد بھی جانتا ہے اور اندھیری رات میں کالی چوٹی کے چلنے اور اس کے پاؤں کی حرکت کو بخوبی جانتا اور دیکھتا ہے انسان کے دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ اللہ کے علم میں سب

روشن ہیں۔ علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (۶) ”وہ (اللہ تعالیٰ) غیب اور شہادت کا جاننے والا اور رحمن اور رحیم ہے۔“

۶۔ ارادے: ارادے کے معنی اپنے اختیار سے کام کرنا یعنی اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے اپنے اختیار سے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنے اختیار سے معدوم (نیست) کرتا ہے دنیا کی تمام باتیں اس کے اختیار اور ارادے سے ہوتی ہیں کائنات کی کوئی چیز اس کے اختیار اور ارادے سے باہر نہیں وہ کسی کام میں مجبور نہیں۔ اَلَمَّا اَمَرُوْهُ اِذَا اَرَادَ شَيْْءًا اَن يَقُوْلَ لَهُ تَكُنْ فَيَكُوْنُ (۱) ”اس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو کہ ہو، وہ اُسی وقت ہو جائے۔“

۷۔ سَمِعَ اور بَصَرَ: سمع کے معنی سنا اور بصر کے معنی دیکھا یعنی اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے لیکن مخلوق کی طرح اس کے کان نہیں ہیں اور نہ مخلوق کی طرح اس کی آنکھیں ہیں نہ اس کے کانوں اور آنکھوں کی کوئی شکل و صورت ہے بلکی سے بلکی آواز کو سنا اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھتا ہے اس کے سننے اور دیکھنے میں نزدیک و دور انداز میں فرق نہیں ان السَّمْعُ تَسْمِعُ بَصِيرٌ ”بیشک اللہ تعالیٰ سنا اور دیکھتا ہے۔“

۹۔ کَلَامٌ: کلام کے معنی بولنا بات کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفت بھی ثابت ہے لیکن اس کے لئے مخلوق جیسی زبان نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرح اپنے کام میں کسی چیز کا محتاج نہیں اس لئے وہ کلام کرنے میں بھی زبان کا محتاج نہیں تو لہ تعالیٰ يُرِيدُوْنَ اَن يُخْلِقُوْا كَلَامَ اللّٰهِ (۲) ”وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں۔“ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُخَوِّلُوْهُ (۳) ”وہ اللہ کے کلام کو سنتے ہیں پھر اس کو بدل دیتے ہیں۔“

۱۰۔ خَلَقَ وَتَكْوِيْنٌ: خلق کے معنی پیدا کرنا اور تکوین کے معنی وجود میں لانا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفت بھی ثابت ہے وہی تمام عالم کا خالق (پیدا کرنے والا) اور مکون (وجود میں لانے والا) ہے۔ قرآن حکیم میں ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الْبَارِئَ الْمَسْجُوْرَ لَهٗ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (۴) ”وہ اللہ خالق و ربّ باری اور مصور ہے اس کے بہت سے اچھے نام ہیں۔ ان صفات کو صفات ثابتہ یا صفات ثبوتیہ بھی کہتے ہیں ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی اور جو صفات ہیں سب ازلی ابدی و قدیم ہیں ان میں کی ویشی اور تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔“

اللہ تعالیٰ کی صفات علم سمع اور بصر وغیرہ کو مخلوق کی صفت علم، سمع و بصر وغیرہ سے صرف اس کی مشارکت ہے ورنہ اس کی یہ صفات بھی ذات حق کی طرح بے چون اور بے چگون ہیں۔

اسماءُ الہی

اسماءُ الہی جو حدیث شریف میں آئے ہیں درج ذیل ہیں عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اسْمًا مِنْ اَحْصَاہَا فَخَنَ الْجَنَّةُ هُوَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُتَعَزِّزُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْقَتَّاعُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَالِصُ الرَّافِعُ الْمُوْزِ الْمَذِلُّ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ الْحَكْمُ الْقَدْنُ الْطَلِيْفُ الْخَبِيْرُ الْعَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيْ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْحَبِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ اَسْمَاءُ الْمَجِيْدُ الْبَاعْثُ الشَّهِيدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمُتَيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْسِنُ الْمُبْدِي الْمُعِيْدُ الْمُعِيْدُ الْمُعِيْ الْمُعِيْ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الرَّاجِدُ

المسجد الواحد الآخذ المصنعة الفايور المقيمت المؤجر ألا ولل الأجر الظاهر الباطن الزاهي المتعالي أثير العوَاب
المستقيم العفو الرؤف مابك الملك كوا الجلال والأكرام المقيمت الجامع الغني المغيي المانع العذر النافع النور
الهادي السديد البالي الزاوي الرحيب الصبور (۱) (حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کے نالوے نام ہیں جو انھیں یاد کرے جنت میں جائے گا۔ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۱۔ نہایت مہربان ۲۔ بہت رحم والا ۳۔ وہ
بادشاہ ہے ۴۔ پاک ہے ۵۔ ہر نفس رافت سے سلامت ۶۔ امان دینے والا ۷۔ پناہ لینے والا ۸۔ زیر دست ۹۔ دیا کو والا ۱۰۔ صاحب
عظمت ۱۱۔ بنانے والا ۱۲۔ پیدا کرنے والا ۱۳۔ صورت بنانے والا ۱۴۔ بہت بخشنے والا ۱۵۔ غالب ۱۶۔ بہت دینے والا ۱۷۔ روزی
دینے والا ۱۸۔ فیصلہ کرنے والا ۱۹۔ جاننے والا ۲۰۔ سچی کرنے والا ۲۱۔ فراخی کرنے والا ۲۲۔ پست کرنے والا ۲۳۔ بلند کرنے والا
۲۴۔ عزت دینے والا ۲۵۔ ذلت دینے والا ۲۶۔ سننے والا ۲۷۔ دیکھنے والا ۲۸۔ اٹل فیصلہ والا ۲۹۔ انصاف کرنے والا ۳۰۔ پیدا جاننے
والا ۳۱۔ خبردار ۳۲۔ بردبار ۳۳۔ عظمت والا ۳۴۔ بہت بخشنے والا ۳۵۔ تھوڑے عمل پر بہت دینے والا ۳۶۔ بلند ۳۷۔ بڑائی والا
۳۸۔ حفاظت کرنے والا ۳۹۔ حصہ دینے والا ۴۰۔ حساب کرنے والا ۴۱۔ بزرگی والا ۴۲۔ بے انگے دینے والا ۴۳۔ مکران ۴۴۔
جواب دینے والا ۴۵۔ وسعت والا ۴۶۔ حکمت والا ۴۷۔ بڑی محبت والا ۴۸۔ مجدد شرف والا ۴۹۔ اٹھانے والا ۵۰۔ گواہ ۵۱۔ ثابت
۵۲۔ کام بنانے والا ۵۳۔ زور آور ۵۴۔ مضبوط ۵۵۔ دوست و مددگار ۵۶۔ استحقاق تعریف ۵۷۔ ہر چیز کی شمار رکھنے والا ۵۸۔ عدم سے
وجود میں لانے والا ۵۹۔ محدود کو بکھر موجد کرنے والا ۶۰۔ زندہ کرنے والا ۶۱۔ مارنے والا ۶۲۔ ہمیشہ زندہ ۶۳۔ ہمیشہ قائم ۶۴۔ پانے
والا ۶۵۔ بزرگ ۶۶۔ یکساں ۶۷۔ اکیلا ۶۸۔ بے نیاز ۶۹۔ قدرت والا ۷۰۔ ہر شے پر قبضہ والا ۷۱۔ آگے بڑھانے والا ۷۲۔ پیچھے
بنانے والا ۷۳۔ سب سے پہلا ۷۴۔ سب سے پچھلا ۷۵۔ سب پر عیاں ۷۶۔ نگاہوں سے اوجھل ۷۷۔ ہر چیز کا ذمہ دار ۷۸۔
خلوق کی صفات سے بہت بلند ۷۹۔ نیک سلوک کرنے والا ۸۰۔ توبہ قبول کرنے والا ۸۱۔ بدلہ لینے والا ۸۲۔ معاف کرنے والا ۸۳۔
بڑی رحمت والا ۸۴۔ سارے ملک کا مالک ۸۵۔ بزرگی اور بخشش والا ۸۶۔ بڑا انصاف والا ۸۷۔ سب کو جمع کرنے والا ۸۸۔ سب
سے بے نیاز ۸۹۔ دوسروں کو بے پروا کرتے ۹۰۔ روکنے والا ۹۱۔ نقصان پہنچانے والا ۹۲۔ نفع پہنچانے والا ۹۳۔ روشنی والا ۹۴۔
ہدایت دینے والا ۹۵۔ بلاغوتہ بنانے والا ۹۶۔ ہمیشہ رہنے والا ۹۷۔ شب کا وارث ۹۸۔ نیک راہ بنانے والا ۹۹۔ بڑا آہل کرنے والا
اس حدیث کو ترجمی امین حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

کتاب اللہ حدیث رسول ﷺ میں ان اسمائے مبارکہ کے علاوہ اور اسماء بھی آئے ہیں وہ ہونگا۔ قرآن کریم میں یہ نام آئے ہیں
الرَّبُّ، لَاكْرَمُ، الْأَعْلَى، الْحَاطِطُ، الْخَلَّاقُ، السَّائِرُ، السَّاتِرُ، الشَّامِكُ، الْعَادِلُ، الْعَالِمُ، الْعَالِي، الْفَاطِرُ، الْفَاطِقُ،
الْقَدِيرُ، الْقَرِيبُ، الْقَاهِرُ، الْكَاشِفُ، الْكَافِي، الْعَبِيرُ، الْمَحِيطُ، الْغَلِيْثُ، الْعَزِيزُ، الْخَبِيرُ، الْحَكِيمُ، أَرْحَمُ
الرَّاحِمِينَ، أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ، ذُو الْفَضْلِ، ذُو الطَّوْلِ، ذُو الْقُوَّةِ، ذُو الْمَقَارِحِ، ذُو الْعَرْشِ، رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ، غَافِرُ الذُّنُوبِ،
قَابِلُ الذُّنُوبِ، فَاعِلُ أَمَّا يُرِيدُ۔۔۔ مَخْرُجُ الْحَقِّ مِنَ الْحَقِيبِ، وَغَيْرِهِ

اور حدیث شریف میں آئے ہیں: **الْمَحَانُ، الْمَمَانُ، الْمَغِيثُ، الْمَغِيمُ** اور ان کے علاوہ تواریخ و غیرہ آسانی کتب سے اور بھی نقل کئے گئے ہیں۔

(۱)۔ بخاری کتاب التوحید باب ۱۲۔ ابن ماجہ ج ۴، ص ۵۷۴، رقم ۳۸۶۰۔ ترمذی ج ۳، ص ۲۰۲، رقم ۲۵۱۸۔

اسمائے الٰہی تو قہری ہیں یعنی وہ ہیں جو کلام اللہ یا کلام پیغمبران (احادیث شریف) میں آئے ہیں اور صاحب شرع سے سننے پر موقوف ہیں۔ ان کے علاوہ عام لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے عقلی و عرفی ناموں سے پکارنا ہرگز جائز نہیں خواہ وہ صحیح ناموں کے ہم معنی ہی ہوں مثلاً عاقل بجائے عالم کے، اسی طرح پر عاشق و ممشوق، ساتی، خفی، طیبیب، محبوب، محبوب اور بڑاں وغیرہ۔ بڑاں اس لئے کہ انجوس نے اللہ تعالیٰ کے دو نام فرض کئے ہیں، ۱۔ بڑاں، خالق غیر ۲۔ اہرمن، خالق شر۔ علیٰ ہذا التیاس۔ یہود و نصاریٰ و ہنود اور دیگر غیر مسلم قوموں کے ہاں جو اللہ تعالیٰ کے نام مقرر ہیں ان ناموں سے نہ پکارنے میں احتیاط ہے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ناچار نہ صفت کے لحاظ سے قرار دیئے گئے ہوں مگر ان ناموں کی بے ادبی بھی نہ کرنی چاہیے، ممکن ہے کہ وہ کسی صفت الٰہی کے لحاظ سے صحیح ہوں اور اس زبان میں اپنے پیغمبر سے لکھے ہوں اور ان تراہب میں تحریف کی وجہ سے ہمیں اس کا صحیح ظہن نہ ہوسکا ہو، اس لئے ہمیں احتیاط لازم ہے۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ کوکل اور بعض (جز) سے موصوف کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ کلیت و جزیت اجسام کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات بے مثل قدیم لا زوال اور باکمال ہیں، بندوں کی طرح ناقص نہیں، کیونکہ بندے دیکھنے سننے کلام کرنے میں وغیرہ میں اسباب کے محتاج ہیں، مثلاً بندوں کا دیکھنا بغیر آنکھ کے اور عدم حجاب کے ناممکن ہے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اس نقص سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جسیع صفات بے کیف اور ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تمام ناقص صفات اس کی بارگاہ سے دور ہیں، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ ماں باپ اور اولاد والا ہے، بہن، بھائی، بیوی، رشتے داروں وغیرہ سے پاک اور بری ہے مکان و مقام سے پاک ہے اور غیر محتاج ہے۔ علیٰ ہذا اطراف و جہات جسم و جوہر، طول و عرض، حدود و انتہا، فراخی و تنگی، شکل و صورت، رنگ و بو، موت و ہلاک غرض کہ ہر عیب و حدث سے پاک اور بری ہے اور سب کمالات اس کو حاصل ہیں

زمشقی با تمام ما بدل یار مستغنی ست رنگ و نہ خیال و خد چہ حاجت رائے زیارا

اس کا کوئی نظیر و ہمسر نہیں، نہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔ مشابہ و متحدہ ہم جنس ہونے سے پاک ہے بعض و تجزی اس کی بارگاہ میں ناممکن ہے ترکیب و تحلیل اس کی جناب سے دور ہے۔ ہر قسم کے حوادث، مثلاً کھانے، پینے، پیشاب پاخانے، صحت و مرض، رنج و خوشی وغیرہ سے پاک ہے۔ اس کی ذات و صفات کو کبھی غلط فہمی نہیں کوئی چیز اُس پر واجب اور ضروری نہیں۔ کوئی چیز اُس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اُس کے حکم کو کوئی نہیں پھیر سکتا۔ ازل سے اب تک اُس کی سب صفات بے تفاوت و بلا کم و کاست اس میں موجود ہیں۔ صفات تشابہات، مثلاً اللہ تعالیٰ کے ید، کما، بصر اور ساق وغیرہ کو یوں سمجھئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جن کی کیفیت ہم کو معلوم نہیں، جو کچھ ہمارے فہم و ادراک اور عقل و تصور میں آئے، حق تعالیٰ اس سے پاک و برتر ہے، وہ واسع ہے، لیکن اس کی وسعت ایسی نہیں جو ہماری سمجھ میں آئے اور محیط ہے لیکن ایسا احاطہ نہیں جو ہمارے ادراک میں آئے اور قریب ہے لیکن ایسا قریب جو ہماری عقل میں نہ آئے اور وہ ہمارے ساتھ ہے لیکن ایسی معیت نہیں جو کہ مشہور و معروف ہے لا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (۱) "نگاہیں اس (اللہ تعالیٰ) کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ تمام ابصار و بصیرات کو دیکھ رہا ہے"۔ اور ان اس کی کیفیت ہم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے وَمَا يَعْلَمُ قَوْلُهُ اِلَّا اللَّهُ، (۲) "اور اس کی تاویل اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے"۔

فائدہ : ارباب حقائق لکھتے ہیں کہ اسمائے الٰہی سے بندے کا نصیب یہ ہے کہ ان کے ساتھ تعلق و تہجد حاصل کرے تاکہ ان اس کی تجلیات

کی بدولت اسفل السالمین کے گڑھے سے نکل کر کرمقام اعلیٰ علیہ السلام پہنچ جائے۔ پس چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین ہے تو بندہ بھی اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق کمزوریوں کی تربیت سے غافل نہ رہے اور وہ احسن الراحمین ہے تو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ رافت و رحمت سے پیش آئے اور اسی طرح صفات غصہ کے علاوہ ہر صفت کا مظہر بننے کی کوشش میں لگا رہے تاکہ صحیح معنی میں خلافت الہی کا صدق ہو اور اِنَّ السَّلٰةَ خُلِقَ اَذْفَ عَلٰی صُورَتِهِ، ”یہ شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا“ کا راز آشکار ہو جائے۔ حدیث کی شرح کرنے والوں نے ہر ہر اسم کے ساتھ مخلوق کی شرح کر دی ہے، تفصیل کے لئے مظاہر حق وغیرہ ماحفظہ فرمائیں۔

مسئلہ: اس کا کلام آواز سے پاک ہے اور یہ قرآن کریم جس کو ہم اپنی زبان سے تلاوت کرتے اور مصحف میں لکھتے ہیں اُسی کا کلام قدیم بلا صوت ہے، علیٰ ہذا القیاس دوسری آسمانی کتب بھی۔ اور یہ ہمارا پڑھنا، لکھنا اور یہ آواز حادث یعنی ہمارا پڑھنا حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا قدیم ہے، اور ہمارا لکھنا حادث اور جو لکھا قدیم ہے، ہمارا سننا حادث اور جو سنا قدیم ہے، اور ہمارا حفظ کرنا حادث اور جو حفظ کیا قدیم ہے، یعنی متحلی قدیم ہے اور مجلی حادث۔

مسئلہ: دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی ﷺ کے لئے خاص اور آخرت میں ہر جنتی کے لئے ممکن بلکہ وقوع پذیر ہے مگر یہ دیدار بلا کیف ہوگا یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ قلبی دیدار یا خواب میں دیکھنا یہ دیگر نبیائے علیہم السلام بلکہ اولیائے کرام کو بھی حاصل ہے چنانچہ ہمارے امام اعظم کو خواب میں سوہرریارت ہوئی۔

ایمان مفصل

ایمان مفصل یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ
بَعْدَ الْمَوْتِ

میں اللہ تعالیٰ پر، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اچھی بری تقدیر پر کہ وہ اللہ طرف سے ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے پر ایمان لایا ہوں۔
یہ سات صفات ایمان ہیں، جن کی تشریح درج ذیل ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی تشریح ایمان مجمل میں بیان ہو چکی ہے۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کئے ہیں جو دن رات عبادت الہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ہماری نظروں سے غائب ہیں، اور وہ فرشتے نہ عورت ہیں نہ مرد اور نہ فحشی نہ رشتے نہ تاتے کرتے ہیں نہ کھانے پینے کے محتاج ہیں بلکہ تمام صفات بشریہ یعنی غضب، حسد، بغض، کینہ، تکبر، حرص اور عظم وغیرہ سب سے نڈی ہیں، اولاد، ہونا یا اولاد والا ہونے سے بھی بری ہیں۔ ان کی غذا اپنے رب کی بندگی کرنا اور اس کے احکام کو بجالانا ہے، نہ وہ عبادت سے جھکتے ہیں نہ اُن کا دل گھبراتا ہے، وہ کہنا ہوں سے پاک

ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے سارے، نظامات اللہ تعالیٰ نے ان کے مخلوق کئے ہوئے ہیں۔ وہ بے شمار ہیں، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان میں چار فرشتے سب سے بزرگ، مقرب اور مشہور ہیں۔

الف۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو سب فرشتوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں اور احکام خداوندی اور کتابیں اس کے نبیوں اور رسولوں پر لاتے رہے ہیں بعض مرتبہ انبیاء علیہم السلام کی مدد کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے بھی ان کو بھیجا گیا ہے اور بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے نافرمان بندوں پر عذاب بھی بھیجا ہے۔

ب۔ حضرت میکائیل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو دن رات کی روزی پہنچانے اور ہارش وغیرہ کے انتظامات پر مامور ہیں، ان کی ماتحتی میں بے شمار فرشتے کام کرتے ہیں، بعض ہادلوں کے انتظام پر مقرر ہیں، بعض ہواؤں اور بجلی کڑک وغیرہ پر، اور بعض دریاؤں، تالابوں اور نمروں وغیرہ پر مقرر ہیں، اور ان تمام چیزوں کا انتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔

ج۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور (کرا۔ بگ) پھونکیں گے اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے بیان میں آئے گی۔

د۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام جو حکم الہی سے مخلوق کی ارواح قبض کرتے ہیں۔ ان کی ماتحتی میں اور بھی بے شمار فرشتے ہیں، نیک بندوں کی جان نکالنے والے فرشتے عیثہ ہیں اور بدکردار بدکار بندوں کی جان نکالنے والے اور ہیں۔ ان کے علاوہ اور فرشتے یہ ہیں۔

۱۔ چار فرشتے ہیں جن کو کرنا کاتبین (کاتبین کرام) کہتے ہیں دو دن میں اور دو رات کو ہر ایک بندے کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک دائیں کندھے پر جو اس کی نیکی لکھتا ہے اور دوسرا بائیں کندھے پر جو اس کی بدی لکھتا ہے۔

۲۔ کچھ فرشتے انسان کی آفتوں اور بلاؤں سے حفاظت کرے پر مقرر ہیں، بچوں بوڑھوں، کمزوروں کی اور جن لوگوں کے ہارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، ان کی حفاظت کرتے ہیں، ان کو حفظہ کہتے ہیں۔

۳۔ کچھ فرشتے انسان کے مر جانے کے بعد قبر میں اُس سے سوال کرنے پر مقرر ہیں جن میں سے دو فرشتے ہر انسان کی قبر میں آتے ہیں اور اُس سے سوال کرتے ہیں جن کو منکر نکیر کہتے ہیں۔

۴۔ کچھ فرشتوں کو حکم ہے کہ دنیا میں گشت کرتے رہیں اور ایسی مجلسوں میں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو، وعظ ہوتا ہو، قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو، درود شریف پڑھا جا رہا ہو، علم دین کی تعلیم ہو رہی ہو، حاضر ہوا کریں اور جس قدر لوگ وہاں حاضر ہوں، اُن سب کی حاجتی کی گواہی اللہ تعالیٰ کے سامنے دیں۔ دنیا میں جو فرشتے کام کرتے ہیں اُن کی صبح و شام تبدیلی ہوتی رہتی ہے، صبح کی نماز کے وقت رات والے فرشتے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور دن میں کام کرنے والے آجاتے ہیں اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد دن والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات میں کام کرنے والے آجاتے ہیں۔

۵۔ کچھ فرشتے جنت کے انتظاموں اور اس کے کاروبار پر مقرر ہیں جو داروغہ جنت یعنی ”رضوان“ کے ماتحت ہیں۔

۶۔ کچھ فرشتے دوزخ کے انتظام پر مامور ہیں جو دوزخ کے داروغہ ”ناک“ کے ماتحت ہیں۔

۷۔ کچھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھانے والے ہیں۔

۸۔ کچھ فرشتے محض اللہ تعالیٰ کی یاد، عبادت اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں ان میں سے بعض قیام میں بعض رکوع میں اور

آتے اور معصوم ہیں، ان میں سے بعض دو پر رکے ہیں بعض تین اور بعض چار پر رکتے ہیں لقولہ تعالیٰ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اَجْبِیْہُ غَیْبٌ مُّشْتٰی وَ اُولٰٓئِکَ وَ رُبِّہُ (۱) ”جس نے ظہیر الافرشتوں کو پیغام لانے والا جن کے پر ہیں دو و تین تین، و چار چار“ اور ان کے پردوں (ہزاروں) کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ان کی تعداد چار پر مقرر نہیں بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو شب معراج میں دیکھا کہ ان کے چہ سو پر تھے۔

فرشتے نورانی اجسام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔ بعض فرشتے بعض کی نسبت زیادہ مقرب ہیں لیکن ان کے مقامات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ یہ سب باتیں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں اس میں ارا شک نہیں کرنا چاہئے، ان کی توہین اور دشمنی کفر و وبال ہے جو ان کا دشمن ہو جائے اس کا ایمان نازل ہو جاتا ہے۔

۳۔ کتابوں پر ایمان

کتابوں سے مراد وہ صحیفے اور کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائی ہیں جن کی تعداد یقینی طور پر معلوم نہیں، ان میں سے چار کتابیں مشہور ہیں:

۱۔ توراۃ: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل ہوئی اِنَّا اَنزَلْنٰہَا فِیْہَا هُدًی وَّ نُورٌ (۲) ”پیشک ہم نے توراۃ اتاری، اس میں ہدایت اور نور تھا“۔

۲۔ انجیل: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آرامی زبان میں نازل ہوئی وَ اَنۡزَلۡنَا فِیْہِیْۤ اٰیٰتٍ لِّیُّبَیِّنَ لَیۡکُمُ الْاٰیٰتِیۡنِیۡ وَ لَیۡسَ فِیۡہَا حَرٰثٌ وَّ لَا حَبَیۡثٌ (۳) ”ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ان کے پیچھے بھیجا اور انھیں انجیل دی“۔

۳۔ زبور: یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل ہوئی وَ اَنۡزَلۡنَا ذٰلِکَ زُۢبُرًا (۴) ”اور ہم نے داؤد کو زبور دی“۔

۴۔ قرآن مجید: یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل ہوا، اِلَّا اَنۡزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعْقِلُوۡنَ (۵) ”بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو“۔

ان چار بڑی کتابوں کے علاوہ کچھ صحیفے (مہولی کتابیں) حضرت آدم علیہ السلام پر اور کچھ شیٹ علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئے، اِنَّ ہٰذَا لَیۡحٰی الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِیۡ (۶) ”بے شک یہ ابنت پہلے صحیفوں یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں ہے“۔

ان تمام صحیفوں پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے یعنی یوں کہنا: ”میں ان تمام صحیفوں پر ایمان لایا جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے“۔

قرآن مجید اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں اور صحیفوں کا ناخ ہے، یہ سب کتابیں اور صحیفے اللہ تعالیٰ کا کلام اور سچے اور برحق ہیں، حمد و ثناء، امر و نہی، وعدہ و وعید، جنت و دوزخ کی بابت جو کچھ ان میں درج ہے۔ سب صحیح و درست ہے، جو شخص ان کو اللہ تعالیٰ کی کتابیں نہ مانے وہ کافر ہے لیکن چونکہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ موجودہ توراۃ، زبور، اور انجیل وہ اصلی کتابیں نہیں رہیں بلکہ ان میں یہود و نصاریٰ نے

تحریف (اُزل بدل) کر دی ہے اس لئے ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ موجودہ توراۃ، زبور اور انجیل اصلی آسمانی کتابیں نہیں ہیں بلکہ ان ناموں کی اصلی کتابیں ان حضرات انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ہر صاحب شریعت نبی کے آنے پر پہلی کتاب اُٹھائی گئی اور وہ شریعت منسوخ ہو کر نئی کتاب جو موجودہ نبی پر نازل ہوئی قابل عمل قرار دی گئی۔

سخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت کے لئے ہوئے ہیں مگر ان کے ساتھ یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لئے ہے بلکہ جب وقت پورا ہو جاتا ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور دراصل دیکھا جائے تو اس کے وقت کا ختم ہو جانا بتایا گیا ہے۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں، یہ بہت سخت بات ہے، حکام الہی سب حق ہیں وہاں باطل کی رسائی کہاں خال منسوخ من انیۃ او نسینا فات یخیر فیہا او یقبلہا (۱) ”یہ منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا حکم دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اُس سے بہتر یا اُس جیسی“۔

سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور اس نے اپنے سے پہلے تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا جس جو کچھ قرآن مجید میں ہے حق ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ فسد اور باطل اور اسی لئے قرآن مجید قیامت تک ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے محفوظ ہے جتنی کہ زبر، عیش اور شوش کی تحریف و کمی بیشی ہونا بھی محال ہے کیونکہ خود حق تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے لَقَوْلُهُ تَعَالٰی: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَخٰفِضُوْنَ (۲) ”ہم نے ذکر (قرآن مجید) کو اتارا ہے و ہم ہی اس کے محافظ ہیں“۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رہا ہے یعنی ہر زمانے میں لاکھوں محافظ ہوتے رہے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اُس کا کلام بھی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ مجہول کلام ہے کہ آدمی، فرشتے، جن و فیروز اس کی شکل بنانے سے عاجز ہیں۔ کلام کہ باوجود دفع و خالف اور دعویٰ کمال عربی دانی کے اس کے مقابلے میں چھوٹی سی سورت بھی نہ بنا سکے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ان کو پکار کر فرمایا لَمَّا نَفَوْا بَدُّوْاۤ اَقْبِنَ یَقُوْلُہٗ (۳) ”پس لاؤ تم سب اس کے مانند کوئی سورت“۔ قرآن مجید کے علاوہ سب کتابیں اپنے اپنے وقت میں ایک ہی دفعہ نازل ہوئی لیکن قرآن مجید کو دلوں فضیلت حاصل ہوئی۔ لول ایک ہی دفعہ لیلۃ القدر (غالباً پچیسویں شب) ماہ رمضان المبارک کو لوح محفوظ سے آسمان دیا پر نازل ہوا اور بذریعہ جبریل علیہ السلام مقام بیت العزت میں ملائکہ سفیرۃ یحییٰ امیر نورۃ کو لکھوایا گیا اور پھر تیس سال تک ضرورتوں کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے۔ اور آہستہ آہستہ اور ضرورت کے وقت اترنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اُترتا گیا اور ہزار ہا آدمی اس کے احکام کو قبول کرتے اور مسلمان ہوتے گئے اور یہ سب کچھ حکمت الہی پر مبنی تھا کیونکہ قرآن مجید پر قیامت تک عمل جاری رہے گا اس لئے اس کے احکام ایسے معتدل ہیں کہ ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے مناسب ہیں اور دنیا کی کوئی قوم بھی ایسی نہیں کہ وہ کسی بھی زمانے میں اس کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز ہو، پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید سب کتابوں اور صحفوں سے افضل کتاب ہے (کلام الہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و رحمت سے اس میں ہمارے لئے ثواب و افادیت زیادہ سے زیادہ مرحمت فرمایا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ایک، اُس کا کلام ایک، اس میں افضل و مفضول کی گنجائش نہیں) اور قرآن مجید کے ساتھ یعنی اس قدر کثرت سے لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک نقل کرتے ہوئے اور پڑھتے پڑھاتے ہوئے چلے آتے ہیں کہ ادنیٰ عقل والا آدمی بھی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ اتنے آدمی سب کے سب جھوٹ بولتے ہوں اس لئے اس کے یقینی اور قطعی الجوت ہونے میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور یہ قرآن

مجید جو ہمارے پاس موجود ہے عہدہ ہی قرآن ہے جو حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اس میں ایک ذرہ، ذرہ، بیش کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید کی ترتیب اگرچہ نزول تدریجی کے مطابق نہیں لیکن نزول دفعی (یعنی ایک ہی دفعہ نازل ہونے) کے مطابق ضرور ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی۔ پس جب کوئی سورت اترتی تھی تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرماتے تھے کہ اس سورت کو فلاں سورت کے بعد اور فلاں سورت سے پہلے لکھ لو اور جب کوئی آیت یا آیتیں نازل ہوتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے تھے کہ اس آیت یا ان آیتوں کو فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے لکھ لو۔ سورتوں کی تعداد اور ان کے ابتدا اور انتہا اور ہر سورۃ کی آیتوں کی تعداد اور ہر آیت کی ابتدا اور انتہا اور اسی طرح تمام قرآن مجید کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو معلوم ہوئی اور انہوں نے حضور نور علیہ السلام کو بتائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے صحابہ کرام کو معلوم ہوئی اور اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ ہم تک پہنچی اور تو لہ تعالیٰ اِنْ عَلَيْنَا بَخْفَعَهُ وَظَرَانَهُ (۱) "بیکٹ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہم نے اپنے ذمے لے لیا ہے" اس کی جمع و تدوین منہاج اللہ ہونے کی دلیل ہے لہذا لا تفسدک فیہ فان العسکیرک فیہ ضلالۃ و کفر

قرآن مجید کی بعض آیتیں محکم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں، اور بعض متشابہ ہیں کہ ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب کے سوا کوئی نہیں جانتا الا ما شاء اللہ۔ متشابہ کی تلاش اور اس کے معنی کی چھان بین وہی کرتا ہے جس کے دل میں کجی ہو۔ قرآن مجید کی بعض آیتوں نے بعض آیتوں کو منسوخ کر دیا مگر ان کی عداوت منسوخ نہیں ہوئی۔ تفصیل کتب تفسیر و احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں میں اپنے احکام پہنچانے کے لئے انہی میں سے اپنے چنے ہوئے بندے کتابیں و رموز دے کر بھیجے ہیں جس کو "رسول" کہتے ہیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام سب سے اول مبعوث ہوئے اور ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں۔ روایتوں میں نبیوں، اور رسولوں کا شمار ایک لاکھ چوبیس ہزار آیا ہے بعض روایات میں ایک لاکھ چونتیس ہزار اور بعض میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا شمار آیا ہے اور یہ تعداد قطعی نہیں ہے غالباً کثرت کے بیان کے لئے ہے تاکہ کوئی کمی نہ رہے، اس لئے بغیر تعین و تحدید کے اس طرح ایمان لانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے ہم ان سب کو برحق اور رسول دینی مانتے ہیں، ان میں تین سو تیرہ مُرسَل (رسول) ہیں، مُرسَل وہ نبی ہے جس پر کوئی کتاب یا صحیفہ نازل ہوا ہے اور حجی شریعت دی گئی اور نبی ہر پیغمبر کو کہتے ہیں خواہ اسے حجی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو، وہ پہلی شریعت کا تابع ہو۔ پس ہر مرسل نبی ہے اور ہر نبی مرسل نہیں ہے (بعض نے نبی اور مرسل کو ایک ہی معنی میں لیا ہے) رسالت و نبوت عہدِ الہی ہے اس میں آدمی کی کوشش، ارادے اور عبادت کو دخل نہیں، اس لئے کوئی ولی خواہ اپنی محنت سے کتنا ہی مرتبہ حاصل کر لے لیکن کسی آدمی نبی کے درجے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام انبیاء علیہم السلام انسان بشر تھے، دوسری مخلوق یعنی جن وغیرہ کی جنس سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا (ملاک میں بھی رسول ہوئے ہیں جو صرف انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے تھے، یہاں رسول سے مراد وہ پیغمبر ہیں جو بندوں کی ہدایت کے لئے احکام الہی لے کر آئے ہیں) سب انبیاء مرد ہوئے ہیں کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔ سب نبی راست باز، نیکوکار، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے قلم نبوت و بعد نبوت پاک (معصوم) ہیں۔ شریعت کے

احکام پہنچانے میں ہے، جنت کی خوشخبری اور دوزخ کا ڈر سنانے والے ہیں۔ ان کا آنا دنیا کے لئے رحمت اور بندوں کے لئے بہت بڑی لعنت ہے۔ سب عقل میں کامل ہیں، ظاہر امراض (جذام یا برص وغیرہ) جن سے لوگ ان کو حقیر جانتے ہیں اور احکام الہی کو بد مانیں اور باطنی امراض (کفر، جھوٹ، خیانت وغیرہ صیوب) دونوں سے پاک ہیں۔ احکام الہی کے پہنچانے میں ان سے سہو و تسلیان اور کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی، سب انبیاء آزاد اور ذی نسب تھے، یعنی ان کے سلسلہ نسب میں کوئی شخص، یا باپ کی جانب سے ایسا نہیں گزرا جس نے بدکاری کی ہو اور وہ نبی بدکاری کے نطفے سے پیدا ہوا ہو۔ کوئی نبی اپنے عہد سے معزول نہیں ہوا، ان کی احاطت اللہ تعالیٰ کی احاطت ہے اور ان کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے جو کفر و طغیان ہے۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو تو قرآن تعالیٰ و ان "بِسْمِ اٰلِہٖٖٓ اِلَہٖہٗٓ اٰمَنَ" اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو "وَمَنْ یَّکْفُرْ بِکُلِّ فُلُوْءٍ مِّمَّا دُوْنَ ذَٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ اُمَمٌ اٰمَنَ" ہر قوم کے لئے ہادی بھیجا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اللہ عز و جل پر انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا واجب نہیں ہے بلکہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے ہیں۔ جن پیغمبروں کے اسمائے گرامی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں ان کے علاوہ کسی ممکن کو نبی کہا نہ درست نہیں۔ پس ہندوؤں یا اور قوموں کے پیشواؤں کے متعلق ہم زیادہ سے زیادہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور ان کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو اور انھوں نے خلق خدا کی رہنمائی کا کام بھی کیا ہو تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں لیکن ان کے نام سے ان کے بطنی طور پر نبی کہا نہ درست نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی ہوں بھی تو چونکہ موجودہ ہندوؤں کی اور ایسی ہی دوسری قوموں کی تعلیم اور عقائد آسمانی تعلیم اور عقائد کے خلاف ہیں اس لئے کہنا پڑے گا کہ یہ موجودہ مذاہب محرف (بدلتے ہوئے) اور ناقابل عمل ہیں۔

مشہور نبیوں اور رسولوں کے اسمائے گرامی جو قرآن مجید اور احادیث میں آئے ہیں یہ ہیں: ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام، ۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام، ۳۔ حضرت ادریس علیہ السلام، ۴۔ حضرت نوح علیہ السلام، ۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ۶۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام، ۷۔ حضرت اہلق علیہ السلام، ۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، ۹۔ حضرت یوسف علیہ السلام، ۱۰۔ حضرت داؤد علیہ السلام، ۱۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام، ۱۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، ۱۳۔ حضرت ہارون علیہ السلام، ۱۴۔ حضرت زکریا علیہ السلام، ۱۵۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام، ۱۶۔ حضرت الیاس علیہ السلام، ۱۷۔ حضرت یونس علیہ السلام، ۱۸۔ حضرت لوط علیہ السلام، ۱۹۔ حضرت صالح علیہ السلام، ۲۰۔ حضرت ہود علیہ السلام، ۲۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام، ۲۲۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام، ۲۳۔ حضرت عزیر علیہ السلام، ۲۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ۲۵۔ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ نہ ظاہری اور نہ ہی کسی اور قسم کا کیونکہ نبوت آپ پر ختم ہوگئی آپ کی ختم نبوت کی بہت سی دلیلیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں آئی ہیں، مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رَّبِّ جَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۳) "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِی (۴) "میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔" نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمُ دِیْنَکُمْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۵) "آج میں نے

(۱)۔ الاطہر ۳۳ (۲)۔ الرعد: ۷ (۳)۔ الاحزاب ۳۳

(۴)۔ مسلم کتاب الفضائل ۲۲۔ ترمذی: ۲۲۱۹۔ ص ۲۲ ج ۲ ص ۳۰۹ (۵)۔ المائدہ: ۳

تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کر دی اور اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کر دی اور اسلام ہر طرح کامل و مکمل دین ہو گیا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ چند دلائل رہنمائی کیلئے پیش کئے گئے ہیں مزید کتب تفاسیر و احادیث میں یہ کثرت موجود ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

پس جانتا چاہئے کہ عقیدہ قسم نبوت جزو ایمان ہے اور قیامت کے عقیدے کی طرح قسم نبوت کا عقیدہ بھی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہر رسول کی دعوت کا جزو اہم رہا ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص بھی پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، افترا پرداز، دھما اور پرلے درجے کا گمراہ ہے۔ آج کل قادیانی فتنہ نبوت کا مدعی ہے اور نبوت کی خود ساختہ قسمیں کر کے غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتا ہے اس فتنے سے بچنا چاہئے۔ قادیانی فتنے کی تردید کے لئے علمائے حقانی نے کثرت کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

ہر رہے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل اور بزرگ ہیں۔ اور آپ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے رسول اور اس کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا مرتبہ تمام مخلوقات سے افضل ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور یہ بات قرآن مجید کی کئی آیتوں سے ثابت ہے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے اَنَّا سَيِّدُ الْوَلَدِ اَقَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا) اور ظاہر ہے کہ اولاد آدم میں تمام پیغمبر علیہم السلام بھی داخل ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل اور ان کے سردار ہوئے، باقی انبیاء علیہم السلام بھی بعض بعض سے اولیٰ و افضل ہیں، لقولہ تعالیٰ: بِسَلَفِ الْمُرْسَلِ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ "ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" لیکن نام لے کر کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دینی چاہئے کیونکہ فضیلت کے مرتبوں کی تفصیل شرع شریف سے ثابت نہیں۔ لَا تُلَاقُوا نَبِيَّ أَخْبَ مِنْ دُسْلِبِهِ (۱) "ہم تفریق نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے" ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں ورجزوں کے نبی ہیں اور قیامت تک ہونے والے انسانوں اور جنوں کے نبی ہیں، فرشتے، اہل جنت (عور و غلمان) اور کل ارجح، حیوانات، زمین و آسمان، درخت، پتھر، دریا اور پہاڑ وغیرہ تمام مخلوقات بھی آپ کی رسالت کے شاہد ہیں۔ چنانچہ احادیث شریفہ میں ہے کہ پھیلویں درختوں، جڑی بوٹیوں، پہاڑوں اور پتھروں وغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی ہے۔ آپ کی شریعت پہلی قرآن شریفوں کا نسخہ ہے اور آپ کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی۔ آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کے معجزات تمام پیغمبروں کے معجزات سے زیادہ ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ آپ کو شب معراج میں، اللہ تعالیٰ نے جسد اطہر کے ساتھ آسمانوں پر بلایا اور جنت و دوزخ کی سیر کرائی اور وہ مقام قرب عطا فرمایا جو نہ کبھی کسی کو حاصل ہوا اور نہ ہوگا۔ آپ کے اخلاق و عادات تمام اعلیٰ درجے کے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی گزشتہ اور آئندہ ہاتوں کا علم عطا فرمایا، جن کی آپ نے اپنی امت کو خبر دی ہے، آپ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق سے زیادہ عم عطا فرمایا تھا، مثلاً علم مبداء و معاد (دنیا کی ابتدا اور آخرت کا علم) تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن، تعمیر بدن، تزکیہ باطن، راست بازی، امانت داری، صلہ رحمی، رحمت و رافت، مروت و تواضع، علم و علم، سخاوت، شجاعت، عبادت، ریاضت، زہد، تقویٰ، عفت،

عدالت، الفت، وفا، دیانت، حلیم، تذکیر، ثبات، ہمت، تسکین، تحمل، رقت، حیا، رفتی، صبر، قناعت، ورع، وقار، غلو وغیرہ علوم سب قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں وارد ہیں (ان کی تشریح بڑی کتابوں میں احوال العلوم الدین، کیسائے سعادت، معارف العارف، حجتہ اللہ البالغہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

لیکن آپ عالم الغیب بلا واسطہ نہیں تھے کیونکہ عالم الغیب بلا واسطہ ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی خاص صلت ہے۔ آپ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی اجازت سے گنہگاروں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا اور آپ کے ہاتھ میں لواحد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عنایت فرمائے گا جو جنت میں سب سے اور رفیع و اعلیٰ مقام ہے۔ آپ نے جن باتوں کا حکم کیا ہے ان پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا اور جن واقعات کی خبر دی ہے ان کو اسی طرت ماننا اور یقین کرنا نیز آپ کے ساتھ تمام مخلوقات حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبت رکھنا اور آپ کی تعظیم و تکریم کرنا جو شرعی قاعدے کے موافق ہو ہر امتی پر فرض ہے۔ اور خلاف شرع باتوں کو محبت یا تعظیم سمجھنا نادانی اور گناہ ہے۔ آپ خاندان قریش میں سے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب اس طرح پر ہے: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف (یہاں تک یعنی چار پشت تک ہر مسلمان کو رہانی یا رکھنا چاہئے) بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان آپ کا سلسلہ نسب دس پشت تک متفق علیہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا پس اس میں سے نبی آدم کو جن لیا، آدم سے عرب کو جن لیا، عرب سے مضر کو اور مضر سے قریش کو اور قریش سے نبی ہاشم کو اور نبی ہاشم میں سے مجھے جن لیا۔ (۱)۔

پس معلوم ہوا کہ عرب کے تمام خاندانوں میں خاندان قریش کو عزت اور مرتبہ زیادہ حاصل تھا، خاندان قریش کے لوگ دوسرے خاندانوں کے سردار مانے جاتے تھے پھر خاندان قریش کی ایک شاخ نبی ہاشم تھی جو قریش کی دوسری شاخوں سے زیادہ عزت رکھتی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی شاخ نبی ہاشم میں سے تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاشمی بھی کہتے ہیں، آپ کے سلسلہ نسب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام حضرت اور نبی علیہ السلام اور حضرت جثعلی علیہ السلام جیسے ممتاز و فہر و اعلیٰ ہیں۔

آپ کی عمر چالیس سال کی تھی کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اس کے بعد آپ تیس سال زندہ رہے اور تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ نزول وحی کے بعد تیرہ سال مکہ معظمہ میں رہے اور وہاں کے لوگوں کو توحید کی تعلیم دیتے رہے، بت پرستی سے منع کرتے اور خدا کے واحد پر ایمان لانے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ ہر وجود یکہ وہ لوگ نبوت سے پہلے آپ کو نہایت سچا اور پاک باز اور مانت دار سمجھتے تھے محمد امین صادق کہہ کر پکارتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے نزدیک نہایت درجہ معتبر اور سچے آدمی تھے اور تمام لوگ آپ کی عزت کرتے تھے مگر جرنی آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا وہ لوگ آپ کے دشمن ہو گئے کیونکہ وہ بتوں کی پرستش کرتے اور ان کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھتے تھے۔ پس انہوں نے آپ کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں حضور اللہ علیہ وسلم ان کی عداوت کی سختیوں اور تکلیفیں برداشت کرتے اور توحید کی تعلیم دیتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے رہے مگر جب ان کی دشمنی کی کوئی مدد ہوتی نہ رہی اور سب نے مل کر آپ کو قتل کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے پیارے وطن مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ کے جو لوگ پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بڑے آرزو مند تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو ان مسلمانوں نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی اپنی جان و مال سے امداد و اعانت کی۔ حضور

انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کی خبر سن کر اور مسلمان بھی کافروں سے ٹک آ کر آہستہ آہستہ مدینہ منورہ چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ کے مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ شریف لے جانے کو ہجرت کہتے ہیں (اور اسی وقت سے مسلمانوں کا سنہ ہجری جاری ہوا ہے) اور ان مسلمانوں کو جو اپنے گھریاں چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں چلے آئے۔ مہاجرین کہتے ہیں اور مدینہ کے مسلمان جنہوں نے آنحضرت ﷺ اور مہاجرین کی مدد کی انہیں انصار کہتے ہیں۔ دس سال آپ مدینہ منورہ میں زعمہ رہے اور اس قلیل عرصے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ فتوحات نصیب فرمائیں کہ جن کی برکت سے آج اسنام دنیا کے گوشہ گوشہ میں رائج ہے۔ تریسٹھ سال (دو دن اوپر) کی عمر میں (بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ) جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ (۱)

عقیدہ: انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بہ حیات حقیقہ زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیق و وعدہ الہی کے لئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے، ان کی یہ حیات، حیات شہدائے بہت ارفع و اعلیٰ ہے، اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ جس شخص نے ایمان کی حالت میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہو یا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور اس شخص کی موت ایمان پر ہوئی ہو، اُس کو صحابی کہتے ہیں۔ صحابہ کی تعداد ہزاروں ہے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور اسلام پر ان کی وفات ہوئی۔ صحابہ کے مرتبے آپس میں کم زیادہ ہیں لیکن تمام صحابہؓ اہل امت سے افضل ہیں۔ کسی مسلمان نے اگرچہ اپنی ساری عمر عیال و اولاد میں گزاری ہو اور حد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کیا ہو لیکن کسی صحابی کے ادنیٰ عمل و رایک مد (تقریباً ایک سیر) جو کے خیرات کرنے کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام کے فضائل قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں بہ کثرت موجود ہیں ان کی طرف رجوع کریں۔ خلاصہ یہ کہ بڑے سے بڑا ولی یک ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

ترم امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جو تمام امت سے افضل ہیں۔ ۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں ان کے بعد ۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں۔

پہلی چاروں صحابہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد دین کے کام سنبھالنے اور جو انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے انہیں قائم رکھنے میں اسی ترتیب مذکورہ بالا سے آپ کے قائم مقام (خلیفہ) ہوئے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے سب پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ بنائے گئے اور آپ کی مدت خلافت دوسرے تین ماہ لوٹا ہے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے جن کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے پانچ دن ہے، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہوئے، ان کی مدت خلافت بارہ دن کم بارہ سال ہے، ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہوئے ان کی مدت خلافت پانچ سال تین ماہ دو دن ہوئی۔

ان چاروں کو خلفائے اربعہ خلفائے راشدین، اور چار یا رکھتے ہیں اور ان چاروں کے بعد حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت چھ ماہ رہی بعد ازاں انہوں نے جب دیکھا کہ حدیث شریف کے مطابق خلافت کی مدت تیس سال پوری ہو چکی اور اب خلافت بادشاہت کے رنگ پر جا رہی ہے تو چونکہ آپ بہت زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے آپ نے بادشاہت کی طرز حکومت کو ناپسند فرماتے ہوئے

(۱) آنحضرت ﷺ کے مفصل حالات و اخلاق و عادات و غیرہ کتب احیاء و شمائل و سیر و تواریخ میں ملاحظہ کریں

خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے گوشہ گیری اختیار کی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک کل مدت تیس سال خلافت راشدہ کہلاتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان چار یار کے بعد محمودی طور پر سب اہل بیت باقی صحابہ سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو کما حقہ پاک کر دیا ہے۔ لقولہ اِنَّمَا یُزِیْدُ اللّٰهُ لِبَیْطِهِمُ الْمَقَامَ الَّذِیْ سَبَّحَ اللّٰهُ عَلٰی سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ (۱) ”اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندی باتیں دور کر دے اے نبی کے گھر والو اور ستمرا کر دے تم کو ایک پاک ستمرائی۔“ اہل بیت میں تمام ازواج مطہرات اور حضرت علی، حضرت فاطمہ الزہراء، حضرت حسن حضرت حسین رضوا اللہ عنہم، جمعین شامل ہیں۔ ازواج مطہرات آنحضرت ﷺ میں حضرت عائشہ و حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں اور صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔ سی طرح فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور جہاد میں شامل ہونے والے صحابہ طہجدالوں سے افضل ہیں لَا یُسَوِّیْ بِمِکُمْ مِّنْ نَّفَقٍ مِّنْ لِّبْلِ الْفَتْحِ وَفَاتَنِ (۲) ”برابر نہیں تم میں (سے وہ شخص) جس نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور جنگ کی۔“ نیز جنگ بدر میں شامل ہونے والے صحابہ کا شمار مسابقون الاولون میں ہے اور وہ سب سے افضل ہیں باقی ان کے تابع: السَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنْ لِّمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمُ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (۳) ”اور جو لوگ قدیم میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ راضی ہو ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے“ ان کے علاوہ باقی صحابہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے سب کو افضل جانے اور کسی کی شان میں گستاخی نہ کرے، یہ سب عامل باقرآن تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی متابعت کرتے اور متابعت کا دوسروں کو حکم کرتے تھے اور سب کے سب عادل تھے، صحابہ کا دوست خدا اور رسول کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن ہے۔ یہ کافروں پر سخت دل اور آپس میں رحم دل تھے، اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی اور اس کی ناراضی میں ناخوش رہتے تھے، یہ سب اخلاقی محمدی (ﷺ) کا پامرد تھے ان کی اسلامی خدمات قابل قدر ہیں ان کی کوششوں سے تمام جہاں میں اسلام کا بول بالا ہو گیا شکوہ اللہ تعالیٰ سعی ہو مشکور و جزا ہو عنا خیر الجزاء فی الآخرۃ

صحابہ کرام کے اندرونی خاصیات اور باہری واقعات کو نیک نیتی پر قیاس کرنا چاہئے کیونکہ وہ سب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت پاک سے پاک دے نفس ہو گئے تھے، حضرت علی اور حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہم کے معاملات کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے، اگرچہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب تھا لیکن ان صحابہ کی غلطی کو خطائے اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو برا کہنا کفر کے درجے تک پہنچا دیتا ہے اس سے پرہیز لازمی ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت اکہ لگانے والا منکر قرآن اور صریحاً کافر ہے۔

جس شخص نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دل کی تصدیق کے ساتھ کہا ہو اور وہ اسی پر مبرا ہو وہ قطعی جنتی ہے لیکن کسی خاص شخص کو رسول اللہ ﷺ کی خبر کے بغیر قطعی جنتی نہیں کہتے کیونکہ خاتمے کا اعتبار ہے اور ہر شخص کے خاتمے کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا البتہ صحابہ کرام سب جنتی ہیں لقولہ تعالیٰ کَلَّا وَعَدَ اللّٰهُ الْعَسْنٰی (۴) ”اللہ تعالیٰ نے قیام (صحابہ) سے بھلائی کا وعدہ کر لیا ہے“ اور جن لوگوں کو خود حضور انور ﷺ نے نام لے کر جنتی کہا ان کے خاتمہ یا بغیر ہونے میں شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ قطعی جنتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے بہت سے صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی ہے ان میں سے یہ دس حضرات بھی ہیں جن کو عشرۃ

متفق ہے کہتے ہیں اور روایت ترمذی راہن ماجہ یہ ہیں حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوجعیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان کے علاوہ حضرت فاطمہ الزہراء، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بھی جنتی فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنت میں سب عورتوں کی سردار ہیں اور حس و حسین (رضی اللہ عنہما) جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔ پس جس کے جنتی ہونے کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے اس کا جنتی ہونا یقینی ہے۔ صحابہ معصوم نہیں تھے کیونکہ معصوم ہونا نبی اور فرشتے کی خصوصیت ہے لیکن محفوظ ہیں، بعض صحابہ سے لغزشیں ہوئیں لیکن وہ مجتہد تھے مجتہد سے خطا و صواب دونوں صادر ہوتے ہیں ان کی یہ خطا خطائے اجتہادی ہے کیونکہ خطائے عبادی مجتہد کی شان کے خلاف ہے پس ان کی کسی بات پر مگررت کرنا اور ان کی شان میں زبان طعن و راد کرنا اللہ و رسول کی خوشنودی کے خلاف اور سخت حرام ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس وبال سے بچائے) حضرات حسین رضی اللہ عنہم یقیناً اعلیٰ درجے کے شہدائے کرام میں سے ہیں ان میں سے کسی کی شہادت کا منکر گمراہ بدوین ہے۔

یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین اقوال ہیں درہمارے امام اعظم رضی اللہ کا مسلک سکوت ہے کیونکہ کسی کا نام لے کر لعنت کرنا سوائے شیطان کے اور یا قطعی کفار کے جن کی اطلاع شارع علیہ السلام نے دے دی ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی بدکار ہو ہاں، مثالیوں کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و فیرہ۔

ولایت اور اولیاء اللہ کا بیان: جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کرے اور کثرت سے ذکر و عبادت الہی میں مصروف ہے، گناہوں سے بچتا رہے اور اللہ و رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ کا مقرب اور پیارا ہو جاتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔ ویسے تو ہر مومن ولی ہے جب کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اَللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِینَ (۱) ”اللہ تعالیٰ مومنوں کو دوست رکھتا ہے“ لیکن اصطلاح میں ایک خاص مقام قرب کے حاصل کرنے پر مرتبہ ولایت پر فائز ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ و رسول کی محبت اس کے دل میں سب مل محبت پر غالب آجائے۔ اس کو دنیا کی حرص نہ رہے اور آخرت کا خیال ہر وقت پیش نظر رکھتا ہو۔

تمام صحابہ ولی ہوئے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی محبت کی برکت سے ان کے دلوں میں اللہ اور رسول کی محبت غالب تھی، دنیا سے محبت نہیں رکھتے تھے کثرت سے عبادت کرتے اور گناہوں سے بچتے تھے اللہ اور رسول کے حکموں کی تابعداری کرتے تھے۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ صحابی یا ولی خواہ کتنا ہی بڑا درجہ رکھتا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح صحابی ہونے کی فضیلت بھی بہت بڑی ہے اس لئے کوئی ولی جو صحابی نہ ہو مرتبہ میں کسی صحابی کے برابر یا بڑھ کر نہیں ہو سکتا کیونکہ صحابہؓ نے براہ راست نبوت کے نور سے استفادہ کیا ہے بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریاست کا فیض بھی حاصل نہیں ہوا چہ جائیکہ صحبت با برکت سے فیض کا حاصل کرنا جو ان کو صحابہؓ کی دہلیز سے حاصل ہوا ہے۔ دوسروں کا حق یقین صحابہؓ کے علم یقین کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا پھر صحابہؓ کے حق یقین سے تو کیا تبعیت ہل یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ (۲) ”کیا آنکھوں والا اور اندھا برابر ہو سکتے ہیں“ ہل یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ (۳) ”کیا اندھیرا اور نور برابر ہو سکتے ہیں“۔

صحیہ کرام کے بعد اولیاء اللہ میں تابعین کا مرتبہ ہے پھر تبع تابعین کا۔ حضور نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حَسْبُ الْقِسْرِ وَنِیْ قُرْبٰی قُرْبٰی الْقُلُوبِ یَلُوْنُھُمْ ثُمَّ الْقُلُوبِ یَلُوْنُھُمْ (میرا زمانہ تم زمانوں سے بہتر ہے مجھ سے ملتا ہوا ہے (تابعین کا) پھر وہ جو

اسے ملتا ہوا (تبع تابعین کا) ایسے شخص کو جو خلاف شرع کام کرے (مثلاً نماز نہ پڑھے یا ڈاڑھی منڈائے وغیرہ) ولی سمجھنا بالکل غلط ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ جو شخص شریعت کے خلاف کام کرے ہرگز ولی نہیں ہو سکتا خواہ اس سے کتنی ہی خوراک عادات باتیں طہریوں اور خولہ وہ ہوا پڑنے لگے یا پانی پر چنے لگے اور طرح طرح کے عجب کام کرے

ظالم پیہر کے رہ گزید کہ ہرگز بہزل نہ خواہ رسید

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كُلُّ مَنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهُ فَابْتِغُوا بِمُحِبِّهِ اللَّهُ (۱) کہہ دیجئے اے رسول! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ بعض لوگ اس قسم کی جہالت کی باتیں کرتے ہیں کہ صاحب یہ بزرگ تو بہت پیچھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ معاف کر دیے ہیں اور ڈاڑھی وغیرہ کی حد و شرعیہ سے ان کو آزاد کر دیا ہے یہ تو زندہ دل لوگ ہیں ان کا دل ہر وقت بالذات میں آنکھیں جھانکیں الہی کے مشاہدے میں مستغرق رہتی ہیں، سو یہ کفر و گمراہی ہے۔ جانا چاہیے کہ جب تک آدمی اپنے ہوش و حواس میں ہو اور اس کو عبادت کی طاقت اور استطاعت حاصل ہو ہرگز کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی ورنہ ہی کوئی گناہ کی بات اس کے لئے جائز ہو جاتی ہے اور کیسے جائز ہو سکتی ہے جبکہ وہ بے دیگر حوائج بشری سے آزاد نہیں ہوا، اور کھانے پینے نہانے دھونے پینے وغیرہ میں دنیا داروں کی طرح سے تکلیفات کرتا اور ان میں خوب ہی مشغول ہوتا ہے۔

دلت یہ ہے کہ ولایت جس کو مقام قرب بھی کہتے ہیں وہ تو جس قدر زیادہ فرمانبرداری کرے گا اور خدا اور رسول کے احکام کو بجالائے گا اتنا ہی زیادہ اُس کو قرب حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاسْتَجِدْ وَاقْتَرِبْ (۲) "سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو" اور خود نبیہ عہم السلام سے جو محبت الہی، صفائی قلب اور ایمان میں سب سے کامل ہیں خصوصاً سید انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ہر کس میں سب سے اکمل ہیں کوئی فرد بشر ان کے برابر نہیں، تکلیفات شرعیہ ساقط ہو جاتا تو درکنار ان کے لئے تو اور زیادہ عبادت کرنا فرض تھی چنانچہ آنحضرت ﷺ پر نماز تہجد فرض تھی کہ شب بیداری کرتے ہوئے آپ کے پائے مبارک درم کر آتے تھے اور جو کوئی یوں کہتا کہ آپ اس قدر تکلیف کیوں، ٹھٹھتے ہیں آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے؟ آپ اس کے جواب میں یہ فرماتے: "أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا" "کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟" پس جو لوگ ہوش و حواس درست اور طاقت و استطاعت قائم ہوتے ہوئے عبادت نہ کریں اور خلاف شرع کا کریں، جنگ بوزہ و قلعہ در بوزہ میں دین و ایمان سمجھیں اور کہیں کہ یہ باتیں ہمارے لئے جائز ہیں وہ بے دین اور گمراہ ہیں ہرگز ولی نہیں ہو سکتے ان کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے اور ان کے کشف و خوارق عادات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے بلکہ اس کو استدراج اور فریب سمجھنا چاہئے۔ ماں حس کے ہوش و حواس درست نہ ہوں اور وہ غلبہ محبت الہی میں مستغرق ہو کر یا کسی دماغی صدمے کی وجہ سے اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے، حتیٰ کہ اسے اپنے کھانے پینے پینے اور نہانے دھونے وغیرہ امور کا بھی احساس نہ رہے، اس حالت میں وہ تکلیفات شرعیہ سے بری اور آزاد ہو جاتا ہے۔ اس پر شرع شریف کسی قسم کی گرفت نہیں کرتی اس لئے ان کو برا نہ کہنا چاہئے اور نہ ان کی تہذیب کرنی چاہئے۔ فالحکم و الظکر (۳)

معجزہ و کرامت

معجزہ۔ اللہ تعالیٰ بعض خلاف عادت باتیں اپنے رسولوں سے ظاہر کرا دیتا ہے جس کے کرنے سے دیگر لوگ عاجز ہوتے ہیں

(۱) آل عمران ۳۱ (۲) اعلق ۱۹

(۳) ولایت کا مفصل بیان اور اس کے ضروری مباحث خاکسار کے دوسری تالیف عمدة السلوک اور دیگر مصنفین کی کتب تصوف میں مل کرے فرمائیں۔

تاکہ لوگ ان باتوں کو دیکھ اس نبی کی نبوت کو سمجھ لیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کا بھیجی ہوا رسول جان لیں، ایسی خلاف عادت باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔ مختصر طور پر یہ کہتے ہیں کہ عادت کی خلاف جو بات کسی نبی علیہ السلام سے ظاہر ہو معجزہ کہلاتی ہے، بعض پیغمبروں کے چند مشہور معجزے یہ ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا (لاٹھی) سانپ کی شکل بن گیا اور جادو گروں کے جادو کے سانپوں کو نگل گیا اور سب جادو گروں کو عاجز کر دیا۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ ایسی چمک پیدا کر دیتا تھا کہ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غائب آتی تھی اس کو یہ بیض کہتے ہیں۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریائے نیل پر عصا مارنے سے بحکم الہی بارہ راستے بن گئے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ہمراہی دریائے پار ہو گئے اور فرعون اور اس کے ساتھی جب ان راستوں سے گزرنے لگے تو پانی آپس مل گیا اور فرعون مع لشکر کے غرق ہو گیا۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے

۵۔ اور مادر زاد (پیدائشی) اندھوں کو آنکھوں والا (چٹا) کر دیتے تھے

۶۔ کوزھیں کو اچھا کر دیتے تھے۔

۷۔ مٹی کا جانور (پرندہ) بنا کر زندہ کر کے اڑا دیتے تھے۔

۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ وغیرہ بنا لیتے تھے۔

۹۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سریلی آواز سے پرندے، جانور اور پانی وغیرہ ٹھہر جاتے تھے۔

۱۰۔ اور بھی بہت سے معجزے ان پیغمبروں اور دوسروں سے ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد سے بھی بہ کثرت بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ معجزے ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس مختصر میں ان کی گنجائش نہیں، البتہ چند مشہور معجزے درج کئے جاتے ہیں زیادہ تفصیل کے لئے کتب احادیث و تفسیر و تاریخ و سیر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آپ کا سب سے بڑا اور تاقی مت مذکور ہونے والا معجزہ قرآن مجید ہے چودہ سو سال کا طویل زمانہ گزر گیا اور قرآن پاک نے باہگ دل تمام اقوام، لم کو چیلنج کیا کہ فُتُوْا بِسُوْرَةِ مِّنْ قَبْلِهِ وَ دَعُوْا شُهَدَاءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ (۱) ”بھئی تم اس کی مثل ایک سورت ہی بناؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا“ ”پے چھوٹے خداؤں کو امداد کے لئے“ بلاؤ اگر تم سچے ہو“ لیکن آج تک عربی زبان کے بڑے بڑے عالم و فاضل باوجود اپنی پوری کوشش کے قرآن مجید کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل بھی نہ بنا سکے اور نہ قیامت تک بنا سکیں گے۔

۲۔ **معراج شریف** : معراج شریف یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رات کو حالت بیداری میں اپنے جسم مبارک کے ساتھ براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساقی آسمانوں و در بدر الہی تک پھر وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تشریف لے گئے درودہ مقام قرب حاصل ہوا کہ ”کس نہ کشود نہ کشاید بہ حکمت این معمارا“ یعنی کسی شخص نے نہ اس راز کو ہ مصیبت کھولا اور نہ کھوے۔ اسی رات میں آپ کو جنت و دوزخ کی سیر کرائی گئی اور آپ ﷺ نے تمام ملکوت السموات والارض کو دیکھا اور یہ

سب کجور مات کئے ایک خلیفہ حصہ میں پیش آیا یعنی آپ کا ستر بھی گرم تھا اور مکان کی کنڈی (زنجیر) ابھی تک مل رہی تھی کہ آپ اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے۔ اسی کو معراج کہتے ہیں اور یہ معراج جسمانی تھی اور حق تھی، اس میں شہ کرنا اور نہ ماننا کفر ہے۔ اس جسمانی معراج کے علاوہ اس سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ مرتبہ (عالم چار یا پانچ مرتبہ) خواب میں معراج ہوئی لیکن یہ منافی معراج ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں ان میں غلطی اور خطا کا شہ نہیں ہو سکتا۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی اپنے اپنے مقام کے مطابق معراجیں ہوئیں لیکن حضور انور کی جسمانی معراج سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ (۱)

۳۔ **سبق القاصد:** ایک مرتبہ ذات کو کفار کہنے نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہمیں کوئی معجزہ دکھا دیجئے تو آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور سب حاضرین نے دونوں ٹکڑے۔ کچھ لئے کہ ایک ٹکڑا مشرق میں دو دوسرا مغرب میں چلا گیا اور بالکل اندھیرا ہو گیا پھر دونوں ٹکڑے وہیں سے طلوع ہو کر اپنی جگہ پر آ کر آپس میں مل گئے اور چاند جیسا تھا اور دیا جیسا ہو گیا۔

۴۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے کھائے ہوئے علوم کی وجہ سے بہت سے پیش آنے والے واقعات کی، ان کے ہونے سے پہلے خبر دی اور وہ اسی طرح واقع ہوئے۔

۵۔ حضور کی دعا کی برکت سے ایک دو آدمیوں کا کھانا سینکڑوں آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا لیا۔ اس کے علاوہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا ابلا، درختوں اور پتھروں کا آپ کو سلام کرنا نیز آپ کو سجدہ کرنا۔ ٹکڑیوں کا کلہ پڑھنا وغیرہ بے شمار آپ کے معجزات ہیں اگرچہ بعض نے آپ کے معجزات کی تعداد چار ہزار پچاس بتائی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ بے شمار ہیں اور قیامت تک جو کرامات اولیاء اللہ سے صادر ہوں گی وہ بھی آپ کے معجزات میں شمار ہوں گی۔

جو خرق عادت کسی نبی سے نبوت سے پہلے ظاہر ہو اس کو ارہاس کہتے ہیں، اور کوئی خرق عادت کسی نبی کے پیرو سے ظاہر ہو اور وہ شخص ولی ہو تو کرامت ہے، نیک بندوں اور اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظاہر ہونا حق ہے کرامات اولیاء حق اور مومن صالح سے ظاہر ہوتا معونہ کہتے ہیں اور یہ دونوں قسمیں اس نبی کے لئے معجزہ ہیں جس کا وہ شخص پیرو ہے (کیونکہ یہ کرامت یا معونہ اس نبی کی پیروی کی برکت سے ہی تو حاصل ہوئی ہے)۔

اگر یہ خرق عادت ایسے شخص سے ظاہر ہو جو شریعت کے خلاف چلے ہو خواہ وہ مدعی اسلام ہو یا کافر، تو قضاے حاجت کہتے ہیں۔ پس اگر وہ بلا ظاہری یا خفیہ اسباب کے ہو تو استدراج ہے اگر وہ اسباب ظاہری یا خفیہ پر مبنی ہو تو سحر (جادو) ہے اسی لئے جادو کو خرق عادت میں شمار نہیں کیا۔ صاحب استدراج و سحر کو ولی سمجھنا اور ان کی خرق عادت کو کرامت چنانچہ شیطانی دھوکہ اور سخت غلطی ہے۔ ایسے کافر سے جو نبوت کا دعویٰ کرے خوارق عادت اس کے موافق ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ سیدہ کذاب نے کسی ایک آنکھ والے کی اندھی آنکھ کے صحیح ہونے کی دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ بھی اندھی ہو گئی اس کو امانت کہتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی سے کوئی کرامت ظاہر ہو ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہو اور عمر بھر اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ جس سے زیادہ خوارق ظاہر ہوں وہ زیادہ افضل ہے کیونکہ بہت سے کم خوارق والے زیادہ بزرگ ہیں دوسرے زیادہ خوارق والے اولیاء سے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قدر خوارق ظاہر نہیں ہوئے جتنے بعض فیر صحابی اولیاء سے ظاہر ہوئے ہیں حالانکہ تمام صحابہ باجماع امت تمام امت سے افضل ہیں۔ (۲)

(۱)۔ معراج کی تفصیل و تحقیق مباحث کتب احادیث و تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں، (۲)۔ مزید تفصیل عمدة السلوک و دیگر کتب تصوف میں ملاحظہ فرمائیں

۵۔ یوم آخرت پر ایمان

یوم آخرت پر ایمان مانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا دن اور اس کی سختیاں اور تلخیاں حق ہیں۔ قبر میں ملکر نکیر کا سوال و جواب اور سب کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کو عذاب قبر کا ہونا حق ہے۔

عذاب قبر کا بیان: ہر جاندار کو موت کا عمرہ پہنکنا ہے، کُلُّ نَفْسٍ لَّدَآئِفِ الْمَوْتِ (۱) "اور مرنے کے بعد ہر انسان کو اس کے عملوں کے مطابق جزا و سزا ملے گی، لوگوں کی جزا و سزا کے دو درجے ہیں۔ ایک مرنے کے بعد سے قیامت تک، اس کو عالم برزخ کہتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَذَآلِکَ نَسُوخُ اِلٰسِ یَوْمِ یُغْفَرُ (۲) "اور ان کے پیچھے ایک پرہ ہے اُس دن تک کہ (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں" اور مرنے والے کے لئے یہ عالم برزخ قیامت کا ابتدائی درجہ ہے، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَاتَ لَقَدْ لَمَسَتْ جَهَنَّمُ (۳) "جو شخص مر گیا، اُس کی قیامت تو قائم ہو گئی" اس درجے میں جزا و سزا پوری نہیں ہوتی، عذاب و نجات کا پورا دستہ قبر اسی میں ہوتا ہے۔

حشر و نشر: جزا و سزا کا دوسرا درجہ قیامت سے ابداً آباد تک ہے، اس درجے کو حشر و نشر کہتے ہیں اس میں پوری پوری جزا و سزا ہوگی۔ سب کفار اور بعض گنہگار مسلمانوں کو قبر کا عذاب ہوتا ہے اور بعض مسلمان گنہگاروں سے عذاب قبر معاف بھی ہو جاتا ہے مادہ بہتہ، گناہ عذاب پاکر نجات پاتے ہیں۔ مومن صالح مرد و عورت قبر میں عیش و آرام سے رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد داروں و دیگر مسلمانوں کے خیر خیرات کرنے اور ایصالِ ثواب و دعا سے بھی عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، مگر کافروں کو مرنے کے بعد کوئی خیرات یا دعا وغیرہ نفع نہیں دیتی خواہ وہ دعا یا صدقہ کوئی مومن ہی کرے۔ نیز اگر کوئی کافر کسی کافر مردہ کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے یا کسی مومن مردے کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا، کیونکہ کافروں کے سب اعمال آخرت کیلئے حبط ہیں۔ مومن مسلمانوں کی بدنی و دینی عبادت کا ثواب مومن مسلمان کو پہنچتا ہے کافر کو نہیں، یعنی زندہ لوگ اگر کوئی نیک کام کریں مثلاً قرآن شریف یا درود شریف پڑھیں یا خدا کی راہ میں صدقہ خیرات دیں، کسی بھوکے کو کھانا کھلائیں یا شے کو کپڑا پہنائیں وغیرہ تو ان کاموں کا ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملے گا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر وہ اپنا ثواب کسی مسلمان میت کو پہنچانا چاہیں تو اس میت کو پہنچ جاتا ہے اور اس سے گنہگار مومن کے گناہوں میں تخفیف اور صالح مومن کے مقامات قرب میں ترقی ہوتی ہے اور ثواب پہنچانے والا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے محروم نہیں رہتا بلکہ جس جس کو وہ اپنے ثواب پہنچانے میں شامل کرتا ہے سب کو اس عمل کا ثواب ملتا ہے اور اس ثواب پہنچانے والے کو بھی سب کی برابر الگ ثواب ملتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کریں گے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سب مردوں کو اس عمل کا پورا پورا ثواب ملتا ہے یا تقسیم ہو کر۔ بہر حال سب کو بخشا جائے بغیر نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کا اسید وار رہے۔

ثواب پہنچانے کے لئے کسی خاص چیز یا خاص وقت یا خاص صورت کو اپنی طرف سے مقرر نہ لازم نہیں کرنا چاہئے بلکہ جس وقت جو کچھ میسر ہو وہ ثواب کا کام (مالی یا بدنی نقلی عبادت) ادا کر کے اس کا ثواب بخش دیا جائے، رسم کی پابندی، دکھ دے، نام اور شہرت کے لئے بڑی بڑی دولتیں کرنا یا اپنی طاقت سے زیادہ قرض سودی یا ادھار لے کر رسم پوری کرنا بہت بُرا اور باعث گناہ ہے۔ کسی ایسی مصلحت سے وقت وغیرہ کی پابندی کی جائے جو شرعاً جائز ہو اور اس کو شرع کی طرف سے لاری نہ سمجھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر آج کل جاہلوں کی رمی

پابندی کے خوف سے بچنا ضروری ہے ورنہ وہ دلیل جائیں گے۔

عذاب قبر کی تفصیل: جب مردے کو قبر میں رکھ کر اس کے خولیں و قارب واپس جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتوں کی

آواز سنتا ہے اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ نہایت ڈراؤنی شکل میں زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں، اس کے بدن کا رنگ سیاہ، آنکھیں سیاہ، نیلی اور دیگ کے برابر شعلہ زن، ان کے ڈراؤنے بال سر سے پاؤں تک، ان کے دانت کئی ہاتھ لمبے، ان میں ایک کو منکر دوسرے کو کبیر کہتے ہیں جو مردے کو، ٹھا کر پوچھتے ہیں **مَنْ رَّبُّكَ** "تیرا رب کون ہے" **مَنْ نَبِيُّكَ** "تیرا نبی کون ہے" **مَنْ دِیْنُکَ** "تیرا دین کیا ہے" اگر بندہ مومن ہے تو جواب دیتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، نبی محمد ﷺ اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں نبی نبی مُحَمَّدٌ اور میرا دین اسلام ہے **دِیْنِیْ اِلَاسْلَامُ** بعض روایات میں دوسرا سوال اس طرح ہے **مَا شِئْتَ تَقُوْلُ لِیْ هَذَا اَوْ خَلِیْ** "ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تو کیا کہتا ہے" مومن مردہ جواب دیتا ہے **هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** "وہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں" فرشتے کہیں گے تجھے کس نے بتایا، مردہ کہے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر بھی اس پر ایمان لایا اور تہدیق کی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فرشتے سوال کا جواب پا کر کہیں گے کہ ہمیں تو معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا۔ اس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی ہر طرف دروازہ کھول دو، جنت کی نسیم اور خوشبو اس کے پاس آتی رہے گی اور جہاں تک نگاہ پہنچے گی وہاں تک اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی (ایک روایت میں ۷۰۰۰ گز ہے، دوسری وسعت قبر حسب مراتب مختلف ہے) اور اس سے کہہ جائے گا **نَحْنُو فِی الْعُرُوْسِ** "یعنی ڈھک کی طرح بے فکر سو جا" یہ بھی آیا ہے کہ اس کی قبر منور کر دی جاتی ہے اور پیسے اس کے بائیں ہاتھ کی طرف جہنم کی کھڑکی کھولیں گے جس کی پیٹ اور جلن اور گرم ہو اور سخت بد بو آئے گی پھر فوراً وہ کھڑکی بند کر دی جائے گی اور دُشمن طرف سے جنت کی کھڑکی کھول دیں گے، اور اس سے کہا جائے گا کہ اگر تو ان سوالوں کا صحیح جواب نہ دیتا تو تیرے واسطے وہ تھی اب یہ ہے۔ تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت کی قدر کرے کہ کیسی بلائے عظیم سے بچا کر کس قدر نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ اگر وہ بندہ کافر یا منافق ہوتا ہے تو ان سوالوں کے جواب میں کہتا ہے **مَا اَدْرِیْ** (افسوس میں کچھ نہیں جانتا) تب فرشتے کہتے ہیں تو نے نہ جانا نہ مانا اور اس کو لوہے کے گرزوں (تھوڑوں) سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی تیج سوائے جن دانس کے سب سنتے ہیں اور قبر اس کو اس قدر چٹکی ہے کہ اس کی پسلیاں، دھڑکی، اُدھر اُدھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں، اور وہ حشر تک اس عذاب میں گرفتار رہتا ہے۔ نیز پہلے اس پر جنت کی کھڑکی کھولیں گے کہ وہ اس کی خوشبو، ٹھنڈک، راحت اور نعمت کی جھلک دیکھے گا اور فوراً بند کر دیں گے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دیں گے تاکہ اس پر بلائے عظیم کیساتھ حسرت عظیم بھی ہو۔ مومن گنہگاروں کو ان کے گنہگاروں کے مطابق عذاب ہو کر موقوف ہو جائے گا اور کبھی کچھ مدت کے بعد بغیر اس کے کہ بہ قدر گناہ عذاب پورا ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے رہائی کر دیتا ہے اور کبھی دنیا کے لوگوں کی دعا اور صدقہ و خیرات سے عذاب دور ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جمعہ کے روز ہر مومن گنہگار کو عذاب سے رہائی ہو جاتی ہے اور اسی طرح رمضان المبارک میں رہائی ہو جاتی ہے پھر جب اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے رہائی ہو جاتی ہے۔

صغۃ قبر: (قبر کی گھبر بٹ اور بھٹی) نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے اور وہ کسی گناہ کے سبب یا کسی نعمت کا شکرانہ بجا نہ لے نہ

کے سبب ذرا سی دیر کے لئے ہوتا ہے پھر اسی وقت دور ہو جاتا ہے بعض کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہیں ہوتا۔ جو لوگ قبر میں دفن نہیں کئے جاتے بلکہ جلائے جاتے ہیں یا پانی میں ڈوب کر مر جاتے ہیں اور مچھلیاں وغیرہ کھا جاتی ہیں یا ان کی نعش کو خیل کوے وغیرہ کھا جاتے ہیں ان کو بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔ یہاں قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں ہے جو زمین کو دھک کر میت کو اس میں دفن کیا جا ۲ ہے کیونکہ عذاب تو روح کو دیا جاتا ہے۔ اور

روح فنا نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص مقام میں دیکھی جاتی ہے پس وہ مقام جہاں مرنے کے بعد بروز میں روح کو رکھا جاتا ہے وہی یہاں قبر سے تمہیں دکھایا جاتا ہے اور اسی عالم کے مناسب لوہے کی سلاخوں اور سائب پھوڑوں وغیرہ سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے جو اس عالم جسمانی سے بالکل مختلف ہے۔

اور نیکیوں کی روح کے مقام کو عالم بالا یعنی عظمین کہتے ہیں اور گنہگاروں کی روح کے مقام کو عالم پست یعنی حقین کہتے ہیں جو ہیبت ناک و ہر اندوہ جگہ عالم سفلی میں ہے، البتہ ان کے اجسام اگر باقی ہیں تو ان کے ساتھ بھی ان ارواح کا ایک ادنیٰ سا تعلق باقی رہتا ہے، اسی اضافت ہادی تعلق کی وجہ سے اس گڑھے کو بھی قبر کہہ دیتے ہیں اور قبر کی جگہ و کشادگی سے روح کی جگہ و کشادگی مراد ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں (پس خوب سمجھ لیں) بعض اوقات زمین پر بھی اس عذاب و ثواب کے اثرات مرتب ہو کر نفل دنیا کی عبرت کے لئے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

فائدہ: علماء نے مسلمان کے گناہ معاف ہوئے کے دس سبب لکھے ہیں: ۱۔ توبہ، ۲۔ استغفار، ۳۔ نیک اعمال، ۴۔ دنیا میں کسی بلا میں گرفتار ہونا، ۵۔ غصہ، ۶۔ مسلمانوں کی دعا کی برکت، ۷۔ سلاخوں کا صدقہ جو اس کی طرف سے دیا جائے، ۸۔ قیامت کی سختی، ۹۔ آنحضرت ﷺ کی شفاعت، ۱۰۔ بھس رحمت الہی۔

جو شخص کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہے پھر غالب ہو جائے یا شہادت پائے وہ قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب سے محفوظ رہے گا جو شخص بعد کی رات یا جمعہ کے دن وفات پائے گا وہ بھی عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انبیاء و علیہم السلام سے اور مسلمانوں کے ناپائے زکوٰۃ (اولادوں) سے شہیدوں سے بھی قبر میں سوال نہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ جس سے سوال کرنے کا حکم الہی ہوگا اس سے سوال کریں گے اور جس کے لئے حکم نہ ہوگا اس سے سوال نہ کریں گے اور اس کو بے سواں و جواب قبر میں راحت و عیش و ثواب دیا جائے گا واللہ ینصرون بہر حسیبہ من یشاء (۱) ”اور اللہ تعالیٰ غاص کر لیتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے“ منکر نکیر فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن کی تعداد بے شمار ہے اور ان میں سے دو فرشتے ہر شخص کے پاس جاتے ہیں۔

تناسخ (آواگون): مسلمانوں کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے یعنی کسی انسان کی روح اس جہاں میں دوبارہ جنم لینے نہیں آتی، کیونکہ یہ تناخ قرآن و احادیث اور عقلی دلائل سے جو کہ کتب حکمت میں مذکور ہیں باطل ہے اور اہل اسلام میں سے کوئی فرقہ اس کا قائل نہیں ہوا۔ اکثر اہل ہنود اور بعض فلاسفہ کفر جو اس کے قائل ہوئے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اور نہایت لچر باتیں کرتے ہیں۔

ارواح شہداء: اولیاء اللہ اور شہداء کی روحیں ہر پرندوں کے جسم کے اندر داخل کر دی جاتی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد کے دن شہید ہوئے تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو ہر پرندوں کے پاؤں میں جگہ دی تاکہ وہ ہمیشہ کی ہوا میں گشت کریں اور طوبیٰ کی شاخوں پر آشیانہ بنائیں اور ہمیشہ کی نہروں سے پانی پئیں اور آرام کے وقت ان کی خواب گاہ سنہری تختیں ہیں جو عرش کے سائے میں لگی ہوئی ہیں اور وہ (ارواح شہداء) کہتی ہیں کہ اے ہری تعالیٰ کون ہے جو ہمارے بھائیوں اور دوستوں کو اس نعمت کی خبر دے جو ہم نے حاصل کی ہے تاکہ ان کی رغبت جہاد کے متعلق زیادہ ہو جائے۔

اس بارے میں اور بھی احادیث ہیں۔ بعض مؤمنین غیر شہداء کی ارواح بھی قیل مشر جنّت میں حاضر ہوتی ہیں اسی طرح جو مرتبہ میں ان سے زیادہ ہیں جیسا کہ انبیاء و صدیقین یا اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے، اُس کو بھی جنت مقام ملا ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اور

ان، اولیاء و شہداء وغیرہ کی رواج کو جاری ہوتی ہے کہ جہاں چاہیں پھریں اور کالمین کی ارواح کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس عالم فصری میں نمایاں ہو کر تصرف بھی کرتی ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو سزا دیتی ہیں۔

قیامت کا دن: قیامت کا دن اُس دن کو کہتے ہیں جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صور بھونکیں گے اس کی آواز اس قدر شدید اور ڈراؤنی ہوگی کہ اس کے خوف سے سب مرجائیں گے اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائے گی۔ یہ حق ہے کہ قیامت آنے والی ہے لیکن اس کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اتنا معلوم ہے کہ جسے کا دن اور عمر کی دسویں تاریخ ہوگی۔ ہمارے پیغمبر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کی کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں ان نشانیوں کو دیکھ کر قیامت کا قریب آجانا معلوم ہو سکتا ہے۔ جو علامات آپ ﷺ نے بیان فرمائیں وہ سب حق ہیں اور وہ محملہ کرامت سے احادیث میں وارد ہیں۔ یہ علامات دو اقسام پر ہیں: ۱۔ علامات فصری، ۲۔ علامات کبریٰ۔

علامات فصری: علامات فصری وہ بہت سی علامات ہیں جو حضور ﷺ کے پردہ فرمانے سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک ظاہر ہوں گی، وہ ہیں

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عوف بن مالک سے فرمایا کہ قیامت سے پہلے یہ چھ علامات ہیں: ۱۔ میری رحلت، ۲۔ بیت المقدس کا فتح ہونا، ۳۔ ایک عام دہاکا ہونا۔ (یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہو چکیں) ۴۔ مال کا زیادہ ہونا کہ سودینار کو آدمی حقیر جانے گا (یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا)، ۵۔ ایک فتنہ جو عرب کے گھر گھر میں داخل ہوگا (یہ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تھا)، ۶۔ تم میں اور نصاریٰ میں ایک صلح ہوگی پھر وہ غدر کریں گے اور اُسی نشان کہ ہر نشان کے ساتھ بارہ ہزار لشکر ہوگا، لے کر تم پر چڑھائی کریں گے (یہ علامت ابھی پائی نہیں گئی آئندہ ہونے والی ہے)۔

دیگر بخاری و مسلم نے بروایت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے یوں روایت کیا ہے کہ علامات قیامت یہ ہیں علم اٹھ جائے گا، جہل زیادہ ہو جائے گا، زنا اور شراب خوری کی بڑی کثرت ہوگی، عورتیں بہت مرد کم ہوں گے۔ یہاں تک کہ بیس عورتوں کا کاروبار کرنے والا ایک آدمی ہوگا (یہ شاید اُس وقت ہو جب امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں جہاد کی وجہ سے بکثرت مسلمان شہید ہو جائیں گے عورتیں بہت بچی رہ جائیں گی)۔

صحیح مسلم حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جھوٹے لوگ کثرت سے ہو جائیں گے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بڑے بڑے کام نااہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں گے۔ (۱) لوگ مصائب دنیا کی کثرت سے موت کی آرزو کریں گے۔ (۲) سردار لوگ جہاد کی غنیمت کو اپنا حصہ سمجھیں گے، اور کسی کی امانت کو مال غنیمت سمجھ کر دبا بیٹھیں گے اور زکوٰۃ دینے کو جبراً نہ سمجھیں گے، علم دنیا کے لئے پڑھیں گے، مرد عورت کا مطیع اور ماں کا نافرماں ہو جائے گا اور دوست کو نزدیک اور باپ کو دور کر دے گا، مسجدوں میں لوگ شور کریں گے چلائیں گے۔ فاسق لوگ قوم کے سردار ہوں گے۔ ذلیل لوگ قوم کے ضامن ہوں گے بدنی کے خوف سے بد معاشر آدمی کی تعظیم کی جائے گی۔ باجے علانیہ ہو جائیں گے گانے بجانے اور ناچ رنگ کی زیادتی ہو جائے گی۔ امت کے پہلے لوگوں پر پچھلے لوگ لعنت کریں گے، اس وقت سخت آندھی کا انتظار کریں کہ سرخ رنگ کی ہوگی۔ زلزلے (بھونچال) خف (زمین میں دھنسا) مسخ (صورت کا بدلنا) اور قذف (پتھر برستا) وغیرہ اور دیگر علامات ظاہر ہوں گی اور یہ چیزیں اس طرح پے در پے آئیں گی جس طرح تاگافوٹ کرشیج کے دانے گر جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ برے کا مظہور میں آئیں گے اور اچھے کا کام اٹھتے جائیں گے اور اس کے ساتھ

نصاری تمام ملکوں میں ہارل کی طرح پھیلے گئے۔

بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں میں سلطان استنبول کو نصاریٰ کے ایک فرقے کے ساتھ جنگ پیش آئے گی اور ایک فریق نصاریٰ موافقت کرے گا۔ مخالف لوگ قسطنطنیہ پر غالب آجائیں گے تب وہ سلطان شہر چھوڑ کر ملک شام میں آجائے گا اور اس فرقے موافق کی موافقت میں پھر ان مخالفین سے جنگ عظیم ہوگی آخر لشکر اسلام غالب آجائے گا نصاریٰ موافقین میں سے ایک شخص کہے گا کہ صلیب غالب آئی اس پر ایک شخص لشکر اسلام میں سے خفا ہو کر اس کو مار دے گا اور کہے گا کہ دین محمدی غالب آیا، وہ نصرانی اپنی قوم کو جمع کریں گے اور نذر کر کے اہل اسلام کے قتال پر آمادہ ہوں گے سلطان اور بہت سے مسلمان شہید ہو جائیں گے، چنانچہ ایوداؤد نے ذی جبر رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی روایت نقل کی ہے (۱) اور بھی احادیث ہیں جن کے ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس جنگ کے بعد وہ نصاریٰ ملک شام پر قبضہ کر لیں گے اور ان مخالفین سے مل جائیں گے اور خیر تک ان کا عمل دخل ہو جائے گا اس کے بعد مسلمانوں میں بڑی ہل چل مچ جائے گی۔ اور گھبرا کر امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں مدینہ آئیں گے اور امام مہدی یہ سمجھ کر کہ ایسا نہ ہو لوگ مجھے عقیقہ بتائیں اور یہ امر عظیم میرے سپرد کر دیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔

ان کے علاوہ اور بھی علامات ملتی ہیں مثلاً درندے جانور آدمیوں سے کلام کریں گے۔ کوڑے پر ڈالی ہوئی جوتی کا تسمہ کلام کرے گا۔ آدمی کے ہزارہ جانے کے بعد جو کچھ گھر میں ہوا اتنا بے جا بلکہ خود انسان کی راں اسے خبر دے گی۔ وقت میں برکت نہ ہوگی یہاں تک کہ سال مثل مہینے کے اور مہینہ مثل ہفتے کے اور ہفتہ مثل دن کے اور دن ایسا ہو جائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگی اور بھڑک کر جلد ختم ہوگئی، یعنی بہت جلد جلد وقت گزرے گا۔ ملک عرب میں کھیتی، اور باغات اور نہریں ہو جائیں گی، مال کی کثرت ہوگی، نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی کہ وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے، علاوہ اس بڑے دجال کے تیس دجال اور ہوں گے وہ سب دعویٰ نبوت کریں گے حالانکہ نبوت ختم ہو چکی، ان میں سے بعض گزر چکے ہیں مسلمانوں کو اب، طلحہ بن خویلد، اسقفی، ساح عورت جو کہ بعد میں اسلام لے آئی تھی۔ غلام احمد قادیانی وغیرہم اور جو باقی ہیں ضرور ہوں گے، غرض یہ کہ اور بھی بہت سی علامات حدیثوں میں آئی ہیں۔

علامات کبریٰ: علامات کبریٰ یعنی امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے تلخ صورت تک جو علامات ظاہر ہوں گی وہ یہ ہیں۔ سب سے پہلی علامات امام مہدی کا ظہور ہے۔ مہدی ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں اس معنی کے لحاظ سے بہت سے مہدی ہو چکے ہیں اور امام مہدی موجود (جن کا تذکرہ احادیث میں بکثرت ہے) کے زمانے تک بہت سے مہدی ہوں گے، اسی طرح دجال بھی دجال موجود سے پہلے بہت سے ہوں گے لیکن علامات قیامت میں جس مہدی موجود اور دجال موجود کا ذکر آتا ہے وہ مخصوص اشخاص ہیں چنانچہ امام مہدی رضی اللہ عنہ ایک خاص شخص ہیں جو دجال موجود کے وقت میں ظاہر ہوں گے اور اس سے پہلے نصاریٰ سے جنگ کر کے فتح یاب ہوں گے۔

آپ کا صلیب مبارک یہ ہے: قد مائل بہ درازی، قوی الجہد، رنگ سفید سرخی، نعل، چہرہ کشادہ، ناک باریک و بلند، زبان میں قدرے لکنت کہ جب کلام کرنے میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے اور آپ کا صم لدنی ہوگا۔ چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہوں گے۔ اس کے بعد سات یا آٹھ برس تک علی اختلاف الروایات زندہ رہیں گے۔ آپ کا نام محمد، والدہ کا نام عبد اللہ، والدہ کا نام آمنہ ہوگا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔ مدینہ کے رہنے والے ہوں گے جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئیں گے تو لوگ

(۱) یہ خبر اور دوسری خبریں جو فرادی فرادی احاد ہیں ان میں سے کسی خبر کا انکار ہاں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ملتی ہے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

ان کو پہچان کر ان سے بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنائیں گے، اُس وقت طیب سے یہ آواز آئے گی ہَذَا خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْتَجِبُوا وَاطِيعُوا "یہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو" اور دوسری علامت یہ ہوگی کہ اُس سال ماہ رمضان میں تیرہ تاریخ کو چاند اور ستائیس تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔

ابدال و مصائب (اولیاء اللہ) آ کر ان سے بیعت کریں گے اور تمام عرب کی فوج اُن کی مدد کے لئے جمع ہوگی اور کعبۃ اللہ شریف کے دروازے کے آگے جو غزانہ مدفون ہے جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں لگائیں گے اور مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے، جب یہ خبر مسلمانوں میں پھیلے گی تو ایک امیر خراسانی کہ جس کی فوج کا سپہ سالار ایک شخص منصور نامی ہے امام مہدی کی مدد کو آئے گا، ہر مسلمان پر اس کی مدد واجب ہے انہی دنوں میں ایک شخص جو دشمن اہل بیت اور بڑا ظالم ہوگا جس کی خصال قبیلہ بکرکلب میں ہوگی دمشق کے اطراف میں حاکم ہوگا اور امام مہدی کے قتل کیلئے ایک جرار فوج بھیجے گا کہ وہ فوج کہ مکرمد اور مدینہ منورہ کے درمیان بمقام بیدازمین میں دھنس جائے گی ان میں سے دو شخص باقی بچ جائیں گے ایک وہ جو امام مہدی کو اس واقعے کی خبر دے گا اور دوسرا جو اس شخص کو اطلاع دے گا۔ وہ دوبارہ خود فوج کشی کرے گا۔ پس وہ مغلوب و مقہور ہوگا۔ امام مہدی سنت نبوی پر عمل کریں گے، وردنیا میں خوب اسلام بھیجے گا۔ غرض یہ کہ امام مہدی مع لشکر اسلام مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے جائیں گے پھر وہاں سے ملک شام میں دمشق تک پہنچیں گے اور نصاریٰ آتش نشان کہ ہرنشان کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی، لے کر مقابلے کو آئیں گے، وردمشق کے قریب وابق یا عماق میں آٹھریں گے اور ان کے مقابلے کو امام مہدی دمشق سے فوج لے کر ہا ہر فوجیں گے وہ کہیں گے کہ جن مسلمانوں نے ہمارے لوگ پکڑے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو ہم ان کو قتل کریں گے۔ امام مہدی فرمائیں گے واللہ ہم ہرگز اپنے بھائیوں کو نہ دیں گے پس اس وقت مسلمانوں کے تین گروہ ہوں گے ایک وہ جو نصاریٰ کے خوف سے ہماگ جائے گا ان کی تو یہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ فرمائے گا یعنی وہ حالت کفر میں مر جائیں گے اسلام نصیب نہ ہوگا اور ایک گروہ شہید ہو جائے گا اور عندہ اللہ افضل شہداء کا مرتبہ پائے گا اور تیسرے گروہ فتح پائے گا اور ہمیشہ فتنہ سے امن میں رہے گا، بعد ازاں امام مہدی بلا واسطہ اسلام کا انتظام اور لشکر جمع کرنے کا اہتمام کر کے قسطنطنیہ پر چڑھائی کریں گے تاکہ ان نصاریٰ کو جنہوں نے سلطان کو وہاں سے نکالا تھا شکست دیں اور جب وہ فتح کر کے مال قیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو کوئی پکارے گا کیا اطمینان سے بیٹھے ہو دجال تمہارے گمروں میں آ گیا ہے، بعد تحقیق کے معلوم ہوگا کہ یہ خبر جھوٹ بلکہ شیطانی آواز تھی۔ پھر جب لشکر اسلام لوٹ کر شام کی طرف آئے گا تو دجال نکلتے گا۔

دجال موعود: دجال شتق ہے دجل سے کہ جس کے معنی لغت میں غلط، اور مکر اور تلبس کے ہیں اور کبھی دجل کذاب کے معنی میں آتا ہے اس معنی سے بہت دجال ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّهُ سَمَكُونٌ فِیْ نَقِیْسٍ مِّمَّا ابْنُوْا فَلَاقُوْا ثُمَّ یَرِیْزُ عَنْهُمْ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ وَآلَاہُ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ "من قریب میری امت میں تیس آدمی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں" ورایک روایت میں دَجَالُوْنَ مِمَّا ابْنُوْا آیا ہے لیکن دجال سوعود ایک خاص شخص ہے قوم یہود سے جس کا لقب مسیح ہوگا وہی آنکھ اندھی ہوگی جس میں انگوڑے دانہ کی مانند ناخن نہ ہوگا اور اس کے بال بہت چمپے چھٹیوں کے بالوں کی مانند ہوں گے ایک بڑا گدھا اُس کی سواری کا ہوگا اور اُس کے ماتھے پر بیچ میں کفر اس طرح "مک ف ر لکھا ہوگا کہ جس کو ہر ذی شعور پڑھ لے گا۔ ول ملک شام اور عراق کے درمیان ظاہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد اصفہان میں آئے گا اور ستر ہزار یہودی اس کے تابع ہوں گے اور وہاں وہ خدا کی کا دعویٰ کرے گا اس کے ساتھ آگ ہوگی جس کو وہ دروزخ کہے گا اور ایک بارغ ہوگا جس کا نام بہشت رکھے گا اور اس میں جس کو وہ بہشت کہے گا وہ دروزخ اثر ہوگا

ورجس کو وہ دوزخ جنت کی تاثیر رکھتی ہوگی پس وہ زمین میں دائیں ہائیں فس و ڈالتا پھرے گا اور زمین میں ہادل کی طرح پھیل جائے گا اور اس کے ظہور سے پہلے بڑا سخت قحط ہوگا وہ عجیب عجیب کرشمے دکھا کر لوگوں کو بھنسائے گا اور یہ سب کرشمے اس قدر راج کا حکم رکھتے ہیں۔ کھبرے ہوئے مسلمانوں کے لئے تسبیح و تہلیل، روٹی اور پانی کا کام دے گی جتنی بھوک و پیاس دور کرے گی۔ پھر وہ یمن سے مکہ کی طرف آئے گا لیکن فرشتوں کی حفاظت کے سبب مکہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اور مدینہ منورہ کے قریب احد پہاڑ کے پاس ڈیرے ڈالے گا اور مدینہ منورہ کے اُس وقت سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے محافظ ہوں گے اس لئے دجال اندر نہ جائے گا وہاں سے شہر دمشق کی طرف جہاں امام مہدی ہوں گے روانہ ہوگا۔ امام مہدی لشکر اسلام کا قلب و میمنہ و میسرہ درست کر کے اُس سے جنگ کے لئے تیار ہوں گے کہ اتنے میں عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی مینارے پر زرد خطہ پہنے ہوئے دو فرشتوں کے ہاروں پر ہاتھ دھرے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہود کے کمرے سے بچا کر زندہ سلامت

چوتھے آسمان پر فرشتوں کے ذریعے اٹھا لیا تھا اور وہ اس وقت تک وہیں زندہ موجود رہیں گے جب وہ آسمان سے اتریں گے ذرا سرخچا کریں گے تو سر سے پینے کے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے۔ پھر امام مہدی سے ملاقات کریں گے۔ امام مہدی تو جامع سے پیش آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نبی اللہ نماز کے لئے امت کیجئے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز کریں گے فہم بلکہ تم ہی امامت کرو اور میں تو خاص دجال کو قتل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ امام مسلم کی روایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہونا مظلوم ہوتا ہے۔ غالباً پہلے روز امام مہدی نماز پڑھائیں گے تاکہ تکریم امت ہو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بسبب اس کے کہ نبی ہیں واللہ علم۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کے لئے تیار ہوں گے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کا فر کو وہ ہو الگ جائے گی سر جائے گا اور ان کی ہوا وہاں تک جائے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی پس وہ دجال کا تقاب کریں گے اور باب لڈ (ملک شام کا پہاڑ کوئی گاؤں) کے پاس اس کو کھیر لیں گے اور نیزہ سے قتل کر کے اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر اس کے قتل میں جلدی نہ کرتے تو وہ کافر تک کی طرح خود بخود پتھر سے جاتا پھر لشکر اسلام دجال کے لشکر کو جو کہ اکثر یہودی ہوں گے کثرت سے قتل کرے گا پھر امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن لوگوں کو دجال کی معیشت پہنچی تھی ان کو قتل اور دلا ساریں گے اور ان کے نقصانات کا اطفاف و عنایات سے تدارک کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم دیں گے کہ غزیر قتل کئے جائیں اور صلیب کہ جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑ دی جائے گی اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جائے گا بلکہ وہ اسلام لائے جس اس وقت تمام روئے زمین پر دین اسلام پھیل جائے گا کفر مٹ جائے گا جو روئے زمین سے دور ہو جائے گا۔

وفات حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ: باختلاف روایات امام مہدی کی خدمت سات یا آٹھ یا

نوسال ہوگی پھر آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان اُن کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں گے (ان کی عمر اس حساب سے ۳۷ یا ۳۸ یا ۳۹ سال ہوگی) اس کی بعد تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اہل بیت میں ہوگا اور دنیا اچھی حالت پر ہوگی کہ یکا یک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئے گی کہ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جائیں میں ایک ایسی قوم نکال رہا ہوں کہ کسی کو اس کے ساتھ زانی کی طاقت نہیں ہے۔ (۱)

باجوج ماجوج: یہ قوم باجوج ماجوج ہے جو یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے۔ ذوالقرنین بادشاہ نے ان کے راستے کو جو دو پہاڑوں کے درمیان میں تھا مستحکم بند کر دیا تھا اخیر نے ان میں وہ دو یوارٹوٹ چائے گی اور یہ غارت گروم دنیا میں بھیل جائے گی کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا آخر آسمانی وہاں سے خود بخود مر جائیں گے۔ ان کے تیر و کمان (۱) سے سات سال تک ادگ آگ جلائیں گے ان کی ہلاکت کے بعد بحر سے زمین میں خیر و برکت ظاہر ہوگی یہاں تک کہ ایک انار کو ایک گھر کے آوی پیٹ بھر کر کھائیں گے اور ایک بکری کے دودھ سے ایک گھر کے لوگ سیر ہو جائیں گے اور ایک گائے کا دودھ قبیلہ بھر کو اور ایک اونٹنی کا دودھ جماعت بھر کو کافی ہوگا۔ عداوت رکھنے نہ رہے گا اور لوگوں کو مال کی کچھ پرواہ نہ رہے گی یہاں تک کہ ایک بچہ نہ دنیا دہاں سے اچھا جائیں گے، اگر کوئی کسی کو مال دے گا تو وہ نہ لے گا۔ (۲)

یہ خیر و برکت سات برس تک رہے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے انتقال فرمائیں گے، اس عرصے میں دو نکاح بھی کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی، آخر روز مہارک آنحضرت ﷺ میں دفن کیے جائیں گے اور قیامت میں دیں سے اٹھیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک قطانی شخص جھانہ نانی کو خلیفہ مقرر کر جائیں گے وہ اچھی طرح عدل کے ساتھ حکومت کرے گا لیکن شر و فساد، کفر و الحاد پھیلنا شروع ہو جائے گا اسی طرح دو تین شخص کیے بعد دیکرے حاکم ہوں گے، پس جب کفر الحاد و خراب پھیل جائے گا تو اس زمانے میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مکان مغرب میں جہاں منکرین تقدیر رہتے ہوں گے جنس جائے گا۔

دھویں کا نمو دار ہونا: اور انہی دنوں میں آسمان سے آپ دھواں (۳) نمودار ہوگا کہ مؤمنین کو کام سامعہ معلوم ہوگا اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی کہ کسی کو ایک دن کے بعد کسی دودھ دن کے بعد کسی کو تین دن کے بعد بعد ہوش آئے گا اور کسی کو چھ تھے روز اور کل چالیس روز یہ دھواں رہے گا اور انہی دنوں میں کہ ذی الحجہ کا مہینہ ہوگا یوم النحر (قرہانی کے دن) کے بعد کی رات نہایت دراز ہوگی یہاں تک کہ بیچے چلا چلا اٹھیں گے اور مسافر تک دل ہو جائیں گے اور مویشی چراگاہ میں جانے کے لئے نہایت شور کریں گے لیکن صبح نہ ہوگی حتیٰ کہ لوگ بیت اور تعلق سے بے قرار ہو کر بالہ و زاری کریں گے اور تو بہ تو بہ پکاریں گے جب اس رات کی درازی تین یا رات کے برابر ہو جائے گی اور لوگ نہایت مضطرب ہوں گے۔

مغرب سے سورج کا طلوع: پھر قمری آفتاب تھوڑے سے نور کے ساتھ جیب کہ گہن کے وقت ہوتا ہے مغرب (۱) یہ لوگ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبرہ پر (جس کا طول دس میل ہوگا) جب گزرے گی اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد وال جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی نہ تھا۔ پھر جب دنیا میں فساد اور قتل و غارت گری سے فرصت پائیں گے (اور خیال کریں گے) کہ زمین والوں کو قتل کر لیا؟ آسمان والوں کو قتل کریں۔ یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے تیر اوپر سے خون آلود کریں گے۔ یہ اپنی اپنی حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے حضور ہوں گے یہاں تک کہ ان کے نزدیک گائے کے سر کی دو وقت ہوگی جو آج تہرہ سے نزدیک سواشریوں کی نہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مر جائیں گے ان کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتریں گے دیکھیں کہ تمام زمین ان کی لاشوں کی بدبو سے بھری پڑی ہے ایک ہاشت زمین بھی خالی نہیں اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرندے بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا پھینک آئیں گے پھر اس کے بعد ہر ش ہوگی کہ زمین کو ہموار کر چھوڑے گی (مولف) (۲)۔ مسلم

(۳) امام بخاری نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اس دھوئیں سے وہ دھواں مراد ہے کہ جب قریش میں آنحضرت ﷺ کی بددعا سے چند سال کا قحط پڑا تھا تو بھوک کے ارے آسمان کی طرف دھواں سا نظر آتا تھا اور یہ سبب منجبت بھر و خنڈ کا دکھا کر دیتا تھا۔ واللہ اعلم (مولف)

کی جانب سے طلوع ہوگا اور اتنا بلند ہوکر کہ جتنا چاشت کے وقت ہوتا ہے پھر غروب ہو جائے گا اور پھر حسب دستور قدیم مشرق سے طلوع کیا کرے گا لیکن اس کے بعد کسی کی تو یہ قبول نہ ہوگی۔ اگر کافر ایمان لائے گا یا گنہگار کسی گناہ سے توبہ کرے گا تو یہ ایمان اور توبہ قبول نہ ہوگی۔

دابۃ الارض: مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کے دوسرے روز یہ حادثہ پیش آئے گا کہ مکہ معظمہ میں صفائی پہاڑ زلزلہ آکر شق ہو جائے گا اور ایک چالور کہ جس کی عجیب صورت ہوگی ہر آئے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اس کے ایک ہاتھ میں عصا (عصائے موسیٰ) اور دوسرے میں مہر (سلیمان علیہ السلام کی انگشتری) ہوگی۔ عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نشان نورانی (خط) بنادے گا اور مہر سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سخت سیاہ دھبہ لگا دے گا جس کی وجہ سے تمام مسلمان دکا فرطانیہ پہنچانے جائیں گے، یہ علامت کبھی نہ بدلے گی جو کافر ہے ہرگز ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے ہمیشہ ایمان پر رہے گا وہ جانور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہوگا۔ اس کی شکل و صورت میں عمامہ کے متعدد احوال ہیں قرآن پاک میں ذابۃ الارض اسی کے لئے آیا ہے اور یہ اس کے سر پہ السیر ہونے کی طرف اشارہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو لوگ مان لیں لقول تعالیٰ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ ذَابَّةً مِّنْ اِلَٰرِضٍ تُكَلِّمُهُمْ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْنِتُوْنَ (۱) ”جنگہ وقوع ہوگا لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت کا وقت قریب ہوگا) ان کے لئے ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے کہ کلام کرے گا ان سے، کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین نہ دیتے تھے“ اور اس بارے میں احادیث بھی آئی ہیں، اس کا ثبوت حدیث تواتر کو پہنچ گیا ہے اس لئے اس کا انکار کفر ہے۔ طلوع آفتاب از مغرب اور خروج دابۃ الارض کے سو برس کے بعد قیامت آجائے گی۔

ہوائے سرہ: دابہ نکلنے کے کچھ عرصے بعد (جب قیامت کو صرف چالیس سال رہ جائیں گے تو) شام کی طرف سے ایک خوشبودار مٹھڑی ہوا چلے گی جو بظلوں کے نیچے سے گزرے گی جس کا اثر یہ ہوگا کہ کوئی اہل ایمان اور اہل خیر زمین پر باقی نہ رہے گا سب اس سے مر جائیں گے یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کے غار میں چھپے گا تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کو مار دے گی اس کے بعد کافر ہی کافر رہ جائیں گے جو نیکی اور بھلائی نہ جائیں گے۔ (۲)

غلبہ کفار حبشہ: اس کے بعد حبشہ کے کفار کا غلبہ ہوگا اور ملک میں ان کی سلطنت ہو جائے گی ورنہ حبشی خانہ کعبہ منہدم کر دیں گے اور اس کے نیچے سے خزانے نکالیں گے اس وقت ظلم و ساد سے دنیا بھر جائے گی۔ چوپایوں کی طرح لوگ کوچہ و بازار میں ماں بہن سے جمع کیا کریں گے، قرآن کا غزو سے اُنھ جائے گا، کوئی اہل ایمان دنیا پر باقی نہ رہے گا اور آپس کے جوہ و ظلم سے شہر آجاڑ ہو جائیں گے، قحط و دہا کا ظہور ہوگا۔ اس کے بعد ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی اور امن ہوگا تب تہار لوگ دابل حریف و غیرہ گھریار چھوڑ کر اونٹوں و دیگر سوار یوں پر سوار ہوکر وہاں جائیں گے یہاں تک لوگوں کی کثرت ہوگی کہ کسی اونٹ پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر پانچ شخص تک سوار ہوں گے۔

پاکھ مدت کے بعد جنوب کی طرف سے ایک آگ اٹھے گی کہ لوگوں کو گھیر کر جہاں مرنے کے بعد حشر ہوگا یعنی ملک شام کی طرف لائے گی جب شام کے وقت لوگ ٹھہر جایا کریں گے۔ آگ بھی ٹھہر جایا کرے گی پھر جب آفتاب بلند ہوگا وہ آگ ان کے پیچھے چلے گی جب لوگ شام کے ملک میں پہنچ جائیں گے تو وہ آگ غائب ہو جائے گی بعض عمامہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ علی خبر کے مطابق یہ آگ خاہر ہو چکی، یمن کی طرف سے ایک آگ اٹھی تھی جو کوہوں تک مریش تھی کثرتی پتھر سب کو جلا دیتی تھی اور ملک شام کی طرف بڑھتی جاتی تھی رات کو اس کی روشنی میں دور دور کی چیزیں دکھائی دیتی تھیں تقریباً دو مہینے تک رہی مدینہ منورہ کے پاس سے ہوکر گزری عمامہ نے چشم دید اس کی کیفیت

۶۔ وَالْقَدْرِ خَيْرٌ وَشَرٌّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى

وَالْقَدْرِ خَيْرٌ وَشَرٌّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے تمام افعال کا خواہ وہ نیک ہوں یا بد، خالق اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِلَّهِ عِلْفُكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (۱) ”اللہ تعالیٰ نے بنایا تم کو اور جو (چیزیں) تم بناتے ہو“ اور چونکہ بندے فاعل اور کاسب ہیں اس لئے کسب پر جزا اور سزا سبب ہوتی ہے جزا: إِنَّا نَخْلُقُ مَا نَشَاءُ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (۲) ”بدلا اس کا جو کرتے تھے“ یعنی یہ جنت ان جنتیوں کو ان کے اعمال کے بدلے دی گئی ہے نیز قَسَمَ شَاءَ فَلْيُؤْمِنُوا وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (۳) ”ہم نے اختیار دیا ہے کہ جو چاہے ایمان لائے اور جس کا چاہی چاہے کافر رہے، لیکن کافروں کے واسطے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے“ نیک کے کسب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور بدی کے کسب سے ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ فَشَرْنَا بِكَ وَآيُضًا لَّنَا كَمٌ (۴) ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کر دے تو وہ تم سے سبب اس کے خوش ہوگا“ نیز فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۵) ”پیک اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے انصاف اور احسان کرنے کا اور قراہت والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور برے کاموں اور بغاوت سے اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو“ پس تقدیر پر ایمان لانے کا مضمون حد تو اتنا کو پہنچ گیا ہے، اور جو شخص یہ یقین رکھے کہ نیک و بدی تقدیر سے نہیں وہ کافر ہے۔ تقدیر کا مقرر مطلب یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے نیز یہ کہ بندوں کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے، مشیت، اقتضا اور تقدیر سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا گیا ہے اگر وہ نیک کام کرے گا اجر پائے گا اور برے کام کی اس کو سزا ملے گی۔ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی قدرت عطا ہے ہوتی ہے پس اگر وہ بندہ اس قدرت کو نیک کام میں لگائے تو بھی اس کو اختیار ہے اور وہ اختیار کا استعمال اس کے لئے جزا کا موجب ہے اور اگر برے کام میں خرچ کرے تو بھی اس کو یہ اختیار ہے اور اس اختیار کے استعمال پر وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے پس اسی قدرت و اختیار پر تکلیفات شریعیہ کا ارادہ دار ہے لہذا جس کام کی بندہ استطاعت و قدرت نہیں رکھتا اس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا حکم بھی نہیں دیا: فَإِنَّ اللَّهَ يُجِزِلُ مَنْ يُشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يُشَاءُ (۶) ”پیک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے“ اس کا بھی اس مطلب ہے کہ ہدایت و گمراہی کا خالق وہی اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ہدایت و گمراہی کو پیدا نہ کرتا تو نہ کوئی گمراہ ہوتا نہ ہدایت پاتا۔ پس خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کا پیدا کرنا کوئی برائی نہیں بلکہ عین مصیحت ہے تاکہ نیک و بد کا امتحان لے اور حسب حال جزا و سزا دے۔ لَعَلَّ الْحَكِيمَ لَا يَخْلُقُ إِلَّا الْبَحْكَمَةَ ”حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا“۔ اور اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے، البتہ گمراہی کا کسب قبیح ہے اور کسب بندے کا فعل ہے اور اسی پر اس کو سزا ملے گی۔ مارنے کے بعد درد اور کسی چیز کو توڑنے کے بعد اس کا ٹوٹنا بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے بندے کو اس میں کچھ دخل نہیں، وَاللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (۷) ”اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے“۔

فائدہ: سب تقدیر میں آدمی زیادہ قیل و قال نہ کرے کیونکہ نہ بد و قیل و قال سے سوائے گمراہی حاصل ہونے کے اور کچھ فائدہ

نہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس بحث سے نہایت تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نیک و بدی کا خالق ہے لیکن خالق خیر (بزدار) اور خالق شر (ابر سن) مجوس کی طرح سے کہنا کفر ہے بلکہ یوں کہنا

(۱)۔ صحت ۹۶ (۲)۔ السجده ۱۷ (۳)۔ الکہف ۶۹ (۴)۔ الزمر ۷

(۵)۔ النحل ۹۰ (۶)۔ الفطر ۸ (۷)۔ الزمر ۶۲

جائے خالق الغیب والشہر یا خالق کل شیء ہر چیز کا خالق و متصرف اللہ تعالیٰ کو جانے اور ستاروں اور دیگر مسمیٰ و مسموٰی علامات کو اس چیز کے ہونے میں کوئی دخل و موثر نہ جانے کیونکہ یہ شرک ہے، ہاں یوں کہنا کہ اکثر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فلاں ستارے یا فلاں علامت کے وقت، یہاں ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے ابھی اس کی قدرت سے یہاں ہو جائے تو جائز ہے۔ یعنی اسباب و وسائل کو محض سبب جانے اور متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانے۔ یعنی ہذا القیاس دوا کا نفع و نقصان آگ کا جلانا، پانی کا سرد کرنا، جادو، منتر یا نظر اور جن و آسیب سے نفع و ضرر یہ سبب کے درجے میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارادے و اختیار سے ان کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں۔ لہذا تو ہی نے ان میں یہ تاثیرات رکھی ہیں جو محض ان کو نفع و ضرر کا قائل سمجھے گا شرک ہو جائے گا البتہ ہمارا اس فعل کو اس سبب کی طرف نسبت کرنا اور بات ہے واللہ اعلم۔

قصا کی اقسام: قصہ تین قسم پر ہے۔ ۱۔ ہر م حقیقی جو کہ علم الہی میں کسی شے پر معلق نہیں، ۲۔ معلق محض کہ صحف ملائکہ میں کسی شے پر معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے، ۳۔ معلق شبہ بہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الہی میں تعلیق ہے۔ مبرم حقیقی کی تہدیی ناممکن ہے۔ اکابر مجتہدان خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عذاب قوم لوط کے بارے میں سفارش سے روکا گیا کہ اس خیال میں نہ پڑو، بیشک ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو غلطے کا نہیں۔ یا ابرہہ! عرَضُ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرٌ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ (۱) "اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آپکا ہے اور ان پر ضرور ایب عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں"۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے شواہد قرآن و حدیث میں ہیں اور جو ظاہر قصائے معلق ہے وہ اکثر اولیاء اللہ کی دعا اور ہمت و تصرف سے نکل جاتی ہے۔ اور جسے علم الہی کے اعتبار سے معلق کہتے ہیں اور صحف ملائکہ کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس کو فرماتے ہیں کہ میں قصائے مبرم کو رد کر دیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے "إِنَّ السُّعْتَاءَ يَرُدُّ الْفُتُتَاءَ بَعْدَ مَا أَهَرُوا" بیشک دعا قصائے مبرم کو نال دیتی ہے، مزید تفصیل کے لئے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ و دفتر اول مکتب ۲۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔

۷۔ وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ

والبعث بعد الموت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد سب کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اول محض صور کے بعد جب تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر جائے گا اور اتنی مدت ظہور احادیث صرف کا ہو چکے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرائیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا پھر وہ صور بھونگیں گے جس کو فحش ثانی کہتے ہیں جس سے اول ملائکہ حاملان عرش پھر جبرائیل و میکائیل و عزرائیل انھیں گے پھر غری زمین و آسمان اور چاند و سورج موجود ہوں گے پھر ایک بارش برے گی کہ جس سے سبزہ کی طرح ہر ذی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا اس دوبارہ پیدا کرنے اور حساب کتاب کر کے جزا و سزا کے طور پر جنت و دوزخ میں بھیجنے کو شروع میں بحث و نشر کہتے ہیں اس کے ثبوت میں اکثر آیات و احادیث وارد ہیں، اس لئے اس کا منکر کافر ہے۔ سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک سے اس طرح باہر تشریف لائیں گے کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام پھر صدیقین، شہداء، صالحین اور مؤمنین یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

الْبَلَدِ اَذْهَبَ عَنَّا الْعَزَنُ * اِنْ رَبَّنَا اَلْفُؤْرُ شُكُوْرُ (۱) ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، چپک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے“ پھر اور کفار و شرار یہ کہتے ہوئے انھیں گے یا وَیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْحَلِنَا (۲) ”ہائے ہماری مرابی، کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری قبروں سے“ اور ہر جماعت اپنے ہم خیل لوگوں کے ساتھ اٹھائی جائے گی یعنی ٹیکوں کا گروہ الگ ہوگا اور بروں کی جماعت الگ۔ علیٰ ہذا القیاس۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ اٹھوں گا پھر یثرب میں آؤں گا، پس وہاں سے لوگ میرے ساتھ ہوں گے اس کے بعد میرے پاس کہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ آئیں گے اور ہر شخص جس حال میں مرا ہے اس میں اٹھے گا۔ شرابی نشے کی حالت میں اٹھے گا، ہر شخص برہنہ بے متکاٹھے گا۔ پس سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا سفید ملہ پہنایا جائے گا ان کے بعد آنحضرت ﷺ کو ان سے بہتر کپڑے پہنائے جائیں گے ان کے بعد اور رسولوں اور نبیوں کو ان کے بعد مؤذنوں کو پہنائے جائیں گے۔

میدان حشر کی کیفیت: پھر کوئی پیدل کوئی سوار میدان حشر میں جائیں گے، بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سوار پر دو اور کسی پر تین کسی پر چار کسی پر دس سوار ہوں گے، کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدان حشر میں پہنچے گا کسی کو مانگتے تھمیت کر لے جائیں گے کسی کو آگ جع کرے گی۔ یہ میدان حشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا۔ زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اس کنارے پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے، اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور آفتاب ایک میل کے فاصلے پر ہوگا پس اس دن کی تپش کو کون بیان کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ دماغ کے پیچھے کھولتے ہوئے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا پھر جب زمین پسینہ نہ پی سکے گی تو اوپر کو چڑھے گا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر کی سطح، کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑے گا جس میں وہ ڈکیاں کھائے گا۔ اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہوگی محتاج بیان نہیں رہا، نہیں سوکھ کر کاٹ ہو جائیں گی اور بعضوں کی زہا نہیں منہ سے باہر نکلے، تیس کی دل ابل کر گلے میں آ جائیں گے ہر مبتلا بقدر گناہ تکلیف میں مبتلا ہوگا۔ کس کس مصیبت کو بیان کیا جائے باقی کو بھی اس پر قیاس کر لینا چاہئے۔

میزان عدل: پھر سب کو امدا عمل دیئے جائیں گے۔ نامہ اعمال مومنوں کو سامنے سے وائیں ہاتھ میں اور کافروں کو پیچھے سے ہائیں ہاتھ میں میں گئے نیکیاں اور بدیاں میزان عدل میں تولی جائیں گی جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے وہ کچھ مدت عراف میں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جائے گا فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاحِيَةٍ ۖ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۖ وَاَمَّا اُولَئِكَ اَلْمُؤْتَلٰوْنَ ۖ نَارًا ۖ حَامِيَةٌ (۳) ”پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکا ہوا یہ ہوگا اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے ایک دھکتی ہوئی آگ ہے“ میزان عدل کی کیفیت بلکہ حشر کی جملہ چیزوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، وہ دین والوں کی میزان و دیگر چیزوں ہمیں نہ ہوگی۔ مسلمانوں کے حساب میں آسانی ہوگی اور کافروں کے حساب میں رسوائی اور تنگی ہوگی لیکن کسی پر ذرہ بر ظلم نہیں ہوگا۔ حقوق العباد کا بدلہ اس طرح دیا جائے گا کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلائی جائیں گی پس ایک دانگ (بقدر چھرتی) کے بدلے میں سات سو تاریں مقبول شدہ دی جائیں گی وغیرہ۔ اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈالی جائیں گی۔ چرندوں پرندوں اور وحشی جانوروں کا بھی حساب ہوگا خواہ کسی حیوان نے حیوان پر ظلم کیا ہو یا انسان نے حیوان پر، سب کو بدلہ دلایا جائے گا اور سب کو

بدلہ دلا کر سوائے جن وانس کے سب کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ میزان حق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

پل صراط: پل صراط حق ہے، اس کا منکر بھی کافر ہے، میدان حشر کے گرد و زرخ محیط ہوگی، جنت میں جانے کے لئے اس دوزخ پر ایک پل ہوگا جو کہ ہل سے زیادہ ہار یک، تلواریں زیادہ تیز اور رات سے زیادہ کال ہوگا یعنی اس پر اندھیرا ہوگا سوائے ایمان کی روشنی کے و روشنی نہ ہوگی اس کی سات گھاٹیاں ہیں اور ہر ایک گھاٹی تین تین ہزار کوس کی ہیں سب کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا اس پر سب سے پہلے نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ گزریں گے (جو کل جہاں کے رہبر اور امت کے غم خوار ہیں اور امت کی خاطر فضل الہی کے طالب ہیں اور ایک لاکھ فرشتے پل صراط کے ہر طرف کھڑے ہوئے دعا مانگتے ہوں گے) آپ کے بعد آپ کی امت گزرے گی اور پھر اور فطرت باری باری گزرے گی اس وقت سوائے انبیاء کے اور کوئی کلام نہ کرے گا اور انبیاء علیہم السلام کا کلام یہ ہوگا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَلْبِ اَبْنِیْہِمْ اے اللہ سلامت رکھ سلامت رکھ اور جہنم میں پل صراط کے دونوں جانب سدا ان جھاڑی کے کانٹوں کی مانند آکڑے ہوں گے کہ ان کی لبالی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پس وہ لوگوں کو بقدر اعمال و حسب حکم الہی پکڑیں گے بعض کو بالکل پکڑ کر جہنم میں گرا دیں گے اور بعض کا گوشت پھیل ڈالیں گے لیکن زخمی کو اللہ تعالیٰ جنت دے گا۔ مومن سب گزر جائیں گے بعض تو اس پر سے بجلی کی مانند گزر جائیں گے اور بعض چیز ہوا کی مانند بعض پرند جانوروں کی مانند بعض چیز گھوڑے کی مانند بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزر جائیں گے بعض جیسے تیز آدمی دوڑتا ہے بعض تیز چلنے والے پیدل کی مانند بعض عورتوں کی طرح آہستہ آہستہ بعض سرین پر گھسٹتے ہوئے چلیں گے اور کوئی چیونٹی کی چال چلے گا کفار اور منافق سب کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

فائدہ: شریعت اُس عالم میں پل صراط کی صورت میں ظاہر ہوگی پس جتنا جس کو اس دنیا میں شریعت پر چھنا آسان تھا اتنا ہی اس کو آخرت میں اس پل صراط پر چھنا آسان ہو جائے گا اور اس کے حق میں پل صراط اتنا ہی زیادہ وسیع اور فراخ راستہ بن جائے گی اور جس کے لئے جتنا یہاں شریعت پر چھنا مشکل ہے اتنا ہی وہاں پل صراط اس کے لئے دشوار ہو جائے گی حتیٰ کہ ہال سے بھی زیادہ ہار یک ہوگی، یہاں تک کہ کفار و منافقین اس پر سے گزر نہیں سکیں گے اور کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ ()

آپ ﷺ کی شفاعت: آپ کی شفاعت برحق ہے یعنی قیامت کے روز حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور گنہگار بندوں کی سفارش کریں گے جبکہ سب لوگ نہایت اضطراب اور بے قراری کی حالت میں آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور وہ اپنے سے دوسرے نبی کے پاس بھیجے اور معذوری ظاہر کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ہمارے حضور پر نور ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے ہاں میں اس کے لئے مقرر ہوں میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا اور مجھے اجازت ہوگی۔ ہاں جو وہ کہ آئیں حضرت ﷺ کو یہ نصیلت عطا ہو چکی ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کے دب سے حضور انور ﷺ شفاعت کی اجازت مانگیں گے اور جہدے میں گر کر اللہ تعالیٰ کی بے حد بے شمار حمد و ثنا کریں گے تب آپ کو شفاعت کی اجازت ہوگی اور آپ اپنی امت کے لئے متعدد بار شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ بخشتار ہے گا یہاں تک کہ جس نے صدق دل سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اور اس پر مرا اگر چہ اس نے کبیرہ گناہ بھی کئے ہوں دوزخ سے نکالا جائے گا جنت میں داخل کیا جائے گا بشرطیکہ اُس نے شرک نہ کیا ہو، الغرض کفر و شرک کے سوا باقی تمام گناہوں کی شفاعت ہوگی بلکہ کبیرہ گناہوں والے شفاعت کے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ صغیرہ گناہ تو دنیا میں بھی عبادتوں سے معاف ہو چکے ہیں۔ اس روز آپ تمام مخلوق خدا کی شفاعت کریں گے خواہ وہ کسی نبی کا امتی بھی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے گا اس روز ہر ایک جان

لے گا کہ آپ سید المرسلین اور امام النبیین اور محبوب رب العالمین ہیں جو آپ کے دامن کے نیچے آچھا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگر انبیائے کرام اولیاء شہداء عظام اور حفاظ و حجون بلکہ ہر وہ شخص جسے کوئی دینی منصب عنایت ہوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا لیکن بلا اجازت کوئی شخص شفاعت نہ کر سکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعض شخص ایک بڑے انبؤہ کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک قبیلے کی اور بعض چالیس آدمیوں کی اور کوئی ایک آدمی کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ سب مومن جنت میں داخل ہوں گے۔ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو یوں سے پہلے مر گئے تھے کہ جو عمل کچا گر گیا وہ بھی نجات کے روز اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ اور بعض شخص کی قرآن یا کوئی اور عمل صالح شفاعت کرے گا۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۔ بعض کی قبر میں شفاعت کر کے نجات دوئیں گے۔ ۲۔ بعض کو حشر میں شفاعت کر کے دوزخ میں جانے سے روک دے گا۔ ۳۔ بعض کو دوزخ سے شفاعت کر کے نکالیں گے۔ ۴۔ بعض کی جنت میں ترقی درجات و درجہ مراتب کے لئے شفاعت کریں گے۔ پس عقیدہ اہل سنت و الجماعت کے مطابق شفاعت کی یہ چار قسمیں ہیں۔ نیز بعض لوگوں کی شفاعت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر وعدہ فرمایا ہے مثلاً جو شخص آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہو، جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجے۔ اور جو شخص جان کر مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں اس خیال سے رہے تاکہ وہاں وفات پائے۔ کافروں اور مشرکوں کے لئے آپ کی یہ کسی اور کی شفاعت بالاتفاق نہ ہوگی۔ بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے بھی آپ کی شفاعت نہ ہوگی جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ قدر یہ مرجعہ کے لئے میری شفاعت نہ ہوگی۔ ظالم بادشاہ کی بھی شفاعت نہ کروں گا اور شرع سے تجاوز کرنے والے کی بھی شفاعت نہ کروں گا۔ اگر اس ارشاد کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو اہل کبار میں سے یہ لوگ مستثنیٰ کئے جائیں گے۔ یا یوں کہا جائے گا کہ ان کی ترقی درجات کے لئے شفاعت نہ ہوگی۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے طفیل میں ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور رب عزوجل ان کے ساتھ تین جماعتیں اور دے گا، معلوم نہیں کہ جماعت میں کتنے آدمی ہوں گے اس کا شمار وہی جائے۔ تہجد پڑھنے والے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ اس امت میں ایسا شخص بھی ہوگا جس کے نانوائے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک کہ نگاہ پہنچے وہ سب کھولے جائیں گے رب عزوجل فرمائے گا ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے میرے فرشتوں کو اما کا سین نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ وہ عرض کرے گا، نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کرے گا نہیں اے رب! اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی ہمارے حضور میں ہے اور تجھ پر ظلم نہ ہوگا اس وقت ایک پرچہ جس پر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لکھ ہوگا نکال جائے گا اور حکم ہوگا جاں نوا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے رب! یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ ہوگا پھر ایک پلے میں یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ جس پر وہ پرچہ ان دفتروں سے ہماری ہو جائے گا۔ بیشک اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے تھوڑی چیز بھی بہت ہے۔

بعض نے خلیفہ حساب لیا جائے گا اور ستاری فرما کر بخش دیا جائے گا ورنہ کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک چیز کی باز پرس ہوگی اور عذاب میں ڈالا جائے گا۔ بعض کا فرایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کر ان سے فرمائے گا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں تجھ پر اور تیری کتاب اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، نماز پڑھی۔ روزے رکھے، صدق دیا، اور ان کے علاوہ جہاں تک ہو سکے گا اسے نیک کاموں کا ذکر کرے گا۔ رشاد باری تعالیٰ ہوگا اچھا تو ٹھہر جا تجھ پر گواہ پیش کئے جائیں گے۔ یہ اپنے جی میں سوچے گا مجھ پر کون گواہی دے گا۔ اس

وقت اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اعضا کو حکم ہوگا کہ گواہی دو، تب اس کے ران، ہاتھ، پاؤں، گوشت پوست اور ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ یہ قوی تھا ایسا تھا اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ اَفْوَاهِهِمْ وَتُغْلَقُ اَنْفُسُهُمْ وَتُصَلَّوْنَ اَعْيُنُهُمْ اَشْجَاوًا يَلْعَنُوْنَ (۱) ”آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔“

یہ قیامت کا دن کہ حقیقتاً قیامت کا دن ہے جو پچاس ہزار برس کا دن ہے جس کے مصائب بے شمار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں ان کے لئے یہ دن اس قدر ہلکا کر دیا جائے گا معلوم ہوگا کہ اس میں اتنا وقت صرف ہوا ہے جتنا ایک دفت کی نماز فرض میں صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کم، یہاں تک کہ بعضوں کے لئے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا زَمَانًا اَمْرًا السَّاعَةِ اِلَّا تَسْمَعُ لِنَبْرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (۲) ”اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی“

اس دن اللہ عزوجل حضور اقدس ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا کہ تمام اولین و آخرین آنحضرت کی حمد و ستائش کریں گے۔ نیز آپ کو ایک جھنڈا مرحمت ہوگا جس کو لوٹے حمد کہتے ہیں، تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اسی کے نیچے ہوں گے۔

حوض کوثر: قیامت کے دن ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا اور ہر نبی کی امت کی الگ الگ پہچان ہوگی۔ جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو ان کو نہایت شدت کی پیاس ہوگی، ہر نبی اپنی اپنی امت کو اس علامت سے پہچان کر اس حوض سے پانی پائے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا نام کوثر ہے وہ سب حوضوں سے بڑا ہے اور حضرت کی امت کی پہچان یہ ہے کہ ان کے دھنوں کے اعضا نہایت روشن ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ کا حوض یعنی حوض کوثر ایک ماہ کی مسافت کی درازی میں ہے اس کے کنارے برابر یعنی زاویہ قائمہ ہیں اور اس کے کناروں پر موتی کے تپے ہیں اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا۔ گلاب اور مشک سے زیادہ خوشبودار۔ سورج سے زیادہ روشن اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، اس کے برتن (آب خورے) ستاروں کی مانند چمک دار اور بکثرت ہیں اس میں حنت سے دو پرنا سے ہر وقت گرتے رہتے ہیں ایک سونے کا دوسرا چاندی کا۔ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے جام عمر بھر کر پلائیں گے۔ مومنین اسے پی کر خوش حال ہوں گے جو ایک بار پنی لے گا پھر پیاس نہ ہوگا یعنی حشر کے میدان میں اس کو پیاس نہ لگے گی۔ مرتد کافر اور مشرک حوض کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے۔ بعض علماء کے نزدیک اسلام کے کمرہ فرقی مثل شیعہ، خوارج اور معتزلہ وغیرہ بھی اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہل صراط پر گزرنے کے بعد حوض کوثر پر اہل مشرک آئیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ حساب سے پیسے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو قبر سے اٹھتے ہی یہ پانی ملے گا اور بعض کو گناہوں کے جب دیر میں ملے گا یہاں تک کہ بعض کو ہل صراط پر گزرنے کے بعد اور بعض کو دوزخ سے خلاصی یا کر جنت میں جانے سے پہلے ملے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ اُس روز لوگوں کو پانی پلائیں گے ان کے ساتھ در صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک ہوں گے۔ پس حوض کوثر حق ہے۔ البتہ اس کا طول عرض و دیگر کیفیت خبر احاد سے ثابت ہیں جو مرتبہ ظن میں ہیں۔ جنت ہو دوزخ، اور اعراف حق ہیں، ان میں کسی قسم کا شک نہیں، برے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

دوزخ کا بیان یہ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے اور اس کے قہر و غضب کی کوئی حد نہیں کہ ہر تکلیف جس کا تصور کیا جاسکتا ہے اس کے بے انتہا عذاب کا ادنیٰ سا حصہ ہے۔ پس دوزخ کا عذاب بے تہادرجہ کا ہے جس کا مختصر حال قرآن

راہِ ایت سے مستفاد کر کے پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے :- روزِ بخ کے سات طبقے ہیں ۱۔ جہنم، ۲۔ نعلی، ۳۔ حطہ، ۴۔ ستر، ۵۔ سیر، ۶۔ مجیم، ۷۔ اویان ساتوں طبقوں میں کم و بیش اور مختلف قسم کا عذاب ہے ہر قوم اپنے اپنے گناہ کے موافق ان میں الگ الگ داخل کی جائے گی۔ اگر روزِ بخ سے ایک خشکائی کی برابر آگ لائی جائے تو کل زمین و آسمان کو زراعی دریا میں فنا کر دے۔ دنیا کی آگ اس کے ستر جڑوں میں سے ایک جڑ ہے، آدمی اور پھر اس کا ایہ من ہیں مگر جہنم بے سوئی کے ناکے کی برابر سوراخ کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں گے، نیز اگر جہنم کا کوئی دار و غدا اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کل کے کل اس کی ہیبت سے مر جائیں، مگر جہنموں کی زنجیر کی ایک کڑی دیا کے پھاڑوں پر رکھ دی جائے اور تو وہ کاٹنے لگیں اور انھیں قر، رنہ ہو یہاں تک کہ اس کے نیچے کی زمین تک ڈھس جائے اور دوزخیوں کے کپڑے کا ایک پرزہ بھی تنابہ بودار اور گندہ ہوگا کہ اگر تمام مخلوق مر جائے تو بھی ان کی بدبو اس کی بدبو اور گندگی کو نہ پہنچ سکے۔ اس کی مہرائی خدا ہی جانے کہ کتنی ہے، مگر پھر کی چٹان اس کے کنارے سے اس میں پھنکی جائے تو ستر برس میں بھی اس کی نہ تک نہ پہنچ سکے۔ دوزخ کی بعض وادیاں ایسی ہیں کہ خود دوزخ بھی ہر روز ستر مرتبہ یا زیادہ ان سے پناہ مانگتی ہے، دوزخ کا ادنیٰ عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی جوتیوں و دوزخی کو پہنائی جائیں گی ان کی وجہ سے اس کا دماغ ہانڈی (پتیلی) کی طرح اُبے گا وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔ اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے مثلاً آگ کے مکان آگ کا فرش کھانے کو زقوم (تھوہر) کہ جس کا ایک قطرہ اہل دنیا کی زندگی کو فاسد کر دے۔ پینے کے لئے پیپ کہ جس کا ایک ڈول ساری دنیا کو سراسر، پانی ایسا کھوتا ہو دیا جائے کہ منہ کے قریب آتے ہی منہ کی ساری کھال گل کر اس میں پڑے گی اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو کڑے کڑے کر دے گا اور وہ شور بے کی طرح بہ کر پانخانے کے رستے قدموں کی طرف نکلیں گی گندھک کے کپڑے پہنے کو ملیں گے جس کے سبب سے اور زیادہ آگ لگے گی۔ اگر ایک کھال جل کر دور ہو جائے گی تو اسی وقت دوسری کھال تیار ہو جائے گی۔ گلے میں ایسے گرم طوق و زنجیر ہوں گے کہ جن کی گرمی سے پہاڑ موم ہو جائے۔ کفار کو سر کے بل چلوا دیا جائے گا، بڑے بڑے کانٹے چھوئے جائیں گے، بھاری گرروں سے فرشتے ماریں گے۔ سختی (بڑی جہم کے) اونٹوں کی گردن کی برابر بچھو اور اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ کس قدر بڑے بڑے ساپ ہوں گے اگر ایک ساپ ڈس لے تو اس کی سوزش اور درد وہ جتنی ہزار برس تک قائم رہے وغیرہ مختلف قسم کا عذاب ہوگا ان کے منہ کا لے اور شکنیں ایسی بد نما اور کرہ جوں کی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لا یا جائے تو تمام لوگ اس کی بد صورتی اور بد بو کی وجہ سے مر جائیں، ان کا جسم اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانے سے دوسرے شانے تک تیز سوار کے لئے مین دن کی راہ ہے، ایک ایک ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی، کھال کی موٹائی بیالیس ذراع کی ہوگی۔ زبان ایک دو کوں تک منہ سے باہر نکلتی ہوگی کہ لوگ اس کو رندیں گے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جیسے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک۔ اور اوپر کا ہونٹ سوج کر چھ مرکوبچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک نال کو آگے گا۔ علیٰ لہ انقیاس دوزخ میں کفار کی شکل نہایت مکروہ اور غیر انسانی ہوگی، بہت ذلیل و خوار ہوں گے ہر لحاظ عذاب الہی ان کے لئے سخت ہوتا جائے گا وہ موت مانگیں گے تو ان کو موت نہ آئے گی۔ یعنی ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہیں گے اور عذاب الہی سے ارزا دروئیں گے۔ مسلمان گنہگار بقدر گناہ عذاب چکھ کر یا آنحضرت ﷺ کی برکت و شفاعت سے جلد ہی ہی چھٹکارا پائیں گے۔ نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، رَبَّنَا أَدْخِلْنَا الْفِرْدَوْسَ وَأَجِرْنَا مِنَ النَّارِ

جنت کا بیان جنت، ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا۔ نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا اس لئے اس کی تعریف میں جو کچھ بھی کہا جائے وہ صرف سمجھنے

کے لئے ہے ورنہ حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

نقل ہے کہ حساب کے بعد مومن جنت کی طرف روانہ ہوں گے۔ اول چشمہ رضوان پر پہنچیں گے، اس میں تمام مومن غسل کریں گے جس کی وجہ سے ان کے چہرہ کارنگ چودہویں رات کے چاند کی مانند چمکنے لگے گا اور بدن صاف ہو کر ان کی خوبصورتی بے حد ہو جائے گی ہر ایک یوسف ثانی معلوم ہوگا۔ عورتیں بھی کمال درجہ زیب و زینت والی ہو جائیں گی کہ حورین بہشتی بھی ان کا جمال دیکھ کر رشک کریں گی۔ اگر ان عورتوں کی ایک انگلی بھی یہاں آجائے تو تمام جہن شرق سے مغرب تک روشن ہو جائے۔ بعد ازاں تمام اُمّیں صف بستہ کی جائیں گی، اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام آتش صلوٰۃ میں اور ہقی انبیاء کی اُمّیں چالیس صفوں میں ہوں گی ہر ایک امت کو ایک بلند نشان ملے گا اور نشان محمدی سب سے پسندیدہ ہوگا۔ بہشتیوں کے استقبال کے لئے ایک لاکھ فرشتے نورانی معطر تھیں گے کر آئیں گے۔ اور ہر ایک اہل بہشت کے لئے چست و چالاک زیب و زینت والے براق میں گے اور عورتوں کو بڑے بڑے نورانی اونٹ ملیں گے جن کے کپڑوں میں وہ بیٹھیں گی ہر ایک کے سر پر تاج ہوگا یہ سب ان کے نیک اعمال کی جزا ہے اور ہر ایک کو ستر ستر خاص ملے ہوں گے جن میں سے جسم کا تمام بقرہ نظر آئے گا اور وہ ہر ہر کھڑی میں اپنا رنگ بدلیں گے۔ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت بہشت کی طرف روانہ ہوگی اس کے بعد باقی اُمّیں آگے پیچھے چلیں گی اور فرشتے نورانی معطر طشت (تھال) آتھ حضرت ﷺ کے سامنے پیش کریں گے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کو پھر دیگر لوگوں کو پیش کریں گے۔ سب سے آگے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم تشریف لے چلیں گے اور ستر ہزار فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہمراہ ہم رکاب ہوں گے اور دس کروڑ خوش، لیون گلان خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے ہوں گے۔ جنت میں ہر طرف خوشی کے شاد دینے ہیں گے۔ ملائک (فرشتے) حوریں (بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت بہشتی خادم عورتیں) و رغلام (خوبصورت نفیس و لطیف بہشتی خادم لڑکے) طرح طرح کے تماشے کریں گے اور خوشیاں منائیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ستر ہزار چست و چالاک اور ہاکم ل زیب و زینت کو تل براق ہوں گے اور نورانی فرشتے باگیں پکڑ کر چلیں گے اور تمام ملائک میں خوشی کا غلغلہ بند ہوگا۔ بہشت میں پہنچ کر بہشتی اللہ تعالیٰ کی حمد (تقریف) کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِحَدِّیْہِ وَہَدَہٗ زَاوَدْنَا الْاَرْضَ نَبَّوْا مِنْ الْجَنَّةِ حَبِیْثُ نَشَاءُ فَبِعِزِّ اَحَرُ الْعَمَلِیَّہِ (۱) ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں۔ سو کیا خوب بدل ہے عمل کرنے والوں کا“ پھر اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمائے گا کہ اپنی امت کو بہشت کے دائیں طرف لے آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر بسم اللہ پڑھیں گے۔ تب بفضلہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں قدم رنجہ فرمائیں گے اور پیچھے پیچھے مومنین اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے داخل ہوں گے۔

بہشت کے آٹھ درجے ہیں جس کا ہر درجہ دوسرے سے اعلیٰ ہے۔ ہر مومن اپنے مرتبہ کے موافق ان کو حاصل کرے گا، ۱۔ دارالقلہ۔ یہ عالم لوگوں کے واسطے ہے۔ اس کی بنیاد خالص چاندی کی ہے، ۲۔ دارالسلام، جو فقیروں اور صابروں کا مقام ہے، یہ تمام سرخی و قوت کا بنا ہوا ہے، ۳۔ دارالمقام جو، نادر شکر گزاروں کا مقام ہے، یہ سوئے کا بنا ہوا ہے، ۴۔ عدن یہ عابدوں، زاہدوں، عابدوں، اموں اور اہل سخاوت کے لئے بنایا گیا ہے، نور سبز زمرہ کا بنا ہوا ہے، ۵۔ دارالقرار، مردار یہ سے بنایا گیا ہے جس میں حافظہ اور عام قیام کریں گے، ۶۔ جنت النعیم یہ لعل و زمرہ سے بنا ہوا ہے جو شہیدوں اور مؤمنوں کے لئے ہے، ۷۔ جنت الدوی جو شہدائے اکبر کمسن اور اولیائے کرام کا

مقام ہے، ۸۔ جنت الفردوس جو نبیوں، رسولوں، اور علمائے عالین کی جگہ ہے۔ فردوس بریں کے اوپر غرہ نور ہے، یہ مقام سرور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ نیز مقام محمود اور وسیلۂ جنت کا خاص درجہ بھی رسول اکرم ﷺ کو عطا ہوگا۔ اور پھر ان بہشت درجات میں بھی بے شمار درجات ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جنت کے سورتے ہیں ہر دور جس میں وہ مسافت ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ہے (۱) اور اگر تمام عالم ایک درجے میں جمع ہوں تو سب کے لئے گنجائش ہے (۲) اگر تمام دنیا کے سم و زر کو دس گنا کیا جائے تو ایک ادنیٰ سا بہشتی بھی اس سے زیادہ نعمت پائے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے ایک ہزار بادشاہوں سے زیادہ اُس کی شان ہوگی۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مؤمن کو جو مکان ملے گا اس کی ایک ایک اینٹ سونے کی اور ایک ایک چاندی کی ہوگی، زعفران و مشک کا گارا ہوگا اس کے کنکرے لعل اور زمرہ کے ہوں گے، مشک و غیر سے گچ ہوگا اور لعل و زمرہ سے گندھا ہوا ہوگا، اس مکان میں ستر ہزار دانا ہوں گے جن میں سے ہر ایک پانچ صد میل کی مسافت پر فراخ ہوگا اور طرح طرح کی پھلکیں ہوں گی جن میں حور و غلمان اور گانے والے بے شمار ہوں گے، خوش امان معنی (مکویہ) عجیب و غریب رنگ کا رہے ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے جنت عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے ایک یا قوت سرخ کی ایک زبرد کی اور مشک کا گارا ہے اور گھس کی جگہ زعفران ہے موتی کی کنکریاں عہر کی مٹی ہے۔ غرض قسم قسم کی نعمتیں ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کے لئے ہوں گی اس میں قسم قسم کے گلزار ہوں گے جن ہوں گے اور ہر ایک درخت میں لاکھوں رنگ کے میوے ہوں گے درختوں کے تنے سونے کے شاخیں لعلوں کی چتے زمرہ کے ہوں گے اور بہت وسیع ہوں گے وہ میوے بہت لذیذ ہوں گے اگر ان میں کا ذکر ساکڑا بھی کسی مردے کے منہ میں ڈال دیا جائے تو وہ فوراً زندہ ہو جائے اور وہ میوے ہمیشہ یک حال پر رہیں گے کبھی کم نہ ہوں گے۔ جنت میں مؤمن کے لئے ایک موتی کا نیمہ تیار ہوا ہوگا کہ اس کا عرض (یا بلندی یا طول یا خفاف روایت) ساٹھ میل کے برابر ہوگا اور ہر ایک گوشے میں مؤمن کی بیویاں ہوں گی کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھیں گی، مؤمن سب کے پاس جائے گا۔ جب ایک عام مؤمن کے لئے یہ اعزازات و درجات ہوں گے تو خاص اور خاص الخاص حضرات کے درجات و مقامات کی بلندی کا کیا کہنا۔

جنت کی چار نہریں بہشت میں چار نہریں (۳) اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہیں: قال استیعلیٰ منہل السجۃ الثبی وعبذ المتفقون لیہا أنہار من ماء و غیرہ ایسی و آنہار من لبن و آنہار من خمر لثبیر بین و آنہار من غسل مٹصفی و لیہم فیہا من کل الثمرات و مغفرۃ من ربہم (۴) اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو عنایت کرنے کا کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں، ایسے پانی کی نہریں ہیں جس کا پانی زیادہ دیر رہنے سے کبھی متغیر نہیں ہوتا بلکہ اس کا وہی اصلی ذائقہ رہتا ہے اور دنیا کے پانی کی طرح نہیں ہے اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ بھی دیر تک رہنے سے نہیں بگڑتا اور شراب کی نہریں جو نہایت خوش ذائقہ ہیں اور خالص صاف شہد کی نہریں ہیں۔ نیز بہشت میں بہشت والوں کے لئے ہر قسم کے میووں کے پھل موجود ہیں اور ان کے رب کی طرف سے ان کے لئے مغفرت ہے۔ اس شہد و دودھ جیسی دنیا کی کوئی چیز میٹھی اور سلید نہیں ہے اور نہ اس پانی اور شراب کی مٹاؤں دنیا میں مل سکتی ہے وہ شراب ایسی نہیں جس میں بدبو، کڑواہٹ اور نشہ ہو، یا پیسے سے غسل جاتی رہے اور آپے سے باہر ہو کر بے ہودہ بکتے پھریں بلکہ وہ شراب ان سب میووں سے پاک و منزہ ہے وہ ان کی نہریں زمین کو کھود نہیں جاری کی بات بلکہ زمین کے دیر اوپر روں ہیں۔ نہروں کا ایک کنارہ موتی کا دوسرا قوت کا در نہروں کی زمین خالص مشک کی ہے وہ چاروں نہریں شہد و شراب بہت سی نہریں ہو جائیں گی اور ہر ایک کے مکان سے بہتی ہوئی گزریں گی اس لئے قرآن پاک میں ہر ایک نہر کو انہر صبیح جمع فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو ان کے مکالموں پر یہ

لعتیں عطا فرمائے گا۔ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر سو برس تک سوار اس کے سائے میں چلے تو بھی ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے بازو تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہوگی بھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ شانے سے شانہ چھٹتا ہوگا بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چرچانے لگے گا۔ ہر ایک جنتی کے لئے منہری تخت کمال زیب و زینت کے ساتھ ہوگا ہر طرف حور قصور ہوں گے فلان سائے ہوں گے۔ حوریں نورانی مخلوق ہیں جن کی خوبصورتی کی کوئی حد نہیں ہے اگر حور زمین کی طرف جھانکے تو جنت سے زمین تک سب روشن ہو جائے اور خوشہو سے بھر جائے اور چاند سورج بھی ماند پڑ جائیں، حور کے سر کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر اگر حور اپنی پھٹی زمین آسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے ظائق فتنے میں پڑ جائے گی اور اگر اپنا دوپٹہ ظاہر کرے تو اس کی چمک کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان و زمین اس سے آراستہ ہو جائے۔ اگر جنتی کا نگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی کو مٹا دے جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتا ہے۔ جنت میں سوار کے کوزا ڈالنے کی جگہ (عام و معمولی جگہ) بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اسی طرح وہاں کے کھانے اور لباس کی خوبیاں بیان سے باہر اور بے قیاس ہیں، کھانا پینا، آرام، خوشی، جماع، لذت وغیرہ بہشتیوں کو بہت حاصل ہوگا اور جو چیز چاہیں گے اسی وقت ان کے سامنے موجود ہوگی مثلاً اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کا گوشت کھانے کو مانی چاہے گا تو اسی وقت اس کا بھنا ہوا گوشت اس کے پاس آ جائے گا۔ اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہوگی تو کورے خود بخود ہاتھ میں آ جائیں گے۔ ان میں ٹھیک اندازے کے مطابق پانی، دودھ، شراب اور شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قہرہ کم نہ زیادہ۔ پینے کے بعد وہ کوزے خود بخود جہاں سے آئے تھے وہاں چھپے جائیں گے غلیظہ القیاس۔ اور ان کی لذت دنیاوی لذتوں سے سینکڑوں گنا زیادہ اور بے ضرر ہوگی۔ بھنا کھائیں گے سیری نہ ہوگی اور کھانا بھی کم نہ ہوگا۔ میوؤں کی شکل اگر چہ دیکھنے میں، یک جیسی ہوگی مگر مزہ مختلف ہوگا۔ دہن نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، ریشہ، کان کا میل اور بدن کا میل وغیرہ ہرگز نہ ہوں گے۔ بلکہ خواہ کتنا ہی کھائیں ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی یا فرحت بخش خوشبودار پسینہ آئے گا اور کھانا پینا ہمیشہ ہو کر سب بوجھ اور گرانی دور ہو جائے گی اور ڈکار اور پسینے کی خوشبو مشک اور کافور سے زیادہ ہوگی ہر شخص کو سو آدمیوں کے کھانے پینے اور جماع کی طاقت دی جائے گی اور کوئی جنتی اولاد کی خواہش کرے گا تو اس کو فوراً ایک ساعت میں تمام منازل حمل، وضع حمل اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی) طے ہو کر خواہش کرتے ہی یہ مراد حاصل ہو جائے گی۔ اگر کوئی چاہے گا کہ سواری پر سوار ہوں تو اس کو اسی وقت ایسی چالاک سواری ملے گی جو سوار کو لے کر ایک بل بھر میں صد ہا منازل تک لے جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح و تکبیر و تہلیل و تہلیل و بلا قصد مثل سانس کے جاری ہوگی، کم سے کم ہر شخص کے سر ہانے دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے۔ خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے میں سونے کا اور ہر پیالہ میں نئے نئے رنگ کی نعمتیں ہوں گی بھنا کھانا جائے کالذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی، ہر لقمے میں ستر مزے ہوں گے اور ہر مزہ دوسرے سے ممتاز ہوگا وہ معاحسوس ہوں گے، ایک کا احساس دوسرے سے مانع نہ ہوگا۔ ہر ایک جنتی کو حور عین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی ہڈیوں کا مغز دکھائی دے گا جیسے سفید شیشے میں سرخ شراب دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انھیں یا قوت سے تشبیہ دی ہے۔ یا قوت میں سوراخ کر کے اگر ڈور ڈالا جائے تو ضرور ہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرے کو اس کے رخسار میں آئینے سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنیٰ درجے کا جو موتی ہوگا وہاں ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کرے اور ایک ردا یت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں پر رکھے گا تو سینے کی طرف سے کپڑے، جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کنواری باسنے گا مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کوئی

حور سمندر میں تھوک دے تو اس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہو جائے۔ بروایت سات سمندر شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں۔ ہر جنتی کے سر ہانے اور پانچتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی مگر ان کا گانا یہ شیطانی طرا میر نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی حمد و پا کی ہوگا وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز بھی نہ سنی ہوگی اور وہ یہ بھی گائیں گی کہ ”ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ مریں گی۔ ہم چین والیاں ہیں کبھی تکلیف میں نہ پڑیں گی۔ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ مبارک باد اس کے لئے جو ہمارا اور ہم اس کے ہوں۔“ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے جو دیکھے بیہوش ہو جائے اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کر سکیں۔ اگر بہشت کی ان نعمتوں میں زمین و آسمان کو ڈال دیا جائے تو اس طرح مل جائے کہ کچھ پتہ نہ چھے۔

بازار سوق الجنة: جنت میں ایک بازار ہے جس کا نام سوق الجہنہ ہے، اس بازار میں طرح طرح کی نعمتوں کے ذخیرہ لگا دیئے جائیں گے، اس میں جنتیوں کے لئے کرسیاں اور منبر، یا قوت، زمرہ، موتی، لعل، زبرجد اور دیگر قسم کے جواہرات اور سونے چاندی کے نورانی ہون گے جو صرف مومنوں کے لئے تیار ہوں گے جو اہل کے انداز سے کے ہو جب ہر ایک جنتی کو دیئے جائیں گے ان میں کا دلی جنتی ٹھک اور کافور کے نیلے پریشے گا ان میں کوئی خود کو دلی نہیں سمجھے گا بلکہ اپنے گمان میں کرسی والوں کو بھی کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے سب بحالت سرور ان پریشیں گے اور لٹائے ہادی تعالیٰ (وید رالہی) سے مشرف ہوں گے اور اس وقت بحالت ظللہ ہادی تعالیٰ کی حمد پڑھیں گے، جنت کی تمام نعمتیں فراوان ہو جائیں گی اور پھر ہوش میں آ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چورہویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر قلمی فرمائے گا ان میں سے کسی سے فرمائے گا ”اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے کہ جس دن تو نے ایسا ایسا کیا تھا“۔ دنیا کے بعض معاصی پر دلائے گا۔ بندہ عرض کرے گا۔ اے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہ دیا۔ فرمائے گا ہاں میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تو اس مرتبے کو پہنچا۔ وہ سب اسی حالت میں ہوں گے کہ اب رہا جائے گا اور ان پر خوشبو برسائے گا کہ اس بھی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی پھر حضرت جل و علا کا ارشاد ہوگا کہ اس بازار سے جن چیزوں کی تمہیں خواہش ہو اور جو عجیب و غریب تھے اور اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں تم پسند کرو لے لو۔ مثلاً سندس یعنی لای (ہار یک ریشم) استہرق تافے (مونا ریشم) اور ابریشم قسم قسم کے لباس اور نہایت آبدار بے شمار موتیوں وغیرہ اور جب جنتی اپنی اپنی خواہش کے مطابق تحائف پسند کریں گے تو ان تحفوں کو فرشتے جو اس بازار کو گھیرے ہوئے ہوں گے ان جنتیوں کے گھر پہنچا دیں گے۔ ملائکہ خاص ہر ایک جنتی کو شتر اور براق عنایت کریں گے۔ جنتی اس بازار میں باہم ملاقات کریں گے۔ چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا تو اس کا لباس پسند کرے گا۔ ہنوز گفتگو ختم نہ ہوگی کہ خیال کرے گا میرا لباس اس سے اچھا ہے اور یہ اس لئے کہ جنت میں کسی کے لئے غم نہیں۔

بہشت آجما کہ آزارے نہ باشد کسے را ہا کسے کارے نہ باشد

بمردہاں سے اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس آئیں گے اس وقت ان کی بیویاں ان کا استقبال کریں گی اور مبارک باد دے کر کہیں گی کہ اب آپ کا حسن و جمال اس وقت سے کہیں زیادہ ہے جبکہ آپ ہمارے پاس سے گئے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار جبار کے حضور میں ہمیں بیٹھنا نصیب ہوا اس لئے ہمیں ایسا ہو جانا سزاوار تھا۔ عام مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہر بیٹھے میں جیسے کے دن ہوا کرے گا اور خاص مومنوں کو ہر روز دو بار فجر اور عصر کے وقت اور خاص خاص مومنوں کو ہر وقت اور ہر گھڑی یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوگی۔ اور جنت میں دیدار ہادی تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ ہوگی۔

اہل جنت خواہ مرد ہوں یا عورت ان کا حسن سچہ (بہت زیادہ) ہوگا۔ سب بے ریش ہوں گے، سر، بالوں اور بھوک کے ہالوں

کے علاوہ ان کے بدن پر کبھی ہل نہ ہوں گے۔ سب کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں ہوں گی۔ مرد و عورت خواہ کسی عمر کے ہو کے دنیا سے گزر رہے ہوں وہاں سب نوجوان ہوں گے گویا کہ ان کی عمر ۳۰، ۳۲، ۳۵ برس کی ہوگی (پہلے زمانے میں ۳۳، ۳۲ سال کی عمر میں جوانی شروع ہوتی تھی)۔ ان کے قد کی لمبائی ۳۰ گز ہوگی عورتیں بھی نوجوان ہوں گی کبھی اس سے زیادہ عمر کے معصوم نہ ہوں گے۔ جنتی سب ایک دل ہوں گے آپس میں کوئی اختلاف و بغض نہ ہوگا۔ ایک دوسرے کو سلام تو کہیں گے باقی اور کوئی قس کلامی اور گناہ کی بات وہاں سننے میں نہیں آئے گی جو شخص ایک مرتبہ جنت میں داخل ہو جائے گا پھر وہاں سے نہ نکال جائے گا بلکہ ابد الابد تک وہیں رہیں گے۔ جنت میں موت نہیں ہے اور نہ نیند، کیونکہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے۔ اقصیٰ جنت کی خوبیاں اتنی بے شمار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کے لئے جنت ایسی تیار کی ہے کہ نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی نہ کالوں نے سنی نہ کسی کے دل میں اس کی صفت گزری اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی اس کی خوبیوں کو بھر جاتا ہے، یہ جہاں تک بیان کرے۔ یہ اجمالی بیان قرآن و احادیث سے اخذ ہے مزید تفصیل کے لئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں یا پھر اللہ تعالیٰ جس کو نصیب کرے گا وہاں جا کر دیکھ لے گا۔ اَللّٰهُمَّ

هَبْ لَنَا جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ وَاَرِزْنَا رِيَازَةَ وَجْهِكَ الْكَوْبَرِ بِخَبَاهِ جَبِيَّتِكَ الْوُثُوبِ الرَّجِيحِ غَلِيْهِ الصَّلٰوَةِ وَالْتَسْلِيْمِ اٰمِيْنَ

اعراف کا بیان: جن لوگوں کی نیکی اور بدی برابر ہوگی، دوزخ کے مستحق ہوں گے نہ جنت کے، لیکن جنت کی طمع رکھنے ہوں گے و شروع میں اعراف میں رہیں گے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں جائیں گے۔ اعراف جمع ہے، عرف کی عرف بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے جو جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کشتیوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہے، اس درمیانی دیوار کی بندی پر جو مقام ہوگا اس کو اعراف کہتے ہیں۔ (۱)

اصحاب اعراف کون لوگ ہیں؟ قرطبی نے اس بارے میں بارہ اقوال نقل کئے ہیں مثلاً بعض علماء کے نزدیک شہدایا مومنین کا مین یا ملائکہ امیوں کی شکلوں میں اعراف پر ہوں گے اور فضل و کرامت کے سبب دوزخ و جنت کے عذاب و ثواب کی سیر دیکھیں گے اور اپنے مکانات جنت میں دیکھ کر خوش ہوں گے اور بغرض سیر اعراف پر نہیں گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل اعراف وہ مومنین جن کے پاس شریعت نہ پہنچی تھی یا کفار کی اولاد ہے جو تابلیغ فوت ہوئی ہے پس یہ لوگ نبی ﷺ کی شفاعت سے آخر کار جنت میں داخل ہوں گے۔ ہمارے علماء کے نزدیک ان میں راجح اور صحیح دعویٰ قول ہے جو حضرت حذیفہ، ابن عباس ابن مسعود وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکابر سلف و خلف سے منقول ہے یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات و سیئات (نیکی و بدی) برابر ہوں گے وہ اصحاب اعراف ہیں اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو سجدہ کرنے کا حکم ہوگا وہ سجدہ کریں گے پھر یہ نیکی زیادہ ہو جائے گی اور ان کو جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔ گویا اصحاب اعراف یمن کی ایک کمزور قسم ہے جس طرح سابقین مقررین فی الحقیقت اصحاب یمن کی ایک ایسی قسم ہے جو اپنا اولوالعزمیوں کے فضیل عام اصحاب یمن سے آگے نکل گئے ہیں اس کے بالمقابل اصحاب اعراف ان سے گری ہوئی قسم ہے جو اپنے اعمال کی کثافت کی وجہ سے عام اصحاب یمن سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں، یہ لوگ اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقوں کی کیفیات سے متاثر ہوں گے

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف از دوزخیں بدس کہ اعراف بہشت است

اور دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے جنتیوں کو ان کے سفید نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی رو سیاہی اور بد بختی سے۔ بہر حال اہل اعراف جنت والوں کو دیکھ کر سلام کہیں گے، خود جنت کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخر کار پوری (۱) بعض نے کہا کہ اعراف بمعنی معرفت ہے کہ اس مقام سے اہل جنت و اہل دوزخ ان کی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔

کردی جائے گی اور جب اُن کی نظر اہل دوزخ کی طرف پڑے گی تو خدا سے ڈر کر ہٹا ہٹائیں گے کہ ہم کو ان دوزخیوں کے ذمے میں شامل نہ کیجئے۔ ان لوگوں کی حالت خوف اور اُمید کے درمیان ہوگی قال اللہ تعالیٰ وَتَبْتَهِمُ مَا خِصَابٌ رَّعَلٰی الْاَهْوَابِ رَجَالٌ يَعْرِفُوْنَ تَكْلَافًا بَیِّنًا مَّهْمُہُمْ وَفَاتُوْا اَصْحٰبَ الْخَنَیْۃِ اَنْ مَّسَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلٰیہُمْ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَفَعَلُوْا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ اللّٰہُ لَہُمْ اَنْۢحٰرًا مَّا رَآوْا سَیَرٰتِہُمْ فَاٰیٰتُ اللّٰہِ لَیْسَ بِمُحْضَرٍّ عَلَیۡہِمْ شَیْۃٌ وَّہُمْ یَطْمَئِنُّوْنَ (۱) ”اور ان دلوں کے درمیان میں ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت آدی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانیں گے اور اہل جنت سے پکار کر کہیں گے سلاستی ہے تم پر ابھی یہ (اہل اعراف) جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے“ آیات مذکورہ سے یہی مضمون مستفاد ہوتا ہے کہ اعراف اور اس پر آ دیوں کا ہونا حق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

فائدہ: جنت اور دوزخ پیدا ہونے کی وجہ سے اور اب بھی موجود ہیں۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا قصہ کہ وہ جنت میں رہے پھر وہاں سے نکلے گئے جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور بھی بہت سی آیات اور احادیث اس مطلب کو ثابت کرتی ہیں اور حد تو از کو پہنچ چکی ہیں پس اس کا انکار کفر ہے دوزخ اور جنت کی حقیقت میں اختلاف ہے بعض روحانی کہتے ہیں بعض جسمانی کے قائل ہیں مگر یہ نزاع عقلی ہے کیونکہ جو جسمانی کے قائل ہیں وہ ایسا جسم نہیں کہتے جو کہ قابلِ نقیض ہو بلکہ جسم لطیف کہ جس کو روح سے تعبیر کرتے ہیں اور جنت (۲) و دوزخ میں ثواب و عقاب کے لئے انسان کے اعمال مناسب ظہور کرتے ہیں اچھے اعمال حور و قصور بن چاتے ہیں برے سانپ و بچھو کی صورت میں آگے آتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہفت دوزخ چھ اعمال بدت

ہشت جنت چھ اعمال حوث

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ لوری ہے نہ ناری

واللہ اعلم بالصواب

(۱)۔ الاعراف ۴۶

(۲)۔ ابتدا احادیث سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ علاوہ ان نعمتوں کے جو جنت میں پیدا ہونے لگی ہیں یوماً یوماً اور نعمتیں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں اب اس حدیث کے معنی ظاہر ہو گئے کہ جنت میں میدان ہے مطلب یہ کہ بعض حصہ جنت کا ایسا ہے کہ کثرتِ افعال صالحیہ سے اس میں اشیاء و غیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

ایمان کے ارکان، احکام اور شرائط وغیرہ

ارکان ایمان

ایمان کے دو درکن ہیں:

۱۔ اقرار باللسان یعنی دین کے احکام جو تواتر و ضرورت کیساتھ عمل و منسل طور پر ہم تک پہنچے ہیں (جن کا بیان ایمان بمثل و منسل کے باب میں ہو چکا ہے) ان کا زبان سے اقرار کرے۔

۲۔ تصدیق بالقلب یعنی ایمان کی ہر دو اقسام مذکورہ کی دل سے تصدیق کرے، دس سے ان کو ماننے اور یقین کرے۔ اگر کوئی زبان خفیہ اقرار کر لے کہ جس کو کوئی دوسرا نہ سنے دینی چاہئے اور عند اللہ مؤمن ہے۔

اب اس اقرار و تصدیق کی چار صورتیں ہوں گی:

۱۔ وہ شخص جس نے زبانی اقرار اور قلبی تصدیق دونوں کا اظہار کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مؤمن ہے۔ ورنہ جنت کا مستحق ہے اور دنیا کے لوگوں کے نزدیک بھی مؤمن اور دنیا میں حقوقی مؤمن کا حق دار ہے۔

۲۔ جو شخص ہر دو ارکان ایمان سے محروم رہا۔ وہ عند اللہ بھی کافر ہے ہمیشہ کی دوزخ کا مستحق ہے اور عند الناس بھی کافر اور دنیا میں حقوق و احکام ایمان سے محروم ہے۔

۳۔ وہ شخص جس نے دل سے تصدیق تو کی لیکن زبان سے اقرار نہیں کیا (یعنی موقع ملنے اور مطالبہ کئے جانے پر اقرار نہ کیا) تو احکام دنیا میں اس کو مؤمن نہ کہا جائے گا اور دنیا میں جو رعایتیں اور حقوق مؤمن کو ملتے ہیں وہ ان سے محروم رہے گا، کیونکہ تصدیق بالقلب ایک پوشیدہ چیز ہے ہر شخص اس کو نہیں جانتا اس لئے شریعت نے اقرار زبانی کو تصدیق قلبی کا قائم مقام کیا اور اس کے لئے علامت مقرر کی تاکہ دنیا میں احکام اسلام اس پر حاکم ہوں، تاہم وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن ہے اور آخرت میں جنت کا مستحق ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے مثلاً حالت اکراہ میں یعنی کوئی شخص کسی مؤمن کے قتل پر یا عضو کاٹ ڈالنے پر آمادہ ہو کر یوں کہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کر، یا کوئی اور کلمہ کفر کہلوائے اور قتل وغیرہ کی دھمکی دے پس اگر مؤمن اس کو اس پر قادر سمجھے اور اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے زبان سے کلمات کفر کہہ دے اور دل میں وہی تصدیق و اطمینان ایمانی باقی ہو جو پہلے تھا تو اس زبانی اقرار کے جاتے رہنے سے وہ شخص عند اللہ کافر نہ ہوگا بلکہ مؤمن ہے اگرچہ لوگ سے کافر کہیں بشرطیکہ اس جبر و اکراہ کے جاتے رہنے پر ایمان پر ثابت قدم رہا۔ مگر افضل درجہ یہی ہے کہ جبر و اکراہ کے موقع پر بھی قتل ہو جائے اور کلمہ کفر نہ کہے۔

۴۔ اور وہ شخص جس نے دل سے تصدیق تو نہ کی فقط زبان سے اقرار کر لیا تو وہ لوگوں کے نزدیک ظاہر احکام میں مؤمن ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص کافر ہے اس کو شرع شریف میں منفق کہتے ہیں۔ منافقین اگرچہ دنیا میں مؤمن ظاہر کر کے اپنے آپ کو حد و شریعہ کی

رو سے متعلقہ کفار سے بچائیں لیکن آخرت میں ان کے لئے بھی ہمیشہ کی دوزخ ہے اور دوزخ کا عذاب ہے اِنَّ الْمُنَافِقِیْن لَیْسَ الذَّوْلُکَ الْاَسْفَلُ مِنْ النَّارِ (۱) ”بیک منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہوں گے۔“ آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا اور نبی کریم ﷺ نے ایک ایک کی نشان دہی فرمادی اور فرمایا کہ یہ منافق ہے، اب اس زمانے میں کسی خاص شخص کو یقین کے ساتھ منافی نہیں کہا جاسکتا بلکہ ہمارے سامنے جو دعویٰ اسلام کرے جب تک اُس سے ایسا قول یا فعل جو منافقِ ایمان ہو صادر نہ ہو جائے، ہم اُس کو مسلمان ہی سمجھیں گے۔ پس نبی زمانہ ایمان و کفر میں ظاہری اعتبار سے واسطہ نہیں آدی یا مسلمان ہو گیا یا کافر، تیسری کوئی صورت نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔ اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ کافر اگر چہ دل میں نبی ﷺ کو سچا اور برحق جانتے تھے لیکن ان کا یہ جاننا معرفت کے درجے میں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَرَسَدْنَا عَنْهُمْ** (۲) ”وہ اُس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اودا کو پہچانتے ہیں“ لیکن تعذیبی (دل سے ماننا) معرفت سے الگ چیز ہے۔ معرفت قدرتی چیز ہے اور تعذیبی اختیار اور ارادے سے متعلق ہے جو ان میں نہ پائی گئی اسی لئے کافر ہوئے اور عذاب ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا۔

مسئلہ: گو نگا آدی اقرار زبانی کی بجائے اشارے سے اقرار کرے، ورنہ گئے کو لوگ علامات یعنی نماز وغیرہ سے بھی پہچان سکتے ہیں اور یہ اس کے لئے رہائی اقرار کے مقام ہیں۔

ایمان کے احکام: جو شخص ایمان لایا اس کے لئے ایمان کے سات حکم ہیں (ان کو حقوق مومن بھی کہہ سکتے ہیں) پانچ دنیا میں۔ اس سے متعلق ہیں ۱۔ اس کو سوائے حکم شرعی قتل، ۲۔ قید نہ کریں گے، ۳۔ اُس کا مال ناحق نہ کھایا جائے گا، ۴۔ اُس کو ایذا نہ دی جائے گی، ۵۔ اس پر بدی کا ظن نہ جائے ہوگا جب تک کہ ظاہر نہ ہو جائے۔

دو آخرت میں ۱۔ مومن دوزخی قطعی یعنی دائمی نہ ہوگا اگرچہ اس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کئے ہوں سوائے شرک کے اور یہ تو بہ مرا ہوا خرکسی نہ کسی وقت جنت میں جائے گا۔

۲۔ نیکیاں اور بدیاں وزن کی جائیں گی جس کی نیکیوں بھاری ہوں گی وہ کامیاب ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا کمال درجہ فضل و کرم ہوگا اس کو اخیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے اور جس کی بدیاں غالب ہوں گی وہ بقدر گناہ سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

مومن عامی کو اللہ تعالیٰ چاہے تو بغیر عذاب کے محض اپنے فضل و کرم سے یا حضرت شفیع المذہب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا دیگر انبیاء و اولیاء کی شفاعت سے بخش دے اور جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو بقدر گناہ عذاب کر کے پھر جلد ہی جنت میں داخل کرے۔

مومن کو تا امید نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ ابھی ’د پر بیان ہوا کہ وہ مالک چاہے تو کبیر گناہ کو بھی بخش دے قال اللہ تعالیٰ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ الرَّبِّ (۳) ”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو“ ورنہ خوف بھی نہ رہتا چاہئے کیونکہ وہ مالک چاہے تو صغیر گناہ پر بھی عذاب دے۔ اسی

لئے حضور اور علیہ السلام نے فرمایا لَا یَمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ”ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔“

شرائط ایمان: ایمان کی سات شرطیں ہیں:

۱۔ ایمان بالغیب یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اگرچہ اسے دیکھا نہیں اسی لئے مرتے وقت عذاب کے فرشتے دیکھ کر ان کے خوف سے توبہ کرنا اور ایمان لانا (ایمان بالہاس) معتبر اور مفید نہیں بلکہ غیر مقبول ہے کیونکہ ایمان بالغیب نہیں رہا بلکہ یہ تو عذاب آخرت دیکھ کر

خوف سے ایمان لانا ہے۔ (مجھ یہ ہے کہ مومن کی توبہ بھی اس وقت غیر مقبول ہے)

۲۔ عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے جو غیب کا دعویٰ کرے اس کا ایمان خفا ہو جاتا ہے۔

۳۔ ایمان اختیار اور عقل و ہوش سے لانا۔ ایمان بالجبر مثلاً کانز کو کوئی زبردستی کلمہ پڑھائے۔ غرست و بیہوش کے ایمان کا اعتبار نہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال

۵۔ حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جانا۔

۶۔ قہرائی اور اس کے عذاب سے ڈرنا۔

۷۔ اُس کی رحمت کا امیدوار رہنا۔ پس اگر کوئی دس میں خوف الہی نہ رکھتے ہوئے غیبت کرے یا جھوٹ بولے یا کسی مومن کو ایذا دے تو اُس کا ایمان بھی جاتا رہے گا اور جو رحمت الہی سے ناامید ہوا یعنی یہ یقین کیا کہ وہ تو مرکز نہیں بننے کا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا يَتَّقَانِ تَمَنِّيَ الْغُيُوبِ وَالرَّجَاءِ ”ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے“۔

ایمان کو دل اور زبان سے قبول کرنا اس کی حقیقت ہے اور عمر بھر میں ایک دفعہ ایمان لانا اور اس پر مرتے وقت تک قائم رہنا فرض ہے اس کے بعد مکرار ایمان سنت ہے۔ ایمان کے باقی رہنے کی تین شرطیں ہیں۔

۱۔ ایمان کا شکر یہ بھالانا کیونکہ یہ فعل الہی ہے۔

۲۔ خوف زوال یعنی یہ خوف رکھے کہ نہیں یہ دولت جاتی نہ رہے

۳۔ قلوب خدا پر ظلم نہ کرنا۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے ایمان باقی رہتا ہے۔

فائدہ : امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان کم و بیش نہیں ہوتا کیونکہ ایمان تصدیق قلبی ہے اور تصدیق قلبی کیف ہے جس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ اعمال صالحہ نفس ایمان سے خارج ہیں لیکن ایمان میں کمال کو بڑھاتے اور خوبی پیدا کرتے ہیں (اسی لئے بد اعمال وائے کا

یمان نہیں جاتا) جس قدر طاعت زیادہ ہوگی اسی قدر ایمان زیادہ کمال ہوگا۔ پس عام مومنوں کا ایمان اولیٰ صحاب کے ایمان جیسا نہیں اور انبیاء اور صحابہ کا ایمان انبیاء و پیغمبر اسلام کے ایمان جیسا نہیں کیونکہ وہ ایمان طاعات کے باعث کمال کے بلند درجے تک پہنچا ہوا ہوتا ہوتا ہے۔ اسی طرح شدت و ضعف یقین کے اعتبار سے جو کہ کیف کے محاورے سے ہے ہر ایک دوسرے کے ایمان میں تفاوت ہے اگرچہ نفس ایمانی میں سب مشترک ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و غیر ہم جو ایمان میں کمی بیشی کے قائل ہیں، وہ اعمال صالحہ کو داخل ایمان سمجھتے ہیں سو ان کے نزدیک بھی وہ کمال ایمان کا جز ہیں، یعنی جس کے اعمال ترک ہوں گے اُس کا ایمان کمال نہ رہے گا، ہاں نفس ایمان باقی رہے گا۔ کیونکہ اعمال حسنہ کو نفس ایمان کا جز قرار نہیں دیتے۔ پس یہ لفظی اختلاف ہے ورنہ کوئی فرق نہیں ہے، شک کے طور پر یوں نہ کہے کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ بلکہ انشاء اللہ کو ترک کرے۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا (حقیق میں مومن ہوں) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ ”میں مومن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ“ وہ با اعتبار انجام اور خاتمے کے ہے۔ پس یہ بھی کوئی اختلاف نہیں بلکہ لفظی بحث ہے ورنہ مناسب یہ کہ

ہے کہ جب دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار کیا تو قطعی مومن ہو گیا اب شک کرنا اور انشاء اللہ کہنا ٹھیک نہیں ہے اگرچہ اس نیت سے کہے کہ خاتمے کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے یا متبرک سمجھ کر کہے کہ یہ درست ہے تاہم نہ کہنا اولیٰ ہے کیونکہ سننے والے کو اس کا شک طاہت ہوگا اور اگر واقعی میں اس کہنے والے کو اپنے ایمان میں شک ہے تو وہ کفر ہے نعوذ باللہ منہ۔

ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے۔ شرع شریف میں جس کو مؤمن کہتے ہیں اس کو مسلمان بھی کہتے ہیں کولہوی معنی کے اعتبار سے کبھی دونوں میں فرق بھی ہوتا ہے کہ تصدیق قلب کو ایمان اور اعمال و اعتقاد کو اسلام کہتے ہیں، گناہ کبیرہ کرنے سے نہ ایمان جاتا ہے اور نہ کافر ہوتا ہے پس سب احکام ایمان اس پر جاری کئے جائیں مثلاً اس کے مرنے کے بعد اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا قیوم مسلمین میں اس کو دفن کرنا اس کے مال میں تو ریخت جاری کرنا وغیرہ۔ اگر مؤمن عاصی کو غرغری یعنی نزع سے پہلے (عذاب کے فرشتے مرتے وقت دیکھنے سے پہلے) توبہ کی توفیق حاصل ہو جائے تو نجات کی بڑی امید ہے۔ ایمان اجمالی کا مرتبہ ایمان تفصیلی سے کم نہیں اور ایمان اجمالی میں کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صدق دل سے کہنا کافی ہے پس جس نے یہ کہا کہ وہ سومن ہوا۔ اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں بلکہ جو بات ہو یقین قطعی کیساتھ ہو خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو اس کے حصول میں بالخصوص علم استدلالی کی حاجت نہیں ہاں بعض فروغ عقائد میں تقلید ہوسکتی ہے اور کسی کی تھلیل و تفصیل نہیں کر سکتے۔

شش کلمے کا بیان

جن الفاظ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کو ادا کیا گیا ہے ان کے مجموعے کو شرع شریف میں کلمہ کہتے ہیں۔ کلمے میں چار فرض ہیں۔ ۱۔ زبان سے کہنا، ۲۔ معنی سمجھنا، ۳۔ اعتبار اور تصدیق دل سے کرنا، ۴۔ اس پر ثابت قدم رہنا، یہاں تک کہ موت آجائے۔ کلمے چھ ہیں، درود یہ ہیں:

۱۔ کلمہ طیب لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اللّٰهُ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔
۲۔ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ”میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔“
۳۔ کلمہ تہجد سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ”اللہ تعالیٰ پاک (بے عیب) ہے اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا ہے اور گناہ سے بچنے اور بندگی کی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو برگ و برتر ہے۔“

۴۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کو سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

۵۔ کلمہ رد کفر اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغِيْرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ نَبْتَ عَنَّا وَتَبَرَّأْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْمَعَاصِي كُلِّهَا وَاَسْلَمْتُ وَاَعْتَمْتُ وَاَقُوْلُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ”اے اللہ ایک جگہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بات کی کہ میں کسی چیز کو تیرے ساتھ شریک کر دوں اور میں جانتا ہوں اس کو اور بخشش چاہتا ہوں تجھ سے اس کی کہ نہ جانتا ہوں اس کو، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں کفر سے شرک سے اور سب گناہوں سے بے نیاز ہوں اور میں اسلام لایا اور میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔“

۶۔ کلمہ سید الاستغفار اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَطَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِعَمَلِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذُنُوْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّكَ لَا تَغْفِرُ الدُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ”اے ہمارا رب تو

میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جب تک اور جتنی طاقت رکھتا ہوں میں اپنے افعال کی برائی سے تیری بچاؤ، گناہوں اور تیری نعمتوں کا جو مجھے حاصل ہوئی ہیں اتراد کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے پس تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔“

[illegible]

جن کا بیان

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اطاعت (شرع شریف) کا مکلف انسان کو بنایا ہے اسی طرح جنات کو بھی مکلف بنایا ہے لقولہ تعالیٰ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (۲) ”ہم نے جنوں اور انسان کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے“ جن بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کئے گئے ہیں، ان میں سے بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو فٹل چاہیں اختیار کریں، ان کی عمریں لمبی ہوتی ہیں، ان کے شریر جنوں کو شیطان کہتے ہیں۔ انہیں بھی جنوں میں سے ہے جو کثرت عبادت الہی کے سبب فرشتوں میں شامل کیا گیا اور معلم الملوک بنایا گیا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو انہیں نے سجدہ نہ کیا اور نافرمانی کی وجہ سے رائدہ درگاہ ہو گیا اور قیامت تک لعنت کا طوق اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا پنداس کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ یہ سب جنات بھی انسانوں کی طرح ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں، ان میں تو والد و تامل ہوتا ہے، کھاتے پیتے ہیں، چیتے مارتے ہیں، ان میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی، مکران کے کفار انسان کے کفار کے تناسب میں زیادہ ہیں اور ان میں سے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی سنی بھی ہیں اور بدعتیہ بھی اور ان میں کافروں کی تعداد فاسق انسانوں کے تناسب سے زیادہ ہے، ان کے وجود کا انکار یا صرف بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

کلمات کفر اور اس کے موجبات

تعریف کفر: جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اس سے انکار کفر ہے اگرچہ وہ انکار ایک ہی چیز کا ہو، بشرطیکہ وہ بالاتفاق تواتر سے ثابت ہو۔ (پس کفر ایمان کی ضد ہے)۔

شرائط لزوم کفر: تین ہیں: ۱۔ عقل یعنی نشہ اور بے ہوشی نہ ہو۔ ۲۔ قصد و ارادے سے ہو یعنی غلطی اور سہو سے نہ ہو، پس بغیر قصد کے کافر نہ ہوگا۔ ۳۔ اختیار سے ہو یعنی قتل وغیرہ کا جبر و اکراہ نہ ہو (بحالت جبر اگر زبان سے کلمات کفر کہے لیکن دل سے نہ کہے تو کافر نہیں ہوتا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)۔

احکام کفر: ۱۔ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی (کاح جا۲ جاتا ہے)۔ ۲۔ اس کا ذبیحہ حرام ہے۔ ۳۔ اس کو قتل کرنا مباح ہے۔ ۴۔ اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: یہ احکام اس کے لئے ہیں جو قصد اپنے اختیار سے اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔ پس اگر ترک اسلام کا ارادہ نہ ہو بلکہ نادانی و بیوقوفی سے حرکت کفر مرزد ہوگی ہو تو احتیاطاً دوبارہ نکاح کرنا واجب ہے اور اس کا ذبیحہ پھینک دیا جائے اور اس کو کفر سے توبہ کرنی چاہئے۔

وہ چیزیں جن سے کفر لازم آتا ہے: کفر شرع میں ایمان کی ضد ہے پس جن چیزوں پر ایمان مانا دوران کی تصدیق کرنا ایمان اجماع و تفصیلی میں ضروری ہے، ان میں سے کسی چیز کا انکار کرنے سے کافر ہو جاتا ہے پس خواہ دل سے انکار کرے یا زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکالے کہ جس سے صراحت یا اشاراً انکار ثابت ہو جائے۔ یا دل میں شک لانے سے یا کلمات شک زبان سے نکالنے سے خواہ ان سے صراحتاً شک ثابت ہو یا اشارتاً کسی ایسے کام سے جو کہ منافق تصدیق ہو، قطعی کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو چیزیں کفر کو لازم کرتی ہیں (یعنی موجبات کفر) پانچ اقسام پر منقسم ہوئیں۔

قسم اول: وہ کلمات جو صراحتاً انکار پر دلالت کرتے ہیں اور یہ چند اصولوں پر مرتب ہیں

۱۔ جس چیز کی فرضیت قرآن کریم کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے معلوم ہو جائے اس کے بعد اگر کوئی شخص اس کو فرض نہ کہے گا وہ کافر ہو جائے گا مثلاً کسی نے کہا کہ نماز پڑھ یا کہا کہ روزہ رکھ، اس شخص نے جواب میں کہ میں فرض نہیں یا کہا کہ روزہ فرض نہیں پس وہ شخص کافر ہو گیا۔ دوسری ہند

۲۔ حلال و حرام اور حرام کو حلال جانے جبکہ وہ حلال یا حرام دلیل قطعی سے ثابت ہو نہ کہ خبر حاد سے کیونکہ جراحہ کا منکر کافر نہیں ہوتا (البتہ گنہگار ہوتا ہے) نیز یہ کہ وہ حرام لعینہ ہو بغیرہ نہ ہو، ۱۔ مثلاً کسی نے کہا کہ خنزیر، یا سودیا، زنا یا جھوٹ بولنا، یا ناحق قتل کرنا یا ظلم کرنا یا جادو کرنا یا شراب پینا۔ یا جو کھیلنا یا غیبت کرنا وغیرہ حلال ہے تو کافر ہو گیا، ۲۔ یا ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں تک نکاح کو جو شرعاً جائز ہے اس کو پسند نہ کرے، ۳۔ یا پھونچنی یا بچا کی بیٹیوں سے نکاح پسند نہ کرے، ۴۔ یا یہ کہے کہ میں رسم و رواج پر چلوں گا شرع پر نہیں چلوں گا (ہاں اگر فساد زمانہ کی حکایت کے طور پر یوں کہے کہ ہم لوگوں کا عمل رسم و رواج پر ہے شرع پر نہیں ہے اور حکم شرع کی تردید کا ارادہ نہ ہو تو کافر نہ

ہوگا) یا اگر کوئی کہے کہ کچھ تو شرم کر، اور وہ جواب میں کہے کہ میں شرم نہیں کرتا، کیونکہ۔ حضرت نے فرمایا اَلْحَمْدُ لَہٗ شُغْبَةُ فَمَنْ الْاِیْمَانِ (۱) ”حیا ایمان کی ایک شاخ ہے“ ۵۔ یہ کہنا کہ چھڑے کڑے اور بیٹی کا مارنا برابر ہے ۶۔ اگر کوئی اپنی عورت کو کافر کہہ دے اور عورت کہے میں ایسی ہی ہوں مجھے چھوڑ دے تو وہ کافر ہو جائے گی کیونکہ اپنے کفر پر اقرار کرتی ہے اور اگر عورت شک کلمہ کہے یعنی اس طرح کہے کہ اگر میں کافر ہوں تو مجھے چھوڑ دے تو اس پر کفر لازم نہ ہوگا، ۷۔ کوئی شخص ایمان لائے اور دوسرا اس کو منع کرے یا کہے کہ کچھ دیر کو (ٹھہر جا)، ۸۔ جو پہلی دفعہ اپنے بیٹے کو شراب پلا کر خوش ہوا اور مہار کھا دے ۹۔ کوئی فساد والی چیز پینے کے یا فسق کام کرنے کے وقت کوئی دوسرا آدمی قاسق کہے اور وہ خوش ہو، ۱۰۔ فساد کی راگ کی تعریف کرے یا حرام کو اچھا جانے، ۱۱۔ یوں کہے کہ میرے اسلام پر لعنت ہو، ۱۲۔ چوری اور غصب (برہ رتی چھین لینا) کی چیز کو ثواب کی امید سے دینا کفر ہے (یعنی جبکہ مال اصلی حالت پر موجود ہو اور صاحب مال بھی موجود و معلوم ہو۔ لیکن صاحب مال کو تو نہ دے اور ہا امید ثواب فخر پر صدقہ کرے تو کافر ہوگا لیکن اگر مال کی حالت متغیر ہوگئی یا صاحب مال اور اس کے درمیان معلوم و موجود نہیں تو اس صورت میں صدقہ کرنا واجب ہوگا اور ثواب کی بھی امید ہے لیکن چوری اور غصب کا گناہ اس پر قائم رہا ۱۳۔ راگ ہالہز امیر کو مٹا دل جانا۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ خدا نہیں ہے یہ سب ڈھونگ ہے یا دنیا خود بخود بن گئی وغیرہ۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کرے مثلاً یوں کہے اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود نہیں ہے یا ہمیشہ سے نہیں یا ہر چیز پر قادر نہیں، یا وہ ہر شخص کی دعا نہیں سنتا یا فلاں فلاں چیزوں کی اس کو خبر نہیں یا وہ کلام نہیں کرتا۔ یا وہ مردہ ہے یا مر جائے گا یا اس نے مخلوقات کو پیدا نہیں کیا دنیا خود بخود بنی ہے یا دنیا مادہ سے خود بخود پیدا ہوگئی ہے اس کا کوئی خالق نہیں ہے وغیرہ ان سب صورتوں میں کفر ہو گیا یا اللہ تعالیٰ کے لئے جگہ مقرر کرنا یا آسمانوں پر بکھنا کفر ہے کیونکہ وہ زمان و مکان سے پاک ہے۔ اور یہ جو قرآن شریف میں آیا ہے فَعَرَّسْتُمُوہِ عَلٰی الْغُرُبٰثِ (۲) ”پھر عرش پر قائم ہوا“ وغیرہ یہ آیات قضاہت سے ہیں جن کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا خواہ ذاتی ہو یا منفی انکار کرنا مثلاً یہ کہے کہ وہ رحیم یا رحمن یا اللہ یا غنی یا کریم وغیرہ میں ہے یا یہ اس کے نام نہیں تو کافر ہو گیا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بری صفت ثابت کرنا یا اہانت کرنا۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کرتا ہے فلاں ظلم اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یا فلاں آدمی کے جھوٹ کو اللہ تعالیٰ سچ کر دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے ماں باپ بھائی بہن بیوی اور اولاد ہے یا اللہ تعالیٰ کھاتا پیتا، سوگھتا اوگھتا ہے یا کسی عورت یا لڑکے سے عشق رکھتا ہے یا جبراع کرتا ہے یا وہ کسی مرد یا عورت کی شکل میں ہے یا وہ بخیل ہے یا وہ کسی سے ڈر جاتا ہے یا وہ کسی سے مغلوب ہو جاتا ہے یا وہ کسی چیز کو بھول جاتا ہے یا وہ بہت کام کرنے سے تھک جاتا ہے وغیرہ ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا اگر کوئی کسی تنگی کی یا بیماری کی تکلیف میں یہ کہہ دے کہ نہ معلوم مجھے اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے کہ تکلیف پر تکلیف دیتا ہے اور دنیا کی لذتوں اور خوشی سے کچھ نصیب نہیں کرتا۔ یہ بات بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور بعض کے نزدیک کفر تو نہیں لیکن بڑا سخت گناہ ہے اس کی باتوں سے بچنا چاہئے (اس میں تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر غصہ ہو کر ایسا کہنا کفر ہے سمجھ لیں) کسی نے کہا کہ تم فلاں برے پیشہ کو چھوڑ دو، وہ کہے خدا نے ہم کو یہی فرمایا ہے یہ کفر ہے۔

۷۔ جھوٹی باتوں پر خدا کو شاہد کرے (کیونکہ یہ بھی ہانت میں داخل ہے) مثلاً یوں کہے کہ خدا گواہ ہے کہ تو مجھے اولاد سے بھی زیادہ پیارا ہے یا خدا جانتا ہے کہ تیری خوشی و رگم مجھے اپنی خوشی اور رگم کے برابر ہے ہرگز کم نہیں۔ یا، اگر کوئی شخص مدعا علیہ سے کہے کہ میں تجھ سے

طلاق کی قسم لیتا ہوں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کی۔ مگر یہ بات اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کی حقارت کے طور پر کہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر یہ نیت نہ رکھتا ہو بلکہ اس لئے خدا کی قسم نہ کھائی کہ جھوٹ سے خدا کی قسم کھا جائے گا اور اس قسم کی کوئی پروا نہ کرے گا اور طلاق کی جھوٹی قسم نہ کھائے گا بلکہ اس سے پرہیز کرے گا تو اس نیت سے طلاق کی قسم لینے والا کافر نہ ہوگا (حجی قسم کھانا حلال ہے اور جھوٹی قسم کھانا حرام اور تہم خدا کا سبب ہے) اگر کوئی کسی سے کہے کہ یہ کام خدا کے واسطے کرو دے وہ کہے میں نہیں کرتا، یہ کفر ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں خدا کی قسم اور تیرے پاؤں کی خاک کی قسم کھاتا ہوں تو اس میں کفر کا ڈر ہے کیونکہ یہ سخت بے ادبی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ پاؤں کی خاک کو برابر کیا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کے قطعی احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کام کا حکم فرمائے تو بھی میں نہ کروں یا عالم دین کو بغیر کسی ظاہری سبب سے دشمن خیال کرے کیونکہ جب عداوت کا سبب دنیوی موجود نہیں تو معلوم ہوا کہ دینی سبب سے دشمن سمجھتا ہے نیز دینی علم اور شرع کی اہانت سے کفر لازم آتا ہے تو عالم دین کی دشمنی سے بطریق اولیٰ کافر ہو جائے گا یا لاجول پڑھنے کی اہانت کرے یا سلام کی آواز کی اہانت کرے۔ یا یہ عقیدہ رکھے کہ عسری زمین کا مشر اور خراجی کا مالیہ خراج بادشاہ کی ملک ہوتا ہے کفر ہے کیونکہ یہ مساکین کا حق ہے بادشاہ صرف تقسیم کرنے والا اور امین ہوتا ہے نہ کہ مالک (عشر پیداوار کا دسواں حصہ ہوتا ہے اور خراج جو بادشاہ مقرر کرے) یا کسی نے کہا کہ چوشریعت سے فیصلہ کریں، دوسرے نے کہا میں شریعت کے فیصلے پر راضی نہیں یہ کفر ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک جائے، مثلاً وہ خدا یا زیادہ، مثلاً یا غیب کا دعویٰ کرے کہ مجھے معلوم ہے یا فلاں جانتا ہے وغیرہ (شرک کی تفصیل آگے علیحدہ بیان میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ)

۱۰۔ فرشتوں کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ فرشتہ کا وجود نہیں اگر ہوتا تو ہمیں بھی دکھائی دیتا لوگوں کے سنانے یا بھلانے کو قرآن میں فرشتوں کا ذکر کیا ہے یا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہے تو کافر ہو جائے گا۔

۱۱۔ کسی کتاب الہی یا اس کے ادنیٰ جزو کا انکار یا توہین کرے، مثلاً کسی آیت کی برائی کرے یا انکار کے طرز پر جھٹکے، یا ف یا ن سری یا کسی اور قسم کے مزاحمیر کے ساتھ قرآن شریف پڑھنا یا نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا ذکر الہی بالمرامیر کرنا یا اگر کوئی بلند آواز سے قرآن شریف پڑھے دوسرا اس کو کہے کیا طوفانی آواز ہے یا ہنسی مذاق کے ساتھ قرآن شریف کی آیت پڑھنا یا قاری کی اہانت کے طور پر نقل کرنا یا یوں کہنا کہ میں قرآن پڑھ کر میر ہو گیا یا بطور اہانت کے کہے کہ میں نے بہت قرآن پڑھ لیا یا کوئی کسی کو کہے کہ تم پڑھو اور وہ جواب دے کہ لوگ میرے واسطے پڑھتے ہیں، یا یوں کہے کہ بہت نمازیں پڑھ لیں اب طبیعت مول ہو گئی ہے یا کہے کہ بیکار لوگوں کا کام ہے یا یوں کہے کہ اور سب احکام الہی کو تو مانتا ہوں مگر نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ وغیرہ کسی حکم کو کہے کہ نہیں مانتا یہ کفر ہے۔

۱۲۔ کسی نبی کا انکار یا اہانت کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا آدم یا محمد مصطفیٰ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) نبی نہیں ہیں یا پیغمبر اس کو جھوٹا کہے یا انبیاء علیہم السلام کی طرف فحش یا قصید زنا کی یا اور اسی قسم کی کوئی نسبت کرنا مثلاً یوں کہے کہ فلاں نبی کے ناخن لمبے یا کپڑے لمبے تھے یا آدم علیہ السلام کو کپڑا بننے کی وجہ سے کہے کہ تمام لوگ جولوہ ہے کی اولاد ہوئے یا اگر کوئی شخص کہے کہ سرمنفانا موٹھیں کترانا یا ناخن یا بغلیں صاف کرنا سنت ہے اور یہ انکار کرے، ایسے ہی کوئی کہے کہ ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھانا نیک اور اچھا طریقہ ہے پس اگر اس کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ناپسندیدگی و اہانت کا ہے تو یہ کفر ہے اور ہمارے امام صاحب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا کلیہ یہ ہے کہ سنت احدیٰ ثقلیٰ یا فعلی یا حضرت کے کسی حال شریف کی کوئی شخص حقارت یا انکار کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۱۳۔ تقدیر کا انکار کرے مثلاً اگر کوئی کہے کہ بندہ اپنے افعال خود پیدا کرتا ہے یا یہ کہے کہ خالق خیر خدا (برداں) ہے و خالق شر،

شیطان (اہرمن) ہے وغیرہ تو کافر ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ قیامت اور حشر و نشر کا انکار کرے، مثلاً یوں کہے کہ مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جائے گا۔ یا اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان فنا نہیں ہو سکتے یا حساب نہ ہوگا۔ یا دوزخ و جنت کا ذکر صرف لوگوں کو ڈرانے اور خوش کرنے کے لئے کر دیا ہے ورنہ حقیقت کچھ نہیں جنت و دوزخ کے کسی ثواب و عذاب خاص کا جو کہ قرآن حدیث متواتر میں مذکور ہے انکار کیا مثلاً کہا کہ وہاں حوری نہیں یا عدنان نہیں یا دوزخ میں زقوم کا درخت نہیں یا کسی دوزخی کے لئے ستر گز کی زنجیر نہ ہوگی وغیرہ یا اگر کوئی کسی سے کسی حق کا طالب ہو وہ نہ دے تو صاحب حق کہے کہ میں قیامت کے دن سو گنا لے لو گا وہ کہے کہ کچھ اور بھی دیدے اور قیامت کو سب لے لینا، یا اگر کوئی کہے کہ خدا تجھے جنت نصیب فرمائے اور وہ کہے کہ میں اس کو ہرگز بھی نہ چاہوں یا اگر کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا کہ کافروں کا مکان جنت میں ہو گا یا دوزخ میں تو یہ قرآن کا انکار و کفر ہے یا یوں کہے کہ مجھے دوزخ کا بالکل خطرہ نہیں۔ یا اگر کوئی کہے کہ گناہ نہ کر اور پرہیز کرتا کہ اس جہان آخرت میں خیر احوال تباہ نہ ہو، وہ جواب دے کہ اس جہاں سے کون آیا ہے۔ یا تناسخ کا قائل ہو نا اور ہندوؤں کے عقیدے کی طرح یہ کہنا کہ فردوں کی روح زندوں میں آ جاتی ہے اور دوسرا جنم لے کر اس جہاں میں رہتی ہے۔

قسم دوم وہ کلمات ہیں جن سے اشارتا انکار ثابت ہوتا ہو۔ یعنی ان ہی قسم اول کی چیزوں کو اس طرح سے کہے کہ اس سے انکار لکھا ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ سب دینوں میں اسلام حق ہے اس نے من کر کہا کہ سب دین حق ہیں تو وہ کافر ہو گیا یا نبوی یا کاہن کو سچا کہا یا کسی نبی کی اہانت کی مثلاً ان کی کسی بات پر عیب لگایا، یا ان کے کسی فعل کی ہٹی اڑائی، یا ان کے حسب و نسب چکل و صورت پر طعن کی وغیرہ اس سب صورتوں میں کافر ہو گیا۔

قسم سوم وہ کلمات ہیں جن سے صراحتاً شک ثابت ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے میں یا رحیم یا رزاق ہونے میں شک ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو چیزیں قطعی الثبوت ہیں اگر ان میں شک و شبہ کرے تو کفر ہو جائے گا۔

قسم چہارم وہ کلمات ہیں جن سے اشارتا شک ثابت ہو۔ مثلاً کسی نے کہا کہ قیامت ضرور آئے گی اس نے من کر کہا کہ دیکھا چاہئے یا کسی نے کہا جنت میں مومنوں کو بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی اور کافروں کو دوزخ میں بڑے سخت عذاب ہوں گے اس نے کہا کہ نہ سے یہ سب کفر ہے دوسرے اجزائے ایمان کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔

قسم پنجم وہ افعال ہیں جن سے انکار یا شک صراحتاً اشارتا سمجھا جائے، مثلاً کسی نے قرآن مجید کو اہانت کی غرض سے نجاست یا آگ میں ڈال دیا یا اہانت کی غرض سے کعبہ کی طرف پیٹا یا کسی مسجد کو گرایا کسی عالم کو ماؤ الا یا شرع کی کسی بات پر عصیان کیا مثلاً ایک شخص و اعظم قرآن یا قاری قرآن کی نقل کرنے لگا اور چند لوگ اس کے پاس بیٹھ کر غلطی سے اس سے مسائل پوچھنے لگے یا اس نقل قرأت پر مذاق سے ہنسنے لگے پس وہ سب کافر ہو گئے یا ثواب جان کر کفر کسی رسم کو عمل میں لایا مثلاً زنا کر گئے میں ذالایا صلیب ڈالی یا ہنود کی مانند ماتھے پر ٹیکہ لگایا بولی اور نور و زکوٰۃ یا یا مجوس کی سی ٹوپی پہن لی۔ یا کفار کی سی شکل و صورت و وضع قطع بنائی یا ان کے کسی خاص لباس کو پہنا۔ پس اگر ان باتوں کو اچھا جان کر کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور اگر گناہ جان کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا مگر کافر نہ ہوگا۔ اگر عذر کیساتھ جتنی کسی کے خوف سے کرے گا اگر نہ کرے گا تو کوئی مار ڈالے گا یا ان کے ملک میں سے گزرنہ سکے گا اور ضرر پہنچے گا تب بوجہ ضرورت شرعی گناہ بھی نہیں یا کسی بت یا قبر یا صاحب قبر کے نام بکرا وغیرہ ذبح کیا یا بت یا قبروں کو سجدہ کیا یا توپ یا تھان یا دریا یا چبوترہ یا بھنڈے کے آگے جہ نور ذبح کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کیا یا اور افعال شرک بجا لایا قبلہ معلوم ہوتے ہوئے بے عذر دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھی یا کسی منع کئے ہوئے کام کو حلال سمجھ کر کیا مثلاً زنا کرنا درست و حلال جان کر کیا یہ

شراب کو مباح سمجھ کر پیا یا اور منہ اسی طرح سے کھے یا کوئی مسلمان شخص مسلمانوں اور کافروں کے عین مقابلے کے وقت کفار کے ساتھ ہو گیا اور مسلمانوں پر صمد اور ہوان سب سورتوں میں وہ شخص کافر ہو گیا کیونکہ یہ تمام افعال دین کے انکار یا شک پر دلالت کرتے ہیں۔

فائدہ : اگر کسی نے کوئی کلمہ کفر کہا اور اس کو معلوم نہیں کہ یہ کلمہ کفر ہے تو بعض علماء کے نزدیک جہل عذر نہیں اور وہ کافر ہو گیا

بعض کہتے ہیں کہ نہ جانا (جہل) عذر ہے وہ کافر نہیں ہوا۔ (البتہ دوبارہ نکاح پڑھوانا اور توبہ کرنی چاہئے)

۲۔ جس وقت کسی نے کفر کی نیت کی اسی وقت کافر ہو گیا خواہ نیت دس برس بعد کے لئے کی ہو مثلاً کسی نے نیت کی کہ اگلے سال

کرستان یا یہودی ہو جاؤں گا تو ابھی کافر ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ہونا کفر ہے۔

تنبیہ : مفتی حضرات کے لئے ضروری ہے کہ جب تک موضوعات کفر نہ دیکھے بے دھڑک کسی مسلمان کو کافر نہ بنادیا کرے کہ

شاید اس سے بغیر قصد کے نکل گیا ہو، یا بات کے معنی سمجھ میں نہ آئے ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو لعنت کرتا ہے

یا کافر کہتا ہے ملائکہ اس کلمہ کو آسمان تک لے جاتے ہیں پس اگر وہ شخص جس کے لئے وہ کلمہ کفر استعمال کیا ہے وہ اس قابل ہے تو اس پر ڈال

دیجے ہیں ورنہ جس نے کہا تھا آخر وہ کلمہ اس پر پڑتا ہے، ام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے گمراہ فرقوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگوں

نے ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں کسی شخص نے ان کے معتقدات میں سے خواہ وہ خلاف واقعہ اور خلاف اصل ہی ہوں کسی چیز کا ذکر بھی

انکار کیا اس کو اسی وقت کافر بنادیا۔ گویا کفر و اسلام ان کے معتقدات کے نہ ماننے یا ماننے پر منحصر ہے یہ بڑی سخت غلطی دیدہ و لیری اور دریدہ

ذہنی ہے اس سے بچنا اور فتویٰ میں احتیاط برتنالازم ہے اگر کسی میں بہت سی وجہیں کفر کی ہوں اور وہ دعویٰ اسلام کا رکھتے تو اس کو کافر نہ کہا جائے

گا۔ اگر بہت سی روایوں کے بموجب کفر کا حکم لگتا ہو اور ایک روایت سے کفر نہ آتا ہو تو اس کو مسلمان ہی کہنا چاہئے۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے

”علم نے ذکر کیا ہے جبکہ مسئلہ متعلق بہ کفر میں تناوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو مفتی اور قاضی کو ایک وجہ سے اسلام پر فتویٰ

دینا چاہئے کیونکہ ہزار کافروں کے قتل نہ کرنے کی غلطی بہت ہلکی ہے ایک مسلمان کے قتل کرنے کی غلطی سے“۔ (۱) مطلب یہ ہے کہ کسی نفس

کے قتل کرنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ اگر قاتل کے ارادے میں عدم کفر کا احتمال ہو تو وہ عند اللہ مومن ہے اگر

اس کی مراد کوئی اور دوسری وجہ ہو موجب کفر ہے تو عند اللہ کافر ہے اور مفتی کا فتویٰ اس کے اسام پر بے کار ہے لیکن ایسے آدمی کو (یعنی کفر کا

ارتکاب کرتے والے) کو تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو سچا مومن اور مسلمان جانے۔ اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ کہے اور پھر

انکار کر دے (کر جائے) تو یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے اور اس کو بھی کافر کہنا جائز نہیں ہے۔

وصیت : ایمان سے زیادہ کوئی نعمت نہیں پس اس کی حفاظت ہر وقت واجب اور اس کی زینت و ترقی کے لئے ہر وقت

گناہوں سے بچنا اور عبادت میں مصروف رہنا ضروری ہے اور یہ سوچے کہ پھر کسی وقت توبہ کر لی جائے گی کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ کس وقت

موت آجائے اور توبہ کا وقت و توفیق پھر کس کو نصیب ہو یا نہ ہو۔ اس لئے ایمان کی حفاظت ہر وقت ضروری ہے اور توبہ استغفار کرتے رہنا

لاری ہے اللّٰهُمَّ رَبِّ لَنَا ذُوْلَةَ الْاِيْمَانِ وَ اغْفِرْ لَنَا وَ اَرْحَمْنَا وَ نَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ الْفَرْدَوْسَ۔ آمین

نفاق کا ذکر : ایمان و کفر میں کوئی واسطہ نہیں یعنی آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر، تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ

کافر، نفاق یہ ہے کہ انسان زبان سے دعویٰ اسلام کرے اور دل میں اسلام سے انکار ہو یہ بھی خالص کفر ہے بلکہ کہ اشد درجہ کا کفر ہے اور ایسے

لوگوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هِيَ الْمَذْرُؤَةُ الْاَسْفَلُ مِنَ النَّارِ (۲) ”بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے

بچے کے طبقے میں جائیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کچھ لوگ اس بری صفت کے ساتھ اس نام سے مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن مطلق ہوا۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرمادیا کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے لیکن آپ کے بعد کسی زمانے میں بھی کسی خاص شخص کی نسبت قطعی طور پر منافق نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہمارے سامنے جو اسلام کا دعویٰ کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے اور کہیں گے جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو ایمان کے خلاف ہو صادر نہ ہو۔ اور اس کو عملی نفاق کہیں گے۔ اس بنا پر جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو مگر کئی بری اعمال میں قاصر ہو اس کو عملی منافق کہا جاسکتا ہے اور نفاق عملی نفاق حقیقی کا سبب بن سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات گناہوں کا ارتکاب کرتے کرتے کفر حقیقی کی نوبت بھی آسکتی ہے پس اپنے اعمال میں اس کا محاسبہ جاری رکھئے۔ **ووفقا للہ لصالح الاعمال ووفاء عن اعمال النفاق والکفر ومعتقداتهم۔ آمین**

شرک و رسوم کفار و جہال

شرک کی تعریف

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرے یا اس کے برابر کسی اور کو سمجھے اور اس کی مخصوص تعظیم و عبادت و فرماں برداری میں کسی کو مانے اور برابر کرنے کو خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو شرک کہتے ہیں، بعض شرک سخت حرام ہیں اور بعض کفر میں داخل ہیں۔ شرک کی چند اقسام یہ ہیں

اول شرک فی الذات: یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک بنانا مثلاً یوں کہے کہ وہ خدا ہیں یا تین خدا ہیں یا بہت سے خدا ہیں جیسے، تشریح پرست کہ دو خدا مانتے ہیں (ایک پر دان یعنی خالق خیر دوسرا اہرمین یعنی خالق شر) اور عیسائی کہ تین خدا ماننے کہ وہ سے شرک ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حضرت مریم کو خدا کی بیوی ماں کر تثلیث کے قائل ہوئے اور شرک ہو کر گمراہ ہو گئے) اور یہود کہ بہت سے خدا مان کر شرک ہوئے (یعنی چاند، سورج، آگ، پانی، شجر، حجر وغیرہ کو بھی خدا مانتے ہیں)۔

دوم شرک فی الصفات: یعنی اس کی صفات میں کسی اور کو شریک کرے اور اس کی بہت سی اقسام ہیں مثلاً ۱۔ شرک فی العلم یعنی کسی دوسرے کے لئے خدائے تعالیٰ کی مانند مہمت علم ثابت کرنا اور یوں سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ از خود علم غیب جانتے تھے، یا پیغمبروں اور ولیوں کو غائب و حاضر قریب و بعید ماضی حال مستقبل وغیرہ سب کی، خدا کی طرح خبر ہے یا ان کو خدا کی طرح ذرے ذرے کا علم ہے، یا وہ اللہ تعالیٰ کی طرح ہرے حالات سے واقف ہیں یہ سب شرک فی العلم ہے۔

۲۔ شرک فی القدرة یعنی اللہ تعالیٰ کی مانند نفع و نقصان دینے یا کسی چیز کی موت و حیات یا کسی اور امر کی قدرت کسی اور کے لئے ثابت کرنا مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ پانی برسا سکتے ہیں یا بیٹا بیٹی دے سکتے ہیں یا سراویں پوری کر سکتے ہیں یا روزی دے سکتے ہیں یا مارنا اور زندہ کرنا ان کے قبضہ میں ہے اگر وہ ناراض ہو گئے تو ہمارا فلاں نقصان کر دیں گے یا خوش ہو کر ہمیں نفع پہنچائیں گے وغیرہ یہ سب شرک فی القدرة ہے۔

۳۔ شرک فی السمع، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نزدیک و دور، غفی و جہر اور دل کی بات سنتا ہے کسی اور کو بھی خواہ وہ نبی ہو یا ولی وغیرہ ایسا ہی سننے والا سمجھنا شرک فی السمع ہے۔

۴۔ شرک فی البصر یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی مخلوق (نہی یا دلی یا شہید وغیرہ) کو یوں سمجھنا کہ چھپی اور کھلی اور در و زوئیہ کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی مانند دیکھتا اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ پر دیکھ لیتا ہے۔ شرک فی البصر ہے۔

۵۔ شرک فی العلم یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی اور کو کم سمجھنا اور اس کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا مثلاً پیر صاحب نے حکم دیا کہ یہ وظیفہ عصر کی نماز سے پہلے پڑھا کرو تو اس حکم کی تعمیل اس طرح ضروری سمجھے کہ وظیفہ پورا کرنے کی وجہ سے عصر کا وقت مکروہ ہو جانے کی پرواہ نہ کرے یہ شرک فی العلم ہے۔

۶۔ شرک فی العبادۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو عبادت کا مستحق سمجھنا یا کسی کے لئے عبادت کی قسم کا فعل کرنا مثلاً کسی قبر پر پیر کو سجدہ کرنا یا کسی کے لئے رکوع کرنا یا کسی پیر یا پیغمبر دلی یا امام کے نام کا روزہ رکھنا یا کسی کی نذر اور منت ماننا یا کسی گھر یا قبر کا خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنا وغیرہ یہ سب شرک فی العبادۃ ہے۔

ان کے علاوہ وہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں خواہ فعل یہ ہوں جیسے رزق دینا، مارتا، جلاتا، عزت و آبرو دینا، نفع و نقصان دینا وغیرہ یا شئون ذاتیہ اور صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ ہوں ان میں کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی برابر سمجھنا شرک ہے پس مجمع مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز بخش اور جمیع صفات سے خالی سمجھے۔ ہاں اس نے اپنے ارادے سے جس کو جس چیز کی خبر یا قدرت یا اور صفت عطا فرمائی ہے اسی قدر اس کو حاصل ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے آگے وہ مجبور محض ہے اس کے حکم اور ارادے کے بغیر خواہ کوئی شخص آسمان کا رہنے والا ہو یا زمین کا نہ کسی کو قطع دے سکتا ہے نہ نقصان اور نہ کسی اور امر کی قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے شرک سے بچ کر اپنے عقیدوں کو صحیح رکھنا چاہئے بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جن میں شرک کی ملاوٹ ہو جاتی ہے ان سے پرہیز لازمی ہے۔

اب شرک کی تمام قسموں کے متعلق مشترکہ جزئیات کیجا لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ اگر کوئی شخص بادشاہ یا حکم وغیرہ کو سجدہ کرے خواہ عبادت کی نیت سے ہو یا کسی درنیت سے یا کوئی نیت نہ ہو یہ تو شرک فی العبادۃ ہے ایسا شرک کافر ہو جائے گا اسی طرح پیر استاد، ماں، باپ وغیرہ کو اور قبروں کو سجدہ تعظیم کے ارادے سے کرنا کفر ہے۔ اگر سلام اور تحیت کے ارادے سے کرے تو بعض عہد کے نزدیک کافر نہ ہوگا البتہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ اور فتاویٰ ظہیری میں ہے کہ مطلقاً سجدہ کرنے سے کافر ہو جائے گا خواہ کسی بھی نیت سے ہو لیکن یہ اس وقت ہے کہ سجدہ کرنے والا اپنے اختیار سے کرے اور اگر اپنی جان کے قتل کے ڈر سے کرے تو کافر نہ ہوگا اور زمین کا چومنا سجدہ کرنے کے قریب ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۲۔ درختوں کا پوجنا جیسا کہ ہندو اور بعض جاہل مسلمان پھیل و برگد و جنڈ وغیرہ کو پوجتے ہیں اور بنی یا سلطان وغیرہ کے قدموں کو پوجنا یا قبروں یا درختوں کی کھوپڑیاں عمارات بنانے یا نئے کنوئیں کھدوانے پر جانور ذبح کرنا یا دیوؤں یا پریوں اور مردہ روحوں کی رضا حاصل کرنے کے لئے ذبح کرنا شرک ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہے۔ البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ذبح کرے کہ اللہ تعالیٰ تمام آفات و بلیات کو رفع کر دے تو چار و حلال ہے لیکن ایسی جگہوں میں جہاں شرک کا گمان ہو ذبح نہ کرے بلکہ دوسری جگہ کر دے، مثلاً اگر کوئی کنوئیں کی آرائشی کے واسطے کرے اور نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو ایسا کرے کہ کنوئیں کے پاس ذبح نہ کرے جیسا کہ جاہلوں کی رسم ہے بلکہ گھر میں ذبح کرے۔

۳۔ گیدڑ، گدھا، آلہ کو، خیر وغیرہ کی بولی سے بدفالی (بدشگونی) لینا شرک ہے۔ حدیث شریف میں ہے اَلطَّبْرُفُ شِرْکٌ (۱) (پرندوں

سے قاب لینا شرک ہے) ایسے ہی آنکھ پھڑکنے اور ہاتھ میں غارش ہونے اور چھینک وغیرہ سے نہ انگلیوں لینا شرک ہے اسے عربی میں قطعیونیا طیسرہ کہتے ہیں جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک قرار دیا ہے۔ اور نیک فال لینا الہتہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ اچھا کلمہ اتفاقاً کان میں پڑ گیا اور اس سے نیک شگون سے کرم رحمت خداوندی کے امیدوار ہو گئے۔ پس اگر قصداً امور فال کا پیچھا کیا جائے اور ان کا یقین کیا جائے اور ان کو موثر حقیقی سمجھا جائے اور خواہ وہ شگون نیک ہو یا بد، یہ کفر ہے اور اگر ان امور کے موثر حقیقی ہونے کا اعتقاد نہ ہو اور ان کو سبب جانے اس طرح پر کہ اللہ تعالیٰ ان مواقع میں ایسا کرتا ہے اور ممکن ہے کہ اب بھی ایسا ہو جائے اور ممکن ہے ایسا نہ بھی کرے تو یہ باطل و کفر تو نہ ہوگا لیکن شکار کفر اور وہم کو اکثر اس معنی کی طرف لے جانے والا ہونے کی وجہ سے منع کیا جائے گا تاکہ عقائد فاسد کا مادہ کٹ جائے۔ اور نیک فال جس کی تعریف ادھر گزری محمود اور سنت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال بہت لیا کرتے تھے خصوصاً لوگوں کے ناموں اور بگھوسیدہ اور اچھے کلمات سے۔ نیک فال کی تعریف اور برے شگون کی برائی میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیکی اور فضل و رحمت کا امیدوار ہونا بہر حال بہتر ہے اگرچہ وہ خیال غلط پڑے اور خلاف ظاہر ہو اور حق تعالیٰ سے امید کا قطع کرنا ابدانہ بشی کرنا شرعاً اور عقلاً مذموم ہے اور ہوگا وہی جو سبباً تعالیٰ چاہے گا اور یہ جو اکثر عامل لوگ خاص طریقوں سے فال کھوتے ہیں اور گزشتہ یا آئندہ کے متعلق خبریں دیتے ہیں۔ خود بھی یقین کر لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں یہ سب منع اور دین کو ضائع کرنے والی باتیں ہیں۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے۔

۴۔ حفظ آفات و امن بلیات کے ارادے سے دھماکے، منکے، کوڑیاں وغیرہ ہاندھنا بشرطیکہ ان کو موثر حقیقی سمجھے تو شرک ہے، اگر موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور کسی طبی فائدے کے لئے کسی حکیم یا تجربہ کار آدمی کی رائے سے ڈالے تو امید ہے کہ کوئی مضائقہ نہ ہوگا لیکن خواہ مخواہ نہ ڈالے تاکہ مشابہت شرک سے بچے (تعویذ منکدے کا بھی یہی حکم ہے لیکن منکد پر تعویذ کلام الہی پڑھایا جانے کی وجہ سے عموماً موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا جاتا ہے) اس لئے اس میں نیت کی خرابی کا احتمال کم ہے اور جائز ہے۔

۵۔ گوبر خشک (گوبا) نکزی، اینٹ، ڈھیلا وغیرہ سے راستہ میں آساد یوی وغیرہ بنانا اور اس پر نکزی اینٹ وغیرہ رکھ کر سنت ماننا شرک ہے اسی طرح کوئی میت دفن کر کے آئے یا سفر سے واپس آئے تو اس کے سامنے پانی یا لسی ڈالنا یا جس دل کسی کے گھر سے مراد نکلتی تو تمام پانی گرا دینا یہ سب شرک فی العادة در جالوں کی رسوم ہیں۔

۶۔ دنوں اور تاریخوں سے فال لینا اور سعد و نحس سمجھنا واپس ات اور حرام ہے۔ نحس اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے، نفع و نقصان سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے ہرگز نہ جانے۔ اسی طرح دنیا کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا یا کسی مینے کو نحس جاننا حرام ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر توکل کرنا کھلا شرک ہے ظاہری اسباب کا اختیار کرنا جائز در شرط عقل ہے لیکن اس کا اثر اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اسی طرح بیماری کا علاج کرنا و روزی کے لئے کسب کرنا سب جائز ہے لیکن مرض سے فائدہ اور روزی کا حصول وغیرہ سبب اللہ سمجھے ان اسباب سے نفع و نقصان کو سمجھنا شرک ہے نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یہ محض اسباب ہیں جو اسباب ظاہر میں نہیں اگر وہ شرع کے خلاف ہیں تو سب حرام ہیں مثلاً ٹوٹے ٹوٹے اور شگون بد اور غیر شرعی منتر جھڑ پھونک وغیرہ اور جو اسباب ظاہری اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے جیسے بھوک کے لئے خوراک اور پیاس کے لئے پانی اور روشنی کے لئے چاند سورج اور صحت کے لئے دوائی، دیکھنے کے لئے آنکھ، سننے کے لئے کان، چلانے کے لئے آگ، پردے کے لئے دیوار، موذی اور دشمن کے لئے سناٹا، تھیرا وغیرہ ان سب کو اسباب سمجھ کر استعمال کرنا جائز ہے اور ان کا اثر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، ان کا اپنا اس اثر میں داخل نہ سمجھے۔

۸۔ بندوں کے لئے اگرچہ ہر باسحابہ امام یا پیغمبر ہی ہیں کیوں نہ ہوں روزہ رکھنا شرک ہے۔ روزہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے

رکھے۔ ہاں روزے کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو پہنچا سکتا ہے۔ اسی طرح نفل سب اور صدقے اور خیراتیں اور غلطی حج بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے چاہئیں اور ان کا ایصال ثواب جائز ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام کی منت ماننا شرک ہے۔

۱۰۔ سکھ ایک دریائی جانور کا سینگ یا ہڈی ہوتی ہے جسے ہندی میں گھوگھا کہتے ہیں اسے ہندو لوگ مندروں وغیرہ میں بجاتے ہیں اور اس سے گدھے کی سی آواز نکلتی ہے اور اہل ہندو اور جاہل مسلمان اس کا سرمہ بنا کر شرک کے طور پر آنکھوں میں لگاتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر بطور دوا کے (نہ کہ تبرک کے لئے) اور دواؤں کے ساتھ پیش کریا بعض اسی کو لگائے تو جائز ہے۔

۱۱۔ ٹوٹے ٹوٹے کرنے والے جاہل فقیر دھاگوں سے ٹھیکریاں باندھ کر درختوں میں باندھتے ہیں، اسی طرح انگوٹھی اور پھل باندھنا جس کو کاجو پیر کی ڈھیل کہتے ہیں اور نگلے یا ہاتھ پیروں میں کالی اون کا دھاگا باندھنا یہ سب رسوم کفار و جہال ناجائز ہیں۔

۱۲۔ مائارانی مائادوی غنڈی مائاد غیرہ (چھوٹی بڑی) چیچک کو پوجنا (یہ ایک مرض ہے جو صغیر کے باعث لاحق ہوتا ہے) جاہل لوگ اس کی تعظیم اور پرستش کرتے اور مائارانی وغیرہ نام رکھ کر ان کی خوشنودی کو اس بیماری کے دفعیے کا ذریعہ سمجھتے ہیں جو سراسر شرک ہے۔

۱۳۔ مائاج کے ڈھیر کے گرد لکیر کھینچنا اور کھلیان میں ننگے سر داخل نہ ہونا اور وہاں ہرگز کلام نہ کرنا اور گھٹل حرجل وغیرہ کی دھونی دینا اور ان امور کے ترک کو بر جانا سب شرک اور رسوم کفار سے ہے۔

۱۴۔ اگر کوئی شخص گھر سے روانہ ہو جائے اور بعد میں گھر میں سے کوئی بلائے تو وہاں آنے کو برا سمجھنا شرک ہے۔

۱۵۔ ملا، دھوبی اور کسی سردار (نمبردار وغیرہ) کے ملنے کو برا سمجھنا اور خاکروب ڈوم وغیرہ کے ملنے کو اچھا جانتا کوا اڑانا، اوی

(رسوئی) پانا وغیرہ سب شگون بد اور حرام ہیں۔

۱۶۔ جب تک خود نہ لگائے کسی کو جامن (یعنی وہی جمانے کے لئے لسی) نہ دینا یا دودھ کے نیچے سے آگ نکال کر نہ دینا۔ اسی طرح بعض لوگ دودھ لسی گھی ڈوم کو اور بعض چھپنی (دھوبی جو کپڑے چھاپتا ہے) کو نہیں دیتے اور بعض لوگ ان چیزوں کے بیچنے کو عیب جانتے ہیں یہ سب داہیات اور غلط فہمیاں ہیں۔

۱۷۔ نوچندی رات یا جمعرات کو حیوانوں اور چوپایوں کا دودھ خیرات کرنا اس طرح کہ تھوڑا سا لوگوں کو دے کر باقی خود کھا جائے اور جو بچہ اس کو صبح کے وقت کھاتا اور دہی بنا کر کھن نہ نکالنا اس خیال سے کہ ان کے باپ دادا (جو کفار تھے یا جہالت کے باعث) اس کام سے راضی نہیں ہیں، خدا نخواستہ اگر ان کی مرضی کے خلاف یہ عمل کیا جائے تو مال ضائع ہو کر ہم لوگ مفلس رہ جائیں گے۔

۱۸۔ لوہڑی وغیرہ ہندوؤں کے رسوم و تہوار مانا بالکل منع اور حرام و شرک ہے (ہندوؤں کے اعتقاد میں لوہڑی ان کی ایک پیشوا عورت کا نام ہے جس کے نام سے آخر ماہ پوس اور شروع ماہ منکھسر میں جواریکئی وغیرہ بھون کر اس کے پہلوؤں کو جلاتے اور کئی قسم کی نامعقول حرکات کرتے ہیں اور زور بد بھر کر مارتے ہیں مسلمانوں کو ایسا کرنا صریحاً حرام بلکہ کفر کا خوف ہے یہی حکم دیوانی وغیرہ رسوم کفار کا ہے)۔

۱۹۔ بچہ چٹنے والی عورت (زچہ) کو سات دن تک ناپاک بنجس جان کر برتنوں سے الگ رکھنا اور اس کے جھوٹے کو ناپاک سمجھنا اور اس گھر سے آگ پانی وغیرہ ہرگز کسی کو نہ دینا اور لاہے یا آگ کا پاس رکھنا اور کینوں کو کہنا کہ زچہ کے سامنے نہ آئے پھر باپ داروں کی چال والی رسمیں کرنا یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد کوئی حیوان ذبح کر کے اس کا گوشت صرف اپنے قبیلے کے لوگوں کو دینا یا کھلانا اور فیروز کو نہ دینا اس کے بعد جو کھا نا پکا رہے سے زمین میں دفن کر دینا۔ یہ ہر پرستوں کی رسم ہے جو سنت عتیقہ کی بجائے اختیار کر لی گئی ہے اللہ تعالیٰ اس

سے بچائے آئین۔ نیز دال کے چر کے نیچے پیسہ رکھنا جب وہ بچے کی نال کالے، سات قسم کے اناج ما کر پکاتا، اور سات سہانگوں کو کھلاتا اور چھانچ (سوپ) یا چھلنی میں کچھ اناج اور سوا پیسہ مشکل کشا کے نام کا رکھنا وغیرہ رسوم زہنگی شرک و حرام ہیں۔

۲۰۔ شادی بیاہ میں بہت سی رسمیں شرک و کفر و بدعت کی لوگ کرتے ہیں یہ سب منع اور حرام ہیں ان سب رسوم کا احاطہ کرنا اور پھر اس مختصر میں لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ ہر جگہ کی رسوم مختلف ہوتی ہیں اس لئے چند مشہور رسمیں یہاں درج کی جاتی ہیں اور باقی بھی انہی پر قیاس کی جاسکتی ہیں مثلاً گھڑا گھڑولی یہ ایک رسم ہے جس میں عورتیں جمع ہو کر دولہ کے سر پر سرخ کپڑے وغیرہ کی جھار ڈال کر ایک نیا گھڑا اپنے سر پر رکھ کر کونئیں پر سے پانی بھر کر لاتی ہیں اور آتے جاتے گاتی بجاتی ہیں۔ نوکرے پر چڑھ کر نہانا اور دولہ کے ہاتھ پر چراغ حدنا نوکرے پر سے چھلانگ مار کر چین (مٹی کا ڈھکن) توڑنا، مردوں کا ہاتھ پیروں میں مہندی لگانا تلواریا تیر دولہ کی زبان اور ہاتھ پر رکھنا۔ ہاتھوں پر پیروں کو کتلا باندھنا یا کتلا پلنگ یا دلہیز یا ستون و بچی وغیرہ کیسے تھ باندھنا سہرا باندھنا، سرس یا شیشم کے چتے گھڑی میں رکھنا یا چھریا چھت میں لٹکانا۔ سات سہانگوں (زندہ خاوند والی عورتوں) کا دل کر نو شہ نصیحت کرنا تیل دولہ یا دلہن کے سر پر ڈالنا۔ دودھ اور پانی ملا کر ایک دشت میں ڈال کر ایک انگوٹھی اس میں ڈالنا جس سے دولہا اور دلہن کھیلتے ہیں۔ دولہا دلہن کے دامن کو آہیں میں گرہ دے کر کھڑے وغیرہ کے گرد گھمانا یا گٹھ جوڑ کر کے مزاروں، مسجدوں و دیگر خاص خاص مقامات پر پھرنا، چوری (مالیدہ) کوٹ کر دلہن کو دینا اور تھوڑی سی اس کے پاؤں کے نیچے رکھنا۔ دلہن کو مائیں بٹھانا یعنی شادی سے چند روز پہلے دولہا یا دلہن کو ایک بورے پر بٹھ کر مائیں (جوز مائل) اس کے نیچے ڈال دیتے ہیں، جٹوی یا لکڑی کھار کے چاک وغیرہ کے گرد سات پھیرے دینا۔ ہر کام پر رنگ پر دت (نبد جسے بونے ربی اضم) تقسیم ہونے میں مثلاً نانی نے دیگ کے لئے چولہا بنا کر نیک مانگا تو اس کو ایک خوان میں اناج اس پر ایک بھیلی گڑی رکھ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز رازدارا سے کام پر یہی جرمانہ (اگر یہ حق اللہ مت ہے تو ایک ہی دفعہ دیدار اس ڈھونگ اور شہرت خلاف شرع طریقے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ جارہا فاسد ہے) بڑی دینا دولہا کی طرف سے اور بڑی کی پیٹگیر دلہن کے گھر سے دینا وغیرہ غرض کہ منگنی سے لے کر شادی، ورنہ غصتی تک بیٹا بھتیخ مختلف رسوم ہر ملک و ہر زمانے میں رائج ہیں جو شرک اور بدعت اور ممنوع ہیں۔

۲۱۔ شب برات کے موقع پر چراغاں کرنا اور عاشورا کے موقع پر تھوڑے نکالنا، ہر سال محرم کے شریع دس دن تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ کرنا، چھاتی بیٹنا، مرثیہ خوانی کرنا، ذلزل نکالنا وغیرہ یہ سب رافضیوں (شیعوں) کے رسم و رواج ہیں جو منع و حرام ہیں۔ رافضیوں، بدعتیوں، فاسقوں اور بھلا کی رسمیں منع ہیں۔ دیگر مہینوں اور ایام کی رسمیں بھی اس پر قیاس کرنی چاہئیں۔

۲۲۔ حضرت حیران رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ اسرارہ کے ختم کے لئے چاند کی بارہویں یا گیارہویں رات مقرر کرنا وہیات ہے، وہی رات شرط نہیں ہے آگے پیچھے کر سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی کھانے وغیرہ کی تخصیص نہیں بلکہ جس وقت جو کچھ توفیق ہو غریب و فقرا پر صدقہ کر کے اس کا ثواب جن بزرگوں کی امداد کو چاہے وہ یہ کرے یہی حکم یا کسی ستائیسویں وغیرہ جملہ رسوم ختم فاتحہ و بیس ثواب وغیرہ کا ہے اور اس قسم کے مسائل میں اصول یہی ہے کہ اگر خیر کے لئے جب شرع شریف سے کوئی وقت یا چیز یا صورت مقرر نہیں ہے تو اختیار ہے کہ جب چاہے اور جس طرح اور جو چیز چاہے خیرات کر دے اپنی طرف سے کسی خاص وقت یا صورت یا چیز کو، ذمہ نہ کرے کہ اس کے خلاف کو برا اور کی یا عدم ثواب کا باعث جانے۔ البتہ جس وقت کرے یہ دیکھ لے کہ وہ وقت یا چیز یا صورت شرع کے خلاف نہ پڑتی ہو۔ باقی ان رسوم کے جواز و نفاذ کے لئے بھوٹی اور خط و دایتیں پڑھنا جیسا کہ لوگوں نے گھڑ رکھی ہیں صریحاً کفر ہے۔ نیز حضرت حیران رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف کی یا کسی اور بزرگ کے نام کی سنت ماننا اگر اس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے کی نیت نہ ہو تو شرک ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے

واسطے کوئی خیرات دے کر اس کا ثواب حضرت پیران پیر یا کسی اور بزرگ کی روح پاک کو پہنچائے تو شرک نہیں ہے اور سب کا ہائنا سہا ہے لیکن جب تھوڑا سا بانٹتے ہیں در زیادہ حصہ خود کھا جاتے ہیں اور اگر وہ دودھ ہے تو کھانے کے بعد ہاتی کو جامن نہیں لگاتے اور اگر جامن لگاتے ہیں تو صبح کو نہ حالی (رئی) سے نہیں بلوتے بلکہ ہاتھوں سے ہا کر خود کھا جاتے ہیں فقر اکونیس دیتے یہ سب خیالات اور طریقے خلاف شرع اور منع ہیں۔

۲۳۔ نجومی پنڈت یا جس پر جن وغیرہ چڑھا ہو اُس سے غیب کی خبریں پوچھنا۔ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھاوا چڑھانا کسی کے سامنے تصویر کی طرح کھڑے رہنا، ناز کے قیام کی بیعت پر کھڑے رہنا، جن بھوت پریت وغیرہ کے چھوڑ دینے کے لئے اُن کی بھینٹ دینا، بکر وغیرہ ذبح کر کے بچے کے بچنے کے لئے اُس کے ناز کا پوجنا، کسی کے نام پر بچے کے کان چھیدا اور ہالی ہلاتی پھنانا۔ کسی کے نام کا ہازر پر پیسہ بانٹنا یا گھگھے میں ناز ڈالنا۔ جوئی رکھنا۔ بدھی پہنا کسی کے نام کا فقیر پھانا۔ علی بخش، حسین بخش، عبدالغنی وغیرہ نام رکھنا (ایسے نام جس میں اضافت عہد کی ہدا کے سوا کسی اور کی طرح ہو درست نہیں اگرچہ صرف اس قسم کے نام رکھنے سے شرک کا حکم نہ ہوتا لیکن اس احتمال کے سبب سے کہ عہد سے مراد خادم و مطیع ہے مگر بڑے شرک سے ایسا نام خالی نہیں، علی بخش میں بھی علی شرک ہے در میان اسم خدا اور اسم علی مرتضیٰ کے اور عوام علی مرتضیٰ کے نام کو جانتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ خدا کا نام بھی علی ہے اس لئے اس میں شرک کا احتمال ہے علی ہذا التیاس حسین بخش وغیرہ میں بھی شرک کا دھم پایا جاتا واضح ہے اس لئے ایسے نام رکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا کسی بزرگ کا نام دھینے کے طور پر چھپنا، تصویر رکھنا خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لئے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا، کسی چیز کو چھوئی سمجھنا محرم کے مہینے میں پات نہ کھانا، لال کپڑا نہ پہننا، پی پی کی صفت مردوں کو نہ کھانے دینا، یوں کہنا کہ خدا اور رسول چاہے گا تو لاں کام ہو جائے گا، یا یہ کہنا کہ اوپر خدا نیچے تم، کسی کو شہنشاہ، خداوند، خدا یگانہ کہنا وغیرہ یہ سب امور شرک ہیں جن میں اکثر شرک فی العبادہ ہیں۔ شرک کی اور بھی بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں وہ سب مندرجہ بالا صوبوں اور مثالوں پر قیاس کر لیں جائیں۔

بدعت کا بیان

کفر اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ بدعت ہے۔

تعریف بدعت: بدعت اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین اور شیخ تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، نہ اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے و شرع شریف کی ان چاروں دہلیوں یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت، صحابہ تابعین اور تبع تابعین کا اجماع) اور قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے خواہ اس کا موجد کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ بدعت بہت بڑی چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور جو شخص بدعت لکالے اور اس کو دین کا زحائے والا فرمایا ہے اور فرمایا ہے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ لِي الْفَارِ "ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے" لوگوں نے ہزاروں بدعتیں پیدائش سے مرنے تک نکالی ہوئی ہیں جو ہر زمانے اور ملک میں مختلف ہیں (اور یہی بدعت کی بڑی شناخت ہے برخلاف سنت کے کہ وہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں یکساں ہے) اور وہ بے شمار رسوم ہیں جن میں اکثر لوگ جائز سمجھتے ہیں اور اگر جن کو گناہ بھی سمجھتے ہیں تو ہلکا سمجھ کر پرواہ نہیں کرتے، نہ خود کرتے ہیں نہ دوسروں کو روکتے ہیں۔ یہاں چند بدعتیں درج کی جاتی ہیں زیادہ تفصیل اصلاح الرسوم اور دیگر کتب میں

ملاحظہ فرمائیں یا ان اصول و نظائر پر قیاس فرمائیں۔ بعض بدعتیں شرک کے بیان میں مذکور ہو چکی ہیں کچھ اور یہ ہیں پختہ قبریں بنانا، قبروں پر گنبد بنانا، قبروں پر چراغاں کرنا، قبروں پر دھوم دھام سے عرس (سیدہ) کرنا، عورتوں کا وہاں جانا، قبروں پر چادریں وغلاف ڈالنا، بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا، تعزیے یا قبر کو چومنا چاٹنا، قبروں کی خاک ملنا، قبروں کی طرف نماز پڑھنا، منہ کی چاول گلگلے چوری وغیرہ چڑھانا۔ تعزیہ کو سہام کرنا محرم میں مہندی مسی وغیرہ نہ لگانا یا مرد کے پاس نہ جانا تیجا چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا، باوجود ضرورت کے عورت کے دوسرے نکاح کو میسوب سمجھنا۔ نکاح، فتنہ، بسم اللہ وغیرہ میں اگرچہ وسعت نہ ہو مگر خاندانی ساری رکبیں کرنا خصوصاً قرض لیکر تاج رنگ وغیرہ کرنا اسلام کی جگہ نہ مئی آداب وغیرہ کہنا یا صرف سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا، دیور، جینٹ، پھوپھی راد، خالہ راد بھئی کے سامنے عورت کا بے دھڑک آنا اور کسی نا محرم کے سامنے آنا، مگر یا دریا سے گاتے بجاتے لانا راگ باجا گانا سننا خصوصاً اس کو عبادت سمجھنا ڈومنیوں وغیرہ کو نچانا اور دیکھنا اس پر خوش ہو کر ان کو انعام دینا، نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو بجات کے لئے کافی سمجھنا، کسی کے نسب میں کسر ہو تو اس پر طعن کرنا، دولہ کو خلاف شرع لباس پہنانا، آتش بازی، ٹنپوں وغیرہ کا سامان کرنا، فضول آرائش کرنا۔ گھر کے اندر عورتوں کے درمیان دولہا کو بلانا اور سامنے آ جانا تاکہ جھانک کر اس کو دیکھنا سیانی بالغ سالیوں وغیرہ کا سامنے آنا اس سے نفی مذق دل لگی کرنا، چوتھی تھیلنا، جس جگہ دولہا دلہن لیٹے ہوں اس کے گرد جمع ہو کر ہتھی سننا، تاکہ جھانکنا، اگر کوئی بات معلوم ہو جائے تو اس کو اوروں سے کہنا، دلہن کا ایسی شرم کرنا کہ نمازیں قضا ہو جائیں، سخی سے مہر زیادہ مقرر کرنا، مٹی میں چلا کر رونا، منہ در سینہ پٹینا، بیان کر کے رونا، استہمالی گمڑے توڑ ڈالنا، جو کپڑے اس کے بدن سے لگے ہوں سب کا دھونا، سال بھر تک یا کچھ کم زیادہ اس کے گھر میں اچا رہ نہ پڑنا، کوئی خوشی کی تقریب نہ کرنا، مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا، میت کے مکان پر کھانے کے لئے جمع ہونا، رندہ رہنے کے لئے لڑکے کا کان یا ناک چھیدنا۔ لڑکے کو بال یا بلق پہنانا، ریشمی یا کسم یا زعفران کا رنگا ہو کپڑا یا ہنس یا گھوگر دی کوئی اور زیور پہنانا، عتیقہ کی رسوم مثلاً کنوری یا پھونج میں تاج یا نقدی وغیرہ ڈالنا، دھانیوں کا اہاق (جو ناحق ہے) مانگنا، بخیری کی تقسیم، سرنائی کو اور ران دانی کو دینا ضروری سمجھنا، عتیقہ کی مذیل توڑنے کو برا جانا اور دفن کر دینے کو ضروری جاننا، ہر جائز، مستحب کام میں ایسی شرطیں لگانا جس کا شریعت سے ثبوت نہ ہو، مثلاً میلاد شریف میں عیدائش کے بیان کے وقت قیام کرنا اور اس کو یہاں تک ضروری سمجھنا کہ جب کھڑے نہ ہوئے مولود ہی نہ ہوا۔ اور بعض تو یوں اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے ہیں، یہ شرع سے ثابت نہیں ہے، اسی طرح ختم فاتحہ و ایصال ثواب میں دن، خوراک و مریقے وغیرہ کا مخصوص کرنا، یعنی گیارہویں و کوٹھڑے و دلہا وغیرہ شب برت کا علو محرم کا کچھ اور شریعت وغیرہ بہت سی رسوم بدعات رائج ہیں جن کا حصر مشکل ہے ان سب میں اصول یہ ہے کہ جس بات کو شرع نے ناجائز کہا ہو اس کو جائز نہ جانے اور جس کو جائز بتایا ہو مگر ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھ کر پابندی نہ کرے یا نام و شہرت و دکھاوے کے لئے نہ کرے جس کام کو شرع نے ثواب نہیں بتایا اس کو ثواب نہ سمجھے اور جس کو ثواب بتایا ہو اور ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری نہ سمجھے مگر لوگوں کے طعن و خوف سے اس کے چھوڑنے کو برا جانا بھی گناہ ہے۔ اسی طرح بغیر شرع کی سند کے کوئی بات تراشنا اور اس کا یقین کر لینا گناہ ہے۔ خوب سمجھ لیں، اللہ سب محدثات (بدعات) سے بچائے آمین۔

باقی گناہوں اور محرمات و مکروہات شریعت کا بیان

کفر، شرک اور بدعت کے علاوہ اور بہت سے گناہ کبیرہ ہیں۔ کبیرہ گناہ شرع شریف میں اس گناہ کو کہتے ہیں، جس کو شارع علیہ السلام نے حرام کہہ دیا ہو یا اس کے اوپر کوئی عذاب مقرر کیا ہو اور کسی طرح سے اس کی مذمت کی ہو یا اور یہ وعید و حرمت و مذمت خواہ قرآن پاک سے یا کسی حدیث شریف سے ثابت ہو۔ گناہ کبیرہ بہت سے ہیں جس کا حصر نہیں کیا گیا لیکن کچھ کبیرہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ غیبت یعنی پیچھے پیچھے برائی کرنا جبکہ وہ برائی اس میں پائی جاتی ہو، خواہ غیر اختیاری ہو جیسے اندھا لکڑا وغیرہ کہنا، یا اختیاری ہو جیسے جولاہا، سوچی وغیرہ پس اگر یہ عیب کے طور پر اس کے سامنے بیان کئے جائیں تو وہ ناراض ہو جائے اس وقت یہ عیب کے طور پر پیچھے بیان کرنا غیبت سے اور بڑا گناہ ہے لیکن ظالم لائق بدعتی و رکن تلوے والے کی غیبت جائز ہے، غیبت کا سننا بھی منع ہے۔

۲۔ جھوٹ بولنا لیکن جنگ میں صبح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے یا جس آدمی کی دو بیویاں ہوں وہ ان کو جھوٹ بول کر مطمئن کر دے۔

۳۔ بہتان یعنی کسی کے ذمے جھوٹ بات لگانا (جو عیب کسی میں نہ پایا جاتا ہو اس پر لگانا) یہ غیبت سے بھی سخت گناہ ہے۔ بشنا یا رسا عورت یا مرد کو زنا کی جھٹ لگانا

۴۔ غیر عورت کو شہوت سے دیکھنا، بلا شہوت کے جو ان غیر محرم عورت کا منہ دیکھنا مکروہ ہے، شہوت سے اپنی بیوی کے سوا غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے حتیٰ کہ غیر عورت کے سر کے بال و رپاکی کے بال یا کسی اور عضو کا دیکھنا حرام ہے۔ آدمی کے باں ہڈی اور دیگر اعضاء جسم، مستہاں کرنا مکروہ ہے۔ عورت کی کھوپڑی قبر سے نکال کر دیکھنا، غیر محرم بوڑھی عورت کا منہ ہاتھ بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے، شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے منہ اور ہاتھ کے علاوہ باقی بدن کا دیکھنا بال شہوت بھی جائز نہیں خواہ وہ عورت بوڑھی ہو یا جوان۔ اپنی محرمات یعنی بہن، بیٹی، ساس وغیرہ کے ناف سے زانو تک اور پیٹ و پیچھ کا دیکھنا بھی حرام ہے اگرچہ بلا شہوت ہو۔ ان محرمات ابدیہ کا سینہ، گردن، بازو سر اور پنڈلی کا دیکھنا یا خیال شہوت جائز ہے اور بلا شہوت شہوت ہاتھ لگانا بھی جائز ہے جس جگہ عورت کے نظر آنے کا اندیشہ ہو یا آدمی تنگ نظر آنس جس جگہ دیکھنا جائز نہیں مثلاً گھر یا حمام وغیرہ۔

۵۔ غیر عورت کی آواز سننا شہوت کے ساتھ حرام ہے، یہ کانوں کا زنا ہے اور اس کی طرف شہوت سے دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور شہوت کے ساتھ کلام کرنا زبان کا زنا اور شہوت کے ساتھ چھونا ہاتھوں کا زنا۔ اس کی طرف چلنا (شہوت کے ساتھ) پاؤں کا زنا اور خواہش دل کا زنا ہے اور جماع ان سب کو بچ کر دیتا ہے (یا نہ کرنا جھوٹ کر دیتا ہے)۔

۶۔ دنیا دار کی جانب جو دین میں ناقص ہو رغبت کر کے دیکھنا، والد اوروں کی خوشامد کرنا اور ان سے مال لینا جائز نہیں۔

۷۔ خلاف شرع باتوں کا سننا۔

۸۔ مرد سے یا کسی مصیبت پر چیخ کر رونا، جان کر کے رونا چھاتی یا سر پیشنا، کپڑے پھاڑنا۔

۹۔ گانا جولا یعنی لغو اور فضول ہو۔

۱۰۔ باہاد وغیرہ بھانا اور ہچے دیکر ساز کے ساتھ گانا سننا۔ لوتیں تالیاں اور تاج وغیرہ کا دیکھنا و سننا (اگرچہ ایک آواز آئے تو کچھ گناہ نہیں۔ کوشش کرے جس سے کانوں میں آواز نہ آ سکے یعنی انگلیاں وغیرہ دے کر)۔

۱۱۔ کسی کا پوشیدہ کلام چھپ کر سننا۔

۱۲۔ جس کا کام کرنا منع ہے اس کا دیکھنا بھی منع ہے اسی طرح وہاں ضرر ہو کر مدد دینا بھی منع ہے، اور جس بات کا کہنا منع ہے اس کا سننا، لکھنا اور مدد دینا بھی منع ہے۔

۱۳۔ قضائے الہی اور تقدیر پر راضی رہنا فرض ہے اس لئے جو بات تقدیر پر ناراضگی اور غصہ پر دلالت کرے وہ حرام اور موجب کفر ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے)۔

۱۴۔ ہنسانے کے لئے بے ہودہ بات کہنا۔

۱۵۔ ایسے شعر کہنا اور پڑھنا جن میں جھوٹ یا مسلمانوں کی مذمت ہو۔

۱۶۔ ایسے قصے کہانیوں کی کہنا جن میں جھوٹ، فسق و فجور اور عورتوں کی تعریف و تعشق اور دیگر قباحتیں ذکر کی گئی ہوں جیسے کسی بچوں، پیر، راجھا وغیرہ، پس اسکی کتابوں کا پڑھنا، لکھنا، سننا، چھپنا اور رواج دینا سب ناجائز ہے۔

۱۷۔ امر بالمعروف (نیکی کی تلقین) اور نہی عن المنکر (بری باتوں سے روکنا) کو ترک کرنا۔

۱۸۔ مظلوم کی فریاد رسی نہ کرنا۔

۱۹۔ نیت کے خلاف (جھوٹا) وعدہ کرنا۔

۲۰۔ علم کا نام نجوم و منطق و منظرہ و فلسفہ وغیرہ علوم عقلیہ کا ضرورت سے زیادہ پڑھنا منع ہے بلکہ ضرورت جائز ہے۔

۲۱۔ کسی کے علم کو آ زمانا تاکہ اسے ذلیل و شرمندہ کرے، حرام ہے، یہ جب ہے کہ وہ شخص مومن صالح اہل سنت والجماعت ہو، اور باطل فرقوں میں سے ہو تو تیز کی ذہن اور باطل کرنے کے لئے بلاشبہ جائز ہے جس کو مناظرہ کہتے ہیں۔

۲۲۔ کتمان علم یعنی نفع دینے والے علم کو چھپانا اور لوگوں کو فیض نہ پہنچانا جبکہ وہ اس کو پسند کریں۔

۲۳۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا یعنی خن بلند جو جھڑک اور اہانت ہو، نہ کہے، ماں باپ کی نافرمانی، ان کی مخالفت، ان پر طعہ کرنا، ان کے کلام کو رد کرنا، ان کو ناحق ستانا، اور ماں باپ کا عاق ہونا حرام ہے۔

۲۴۔ سسٹے کا جواب بے تحقیق دینا (کل شرطیں سمجھ کر صحیح جواب دینا چاہئے)۔

۲۵۔ نالوں کو فتویٰ روحانی کی اجازت دینا۔

۲۶۔ شریعت کے احکام کو جانے بغیر معاملات یعنی بیع و شراء، مضاربہ، رهن، اجارہ وغیرہ کرنا۔

۲۷۔ شرکیہ منتر جس میں دیویوں، پریوں کے نام یا دیوی رلیو یا وکس اہل ہنود و کفار کے نام ہیں جس کے معنی سمجھ میں نہ آئیں یا جادو کرنا۔

۲۸۔ حرام چیز دوا کے طور پر بھی کھانا حرام ہے جبکہ اور دوائیں اس مرض کی مل سکیں۔ اگر اس کے سوا اور کوئی دوائی نہ ملے یا اور دواؤں سے فائدہ نہ ہوتا ہو اور طبیب حاذق اس کو آخری علاج تجویز کرے تو ضرورتاً جائز ہے۔

- ۲۹۔ پیٹ بھرے ہوئے پرکھانا یا گندا گوشت یا گندا اطعام کھانا حرام ہے۔
- ۳۰۔ دعوت میں بغیر اجازت مالک کسی کو کھانا دینا یا گھر لے جانا۔
- ۳۱۔ نیکوں (انبیاء و اولیاء) کی دوستی کا دعویٰ کرنا اور ان کے افعال ترک کرنا۔
- ۳۲۔ نجس کپڑے پہننا اور کپڑے میں اسراف کرنا یعنی ٹخنوں سے نیچا پا جامہ پہننا اور دیگر چیزوں میں اسراف و فضول خرچی کرنا۔
- ۳۳۔ قرآن شریف کو بغیر غلاف کے بے وضو ہاتھ لگانا۔
- ۳۴۔ استاد کی نافرمانی اور استاد کا عاق ہونا۔
- ۳۵۔ لوگوں پر ظلم کرنا یا کسی کو ناحق مارنا یا ستانا یا قتل کرنا۔
- ۳۶۔ حیوانوں کو مارنا خواہ وہ قدرتی کمزور ہوں یا بوجھ و غیرہ کے نیچے تھک گئے ہوں۔
- ۳۷۔ منہ پر مارنا مطلقاً (ضرورت نہ ہو یا بلا ضرورت) نیز منہ پر داغ دینا۔
- ۳۸۔ بے گانے مال سے بغیر اجازت مالک کے نفع حاصل کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔
- ۳۹۔ خاوندوں کو تالیع کرنے کے لئے عورتوں کو تعویذ دینا۔
- ۴۰۔ ایسی کشتی پر جان بوجھ کر سوار ہونا جو ڈوبنے سے نہ بچ سکے۔
- ۴۱۔ تین دن سے زیادہ سوگ کرنا، مگر بیوہ عورت اپنے خاوند کا سوگ یعنی عدت چار ماہ دس دن کرے (اگر حاملہ ہو تو اس کی مدت عدت وضع حمل ہے)۔
- ۴۲۔ عورتوں کا بیاہ شادیوں میں زیب و زینت کی نمائش کرنا اور پردے کا خیال نہ کرنا۔
- ۴۳۔ عورتوں کا اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرنا۔
- ۴۴۔ عورتوں کا بلا ضرورت چادر اور برقع کے ساتھ باہر آنا۔
- ۴۵۔ لڑکیوں کو وارثت سے محروم کرنا۔
- ۴۶۔ اپنی اولاد کے ساتھ خرچے وغیرہ میں بلا سبب عدل و مساوات نہ کرنا۔
- ۴۷۔ مومنوں کو دکھ پہنچانا۔
- ۴۸۔ سوالی کو جھڑکنا جبکہ وہ زیادہ شک نہ کرے لیکن اگر تھوڑا دینے پر نہ لے اور ضد کرے اور جھڑکے بغیر نہ ملے تو جائز ہے۔
- ۴۹۔ نماز نہ پڑھنا۔
- ۵۰۔ روزہ نہ رکھنا۔
- ۵۱۔ مال و حق ہونے کے باوجود حج نہ کرنا۔
- ۵۲۔ زکوٰۃ نہ دینا۔
- ۵۳۔ شراب پینا۔
- ۵۴۔ زنا کرنا۔
- ۵۵۔ چوری کرنا۔

- ۵۶۔ جھوٹی گواہی دینا اور سچی گواہی کو چھپانا۔
- ۵۷۔ جھٹی کھانا۔
- ۵۸۔ دھوکا دینا۔
- ۵۹۔ اپنے گھروں اور کمروں میں تصویریں لگانا، نیز تصویریں ڈونٹو کھینچنا، کھجرات۔
- ۶۰۔ لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔
- ۶۱۔ جوا کھیلنا۔
- ۶۲۔ گالی دینا۔
- ۶۳۔ سود لینا اور دینا۔
- ۶۴۔ ڈاڑھی منڈانا، ایک شست سے کم ڈاڑھی کو کٹنا یا ڈاڑھی چڑھانا۔ سر میں چند دایا شیطان کی کھڈی کھلوانا، لہیں، (مہمچیں) بڑھانا۔
- ۶۵۔ کھیل قماشوں، ناکوں، وغیرہ میں جانا۔
- ۶۶۔ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا۔
- ۶۷۔ بلا ضرورت ہاتھ سے مٹی کھالنا یعنی جلق کرنا۔
- ۶۸۔ مسلمان سے دلی میں بدگمان ہونا۔
- ۶۹۔ بدعہد کی کرنا۔
- ۷۰۔ دکھانے کو عہادت کرنا۔
- ۷۱۔ قرآن کریم پڑھ کر بھوننا۔
- ۷۲۔ بے عذر شرعی کسی غرض کو ترک کرنا۔
- ۷۳۔ جنگ میں دو چند کفار کے رعب سے بھاگنا۔
- ۷۴۔ یتیم کاماں ناحق کھانا۔
- ۷۵۔ کسی کا مال زبردستی چھین لینا۔
- ۷۶۔ رستہ ٹوٹنا۔
- ۷۷۔ افلام کرنا۔
- ۷۸۔ لینے دینے میں کم تولنا۔
- ۷۹۔ خنزیر کا گوشت کھانا۔
- ۸۰۔ خود کو دوسروں سے اچھا جاننا۔
- ۸۱۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہونا۔
- ۸۲۔ اللہ تعالیٰ سے خوف نہ کرنا۔

۸۳۔ مسلمانوں کو کافر کہنا۔

۸۴۔ کسی گلہ سننا۔

۸۵۔ رشوت لینا دینا (اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جب مجبوری ہو تو دینے میں معافی کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں)۔

۸۶۔ چھوٹے مقدمے کا فیصلہ کرنا۔

۸۷۔ مول چٹکا کر بعد میں زبردستی سے کم دینا۔

۸۸۔ حیض کی حالت میں اپنی زوجہ سے صحبت کرنا۔

۸۹۔ اناج کی گرانی سے خوش ہونا۔

۹۰۔ کسی غیر عورت کے پاس تنہا بیٹھنا۔

۹۱۔ جانوروں کے ساتھ جماع کرنا۔

۹۲۔ عیب جوئی کرنا۔

۹۳۔ اپنی عبادت یا تقویٰ کا دعویٰ کرنا۔

۹۴۔ کھانے کو برا کہنا۔

۹۵۔ کسی کے گھر بے اجازت چلے جانا۔

۹۶۔ کسی سے مسخرگی کر کے بے حرمت کرنا۔

۹۷۔ نسب پر فخر کرنا۔

۹۸۔ کسی کے نسب پر طعن کرنا۔

۹۹۔ عورتیں جن کے ولاد نہیں ہوتے بعض ایسے لڑکے کرتی کرتی ہیں کہ فلاں کا بچہ مر جائے اور ہمارے اولاد ہو جائے یہ بھی خون باحق اور کبیرہ گناہ ہے۔

۱۰۰۔ بعض عورتیں خاوندوں کے تمام مال و جائیداد پر قبضہ کر کے چھوٹے بچوں کو محروم رکھتی ہوں۔

۱۰۱۔ اس طرح قسم کھانا کہ مرنے وقت کلمہ نصیب نہ ہو۔ یا ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔

۱۰۲۔ کسی مسلمان کو بے ایمان یا کھلی مار، خدا کی پھٹکار کہنا، یا خدا کا دشمن وغیرہ کہنا۔

غرض کہ اور بھی بہت سے کبیرہ گناہ ہیں اور ان سب پر شریعت میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ بیضاوی شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے روز میری امت کے دس فرقے ہوں گے، ۱۔ وہ جو بندروں کی صورت پر ہوں گے وہ خن جھن و چغل خور ہوں گے، ۲۔ حرام خور و خزی کی شکل پر ہوں گے، ۳۔ سود خور و تحقیر کے لئے اوندھے لٹکائے جائیں گے، ۴۔ ظالم و کم اندھے ہوں گے، ۵۔ منکبر لوگ گوتے ہوں، ۶۔ عالم بے عمل کی زبان سینے پر لگی ہوئی ہوگی وہ اپنی زبان کا ٹھنڈے اور ان کے منہ سے پیپ جاری ہوگی، ۷۔ ہمسائے کو رنج دینے والے کے ہاتھ پیر کو رشتہ ہوگا، ۸۔ حاکم کے سامنے چٹائی کرینوالے آگ کی سولی پر لٹکائے جائیں گے، ۹۔ جو شہوتوں کے تابع ہو کر حقوق اللہ کو ضائع کرتے ہیں ان سے مردار سے بھی زیادہ بد بو آئے گی، ۱۰۔ جو حب دنیا رکھنے والے اور منکبر ہیں ان کے نیچے بدن پر لاکھ کا

روغن مل جائے گا (ایک قسم کا روغن جو آگ کو جلدی پکڑ لیتا ہے) نعوذ باللہ من الصغائر والكبائر کلمہا۔
کبیرہ گناہوں کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ سب صغیرہ ہیں۔

مسئلہ: جو صغیرہ پر اسرار کرے گا وہ کبیرہ ہو جائے گا اور کبیرہ پر ہٹ و اسرار کرنا کفر تک پہنچا دے گا اور جو کبیرہ کرے گا وہ مومن ہوگا اور آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کرے گا وہ معاف ہو جائے گا بشرطیکہ وہ کسی بندے کا حق نہ ہو ورنہ جب تک اپنے حق کو معاف نہیں کرے گا معاف نہیں ہوگا۔

دل کے گناہ اور ان کا علاج

مسئلہ: انسان صرف دل کے گناہ سے ماخوذ نہیں ہوتا مگر جب تک قول یا فعل میں دل کے گناہ مثلاً تکبر و غیرہ مذموم حرکات کا اثر ظاہر نہ ہو، اور بعض عالم کہتے ہیں کہ اگر برے کام کی نیت یکن اور مضبوط کر لی تو جہنم کا رہوگا لیکن بعض کے نزدیک گنہگار نہ ہوگا۔ دل سے تعلق رکھنے والے گناہ یہ ہیں۔

۱۔ غلو (اپنی بزرگی کا ارادہ کرنا) ۲۔ محب (خود پسندی) ۳۔ تکبر (اپنی بڑائی چاہنا)۔ انسان کو خدا لیس اللہ تعالیٰ کے لئے ہر وقت تواضع کرنی چاہئے، دوسروں پر اپنی بزرگی نہ چاہے اور بڑائی کی نیت سے اپنے علم کا اظہار اور بڑے بڑے عالموں کے ساتھ مباحثہ ذکر اور نہ کرے اور نہ برابر والوں اور چھوٹوں کے ساتھ مناظرہ و جدل (جھگڑ) کرے بلکہ ان کے سامنے تواضع اور پیچھے پیچھے ان کی تعریف کرے اور اپنے نفس کو بدترین خلایق خیال کرے، ہاں مسئلہ بتانے اور حسب ضرورت دلیل دینے میں عار نہ کرے کیونکہ یہ تبلیغ ہے و فرض ہے اور یہ جانے کے میں نے ہم دہل کے لئے اور دونوں جہاں کی بھلائی حاصل کرنے کے لئے سیکھا ہے نہ کہ اہل زمانہ پر بزرگی حاصل کرنے کے لئے بزرگوں کے اقوال و افعال میں غور کر کے اپنے احوال سے ملاتا رہے تاکہ ان محبوب سے پاک ہو جائے ۴۔ حسد (کسی کی نعمت پر اس کا برا بھلا اور گھوٹا)۔ اس کا علاج اس کا بد نفس خد کرنا اور منہ سے کہنا ہے کہ یارب اس کو اور زیادہ نعمت دے اور اس سے احسان و تواضع سے پیش آئے (خواہ دس چاہے یا نہ چاہے) فاسقوں اور کفار کی نعمت پر دل سے کڑھن جائز ہے۔ ۵۔ کینہ مسلمانوں سے کرنا، اگر تیرے دل میں کسی انسان کی دشمنی پڑے تو تو اس کے اعمال میں دیکھ اگر اس کی نیکی غالب ہے اور وہ فاسق یا بدعتی یا خام نہ ہو تو یہ شیطانی دشمنی ہے تو اس کو دور کر، اس شخص سے محبت کر اور اس سے ٹک کر رہ اور اگر نیکی مظلوم اور فسق و فجور غالب ہو تو اپنے بچے پر خدا کا شکر کر اور اس سے دور رہ۔ ۶۔ بدعتی یا ظالم یا فاسق کی دوستی و محبت، اگر یہ محبت تیرے دل میں آئے تو اس کو دور کرنے کی بہت کوشش کر اور بل اللہ و صالحین کی صحبت کو لا رہم پکڑ۔ ۷۔ ریا (اللہ تعالیٰ کی عادت میں یہ ارادہ کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جائے یعنی دکھا دے کے لئے کرنا) نیک اعمال کرتے وقت دس میں غلوں کا خیال رکھے اور اگر ریا (دکھاوا) کا خیال آئے تو دور کرے اگر نیک اعمال چھپ کر کرے تو چھپ کر کرے اگر چھپ کر نہ کر سکے یا اس میں اظہار ضروری ہو تو ریا کے ڈر سے عمل کو ترک نہ کرے بلکہ اور زیادہ کرے تاکہ ریا سے عادت اور عادت سے عبادت پھر غلوں میں جائے گی کیونکہ ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی آخر غلوں پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ترک عمل سے کرنا ہی مناسب بلکہ ضروری ہے نیز خبث جاہ کو دس سے نکالے کیونکہ یہ اسی کا شعبہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے ریا سے بچنے کی دعا مانگتا رہے۔ ۸۔ حب دنیا (دنیا یعنی ماسوا اللہ کی محبت) دنیا وہ ہے جس کا آخرت میں کوئی نیک پھل نہ ملے۔ حب الدنیا اس کمل خطیہ (۱) (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے) اس کو دل سے نکال

اور آخرت کی محبت میں دل لگا۔ دنیا کے نقصان پر غم و افسوس اور حصول دنیا پر خوشی مت کر۔ پہلے دین کے کام کر بیچے دنیا کے اور دنیا کے کاموں میں حسب ضرورت وقت و محنت لگا کر باقی وقت اور طاقت یا دالہی میں خرچ کرے:

کار دنیا کے تمام نہ کرو ہرچہ گیرید مختصر گیرید

۹۔ حب جاہ (عزت و مرتبے کی طلب و محبت) یہ بہت بڑی بیماری ہے اگر بلا طلب عزت حاصل ہو تو مذموم نہیں لیکن جب لوگ عزت کریں تو اپنے دس میں خوش نہ ہو بلکہ عزت اللہ تعالیٰ کے لئے جانے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے یہ شخص اس کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے عزت دی۔ موت کو کثرت سے یاد کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ دین کے کام کے لئے طلب جاہ و عزت جائز ہے۔ ایک علاج یہ بھی ہے کہ ایسے کام کرے کہ شرع کے خلاف نہ ہو مگر عرفاً اس شخص کی شان کی خلاف ہو اس سے لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوگا جیسے خشک روٹی کے ٹکڑے اور آٹے کی سیوس (پھانس) پینا۔ لیکن مقتدا کو یہاں کرنا زیادہ نہیں کہ دین میں فتور پڑے گا مگر معیہ فریقے کے لوگوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے خلاف شرع امور کو اپنا شعار بنایا ہے جو بالکل ناجائز اور حرم ہے اس سے بچیں۔

۱۰۔ حب مدح اگر کوئی تیری جھوٹی صفت یعنی جو تھ میں نہ ہو بیان کرے تو دل میں خوش نہ ہو۔ ۱۱۔ حب قہارح برائیوں کو اچھا سمجھنا، اور ایسے ہی۔ ۱۲۔ حب کفار ہے کیونکہ ہر مومن پر کفار کی دشمنی فرض ہے۔ ۱۳۔ برائیوں کے پھیلنے کو مومنوں و مسلمانوں میں چاہنا۔ نیز فاقستوں کی محبت فتنہ و حرام کی وجہ سے حرم ہے اس لئے ان کے ساتھ دوستوں جیسا معاملہ نہ کرے۔ ۱۴۔ بے ریش (امرد) لڑکوں سے رغبت کرنا حرام کی طرف لے جانے والا ہے اس سے بہت پرہیز کرے، اور بے ریش لڑکوں کو اپنے پاس بٹھانے خصوصاً تنہائی میں اور ان سے جسم دہانے، ساتھ سنانے وغیرہ سے پرہیز کرے۔ ۱۵۔ طویل عمر زندہ رہنے کی امید سوہوم کرنا منع ہے لیکن عمر کو عبادت کے لئے عزیز رکھنا اور نیک عمل کرنے کے لئے طلب کرنا جائز ہے۔ ۱۶۔ بہت غصہ حرام ہے لیکن دین کے لئے غصہ کرنا جائز ہے (أَسْخَبُ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ) اگر کسی پر بے اختیار غصہ آئے تو رہاں کو بچا کر رکھے زبان سے اعوذ باللہ پڑھے اگر کھڑا ہو بیٹھ جائے گریبیٹھ ہو تو بیٹھ جائے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالے۔ اگر اس سے بھی غصہ نہ دور ہو تو اس شخص سے عیدہ ہو جائے یا اس کو عیدہ کر دے۔ ۱۷۔ اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کرنا بڑا گناہ ہے ایسے ہی مسلمان کی نسبت بدگمانی منع ہے۔ ۱۸۔ مخلوق خدا (غیر اللہ) پر توکل و بھروسہ کرنا یا تمام اسباب پر یا اپنی عقل اور ہنر پر بھروسہ کرنا شرک اور حرام ہے چنانچہ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن شوہر، بادشاہ، راعی، تجارت وغیرہ پر بھروسہ کرنا سو جب کفر و شرک ہے جیسا کہ کفر و شرک کے بیان میں گزرا۔ بلکہ توکل صرف اللہ تعالیٰ پر کرے اور سبب سے مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرے۔ ۱۹۔ ظلم یا حرام کرنے کی نیت کرنا حرام و منع ہے۔ ۲۰۔ بحث کرتے وقت یہ چاہنا کہ دوسرا آدمی غلطی کرے، منع اور حرم ہے اس سے بھی پرہیز لازمی ہے۔

۲۱۔ بخل (جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروفاً ضروری ہو اس میں تنگ دلی کرنا) اس کا علاج حب و یا شئ مذکور ہو۔ ۲۲۔ حرص (دل کا مال وغیرہ کے ساتھ مشغول ہونا، علاج یہ ہے کہ خرچ گھٹا دے تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور یہ سوچے کہ حریص اور لالچی ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

ایک ضروری بات : ان بڑی باتوں کے جو علاج بتائے گئے ہیں ان کو دو چار بار برت لینے سے کام نہیں چلتا ورنہ یہ

برائیاں دور نہیں ہوتیں، مثلاً غصہ کو دو چار بار رک گیا تو اس سے بیماری کی جز نہیں مٹی یا ایک آدمی بار غصہ نہ آیا تو اس دھوکے میں نہ آئے کہ میرا نفس سنو گیا ہے بلکہ بہت دنوں تک ان علاجوں کو برتے اور جب غفلت ہو جائے افسوس اور رنج کرے اور آئندہ کے لئے خیال رکھے۔ نیز یہ کہ جب نفس سے کوئی شرارت اور برائی یا گناہ کا کام ہو جائے تو اس کو کچھ سزا دیا کرے اور دوسرا نہیں آسان ہیں کہ ہر شخص کر سکتا ہے

۱۔ اپنے ذمے کچھ آئندہ دوا نہ، روپیہ دورا پیہ جیسی حیثیت ہو، جرمانے کے طور پر ظہر اسے۔ جب کوئی بری بات ہو جائے کرے وہ جرمانہ غریبوں کو بانٹ دیا کرے اگر پھر ہو تو پھر اسی طرح کرے۔

۲۔ ایک وقت یا دو وقت کھانا نہ کھایا کرے یا روزہ نقلی رکھا کرے۔ (غریبوں کے لئے پہلی سزا اور امیروں کے لئے دوسری سزا یا دونوں مشترکہ مناسب ہیں) اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اگر ان سزاؤں پر عمل کرتا رہے گا تو ان شاء اللہ سب برائیاں دور ہو جائیں گی۔

مکروہات تحریمہ و تنزیہہ

مکروہات تحریمہ

بروقت فضول اور لامعنی کلام کرنا یا کام کرنا (یعنی جس میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ حاصل نہ ہو۔ جنازے کے نزدیک یا قبرستان میں یا مصیبت زدہ کے پاس یا نماز پڑھنے والے کے پاس غلطاً، سخری کرنا، ہنسنا، اللہ کا اسم (اللہ، رحمن وغیرہ) تھوک سے پونچھنا۔ کانٹہ کی نشانی جس پر خدا کا یا رسول کا نام ہو، درقوں میں رکھنا، مسجد میں جھگڑنا یا فضول کلام کرنا، دنیا کے فائدے یا شہرت و ریائے کے لئے وعظ کرنا، سورت کی ہڈی یا آدمی کی ہڈی کی درایتاً، تزکیزی یا گھاس کا بلا ضرورت کاٹنا، کمینے رذیل اور نوجوان لڑکیوں اور عورتوں اور فاسق و ظالم و بدعتی کی صحبت، دنیا دار کی صحبت جو دنیا کا ذکر کرے اور اللہ اور آخرت کو یاد نہ کرے، جن کی صحبت میں متہم ہونے (جھوٹا بدنامی کا الزام لگنے) کا ڈر ہو جیسے شرابی، زانی، رافضی، خارجی، بدعتی، فاسق، قاجر وغیرہ، ان کی صحبت میں بیٹھنا، بانوں کو سیاہ کلف (سیاہ خضاب) لگانا (غریب دہی کے لئے)، الہتہ ہندی دسمہ وغیرہ کا لگانا کہ جس سے بال بال نکل سیاہ نہ ہوں، جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ اونچی عمارتیں بنانا، ذکر یا وعظ کی مجلس یا قرآن مجید پڑھنے والے کے پاس کلام کرنا، کلام کرنے والوں کے پاس اونچی آواز سے قرآن مجید پڑھنا، شعبان کی تیسویں تاریخ کو ٹک کاروزہ (رمضان کے خیال سے) رکھنا، لیکن ظل کی نیت سے خاص آدمیوں کو (یعنی جو صحیح نیت کر سکیں) جائز ہے، عام آدمیوں کو بوجھ نہ جانے نیت کے اور فساد عقیدہ و نیت کے نقصان دہ ہے، آسمان کی طرف غفلت کے ساتھ دیکھنا تارے ٹوٹنے کی طرف غفلت کے ساتھ دیکھنا (یعنی ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے)، چاند کی طرف انگل سے اشارہ کرنا، ہر وقت اونچے قلیعے سے ہنسنا، خود حیلہ کرنا یا کسی کو سکھانا جبکہ کسی کا حق باطل ہو۔ مثلاً زکوٰۃ وغیرہ ساقط کرنے کے لئے بایں طور کہ اگر کوئی زکوٰۃ کی رقم غلہ (اناج) میں ڈال کر فقیر کو دیدے پھر وہ غلہ مع روپوں کے فقیر سے خرید لے تو اس سے فقیر کا حق باطل ہوا۔ پس اس قسم کا حیلہ منع اور مکروہ تحریمی ہے۔ اگر نیلے سے کسی کا حق باطل نہ ہوتا ہو تو گناہ نہیں۔ خراب سخت گندے گوشت کا کھانا، قبر پر چراغ جلانا، میا بھن (بچہ جھننے سے قریب بھاگائے، بکری وغیرہ کا ذبح کرنا، مسجد میں، پنی جبکہ مخصوص کرنا، اپنے وضو کے لئے برتن (مسجد) مخصوص کرنا، عورت کا ماں باپ کے گھر ملا اجازت نہ خوند رہنا، گروی (رحمن) رکھی چیز سے نفع حاصل کرنا، اگر چہ اس کا مالک اجازت بھی دیدے میاں بیوی کا آپس کی رات کی باتیں دوسروں سے کہنا، دکھاوے کے لئے خیرات کرنا یا کسی کی مدد یا کاری سے کرنا، مسجد اور نماز میں اکثر اوقات آنکھیں بند کرنا، قرص خواہ کا مقروض کے ہاتھ سے کوئی چیز چھیننا، بے وضو کسی ایسی چیز کا چھونا جس پر کوئی آیت قرآن لکھی ہو، صبح کے وقت یا عشا کی نماز سے پہلے اور ایسے ہی ہر نماز کے وقت کے قریب سونا مگر جبکہ کوئی اٹھانے والا ہو، اور نماز یا جماعت قضا ہونے کا ڈر نہ ہو تو پڑے، گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو خواہ مخواہ کھڑا رکھنا، سفر میں قافلے کے اندر ایک سردار مقرب نہ کرنا، ہر نماز کا وقت ٹھک کرنا، بوزھوں کی توہین کرنا، خرید و فروخت اور نکاح میں چڑی کرنا، چڑی ہندی لفظ ہے اس کی صورت یہ

ہے کہ دو شخصوں میں خرید و فروخت ہو رہی ہو اور تیسرا آ کر اس چیز کی قیمت زیادہ کہہ دے کہ میں اسے خریدتا ہوں اور اس کی قیمت خریدنے کی نہ ہو محض خریدار کو نقصان اور بیچنے والے کو نقص پہنچانے کی غرض سے ہو ایسے دو شخصوں کے خرید و فروخت کے معاملے میں قبل ان کے تصفیے کے تیسرے شخص کو اپنی خرید کے لئے اس چیز میں دخل دینا حرام ہے ہاں اگر وہ الگ ہو جائیں اور ان کا سودا نہ بنے تو اس کو خریدنا جائز ہے، جھگڑنا، بری دعا کرنا، اسی طرح ظالموں کے لئے اصلاح کی دعا کے سوا کرنا، بے گانی عورت (جوان) کے ساتھ بات کرنا، فاسد یا باطل معاملہ کرنا، کافروں کو بلا ضرورت سلام کہنا، چھینکے والے کا الحمد (الحمد للہ کہنا) سن کر جواب نہ دینا (بِسْمِ اللَّهِ نَدِیْنَا) اس لئے کہ چھینک کا جواب دینا واجب ہے، ضعیف فقیر کی طرف حقارت سے دیکھنا، دریا قبل میں انگلی ڈالنا، غیر مشروع کھیل کھیلنا، بلا ضرورت گھر میں کتا رکھنا، قبر کی زیارت اور وہاں کھڑے ہو کر دعا پڑھنے کے علاوہ سب امور بدعت ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک قرآن مجید پڑھنا بھی سنت ہے، قبر پر میت کا نام یا کوئی قابل تعظیم الفاظ رکھنا، قبر کو چونا، گچ بنانا اور اس پر گنبد بنانا اور قبروں میں مسجدیں اور کنوئیں بنانا بدعت ہے، لیکن قبر کی نشانی کے لئے حجرہ وغیرہ گاڑنا یا کھانا یا کتبہ وغیرہ اسی طرح سے طاق وغیرہ باندھنا جس سے بے ادبی کا شبہ نہ جاتا رہے جائز ہے۔ عیاہ شادی وغیرہ میں غیر محرم عورتوں کا سر ہونا، اور زینت کر کے مردوں میں آنا، سماع سننا، حال کھینا، رقص کرنا، بلا سماع اور رقص کے حال دو جد ہونا مکنا وغیرہ۔

مکروہات تشریہ

مکروہات تشریہ یہ ہیں اندھیرے میں کھانا، ارواح کو ثواب پہنچایا ہوا کھانا غریبوں کے علاوہ اور روں کو کھلانا یا خود جبکہ غریب نہ ہو کھانا، جوتے میں پہلے بایں پاؤں ڈالنا، نیز گھریا مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بایں پاؤں پہلے داخل کرنا، رات کو چراغ کو کھلا جلا چھوڑنا، برتن یا مشکینے وغیرہ کا منہ رات کو کھلا چھوڑنا، مغرب کے وقت لڑکیوں کو در حیا انوں کو چھوڑ دینا اور دروازہ بند نہ کرنا (کیونکہ مغرب کے وقت شیطانوں کا زور ہوتا ہے اس لئے دروازہ بند کر کے لڑکیوں اور حیوانوں کو مکان میں رکھے)۔

توبہ واستغفار کا بیان

جو کوئی ایسا گناہ کرے جس میں کفر یا شرک پایا جاتا ہو وہ مسلمان نہیں رہتا بلکہ کافر اور مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی بدعت کا کام کرے تو وہ مسلمان تو رہتا ہے لیکن اس کا اسلام اور ایمان بہت ناقص ہو جاتا ہے ایسے شخص کو مبتدع اور بدعتی کہتے ہیں اور جو کوئی کفر و شرک اور بدعت کے علاوہ کوئی کبیرہ کرے تو مسلمان تو ہے لیکن ناقص مسلمان ہے اسے فاسق کہتے ہیں۔ اگر کسی نے کوئی گناہ ہو جائے تو عذاب سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ توبہ کر لے۔ توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ پر گناہ سمجھ کر نادم اور شرمندہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رو کر گڑ گڑا کر توبہ کرے کہ اے اللہ امیرا گناہ معاف کر دے اور آئندہ کے لئے دل میں پکارا دہ کرے کہ اب کبھی گناہ نہ کروں گا۔ یاد رکھو کہ صرف زبان سے توبہ کر لینا اصلی توبہ نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (۱) ”یعنی اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ بخش دے“ جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے وَمَنْ يَفْعَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ لَعَنَ اللَّهُ نَفْسَهُ اللَّهُ يَجِدُ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (۲) ”جو کوئی برے کام کرے (کہ غیر کو اس سے ضرر پہنچے یا ظلم کرے اپنی جان پر) (کہ اس سے غیر کو ضرر نہ پہنچے) پھر وہ بخشے۔“

ما سَأَلَ اللَّهُ تَعَالَىٰ تَوْبَتَهُ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ كَوْنَهُ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ كَوْنَهُ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ كَوْنَهُ (۳) ”اللہ وہ

ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے اَلْاُتْبُ مِنْ اللّٰثِبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ (۱) "گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہوں کی برابر اور مانند ہو جاتا ہے" لیکن توبہ سے صرف وہ گناہ معاف ہوتے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا کوئی حق اور تعلق نہیں ہوتا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ نافرمانی کرنے کی وجہ سے سزا دے، خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ یہاں تک کہ کفر اور شرک کا گناہ بھی گئی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے لیکن نمازیں روزے، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض جو اس کے ذمے باقی ہیں جب تک ادا نہیں کرے گا معاف نہیں ہوں گے، توبہ سے صرف ان کی تاخیر و قضا کا گناہ معاف ہو جائے گا، اس لئے ان کی ادائیگی بطور قضا لازمی ہے البتہ جو گناہ ایسے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا تعلق ہے، مثلاً کسی یتیم کا مال کھا لیا کسی پر تہمت لگائی یا ظلم کیا ایسے گناہوں کو حقوق العباد کہتے ہیں یہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کی معافی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس شخص کا حق ادا کرے یا اس سے معاف کرائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کرے تو معافی کی امید ہو سکتی ہے۔ توبہ کا وقت نزاع کی حالت سے پہلے پہلے ہے پس جب انسان مرنے لگے اور عذاب کے فرشتے اس کے سامنے آ جائیں اور دم حلق میں آ جائے تو اس وقت اس کی توبہ مقبول نہیں۔ اس حالت سے پہلے پہلے ہر وقت کی توبہ مقبول ہے لیکن انسان کو چاہئے کہ توبہ کرنے میں جلدی کرے دیر نہ کرے اور توبہ کے بعد دے پر گناہ کرنے میں دیر نہ کرے کیونکہ شاید توبہ نصیب نہ ہو۔ یا توبہ خالص دل سے میسر نہ آئے اور موت آ جائے اور جب تک قرب قیامت میں آفتاب مغرب کی طرف سے نہ نکلے جب تک توبہ کا روزانہ بند نہیں ہوگا جس روز مغرب سے آفتاب نکلے گا اس روز اور اس کے بعد پھر کسی کی توبہ مقبول نہ ہوگی جیسا کہ علامات قیامت میں بیان ہو چکا ہے۔

توبہ کی چند اقسام

۱۔ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کرنا۔ یہ عوام کی توبہ ہے۔

۲۔ غفلت سے توبہ یعنی غفلت چھوڑ کر یا رالہی کی طرف رجوع کرنا اور یہ خاص بندوں کی توبہ ہے اس کو اصطلاح میں آؤپہ بھی کہتے ہیں۔

۳۔ غیر اللہ کی طرف خیال اور التفات کرنے سے توبہ کرنا اور یہ اخص الخواص عارفوں کی توبہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ استغفار سے اسی قسم کی توبہ استغفار مراد ہے کیونکہ آپ قبل نبوت اور بعد نبوت ہر قسم کے کبیرہ و صغیرہ سے پاک تھے۔

کافر اور مشرک کے عداوہ کر کوئی گنہگار آدمی بغیر توبہ کے مرنے میں جائے تو اپنے گناہوں کی سزا پا کر جنت میں جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیئے کسی کی شفاعت سے یا بغیر شفاعت محض اپنے فضل و کرم سے بخش دے۔

اسلامی فرقوں اور ان کے اختلافی عقائد کا بیان

حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إِنَّ نَبِيَّ إِسْرَآئِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَيْهِ سَبْعٌ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفَرَّقَتْ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَاصْصَلِّ (۱)** دینی روایت احمد دہلوی داؤد عن معاویہ لسان و سبغون فی النار و واجدة فی الجنة و ہی المجمعۃ (۲) ”بے شک بنی اسرائیل کا متفرق ہوئے بہتر گروہ میں اور میری امت متفرق ہوگی تہتر گروہ میں، وہ سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سا گروہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور احمد اور ابی داؤد کی روایت معاویہؓ سے ہے کہ بہتر گروہ دوزخ میں اور ایک بہشت میں ہے اور وہ گروہ الجماعت ہے“ ایک روایت میں فرمایا **إِبْرَاهِيمَ السَّوَادُ إِلَّا عَقَبَ فَإِنَّهُ مَنْ خَذَ خُذً فِي النَّارِ (۳)** ”سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو۔ ہر تحقیق جو شخص جماعت سے الگ ہو وہ جنتیوں کی جماعت سے الگ ہو کر دوزخ کی آگ میں ڈالا گیا“ (۴)

ان احادیث اور دیگر روایات سے معلوم ہوا کہ جنتی فرقہ وہی ہے جو بڑی جماعت اور سواد اعظم ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے اور سنت پر عمل پیرا ہے اسی لئے اس جنتی فرقے کا نام اہل سنت والجماعت (سنی) ہے اور جو اعتقادات اس کتاب میں بیان ہوئے اسی جنتی فرقہ اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ پائی بہتر فرقے جو اعتقادات میں گمراہ ہوئے ان کے آصوبہ نو گروہ ہیں: ۱۔ خوارج، ۲۔ شیعہ، ۳۔ معتزلہ، ۴۔ مرجیہ، ۵۔ مشہ، ۶۔ جمہیہ، ۷۔ ضرار یہ، ۸۔ نجاریہ، ۹۔ کلابیہ (۵) اور مظاہر حق میں ہے کہ سات ہیں ورنہ ان کی سات شاخیں اس طرح پر ہیں خوارج کے ہیں، نجاریہ کے تین، شیعہ کے ہائیس، مرجیہ کے پانچ، معتزلہ کے ہیں اور جبریہ و مشہ کا ایک ایک کل بہتر ہوئے۔ یہ گروہ صحابہؓ، تابعینؓ، اور فقہائے سب سے انتقال فرمانے سے کئی سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ بعض نے ان کے پیدا ہونے کا حال اس طرح لکھا ہے کہ اہل اسلام اور جمہور مسلمین سے سب سے اول جس نے مخالفت کی اور نیا گروہ بنا وہ خوارج (خارجی) ہیں، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے اور ان کے پیدا ہونے کی نبی ﷺ نے خبر دی تھی، یہ جماعت عرب کے وہ لوگ تھے جو پیسے حضرت علیؓ کے ساتھ تھے پھر سخت مخالفت اور مقابلے کے لئے آمادہ ہو گئے، یہ لوگ حضرت علیؓ، عثمانؓ، معاویہؓ اور حسیں رضی اللہ عنہم سب کو برا جانتے اور کہتے ہیں، اور جن صحابہ کا باہم قتال و جدال مسئلہ خلافت میں ہوا یہ لوگ ان سب کو ان آیات و حدیث کا صدق بتاتے ہیں جو اہل اسلام کے قتل و جدال کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں، یہ لوگ آیات اور احادیث کے اپنے طور پر معنی مراد لیتے ہیں، آخر ان کے مقابلے کے لئے حضرت علیؓ تیار ہوئے اور بہت سوں کو قتل کیا، اسی عہد میں ایک اور جماعت نکلی جو بظاہر حضرت علیؓ کے طرفداروں میں تھے اور حضرت علیؓ سے جن جن صحابہ کا اختلاف ہوا تھا اور انتظامی امور میں نزاع ہوتے بڑھتے جنگ تک کی نوبت آگئی تھی سب کو مخالف

(۱)۔ رواہ الترمذی (۲)۔ احمد، ابوداؤد

(۳)۔ رواہ ابن ماجہ من حدیث انس و ابن عامر فی کتاب السنۃ

(۴)۔ بحوالہ کتاب منکر و النہج باب اعتصام بالکتاب و السنۃ

(۵)۔ غریبہ الاطالیس

قرآن و احادیث و مردود و کافر و مرتد کہنے لگے (نعوذ باللہ منہا) بعض کو یہاں تک خطبہ ہوا کہ حضرت علیؑ کو خدا کہنے لگے وہ دراصل مشرکین زندیق لوگ تھے جنہوں نے ظاہر میں اسلام اختیار کر لیا تھا جن کو حضرت علیؑ نے منع کیا اور سمجھا یا لیکن وہ نہ مانے آخر ان کو قتل کیا۔ یہ لوگ شیعہ یا روافض کی ایک شاخ نصیری سے ہیں، اگرچہ شیعوں کے تمام فرقے قرآن و حدیث کا مطلب اپنی خواہش اور قرار داد باتوں کے موافق کرتے ہیں، صحابہ کرام کی شان میں یہ فرقہ نہایت گستاخ یہاں تک کہ ان پر سب دشتم کرنا (گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا) ان کا عام شیوہ ہے بلکہ چند کو چھوڑ کر باقی سب صحابہ کو معاذ اللہ کافر و منافق کہتے ہیں۔ حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ کو خلافت غاصبہ کہتے ہیں اور حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا موروثی حق قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت علیؑ نے جو ان حضرات ثلاثہ کی خلافتوں کو تسلیم کیا اور ان کی تعزیمیں و رضائیں بیان کئے اور ہر معاملے میں ان کا ساتھ دیا اور بیعت کی، شیعہ اس کو بزدلی اور تہیج پر محمول کرتے ہیں۔ شیعہ (مخلفیہ) کے بھی بہت سے فرقے ہیں مثلاً زیدیہ اسماعیلیہ۔ بارہ امامیہ (اثنا عشریہ) سنی امامیہ وغیرہ۔

ایک فریق کہتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بھائی محمد بن حنفیہ خلیفہ ہوئے، دوسرا فرقہ ان کے صاحبزادے امام زین العابدینؑ اور ان کی اولاد میں امامت کو مانتا ہے پھر ان میں کسی نے کسی بیٹے کو امام مانا کسی نے کسی کو، کوئی فرقہ امام حسنؑ کی اولاد میں امامت کو مانتا ہے اور اپنے دلائل کے لئے ہر ایک فرقے نے طرح طرح کی روایتیں گھڑ کر اماموں کی طرف منسوب کر دی ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کی تکذیب کرتے اور ائمہ کی شان میں بھی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو کام بندے کے لئے نافع ہو اللہ تعالیٰ عز و جل پر واجب ہے کہ وہی کرے اسے کرنا پڑے گا۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ آئمہ اطہار انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اور غیر انبیاء کوئی سے افضل جانتا کفر ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ نہیں بلکہ اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں یا الفاظ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نکال دیئے۔ یہ عقیدہ بھی بالا ہمارے کفر ہے کہ قرآن مجید کا انکار ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عز و جل کوئی حکم دیتا ہے پھر یہ معلوم کر کے مصحف اس کے غیر میں ہے بچھتا تا ہے اور اس حکم کو بدل دیتا ہے، اس کو برا کہتے ہیں۔ دوسرے بھی یقین کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جاہل جانتا ہے۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ عیسویوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور برائیوں کے خالق یہ خود ہیں (اس طرح ان کے خالقوں کی کلمتی تردید۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

ان کے اور بھی بہت سے عقائد فاسد و باطلہ ہیں ان کی مزید تفصیل شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب "تقدیم اثنا عشریہ" و حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد قاری سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف و دیگر رسالہ جات و رد و انقض و مولانا عبداللہ کور صاحب لکھنوی و دیگر علما کرام کی تصنیفات و روشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آخر زمانہ صحابہ میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کو قدر یہ کہتے ہیں ان کی دو جماعتیں ہو گئیں ایک منکر قدر و تقدیر۔ دوسرے وہ جنہوں نے کہا کہ بندہ مجبور محض ہے اور قصا و قدر و جدھر لے چلتی ہے چلتا ہے ان کو جبر یہ کہتے ہیں۔ ان کے تھوڑے دنوں بعد ایک فرقہ نکلا (تاہیں کے آخر عہد میں) جس کو معتزلہ کہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے عمل آپ ہی پیدا کرتے ہیں اور اہل معاصی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے قائل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر وجوب ثواب و عقاب کو، نئے اور آخرت میں دیدار الہی کا انکار کرتے ہیں۔ یہ فرقہ فلسفی اور حکیمانہ خیالات کا پابند ہے اور اسی کے موافق قرآن و حدیث کو کرنا چاہتا ہے واصل بن عطاء ان کا سرگروہ تھا۔

ان کے بعد فرقہ مرجیہ پیدا ہوا جو کہتے تھے کہ صرف ایمان لانا کافی ہے عمل کی کوئی ضرورت نہیں، مسلمان ہو کر خواہ کوئی زنا کرے، نماز نہ پڑھے، زکوٰۃ نہ دے، روزے نہ رکھے اس کو کچھ خوف نہیں، قطعاً عذاب نہ ہوگا جیسا کہ نصاریٰ کا اعتقاد ہے اور عیسائی کے مثلوں کا بھی

کی عقیدہ ہے۔

ان کے بعد خلافت عباسیہ کے قریب وسط میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کا نام بھیہ ہے ان کا سرگروہ جہم بن صفوان اور مویہ جعد بن درہم ہے یہ لوگ صفات باری کے منکر ہیں اور طرح طرح کی بدعات جمہور اہل اسلام کے خلاف جاری کر رکھی ہیں واثق باللہ عباسی اور معتصم باللہ وغیرہ اس گروہ کے مددگار ہو گئے تھے اور ائمہ مسلمین کو ان بدعات کے ماننے پر مجبور کرتے تھے چنانچہ امام احمد حنبلؒ کو بڑی بڑی تکلیفیں دی گئیں۔ نجاریہ کے بھی یہی عقائد ہیں اور غالباً جہمیہ اور نجاریہ ایک ہی ہیں۔

پھر ایک فرقہ شہد ہوا جو خالق کو خلق کے ساتھ مشابہہ کرتے ہیں اور جسمیت اور طول کے قائل ہیں اور آیات تشابہات کو ان کے ظاہر معنی پر محمول کرتے ہیں۔ پھر ان فرقوں کی کئی کئی شاخیں ہو کر بہتر تک نوبت پہنچتی ہے ان کی مزید تفصیل بڑی سن بوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آج کل جو ایک فرقہ نجریہ پایا جاتا ہے وہ ان ہی فرقوں کا ملغوبہ ہے اور یہ انگریزی دور حکومت کی پیداوار اور مغربیت و پور بیت کے زیر اثر اسلام کے ہر مسئلے کو سائنس اور اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھتے اور جانچتے ہیں اور اگر اپنی سمجھ میں نہ آئے تو انکار کر دیتے ہیں، حشر و نشر، حساب کتاب، دوزخ جنت، فرشتے جنات اور معجزات وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ انہی میں ایک فرقہ حدیث کا منکر اور اہل قرآن کہلاتا ہے۔ ہر مسئلے کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی جدوجہد میں اسلام کے سب ارکان کے انکار کا سوچا بنتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن سے پانچ وقت کی نماز کا ثبوت نہیں اس لئے پانچ نمازوں کا فرض ہونا غلط ہے، روز کو آدھا لیسواں حصہ بھی ثابت نہیں، ہادشا و وقت حسب ضرورت و مصلحت کم و بیش مقرر کر سکتا ہے، قربانی عید الاضحیٰ کا کوئی حکم نہیں۔ یہ اختلاف جان و مال ہے وغیرہ طرح طرح کے خلاف جمہور اسلام مسئلے تراشتے ہیں اور خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سب باطل فرقوں کو ہدایت دے اور ہمیں ان گندے اور فاسد عقیدوں سے بچائے، آمین)

ان فرقوں میں سے بعض کے تو فقط سوچا س ہی آدی ہوئے تھے بعض کے کم زیادہ، پھر بعض تو چند روز میں غیبت و نابود ہو گئے مزید ان کا طریقہ نہ چلا بعض کا کچھ دن چل کر نابود ہو گیا، بعض اب تک موجود ہیں جن میں سے دو فرقے ابھی زیادہ ہیں ایک شیعہ کہ جن کی بڑی تعداد ایران میں تقریباً تین سو برس سے ہے۔ پہلے یہاں بھی بہت کم تھے بعد و پاکستان میں بھی یہ فرقہ کچھ تعداد میں موجود ہے۔ دوسرا خارجی جن کا بڑا اجواء مستط و غیرہ جادو عرب میں ہے ان کے علاوہ اوپر کی فریق کا کوئی شہر یا ملک رہتا ہوا آج تک سننے میں نہیں آیا۔ یہی ان دونوں فریق کے لوگ بھی اہل سنت و جماعت کی بہ نسبت ایسے ہیں جیسے سمندر میں سے ایک چھوٹا سا تالہ جدا کر لیں چنانچہ جغرافیہ دانوں پر یہ بات خوب روشن ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا فرقہ جو ہر ملک و ہر زمانے میں کثرت سے پایا گیا ہے یہی اہل سنت و جماعت ہے جو ناجی (جنتی) فرقہ ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس طرف مسلمانوں کی کثرت اور سواد اعظم ہو وہی حق پر ہیں اور وہی اہل نجات ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی و اہل ظواہر ہیں اور یہ سب عقائد میں متفق ہیں اور جزئیات اعمال میں اجتہاد کے موضوعوں میں باریک بین حقد میں علماء (مجتہدین) میں جو اختلاف ہوا اس اختلاف میں امت کے لئے رحمت ہے جیسا کہ حدیث شریف ہے: اختلاف العلماء رحمة و حمة "علماء کا اختلاف رحمت ہے" دین کی بعض باریک باتیں جو ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتیں زمانہ سلف کے جید عالموں نے اپنے علم کے زور سے قرآن و حدیث کی روشنی میں غور و خوض کے بعد لوگوں کے لئے مرتب کر دیں، ایسے لوگ مجتہد کہلاتے ہیں۔

مجتہد یا تو مستقل ہے اور اس کی شرطوں میں سے ہے کہ وہ فقیہ الفہم و سلیم الدین فکر میں مرتاض استنباط اور تصرف میں صحیح و بیدار دلائل شرعیہ کا عارف اور دلائل کی شرطوں کا جامع ہا و جو درایت کے ان کے استعمال میں مرتاض اور امہات مسائل فقہ سے ہوشیار اور ان کا حافظ ہو ایسا مجتہد زمانہ دراز سے معدوم ہو گیا۔ یا مجتہد منتسب ہوگا اور اس کی چار قسمیں ہیں ان میں تین قسم کے مجتہد منتسب بھی آخر چوتھی صدی

تک تھے۔ چوتھی قسم جو مذہب کی حفظ و نقل میں قائم و مشکل کا عارف ہے لیکن تحریر دلائل و تقریر قیاسات میں کمزور ہے ایسا مجتہد ہر زمانے میں پایا جاتا ہے پس اس کا فتویٰ جو کتب مذہب سے نقل کرے محترم ہو گا تفصیل کتب لن میں ملاحظہ فرمائیں۔

پس معلوم ہوا کہ مجتہد جن کی پیروی کی گئی ہے بہت سے ہوئے ہیں جس کو جس مجتہد سے زیادہ اعتقاد ہوا اس کی پیروی کر لی لیکن ان میں سے چار بہت مشہور ہیں جن کی پیروی کا سلسلہ آج تک رائج ہے۔ ۱۔ امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو خفی کہلاتے ہیں۔ ۲۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو شافعی ہیں۔ ۳۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو مالکی ہیں۔ ۴۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرو حنبلی ہیں۔

یہ چاروں امام اور ان کے مقلدین فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں اور یہ تمام دنیائے سلام میں سب سے زیادہ ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقہ و سنت پر عامل ہیں اور حدیث شریف کے مطابق یہی فرقہ حنفی ہے۔ اہل خواہر بھی اہل سنت میں سے ہیں اور اہل خواہران محدثین کو کہتے ہیں جو کہ نصوص میں تاویذات کم کرتے ہیں اور ان کے طواہر مطلب کو لیتے ہیں۔ ہندو پاکستان میں ایک فرقہ اپنے کو اہل حدیث و غیر مقلد کہلاتا ہے اور اہل طواہر میں سے بنتا ہے حالانکہ یہ لوگ اہل طواہر کے طریقے سے دور اور مقلدین ائمہ مجتہدین کو گمراہ کہتے ہیں اور خود کو اہل سنت و جماعت سے شمار کرتے ہیں تقلید شخصی کے منکر ائمہ مجتہدین کی تنقیص اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں خصوصاً امام ابو حنیفہ کی شان میں تو بہت گستاخی اور بے ادبی سے پیش آتے ہیں تقلید کو حرام و بدعت کہتے ہیں حالانکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک تقلید فرض اور تقلید شخصی واجب ہے۔ یہ لوگ بھی تقلید سے خالی نہیں مگر وہ اپنے نفس کی تقلید کرتے ہیں اور جس مسئلے کو جس امام کے ہاں سے چاہتے ہیں اور مجتہد مستقل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں: "وَاتَّبِعْ هَوَاهُ وَتَكُنْ امْرُؤًا فُرْطَانًا" (۱) "اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے" کا مصداق ہو کر گمراہ ہوئے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔

علم عقائد میں اہل سنت و جماعت کے دو امام ہیں: ۱۔ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تین واسطوں سے امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ ماتریدی فرقہ کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کے رہنے والے تھے اور ۳۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ عقائد کے مسائل اختلافیہ میں حنفی امام ابو منصور کے تابع ہیں اس لئے ماتریدی کہلاتے ہیں۔ ۲۔ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی تقریباً اسی زمانے کے ہیں، مسئلہ تکوین وغیرہ چند مسائل میں ان دونوں کا آپس میں اختلاف ہے، باقی ہر مسئلے میں متفق ہیں۔ مسائل اختلافیہ میں شافعیہ ان کے تابع ہیں اس لئے اشعریہ کہلاتے ہیں۔

ان بہتر گمراہ فرقوں کے دوزخی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور عذاب پائیں گے۔ یہ مراد نہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ہمیشہ کا عذاب اٹھائیں گے کیونکہ یہ ایمان کے منافی اور کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کا باہم اختلاف جزئیات عقائد میں ہے اصل الاصول میں سب متفق ہیں سب اہل قبلہ ہیں اور ایک ہیں اس لئے حسب تک وہ دینی ضروریات اور تقبیح و تطبیح عبوت دلی چیزوں کا انکار یا شک نہ کریں اور احکام شرعیہ کے حوازیات کو رد نہ کریں کافر نہ کہلائیں گے۔ علمائے کبار اگر ناناوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے اس کو بھی مسلمان کہنا چاہئے اور کفر کا حکم نہ کرنا چاہئے۔ اور کافروں کا اختلاف چونکہ اصول میں ہے یعنی یہ لوگ توحید و رسالت و قبیلہ قرآن وغیرہ کسی پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بہتر گمراہ فرقے اپنے برے اعتقادات کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور سب کے سب دوزخ میں جائیں گے اور اپنے اعتقاد کی خباثت کے اندازہ کے

موافق عذاب پائیں گے برخلاف اس ایک جنتی گروہ کے کہ جن کے عقائد دوزخ کے عذاب سے نجات بخشنے والے ہیں اور ان کی فلاح و خلاصی کا سبب ہیں یعنی عقائد کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا ہاں اس قدر ہے کہ اگر اس گروہ میں سے بعض نے برے اعمال کئے ہوں اور وہ اعمال تو بہ اور شفاعت سے معاف نہ ہوئے ہوں تو گناہ کے اندازہ کے موافق دوزخ کے عذاب میں داخل ہوں گے پس دوزخ میں داخل ہونا اس ناجی گروہ اہل سنت و جماعت کے بعض گنہگار افراد کے حق میں بھی جائز و ثابت ہے اور دوسرے گروہوں کے تمام افراد کے حق میں دوزخ کا عذاب ثابت ہے اگرچہ داعی نہیں آفریجات پا کر جنت میں جائیں گے کلمہ ٹکٹھم فی النار میں سب کا لفظ اسی رمز کا بیان ہے نیز اعمال کے گناہ کا عذاب ہلکا اور کم درجہ کا ہے جبکہ عقائد کے عذاب سے اور وہ شفاعت و فیور سے بخشا جاسکتا ہے لیکن برے عقائد کے گناہ کے لئے بخشش نہیں ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا تحریر سے واضح ہو گیا کہ بڑی جماعت اور ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہی ہے لیکن عوام کو ایک بڑا شبہ آتا ہے کہ مثلاً ایک شخص جاہل مسلمان ہوا اور اس نے رافضیوں اور سنیوں (اہل سنت و جماعت) کو دیکھا کہ دونوں اپنے کو حق پر جانتے ہیں اور کتاب و سنت سے دلیل پکڑتے ہیں اب یہ بے چارہ نہایت حیران ہے کہ حقیقت کس طرح معلوم کرے کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اگر غور کرے تو مذہب اہل سنت و جماعت کے حق ہونے کی کئی باتیں بہت واضح دلیل ہیں جن کو ایک معمولی عقل کا ان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید باری تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے اور یہ اکثر سنیوں ہی کو حفظ (یاد) ہوتا ہے، شیعہ (رافضی) اس نعمت سے محروم ہیں اور اگر ہزاروں میں سے کسی ایک آدمی کو یاد بھی ہوتا ہے تو وہ نادر ہے النذیر نکال لفظ دوم (یعنی نادر، نہ ہونے کی مانند ہے)۔

۲۔ جس قدر اولیاء و علماء دین کے رکن ہوئے ہیں اور جن میں سے بعض کے رافضی بھی معتقد ہیں انھوں نے یہی مذہب اختیار کیا۔

۳۔ اسلام کے جملہ شعائر یعنی جسد، جماعت عیدین، حج وغیرہ، علی الاعلان سنی ہی ادا کرتے ہیں اور رافضی اس سے بے نصیب ہیں۔

۴۔ مکہ مکرمہ کربلا وین وین سے پیدا ہوا اور بزرگی ان سب مسلمانوں کا جزو ایمان اور سب کا قبلہ و ہیں۔ یہ نیز مدینہ منورہ جہاں سے دین پھیلا اور جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں (داد اللہ تعالیٰ شریہا) ان ہر دو مقدس مقامات کے مسلمان بھی سنی ہیں۔

۵۔ صحاح ستہ اور جملہ کتب حدیث کے مصنفین و محدثین اور علمائے رہائش و اولیائے کالمین سب مذہب اہل سنت و جماعت ہی رکھتے تھے اور کروڑ ہا پادشاہ (بے شمار) اچھے لوگ اس مذہب پر ہوئے ہیں۔ اس طرح دوسرے فرقوں کے دعوے بے دلیل ہیں۔ اور یہ مذہب اہل سنت و جماعت ہی کا ہے جو تو تاریخ ساتھ صحابہ سے آج تک نقل ہوتا آیا ہے باقی سب فرقے بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔

تنبیہ: آج کل پاکستان میں ایک فرقہ قادیانی بہت گمراہی پھیلا رہا ہے اور خود کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتا اور طرح طرح کے لالچ دے کر گمراہ کرتا ہے یہ انگریزی راج کی پیداوار اور انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے حکومت کے کلیدی عہدوں پر اس کے بہت سے افراد کا قبضہ ہے اس لئے اقتصادی و نفسانی لالچ دے کر کمزور ایمان والے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، یہ لوگ کافر بلکہ مرتد ہیں، اس فرقے کا بانی غلام احمد قادیانی ہے جس نے اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی سے گستاخیاں کی ہیں اس کے پیرو قادیانی یا احمدی کہلاتے ہیں یہ فحش ملعون و جاہل بھونٹا اور کذاب ہے، اس کے سب پیرو کافر و مرتد ہیں۔ ان کے عقائد باطلہ کفریہ میں سے چند ایک بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں: عوذ باللہ نقل کفر کفر نہ با شد

- ۱۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں مانتے حالانکہ ختم نبوت مسلمانوں کے تمام فرقوں کا متفقہ اور یکا عقیدہ ہے۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ نے براہین حمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (۱)
- ۳۔ اے احمد خیر نام پورا ہو جائے گا قتل اس کے کہ میر نام پورا ہو۔ (۲) تجھے خوشخبری ہو اے احمد تو میری اولاد کی جگہ ہے اور میرے ساتھ ہے۔ (۳)
- ۴۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنْتَ مَبْسُوبٌ بِخَنَزَلَةٍ اَوْ لَا دِیْ اَنْتَ بِنِیْ وَ اَنَا بِنُکْ (”اے علام احمد تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“۔ (۴)
- ۵۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام و وحی عطا ہوئی تھیں۔ (۵)
- حضرت موسیٰ کی چشمیں گویاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی غایۃ مافی الہاب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی چشمیں گویاں زیادہ تر غلط تھیں۔ (۶)
- میں ہے۔ سورۃ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی پوٹیاں نقش پر مارنے سے وہ متحول زعمہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا تھا، یہ شخص موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی اور علم مسریرم تھا۔ (۷)
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزہ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے، وہ بھی بن کا مسریرم کا عمل تھا۔ (۸)
- ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا تھا۔ (۹)
- قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ (۱۰)
- (جو اس کی اپنی تعریف ہے) خدا کا کلام ہے۔ (۱۱)
- کامل ہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔ (۱۲)
- ۷۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کلام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھانہ سکتا۔ (۱۳)
- ۸۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربے کی رو سے خدا کی تائید مسیح، ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ (۱۴)
- فرض اس کے ہے شاعر گندے، باطل اور نہایت گستاخانہ ویے کا نہ کفر یہ عقائد اور پیغمبروں کی شان پر جسے ہیں، کہاں تک لکھے جائیں۔ اس کا بیٹا اُس کا بھی ہوا ہے، نعوذ باللہ من هذه المعتقدات الکفریہ (۱۵)

(۱)۔ زلزلۃ الہام ص ۵۳۳	(۲)۔ انجام آئیم ص ۵۲	(۳)۔ انجام آئیم ص ۵۵	(۴)۔ دافع الجلا ص ۶
(۵)۔ زلزلۃ الہام ص ۶۸۸	(۶)۔ ایضاً ص ۸	(۷)۔ ایضاً ص ۷۷	(۸)۔ ایضاً ص ۵۵۳
(۹)۔ ایضاً ص ۶۲۹	(۱۰)۔ ایضاً ص ۲۶۸	(۱۱)۔ براہین احمدیہ ص ۵۳۳	(۱۲)۔ اربعین ص ۱۳
(۱۳)۔ معیار ص ۱۶	(۱۴)۔ تفصیل کے لئے ان کے رد کی کتابیں ملاحظہ ہوں	(۱۵)۔ تفصیل کے لئے ان کے رد کی کتابیں ملاحظہ ہوں	(۱۶)۔ کشتی ص ۵۶

سلوک و طریق شغل بہ عبادت و ذکر و ریاضت کا بیان

حدیث شریف میں آیا ہے: **لَيْسَ بِشَيْءٍ مِّصْقَلَةٌ وَمِصْقَلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللَّهِ** ”ہر چیز کے لئے مصقل یعنی دمک دور کرنے والی چیز ہے، ورنہ دل کا مصقل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے“ دنیا میں آنے کا بھی نفع اور مقصد ہے کہ ہر چیز کی محبت چھوڑ کر یا خدا میں مشغول ہو، پس اگر اسے مالک راہ خدا، تو قرب الہی چاہتا ہے تو دنیا سے دل کو فارغ کر کے الگ گوشہ تنہائی اختیار کر اور دنیا کے کاموں کو مایحتاج الیہ حاصل کر کے باقی تمام وقت یاد الہی میں گزارے۔ دن میں جس قدر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت کر، و تمام طاقت اسی میں خرچ کرے۔ رات کو جس قدر تجھ سے ہو سکے نوافل پڑھ اور کثرت نوافل پر بھی اپنی تمام طاقت خرچ کر۔ لیکن اگر کسی کے ذمہ قضا نمازیں ہیں تو اس کو اسی یہ ہے کہ وہ قضا نمازیں پڑھے۔ اگر کوئی قضا نماز اس کے ذمہ نہیں ہے تو جو نمازیں بالکراہت پڑھی تھیں ان کو بہر طریقہ پُر قضا کرے۔ نمازوں میں طبیعت کسل مند ہو جائے تو تسبیح و تحمید (سبحان اللہ والحمد للہ) پڑھے یا کلمہ تجید کی تلاوت کرے اور دن میں باقی وقت میں کلمہ طیبہ پڑھنا افضل ہے، پس تیرا کوئی وقت بھی غفلت میں ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ صبح کے وقت استغفار اور ظہر کے وقت، درود شریف ایک ہزار یا پانچ سو دفعہ پڑھے۔ تسبیح فاطمہ یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ بار اللہ اکبر ہر نماز کے بعد پڑھے اس کو ترک نہ کرے اور ایک بار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا نَشْرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَنُحْمَدُ بِحَمْدِهِ وَيَمِيتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے تاکہ سو پورے ہو جائیں۔ فرضوں کے بعد جس نماز میں سنتیں نہیں (فجر و عصر) تو تسبیح فاطمہ اسی وقت پڑھے اور جن کے بعد سنتیں ہیں (ظہر و مغرب و عشا) ان میں سنتوں کے بعد تسبیح پڑھے۔ تہجد اور دیگر نوافل کے لئے شب بیداری کرے اور رات کو چار پائی پر سوتا ترک کرے تاکہ نیند تھوڑی آئے اور شب بیداری میں مدد دے۔ جب یاد الہی میں بیٹھے تو اسی خیال میں لگا رہے اور ادھر ادھر کے خیالات نہ آنے دے۔ لذات اور دنیاوی زیب و زینت یہ باطن کے دشمن ہیں، اسی طرح لذت شہوت، بھڑی اور بچوں کی زیادہ محبت دل میں نہ آنے دینی چاہئے۔ بادشاہوں، امیروں اور دنیا داروں کی محبت ترک کرنی چاہئے۔ ترک کسب کر کے گوشہ گیری اختیار نہ کرے بلکہ کسب طار میں مشغول رہے۔ رزق کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل رکھے اور مخلوق سے طلب نہ کرے۔ خلاف شرع امور اور تمام گناہ کی باتوں کو چھوڑ دے، بدعت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کے نزدیک بھی نہ جائے، ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور اس کے دروازے کے سوا اور کسی کے دروازے پر نہ جائے۔ دنیا کی شان و شوکت، لذت و زینت مال کی محبت وغیرہ کو گندہ سمجھے اور ان سے اپنی طبیعت میں کراہت کرے اور ان کی طرف مطلق دھیان نہ دے، گائے بھینس درہم و دینار وغیرہ کو رغبت و محبت دنیاوی سے ہاتھ نہ لگائے، کم کھائے کم پہنے کم سوئے مخلوق کیساتھ کم بیٹھے کم بات چیت کرے۔ اللہ تعالیٰ سے عبادت کے علاوہ کچھ خیال دل میں نہ لائے، اور خاص وراخص الخواص کی عادت یہ ہے کہ دونوں جہان کی نعمت و عزت کچھ نہ مانگے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کی محبت مانگے یہی افضل ہے ثواب کی نیت سے عبادت کرنی شرعاً جائز ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے، طمع کی عبادت سے بغیر طمع کی عبادت افضل ہے نفس کا تکبر اور بڑائی ترک کرنا لازم ہے جب نفس دنیا کے نگہرات اور مخلوقات کے تعلقات مثلاً لذات و شہوت و نفع و زینت وغیرہ سے دور ہو کر باری تعالیٰ کے درہار کی طرف سراپا متوجہ ہو کر ان چار کاموں کی طرف مشغول ہو۔

۱۔ مامورات پر خواہ فرض ہوں یا نفل التزام کرے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی ممنوعات سے خواہ حرام ہوں یا مکروہ یا مشتبہات باز رہے (یہ امر وہی خواہ و جو باہوں یا استہباب)۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے خواہ وہ نعمتیں دینی ہوں یا دنیاوی۔ ۴۔ مصیبت پر صبر کرے خواہ وہ مالی ہو یا بدنی یا کسی اور چیز میں واقع ہو، جو نعمت کسب سے حاصل ہو اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے عطیے سے شمار کرنا چاہیے کیونکہ اسی نے تم کو کسب عطا کیا، تو فی دہی، پھر اس سے یہ نعمت ملی، نعمت کا شکر زبان سے ادا کرے اور اس سے یقین کرے کہ یہ نعمت میرے رب نے بھیجی ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس نعمت میں جو حق شرعی مثلاً زکوٰۃ، عشر، فطرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے وہ ادا کرے تب شکر ادا ہوگا محض زبان سے کہہ لینا اور نعمت کا حق ادا نہ کرنا شکر ادا ہونے کو کافی نہیں ہے۔ غافل

نعمت کے حقوق یہ ہیں۔ ۱۔ حلال و حرام کو معلوم کرے۔ ۲۔ حرام کو ترک کرے حلال کو حاصل کرے اور مشتبہ کو تصدیق یہی خیرات کر دے۔ جو چیز حلال سے کھانے پینے کی حاصل ہو اس کو لب بابت کر متعلقین کے ساتھ کھائے پئے (یعنی جو چیز کہیں سے بدینہ ملے) و اگر وہ چیز ہانٹنے کے لائق نہ ہو تو گھر لے جائے۔ ۳۔ پانچواں حصہ یا اس سے کچھ کم خیرات کرے، اگر خود اس کے گھر میں ہی زیادہ حاجت ہو تو سب اپنے گھر ہی میں خرچ کرے۔ و شکر نے میں نوافل ادا کرے۔ ۴۔ ی طرح گھر کے اسباب میں بھی طاقت کے مطابق شکر نہ ادا کرے یعنی جو بھوکا بیٹھا یا مصیبت زدہ نظر آئے اس کو دے۔ اگر صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرے، قربانی کرے اہل دعیان کا نفقہ دے۔ بھوکے لنگوں، اندھوں، پا جھون کو دینا بھی دولت مندی کا شکرانہ ہے۔ جوانی کا شکر یہ ہے کہ عاجزوں اور بوزحوں کی خدمت، ادب اور تعظیم کرے۔ بیماروں کی خدمت کرنا صحت کا شکرانہ ہے، اگر ماں باپ بوڑھے ہوں تو ان کی خدمت کرنا فرض عین ہے اندھے اور بیمار ماں باپ کی خدمت بھی فرض ہے ان کا فرمان، جلالا فرض ہے خواہ وہ تندرست ہوں تب بھی ان کی خدمت ضروری ہے، ماں باپ کی خدمت پیدائش اور پرورش کا شکر یہ ہے۔ علم کا شکر یہ استادوں کا ادب اور دل و جان سے ان کی خدمت ہے اور اولاد کو تعلیم دلانا، لوگوں کو مسئلے بتانا اور بے سمجھوں کو مسئلہ سمجھانے میں مشقت برداشت کرنا، خود بھی علم پر عمل کرنا یہ سب کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عام نعمتوں کا شکر یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنا اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنا اور اپنی طاقت اللہ تعالیٰ کے حکموں پر خرچ کرنا اور کسی سے نہ جھگڑنا نہ ڈرنا۔ نہ شرم کرنا، عمل میں جلدی کرنا اور دیر اور سستی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے نزدیک مخلوقات سے اللہ تعالیٰ کے احکام کے متعلق ڈرنا یا کی طرح شکر خلی ہے جو حرام اور مذموم ہے۔ نفس کی مرضی پر گھر میں یا گھر سے باہر کہیں بھی عمل نہ کرے اگر نفس حقوق العباد کی ادائیگی سے انکار کرے یا خانگی خرچ یا حقوق العباد کے خرچ سے روکے تو یہ خواص کے نزدیک شرک ہے، کفران نعمت یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا گناہ ہے مثلاً چٹائی کو جائز کاموں میں خرچ کرنا یعنی آسمان و زمین کی پیدائش سے تدرست الہی کا مشاہدہ کرے اور جن چیزوں کا دیکھنا منع کیا ان کو نہ دیکھے یہ آنکھ کا شکر ہے اور اس کے خلاف کرنا ناشکری ہے۔ ایسے ہی زبان قرآن خوانی اور صحت وغیرہ نیک کاموں کے لئے چھائے تو یہ اس کا شکر ہے اور غیبت، فحش، بہتان جھوٹ وغیرہ مذموم کاموں کے لئے چلانا ناشکری ہے انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا۔ مؤمن وہی ہے جو ان سب برائیوں سے بچے۔

گناہوں کی بیماری کے لئے تقویٰ سب سے زیادہ اور صحیح معنوں میں شربت شفا ہے پس تقویٰ حاصل کرنے میں اپنی تمام تر طاقت خرچ کرنی چاہئے اگر کہیں بری نظر کا ڈر ہو تو آنکھیں بند کر لے اور ادھر سے ہٹا لے گویا کہ نابینا بن جائے، اسی طرح بری بات بونے کی جگہ گونگا اور سننے کی جگہ بہرا بن جائے اور اس جگہ سے چلا جائے جس طرح آگ لگنے پر پانی کے لئے کنوئیں پر بھاگ کر جاتے ہیں۔ اسی طرح جہاں گناہ کی آگ لگے تقویٰ کے کنوئیں سے اس کو بجھانا چاہیے۔ یہ سب امر وہی اور شکر کا بیان ہوا۔

اب صبر کا بیان ملے۔ ہر مومن خصوصاً سالک کے لئے ضروری ہے کہ ہر سختی، بیماری یا مشکلی معاش کے وقت صبر کرے کیونکہ

وصول الی اللہ سے پہلے راہ سلوک میں بڑی سخت آزمائشوں کا سامان کرنا پڑتا ہے اگر یہ مصیبت کے وقت راضی برضائے الہی رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر آفت دور ہو جاتی ہے اور اگر اس سے بھاگے اور نفرت کرے تو مصیبت اور سختی اور زیادہ بڑھتی ہے۔ سائلین اس بیماری یا سختی کو دور نہیں کرتے اور نہ اس کے وسیعہ کے لئے کوئی حیلہ کرتے ہیں نہ اسے برا سمجھتے ہیں نہ اس نظر سے اس کا علاج و تدبیر کرتے ہیں بلکہ علاج و تدبیر کو درجہ اسباب میں رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے اندر سمجھتے ہوئے کرتے اور مؤثر حقیقی باری تعالیٰ کو جانتے ہیں وہ ہلکی خوشی جادوں کو قبول کرتے ہیں جس سے وہ بلا لفظ تعالیٰ دور ہو جاتی یا آسان دور بے ضرر ہو جاتی ہے۔

مہر کے پانچ درجے ہیں ۱۔ مطلق مبرا اور وہ یہ کہ انسان وقت سے اپنے نفس کو شکایت اور رونے چلانے سے روکے کیونکہ اس درجے میں خوشی سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ ۲۔ مبرا جیل، یعنی نفس کی خوشی و رغبت سے مشکلات پر مبرا اختیار کرے اور شکایت و جزع و فزع وغیرہ ظاہر نہ کرے۔ ۳۔ نفس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تقضا کے موافق ہو اور حق تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو۔ ۴۔ آفتوں اور تکلیفوں کے آنے سے نفس کی خوشی اور لذت حاصل ہو کہ نفس اس تکلیف کے ازالے کی خواہش نہ کرے بلکہ اسی میں گرفتار رہنا پسند کرے۔ ۵۔ فنا کے مقام میں کیونکہ سالک کی نظر سختی اور تکلیف کی طرف ہرگز نہیں جاتی اور یہ تمام مراتب کامل اولیاء اللہ علیہ السلام میں جمع ہیں کیونکہ جب دل سے غیر اللہ کی محبت بالکل نکل جاتی ہے تو اس کو باطن ہر حال میں خوشی حاصل ہوتی ہے اور کوئی سختی اس کے لئے سختی نہیں رہتی۔ سالک کو غیر اللہ سے اپنے باطن کی صفائی لازمی ہے اور جتنا یہ غیر اللہ کی محبت سے پاک رہے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب و فضل زیادہ حاصل کرے گا اور اگر غیر اللہ کی طرف نظر کرے گا اور ان کی محبت دل میں لائے گا تو اس کا باطن آلودہ اور غیر شفاف ہو جائے گا اس سے غیر اللہ کی محبت بالکل چھوڑنا لازمی ہے پس سلوک اسی کا نام ہے کہ باطن کو غیر اللہ سے پاک کرے اور اپنے دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف نہ کرے، مثلاً بیوی بچے، ماں، استاد، پیر و مرشد، دوست احباب، بادشاہ، امیر و وزیر، مال و دولت، فلاح، عاقبت، مذمت، شہرت، زعب و ذہنت، نام و نسب، سونا چاندی، عمارت و راحت، موسیقی، عمدہ لباس، علوم، منطق، بلاغت، فصاحت، صرل و نحو، رمل، جفر، نجوم، مناظرہ، حرب، انشاء، حکمت و فلسفہ، طب، طلسم، صنعت، کیمیا و یمیا، کشف و کرامات حال و جذب درویشاں وغیرہ دنیوی نعمتیں اور لوازمات و عبادت و ذکر وغیرہ سب دینی امور اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہیں اور بحکم الہی بقدر حاجت امور دینی کو حاصل کرتا رہے تو جائز ہے ورنہ بلا ضرورت مشغولی سے باز رہے اور جو چیز امور دنیوی سے مبرا نہ ہو اس کی ضرورت نہ رکھے اپنی جملہ ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے اور بندوں سے کوئی طلب نہ رکھے، جب سالک کو یہ بات حاصل ہو جائے تو اب اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ سب سے بڑی کرامت اور دونوں جہاں کا فضل الہی ہے، ان امور پر عمل کرنے سے سالک منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور اس کے لئے اگرچہ کسی طرح مرشد کامل کے پکڑنے کی شرط نہیں ہے کیونکہ بزرگوں کی کتابوں سے ثابت ہے کہ بغیر مرشد کے بہت سے اولیاء اللہ گزرے ہیں اسی لئے شریعت نے بیعت طریقت کو فرض نہیں کیا بلکہ سنت کے درجے میں رکھا ہے لیکن اگر مرشد پکڑے تو اور بھی اچھا ہے اور اقرب طریق وصول الی اللہ کا مرشد کا پکڑنا ہے اور عادت اللہ اسی طرح سے جاری ہے لیکن مرشد ایسا ہی پکڑنا چاہیے جو شرع شریف کے موافق ہو اور مروءتی و مبرا و شکر کے مذکورہ بالا مدارج میں محکم و برہر رکھتا ہو، اور جو سالک اللہ تعالیٰ کا ذکر صحیح نہ کرتا ہو بلکہ بوجہ غفلت و سستی کے یا زروئے شرع غلط اور ممنوع ذکر کرتا ہو کہ اس میں بزرگوں کے نام اور پاک رحوں سے حاجتیں طلب کرے تو ایسے ذکر و اور تاج و راگ رنگ دگانے بجانے پر حال و وجد کا آنا قلعی اور یقینی طور پر شیطان کا فعل ہے ایسے شخص سے جدائی دینا لازمی ہے اور ایسے کی بھڑی و مریدی سے فتنہ عظیم کا ڈر ہے بلکہ زوال ایمان کا خطرہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔ (۱)

اعمال دافع شر شیطان رجیم

جو شخص شیطان کے شر سے بچتا رہے اس کا دین سلامت رہتا ہے اور وہ خاص مومن ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے، شیطان کے شر سے بچنے کے لئے (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ) ستر چیزوں پر عمل کرے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک روز ابلیس لعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر سلام کیا نبی علیہ السلام نے اس کو بالکل جواب نہیں دیا اور فرمایا تو کیوں آیا اور تیرا کیا مطلب ہے؟ ابلیس لعین نے جواب دیا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا ہے کہ تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور اس کو سچی باتیں سنا اگر تو اس میں کچھ بھی جھوٹ ملائے گا تو میں تجھ کو فنا کر کے دوزخ کی آگ میں جلا دوں گا، آپ جو کچھ دریافت فرمائیں میں سچ سچ آپ کے سامنے بیان کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کونسا عمل ہے کہ اگر میری امت اس پر عمل کرے تو میرے شر سے محفوظ رہے، ابلیس لعین نے جواب دیا کہ جو کوئی ان ستر چیزوں پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کو میرے شر سے محفوظ رکھے گا۔ ۱۔ پانچوں وقت کی نماز مستحب وقت میں پڑھے، ۲۔ نماز جمعہ کے ساتھ ادا کرے، ۳۔ تہجد کی نماز پڑھے، ۴۔ استغفار پڑھے خصوصاً صبح کے وقت ۷۰ دفعہ یا ۷۰۰ دفعہ پڑھے، ۵۔ لمبی رات میں نفل پڑھے یا قضا کی عمری پڑھے اور نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھے اور صلوٰۃ التہجد کی چار رکعتیں ہیں جن کی بہت فضیلت آئی ہے ہر رات پڑھے یا ہر مہینے یا ہر چھ مہینے ہی پڑھے (طریقہ کتاب الصلوٰۃ میں ملاحظہ ہو) ۶۔ قرآن مجید کی تلاوت جموید کے مطابق صحیح کرے، ۷۔ عمل کی نیت سے ظم حاصل کرے، ۸۔ روزانہ ایک سو یا اس سے زیادہ دفعہ لا حول پڑھے، ۹۔ نبی ﷺ پر ہمیشہ بہت درود بھیجے، ۱۰۔ ذکر الہی ہمیشہ لا رہ وقت کرے، قرآن مجید اور درود شریف کے بعد کلمہ حبیب کا ذکر افضل اللہ کرے، ۱۱۔ ہر وقت با وضو رہے اور یہ مومن کا اتھار ہے اور محدث معذور تہم کیا کرے اور ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے، ۱۲۔ عم کے موافق عمل کرے، ۱۳۔ ماں و باپ میں سخاوت کرے کل ہرگز نہ کرے، ۱۴۔ صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کرے، ۱۵۔ حسب مقدور نفلی صدقہ و خیرات کرے، ۱۶۔ ہر ماہ کے ایام بیض، (۱۳، ۱۴، ۱۵، تاریخ قمری) کے روزے رکھے، ۱۷۔ دنیا سے زہد اختیار کرے، ۱۸۔ ہر وقت موت اور قبر اور قیامت کی فکر رکھے، ۱۹۔ خوف خدا بہت رکھے۔ ہر وقت کی بے خوفی بری ہے، ۲۰۔ مصحف (قرآن مجید) کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے، ۲۱۔ قبلے کی طرف چہرہ نہ کرے اور نہ قبلے کی طرف تھوکے، ۲۲۔ زبان کو کثریہ کلمات اور بری باتوں سے محفوظ رکھے، زیادہ باتیں کرنا اور بیہودہ بکنا اور مومن کی غیبت کرنی اور سنی منہ ہے، ۲۳۔ حرام مایہ جمع نہ کرے اور ہرگز ایسے مال کو ہاتھ نہ لگائے، ۲۴۔ قناعت اختیار کرے، ۲۵۔ حرص کو ترک کرے، ۲۶۔ مصیبت پر مہر کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرے، ۲۷۔ رضائے مولا میں راضی رہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا، ۲۸۔ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب جانے، ۲۹۔ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جانے، ۳۰۔ کبھی وعدہ غدائی نہ کرے۔ ۳۱۔ اپنے ظاہر و باطن کو شرک سے پاک رکھے، ۳۲۔ حیا کو ایمان کی نشانی جانے اور حیا اختیار کرے، ۳۳۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے، ۳۴۔ ہر قسم کے شر و فساد سے الگ رہے، ۳۵۔ بروں کی صحبت سے پرہیز کرے، ۳۶۔ امیروں کی صحبت سے دور رہے، ۳۷۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے، ۳۸۔ ماں باپ کا حق ادا کرے، اور اس کو عین فرض جانے، ۳۹۔ رشتہ داروں اور دوستوں

کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ صلہ کے معنی ملاپ اور دوستی کے ہیں جو کہ باہم رشتہ داروں میں ہوتی ہے صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحم حرام اور ذوالارحام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ اگر ان میں ایک کو مرد فرض کیا جائے اور دوسرے کو عورت تو نکاح جائز نہ ہو جیسے کہ بھائی بہن اور پھوپھی بھتیجا وغیرہ ان کو محرم (عمرات) کہتے ہیں اور دوسرے وہ کہ اس طرح کرنے سے باہم ان میں نکاح جائز ہو جیسے چچا زاد بہن بھائی اور ماموں زاد بہن بھائی وغیرہ ان کو غیر محرم کہتے ہیں پس صلہ رحمی محرم کی واجب اور غیر محرم کی سنت ہے اور صلہ رحمی یہ ہے کہ آپس میں ملاقات میں جوں اور السلام علیکم اور شادی غمی کے وقت میں حاضر ہونا اور پیار پرسی کرنا بددکرنا تکلیف و تکدستی کے وقت میں قرض دینا وغیرہ۔ ۴۸۔ بدغوثی سے بیچے اور خوش غوثی کو دین سمجھے، ۴۹۔ بھائیوں اور نیکیوں سے صلح رکھے، ۵۰۔ اولاد کو انصاف کے ساتھ خرچ دے، ۵۱۔ ایک سے زیادہ بیویوں والا ان میں عدل و مساوات رکھے، ۵۲۔ چھوٹوں پر مہربانی کرے، ۵۳۔ یوڑھوں اور بزرگوں کی عزت کرے، ۵۴۔ مومن کو تلفع پہنچائے اور ان کی حاجت روائی کرے، ۵۵۔ تکبر ترک کرے، ۵۶۔ تواضع اختیار کرے، ۵۷۔ اپنے نفس کو بدترین غلاظت تصور کرے، ۵۸۔ بیگانہ کی عزت کرے، ۵۹۔ یتیموں پر شفقت کرے، ۶۰۔ دل کی نری کے ساتھ مریضوں کی عیادت کرے، ۶۱۔ مومنوں کے کاموں میں مدد کرے، ۶۲۔ کسی کے عیب ظاہر نہ کرے بلکہ اس کی پردہ پوشی کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے، ۶۳۔ غصہ کو ترک کرے اور جب غصہ آئے اس کے دور کرنے میں پوری کوشش کرے۔ ۶۴۔ چھوٹے بچوں کو مزید رکھے، ۶۵۔ زیارت قبور کے لئے جایا کرے۔ ۶۶۔ کسی کے غم پر خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو ہرگز خوشی نہ کرے۔ ۶۷۔ ازدواج کو خوش و راضی رکھے، ۶۸۔ بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، ۶۹۔ غلام کے قصوروں پر آقا اس کو ہرگز نہ مارے، ۷۰۔ غلاموں کو رات کے وقت کام نہ بنائے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے، ۷۱۔ دروازے پر آئے ہوئے سوالی کو خالی نہ جانے دے، ۷۲۔ ننگے کو کپڑا پہنائے، ۷۳۔ مخلوق کے ساتھ نیکی کرے بدی نہ کرے، ۷۴۔ مومن کو بدنام نہ کرے بلکہ اس کے ہر عیب کو چھپائے، ۷۵۔ کھانا اکیلا ہرگز نہ کھائے اور روں کو بھی کھلائے، ۷۶۔ ان اعمال صالحہ کو قہر سے محض رضائے الہی کے لئے کرے، ۷۷۔ ان سب کاموں پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ ۷۸۔ تمام امور دنیا پر عمل کرنے میں اپنی تمام تر قوت خرچ کرے۔ پس جو کوئی ان ستر چیزوں پر عمل کرے گا اور اللہ و رسول کو ماننے کا اس پر شیطان غالب نہیں ہوگا اور اس کو راستے سے گمراہ نہیں کر سکے گا۔

احکام شریعت کا بیان

شریعت کے احکام آٹھ قسم کے ہیں ۱۔ فرض، ۲۔ واجب، ۳۔ سنت، ۴۔ مکروہ، ۵۔ مستحب، ۶۔ مباح، ۷۔ مکروہ، ۸۔ حرام، ۹۔ حلال۔
فرض : اس حکم کو کہتے ہیں جو دلیل قطعی اور یقینی سے کہ جس میں کوئی دوسرا احتمال نہ ہو ثابت ہو۔ جیسا کہ آیت قطعی یا حدیث متواتر کہ میں اور کوئی احتمال نہ ہو یا صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو، جو اس کا انکار کرنے کا فرہے اور بغیر عذر چھوڑے والا فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور یہ دوسروں کو ای دو کوں کو شامل ہے اور اکثر اس کا اطلاق ان ہی افعال پر ہوتا ہے جن کا کما مقصود ہے۔

واجب : وہ حکم ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو یعنی اس دلیل سے جس میں دوسرا ضعیف احتمال بھی ہو جیسے ذومعنی آیت وحدیث احد اور مجتہد کے قیاس سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہے اور اس کا بلا عذر ترک کرنے والا بھی فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہے لیکن فرض سے کم۔ پس فرض و واجب میں فرق فقط اعتقاد کی رہے ہے کہ فرض کا منکر کافر ہے اور واجب کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق ہے لیکن عمل میں جیسا وہ ضروری ہے ویسا ہی یہ بھی ضروری ہے اسی لئے ان کو فرض و واجب اعتقادی بھی کہتے ہیں اور اس لحاظ سے فرض و واجب کی ایک قسم عمل ہے یعنی جو دلیل قطعی ایسی نہ ہو جس سے کفر لازم آئے مگر مجتہد کی نظر میں شرعی دلائل کی رو سے پختہ یقین ہے کہ اس کے کئے بغیر آدمی بری الذمہ نہ ہوگا اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے، ہاں دلائل میں نظر رکھنے والا اور مجتہد دلائل شرعیہ سے اس کا انکار کر سکتا ہے لیکن مقلد کو بلا ضرورت شرعی اپنے امام کے خلاف کرنا جائز نہیں جیسے حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک پال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا، نیز وضو میں بسم اللہ اور نیت حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور حلیہ و شافعیہ کے نزدیک فرض ہے۔ ان کے علاوہ فرض عمل کی بہت سی مثالیں ہیں اور ہر طرح واجب کی مثالیں بھی کتب فقہ میں درج ہیں وہاں ملاحظہ کریں۔

سنت مؤکدہ : وہ فعل ہے جسے نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عموماً اور غالب طور پر کیا ہو اور کبھی بغیر کسی عذر کے ترک بھی کیا ہو، اس خیال سے کہ امت پر واجب نہ ہو جائے یا ترک کرنے والے پر کسی قسم کی زجر و عیب نہ کی ہو یا وہ کہ جس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہے مگر ترک کا راستہ بند نہ کیا ہو اس کا ترک گناہ اور ترک کی عادت فسق اور موجب عتاب ہے مگر اس پر کم عتاب ہوگا، مثلاً اس شفاعت ہے جو اتباع سنت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے محروم رہے گا، مگر کبھی چھوٹ جائے تو نقصان نہیں لیکن مستحق عتاب ہے۔

مستحب : وہ ہے کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہ نے کیا ہو یا اس کو چھا خیال کیا ہو یا تابعین نے اس کو اچھا سمجھا ہو لیکن اس کو ہمیشہ یا اکثر نہ کیا بلکہ کبھی کیا اور کبھی ترک کیا ہو، اس کا رٹا ثواب ہے اور نہ کرنا گناہ و موجب عذاب نہیں اور اس کو سنت زائدہ عادیہ یا سنت غیر مؤکدہ بھی کہتے ہیں اور فقہاء کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔ بعض نے سنت غیرہ مؤکدہ اور مستحب کو الگ الگ بیان کیا اور تھوڑا فرق کیا ہے۔

مباح : وہ حکم ہے جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

مکروہ : وہ حکم ہے کہ جس میں ممانعت تو دور ہے لیکن جواز کی دلیل بھی پائی جاتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں

۱۔ مکروہ تحریمی: جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو، اور یہ جواز کے دائرے میں ہے اور کراہت طبعی رکھتا اور سنت غیر موکدہ کے بالمقابل ہے۔

۲۔ مکروہ تحریمی یہ قریب حرام کے لئے اور یہ دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہے، اگرچہ اشد ضرورت میں یہ بھی جائز ہے، یہ واجب کے بالمقابل ہے۔ پس اس کا انکار کرنے والے فاسق و رذیل سے عذر کرنے والے گنہگار اور عذاب کا مستحق ہوگا۔

حرام: وہ ہے جس پر مباحث کا حکم پایا جائے اور جواز کی دلیل نہ ہو، پس یہ فرض کی طرح دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے اس کا مگر کافر اور بے عذر کرنے والے فاسق اور سخت عذاب کا مستحق ہے۔

حلال: جس میں ممانعت کی وجہ نہ پائی جائے اور یہ حرام کے بالمقابل ہے سنت موکدہ کے بالمقابل "اسماۃ" ہے یعنی جس کا کرنا برا اور التزام پر مستحق عذاب ہوتا ہے اور مستحب کے بالمقابل "خلاف اولیٰ" ہے کہ نہ کرنا بہتر تھا مگر کر لیا تو کچھ مضائقہ و عتاب نہیں۔

فرض کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ فرض عین وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے اور جس پر دو لازم ہے جب تک اس کو ادا نہ کرے اس کے ذمے سے نہیں اترتا، جیسے بیچ و قتی اور جمعے کی نماز اور روز ہر رمضان المبارک، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔

۲۔ فرض کفایہ وہ ہے کہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے باقی کے ذمے سے بھی اتر جائے گا لیکن اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے چٹانہ کی نماز وغیرہ۔ اسی طرح سنت موکدہ علی الکفایہ بھی ہے جس کی مثال رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہے۔

فرائض اسلام کا بیان

فرض عین یہ ہیں، کلمہ شہادت کا دل و زبان سے اقرار کرنا۔ رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں ہمیشہ ادا کرنا، صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا۔ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ رستہ اور سواری کا خرچ ہونے یعنی حج فرض ہونے کی صورت میں حج ادا کرنا۔ ارکان خمسہ یعنی ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج اور وضو و غسل، بیض و نفاس وغیرہ ضروریات دین کا علم حاصل کرنا، ماں باپ استاد علماء بادشاہ و سید کی فرمانبرداری اور ادب و احسان و سپاس ادا کرنا۔ ماں باپ بیوی اور چھوٹی عمر کی اولاد کا نان نفقہ دینا۔ تمام گناہوں سے توبہ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چار پشت تک نسب نامہ یاد رکھنا اور وہ اس طرح ہے حضرت محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ مردوں کے لئے گھٹنوں سے ناف تک (ناف ستر میں شامل نہیں اور گھٹنے شامل ہیں) ستر عورت کا ڈھانپنا۔ اور خرمورت (آزار عورت یعنی جو باندی نہ ہو) کو نماز میں تمام بدن ڈھانپنا ایسے ہی نماز کے علاوہ اوقات میں بھی غیر عرموں سے تمام بدن چھپانا فرض ہے سورے منہ، پاؤں اور ہاتھوں کے کہ یہ گھر میں اور غریب کی ضروریات کے لئے معاف ہیں۔ باندی کے لئے سارا ہیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنوں تک ستر عورت سے اور عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ خاوند کی اجازت سے گھر سے باہر جانا خواہ وہ اجازت صراحتہ ہو یا دالہ سوائے چند مستثنیٰ موقعوں کے کہ ان میں بلا اجازت جاسکتی ہے، پس اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو دینی و دنیوی ضرورتوں کے لئے شرائط مذکورہ کے ساتھ جانا جائز ہے اور اس سے مرد گنہگار نہ ہوگا، اور بلا ضرورت اجازت پر مرد بھی گنہگار ہوگا۔ چاروں مذاہب اہل سنت و جماعت (یعنی حنفی شافعی مالکی جہلی) برحق ہیں کسی پر اعتراض نہ کرے رمضان کے تیس روزوں کی تیس تیس اور حج و زکوٰۃ کی نیت اپنے اپنے موقعوں پر کرے بغیر نیت کے کوئی عمل صحیح نہیں ہوتا۔ اخلاص اعمال و ترک ریا، یعنی اعمال صالحہ میں کوئی دنیاوی غرض کا ارادہ نہ ہو اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی نیت ہو۔ موت کے خوف کے وقت کھانا پینا کافروں سے جہاد کرنا جبکہ ان کے غلبہ کا خوف ہو۔ ضرورت کے وقت کسب حلال

کرنا نماز کے اٹھارہ فرض ہیں، چار وضو میں ہیں، تین تیمم میں، تین غسل میں ہیں، نماز جائز ہونے کی مقدار قرآن کا بار کرنا۔ نص قرآن وحدیث و قیاس ائمہ و اجماع امت پر عمل کرنا۔

امام جب قرآن مجید جہر سے پڑھتا ہو تو قرآن کا سننا بعض کے نزدیک نماز کے علاوہ بھی قرآن شریف جب جہر (بلند آواز) سے پڑھا جائے تو اس کا سننا فرض ہے۔ فرض نمازوں، نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور مسلسل معصف کے لئے وضو کرنا۔ پانچ مواقع پر غسل کرنا یعنی جماع خواہ بلا انزال ہو۔ انزال جبکہ منی شہوت سے نکلے، خواب میں احتلام ہونا جبکہ منی یا ندی ظاہر ہو۔ پاکی، حیض و نفاس جنہی حائض و نفاس یا جس کا مخرج نجاست (پیشاب، پانچا نہ کا مخرج) درم سے زیادہ طوٹ ہو جائے اس کو استنجا کرنا۔ جس کو زنا کا خوف ہو اس کو شادی کرنا، نکاح کے بعد ایک مرتبہ وطی کرنا، عورت کو خودوند کا حکم ماننا، خاوند کے مال میں حیانت اور نقصان نہ کرنا، اگر کسی شخص کو شیر پھار کھانے والا ہو، یا وہ آگ میں جلنے والا ہو، یا ڈوبنے والا ہو، یا کسی اور ایسی مصیبت میں مبتلا ہو مثلاً دیوار کے نیچے دب کر یا کونئیں میں گر کر ہلاک ہو رہا ہو تو جو شخص اس کے چھڑانے اور بچانے پر قادر ہو یا دوسرے لوگوں کو خبر دینے پر قادر ہو تو اس پر بچانا یا اطلاع دینا فرض ہے اور اس فرض کے لئے نماز توڑنا بھی جائز ہے چاہے اس نماز کا وقت بھی قضا کیوں نہ ہو جائے۔ خاوند کا اپنی بیوی کو حمام خانے اور میلے اور دیگر مواقع ممنوعہ مثلاً دوسروں کی شادی مٹی میں یا بیچے نے مریضوں کی عیادت کو یا غیر مردوں کی مجلس میں جانے سے روکنا اور عورت کے لئے ان مواقع میں نہ جانا۔ اگر عورت کے مال باپ بیمار ہوں یا انھیں اس کی خدمت کی ضرورت ہے تو عورت کو ماں باپ کی عیادت یا خدمت کے لئے جانا خواہ اس کا خاوند بالکل اجازت نہ دے تب بھی جائے، عورت اس قسم کی نافرمانی سے گتھار نہ ہوگی۔ اگر گھر میں خاوند یا کوئی اور علم سکانے والا نہ ہو تو عورت حاصل کرنے کے لئے جائے اور پرانے کپڑے پہن کر بوزھی عورت کی شکل بنا کر جائے۔ بادشاہوں کے لئے عدل کرنا اور علماء اور عاجزوں، مسکینوں اور غازیوں کو کفر ج کو (فقہ) دینا۔ جب اللہ تعالیٰ کا نام سے توجہ جمل جملہ کہے۔ عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا۔ اگر کوئی خدا اور رسول کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرے تو قدرت ہوتے ہوئے اس کو روکنا، اگر ہاتھ سے قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے روکے اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ ذہل و زخم وغیرہ پر خون یا پیپ وغیرہ کی بندش کے لئے پٹی باندھنا۔ یا پیشاب گاہ (مشترک حصہ) میں قطرے یا ندی وغیرہ کے بندے کرنے کے لئے روٹی کا کھنا یا جس حیلے سے ناپاکی کی بندش ہو مثلاً اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے خون، ریم، ندی وغیرہ جاری نہیں ہوتی اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے جاری ہو جاتی ہے تو نماز کا بیٹھ کر پڑھنا۔ بقدر ضرورت علم فقہ کا پڑھنا وغیرہ۔

فرض کفایہ یہ ہیں: سلام کا جواب دینا (اگر کوئی کسی اسکیلے آدمی کو سلام کہے یا مجلس میں کسی کا نام ملے کر سلام کہے تو سلام کا جواب دینا اس شخص پر فرض عین ہے) سلام کا پیغام سننے والے کو سلام کا جواب دینا اور یوں کہنا وَعَلَيْكُمْ السَّلَام اور (ا) چھینک والے کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سن کر جواب میں یَا رَحْمٰتُکَ لِلّٰہ کہنا۔ عیادت (بہار پرسی) جبکہ مرض شدید ہو ورنہ مستحب ہے۔ مسلمان کی میت کا غسل و کفن و تدفین جنازہ و دفن وغیرہ۔ ہر ایک شہر میں ایام جمعہ و عیدین میں ایک قاضی ایک مفتی ایک امیر اور ایک خطیب کا موجود ہونا (یا ان کا قائم مقام ہو اور غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں کی رہنمائی سے کسی کو قاضی بنایا جائے۔ مؤلف) بقدر ضرورت علم فقہ کا پڑھنا فرض عین ہے۔ اس سے زیادہ یعنی مکمل علوم فقہ کا پڑھنا اور علم اصول اور تمام قرآن مجید حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ امر بالمعروف یعنی نماز، روزہ وغیرہ نیکیوں کا حکم کرنا اور نہی عن المنکر یعنی شرک، بدعت، رونا اور شراب خوری وغیرہ برائیوں سے روکنا، بادشاہ کے لئے ہاتھ سے اور عالم کے لئے زبان سے روکنا اور عوام کے لئے جبکہ کسی فتنے کا ڈر ہو منکرات کو دس سے برا جانا لرض کفایہ ہے اور اگر نفع کی کوئی امید نہ ہو تو فرض نہیں ہے۔ اولاد کی تعلیم

ترتیب (پڑھانا سکھانا) اور پرورش کرنا ان کا اچھا نام رکھنا اور گناہ و تقصیر کی استطاعت ہو تو اولاد کا نکاح کرنا۔ اگر کوئی پیغام کہے تو اس کا پیغام پہنچانا۔ طالب علموں کا خرچہ اور ان کی مدد کرنا۔ جو عرصہ ہو گا مرد یا عورت کو کھانا کھانا، اگر کسی کو کھانا دینے کی توفیق نہ ہو تو لوگوں میں اعلان کر دینا۔ اگر کفار ظلم نہ کریں تو اس صورت میں ان سے جنگ کرنے فرض کفار یہ ہے اور غلبہ کرنا اور شہر گھیرنے کی صورت میں فرض یمن ہے۔

واجبات اسلام کا بیان

واجبات اسلام یہ ہیں ۱۔ نماز وتر ۲۔ عمرہ اور وہ اس طرح ہے کہ پہلے احرام باندھے اور خد کعبہ کا طواف کرے پھر منامروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات بار سعی کرے (پک کر چلے) اس کے بعد سر کو منڈوا کر یا کتر کر احرام سے باہر ہو جائے اور عمرہ تمام سال میں ہر گرج کے دنوں میں جو عرفہ کے روز سے آخر ایام تشریق یعنی تیرہویں ذی الحجہ تک ہے ان میں عمرہ داکرنا مکروہ ہے۔ عمرے کا واجب ہونا مشہور ہے، لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ سنت ہے غنی کے لئے صدقہ فطر داکرنا اپنی طرف سے بھی اور چھوٹی اولاد کا بھی جن کا وہ کفیل ہے۔ غنی کے لئے جرمید (مید الاضی) کی قربانی کرنا، اپنے غنیوں کا جبکہ دو ہا جز ہوں نفقہ دینا اور ماں باپ کی خدمت کرنا اور زیارت کرنا اور عورت پر خلوہ کی خدمت کرنا مثلاً ردائی، ہڈ پانکا، کپڑے وغیرہ سینا اور چہرہ وغیرہ کا تار اور بچوں کی دودھ وغیرہ سے پرورش کرنا وغیرہ۔ جب کسی غنی کا نام سے یا پڑھے اس طرح درود کہے صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْ نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ بعض کے نزدیک ہر بار پڑھنا واجب ہے، بعض کے نزدیک تین بار در بعض کے نزدیک ایک بار واجب ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً واجب ای نہیں بلکہ ہر بار مستحب ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مبارک سے یا پڑھے تو درود شریف یعنی صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صیف کہنا چکی دفعہ واجب ہے اور ہر بار کہنا مستحب ہے۔ جب کسی صحابی کا نام سے یا پڑھے تو رضی اللہ عنہ کہے، یہ بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک مستحب ہے اور یہی قول معتبر ہے۔ ذوی الارحام محرموں کے ساتھ ملہ رحمی واجب ہے اور نامحرم ذوی الارحام کے ساتھ سب سے۔ ہمسائے کا حق ادا کرنا یعنی ان پر ظلم نہ کرنا اور ان کو قطع پہنچانا۔ غلام کے ادراپے آقا کی خدمت کرنا اور آقا پر اپنے غلام کو اچھی طرح رکھنا۔ طواف کعبہ کے لئے وضو کرنا۔ اگر کافر جیسی مسلمان ہو تو اس کو غسل کرنا اگر جیسی نہ ہو تو مستحب ہے۔

وہ بالغ جو بلوغ عمر بالغ ہو اور اس کے بعد اس کو احتلام ہو، اگر احتلام کے ساتھ بالغ ہو تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس پر بھی غسل واجب ہے، یہی احوط ہے۔

سنن اسلام کا بیان

ختہ کرنا، سواک کرنا، لیوں کے بال اور زیر ناف کے بال اور غلیں صاف کرنا اور ناخن کٹنا، سر منڈانا یا سارے سر پر بال رکھنا، اور کچھ میں مانگ نکالنا یعنی نصف بال دائیں طرف اور نصف بائیں طرف رہیں۔

مستحبات و سنن زوائد کا بیان

اسلام میں مستحبات و سنن زوائد یہ ہیں غسل جمعہ، غسل عیدین، غسل عرفہ، غسل احرام سر میں خشک کتھمی پھیرنا، داڑھی میں تر کتھمی پھیرنا۔ جب دہن پہلی مرتبہ گھر میں آئے تو دعوت دلیہ کرنا یعنی دوست احباب اور رشتہ داروں کو کھانا کھانا۔ سلام کہنا۔ مصافحہ کرنا، ضیافت

قبول کرنا، چھینک حتیٰ الامکان آہستہ آواز سے کہنا اور الحمد للہ اونچی سے کہنا۔ بیمار کی مزاج پر سی کرنا جبکہ بیماری شدید نہ ہو، اگر بیماری سخت ہو تو بیمار پر سی فرض کفایہ ہے، بالوں کو تیل لگانا اور خوشبو بھی لگانا، اچھا لباس پہننا کبھی کبھی آئینہ دیکھا، سبز اور سفید اور سیاہ پوشاک افضل ہے۔ پا جامہ پہننا۔ کالا موزہ پہننا۔ صافہ میں شملہ رکھنا، نیک اور پسندیدہ کام واسطے ہاتھ سے کرنا مثلاً کھانا پینا لکھنا وغیرہ اور قرآن مجید، دینی کتب اور دوسری اشیاء لینا دینا، ناک ومنہ میں پانی ڈالنا وغیرہ۔ ناپسندیدہ کام ہاتھ سے کرنا مثلاً استنجا خواہ پھر وڈھیلے سے کرے یا پانی سے ناک سکننا وغیرہ۔ کپڑوں و لباس کا بقدر کفایت چھوٹا رکھنا کیونکہ لباس کا حاجت سے زیادہ لمبا رکھنا مکروہ ہے اور اس میں تکبر و ناز پایا جاتا ہے جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو ہاتھ میں لامبی (عصا) رکھنا۔ سوائے ممنوعہ و منکرہ موقوفوں کے ہر حال میں قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا۔ عزیزوں اور دوستوں کی سوغات (تحفے) قبول کرنا اور ان کو اس کا بدلہ دینا۔ مسلمانوں کی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا۔ صدقے کی نیت سے حاجت سے زیادہ کسب کرنا۔ نیکوں، عابدوں، زاہدوں اور علماء و صلحاء کی صحبت اختیار کرنا، نماز عشاء کے بعد آنکھوں میں سرمہ لگانا، تیلولہ کرنا، علم طب سیکھنا۔ فصد کھوانا، سفر کے لئے دن کے وقت روانہ ہونا اور ہفت یا جمعرات کی فجر کو سفر کرنا، بیمار کو توبہ و استغفار کرنا۔ رونا، صدقہ دینا اور صحت ہونے پر غسل کرنا۔

کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر لقمے پر کہنا مستحب ہے اور اسی طرح کھانے پینے کے بعد الحمد للہ کہنا سنت ہے اور ہر لقمے کے اخیر پر مستحب ہے، کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا، دائیں ہاتھ سے کھانا (بلا مذربا نہیں ہاتھ سے کھانا بدعت ہے) کھانے میں اخیر تک احباب کا ساتھ دینا، کھاتے وقت جوتا اتار کر بیٹھنا۔ مل کر کھانا، سہارا لگا کر یا پاؤں لٹکا کر کھانا مکروہ ہے، با وضو کھانا، جب بھی بھوک لگے تب کھانا اور جب بھوک باقی رہے تو ہاتھ روک لینا، تین انگلیوں سے کھانا محض ایک انگلی سے نہ کھائے اگر ضرورت ہو تو چوٹی اور پانچویں بھی ملائے۔ کڑی اور مٹی کے برتنوں میں کھانا پینا افضل ہے بہ نسبت تانبے لوہے وغیرہ دھاتوں کے برتنوں کے، کپڑے وغیرہ کا ایک دسترخوان بچھا کر کھانا اس پر رکھنا تا کہ کھانے وغیرہ کے ریزے گر کر پاؤں کے نیچے آ کر بے ادبی نہ ہو۔ دعوت میں سزیا ت (پھل وغیرہ) اور سرکہ حاضر کرنا، کھاتے وقت دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا۔ کھانے کے اول و آخر نمک کی چیز کھانا یا نمک چکھنا، اپنے آگے سے کھانا، خالی ہونے پر پیالے کو انگلی سے چاٹ لینا، کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کا چٹنا اس طرح پر کہ پہلے درمیانی انگلی کو چائے پھر انگوٹھے کے پاس والی پھر انگوٹھا اور چار پانچ انگلیاں استعمال کی ہوں تو سب کو چاٹ لے اور ہر انگلی کو تین بار چاٹے، کھانے کے ذروں کو کھالے، چھینکنے نہیں، دھونے کے بعد ہاتھوں کو نہ جھینکے، دعوت میں جو بزرگ ہو وہ پہلے کھانا شروع کرے۔ صالح لوگوں کی دعوت کھانا اور ان کو کھانا، کھانے کے بعد دانستوں کا خلال کرنا اور کلی کرنا کھانے کے بعد کھانے واسطے کے لئے دعا کرنا دعا یہ ہے

اَللّٰهُمَّ طَعِمَ مَنْ اَطْعَمْتَنِيْ وَاسْقَ مَنْ سَقَيْتَنِيْ اَوْ رِيْعَ يَحْيٰى زَيْدًا كَرِهَ وَبَارِكْ لَهٗ لِيْ مَالِهٖ وَرِزْلَهٗ يَا اَيُّهَا الَّذِيْ اَغْفِرُ

لِصَّاحِبِ الطَّعَامِ وَلَا يَكِلِهٖ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاعْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کتاب الطہارة

طہارت کا بیان

تمہید

جاننا چاہئے کہ تمام کتب فقہ میں عبادات کو معاملات و مزاجرات (سزاؤں اور تعزیرات) وغیرہ پر مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ یہ دوسرے امور سے اہم ہے۔ پھر نماز کو باقی دوسری عبادات پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ ایمان کے بعد یہ سب سے اہم عبادت ہے اور نص قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ طہارت کو نماز پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ یہ نماز کی کئی درجہ کی شرط ہے اور جو چیز کسی چیز کی کئی اور شرط ہوتی ہے وہ اس چیز پر طبعاً مقدم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو بیان میں بھی مقدم رکھا جاتا ہے (۱) اور تمام شرائط نماز پر طہارت کو اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ یہ ان میں سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ یہ کسی (عام) عذر سے ساقط نہیں ہوتی۔ (۲)

طہارت کے معنی: لغت میں طہارت کے معنی مطلق طور پر صفائی و پاکیزگی کے ہیں اور شرعاً اس کے معنی حدیث و نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنا (۳) پس طہارت سے مراد وہ طہارت ہے جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۴)

طہارت کا حکم: طہارت کا حکم یعنی اس پر مرتب ہونے والا ثمرہ یہ ہے کہ جو چیز طہارت کے بغیر جائز نہیں ہے (مثلاً نماز پڑھنا اور قرآن مجید کا چھونا وغیرہ) وہ طہارت حاصل ہونے کے بعد مباح و جائز ہو جاتی ہے۔ (۵)

طہارت واجب ہونے کا سبب: طہارت واجب ہونے کے سبب کے بارے میں چار قول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حکمی طہارت کا سبب حدیث اور حقیقی طہارت کا سبب نبیؐ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز کے لئے کھڑا ہونا اس کا سبب ہے نیز اقول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب وہ فعل ہے جو طہارت کے بغیر حلال (جائز) نہیں ہوتا خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز، یا فرض نہ ہو جیسے قرآن مجید کا چھونا اور جو تھا قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب نماز کا وجب ہونا یا اس چیز کا ارادہ کرنا ہے جو طہارت کے بغیر حلال (جائز) نہ ہو۔ (۵)

طہارت کا رکن۔ نجاست حکمی و نجاست حقیقی کو دور کرنے والی چیز کا استعمال کرنا۔ (۱)

طہارت واجب ہونے کی شرطیں 'طہارت واجب ہونے کی شرطیں نو ہیں' ۱۔ اسلام، ۲۔ عقل، ۳۔ بونہ، ۴۔ حدت پایا جانا خواہ حدت اصغر ہو یا اکبر، ۵۔ پاک کرنے والی چیز یعنی ضرورت کے مطابق پاک اور خالص پانی، یا پاک مٹی کا ہونا، ۶۔ پانی یا مٹی کے استعمال پر قدرت ہونا، ۷۔ عورت کا حیض کی حالت میں نہ ہونا، ۸۔ عورت کا نفاس کی حالت میں نہ ہونا، ۹۔ نماز کے وقت کا ٹک ہونا۔ (۲)

طہارت کے صحیح ہونے کی شرطیں 'طہارت کے صحیح ہونے کی شرطیں چار ہیں' ۱۔ پاک اور خالص پانی کا تمام اعضاء پر پہنچنا، ۲۔ عورت کا حیض کی حالت میں نہ ہونا، ۳۔ عورت کا نفاس کی حالت میں نہ ہونا، ۴۔ غیر معذور کو طہارت حاصل کرنے کی حالت میں طہارت کو توڑنے والی کسی چیز کا لاحق نہ ہونا اور اس چیز کا بدن سے دور ہونا جو طہارت کی مانع ہے مثلاً آنکھ کا کچھڑ (چہرہ) یا موسم وغیرہ جو بدن پر چپکا ہوا ہو اس کا دور ہونا۔ (۳)

طہارت کی اقسام: نماز سے تعلق رکھنے والی طہارت کی دو قسمیں ہیں ایک حدیث سے طہارت۔ اس کو طہارت حکمی بھی کہتے ہیں اور دوسری جہت سے طہارت اس کو طہارت حقیقی بھی کہتے ہیں حدیث سے طہارت یعنی حکمی طہارت تین قسم کی ہوتی ہے یعنی وضو، غسل اور تیمم۔ اور جہت سے طہارت یعنی حقیقی طہارت نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔ (۴) (ان دونوں قسم کی طہارت کی تفصیل مع اقسام علی الترتیب بیان کی جاتی ہے) (مؤلف)

حدیث سے طہارت حاصل کرنا

نماز کی شرطوں میں سے ایک شہ بدن کی طہارت یعنی اس کا پاک ہونا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: اول بدن کا حدیث (نجاست حکمی) سے پاک ہونا اور دوم جہت (نجاست حقیقی) سے پاک ہونا (۵) حدیث ایک شرعی وصف ہے جو اعضاء جسم میں اثر کرتا ہے اور طہارت کو زائل کر دیتا ہے (۶) پس حدیث بحکم شرع ایک مانع ہے جو اعضاء جسم کے ساتھ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک حدیث کو دور کرنے والی چیز استعمال نہ کی جائے اور وہ (حدیث کو دور کرنے والی چیز) یا طبعی ہے یعنی پانی، یا شرعی ہے یعنی مٹی (۷) (یعنی اگر پانی پر قادر نہ ہو تو شرعاً پاک مٹی سے تیمم کر کے حدیث سے پاک ہو جاتا ہے۔ مؤلف) اور شرعاً جہت یعنی نجاست حقیقی سے مراد جسم و نجاست ہے (۸) پس حدیث یعنی حکمی نجاست سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ ظاہر میں جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو لیکن پھر بھی شرعی حکم کے مطابق جسم نا پاک ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص جنابت کی وجہ سے نا پاک ہو اور اس نے اپنے جسم کی ظاہری نجاست دھو ڈالی تو وہ جب تک باقاعدہ غسل نہ کرے اور اس کا جسم حکماً نا پاک ہے اور اس شخص کے لئے نماز ادا کرنا اور مسجد میں داخل ہونا وغیرہ جائز نہیں یا کوئی شخص جنبی تو نہیں لیکن بے وضو ہے یعنی اس نے پیشاب یا پاخانے کے بعد استنجا تو کر لیا لیکن وضو نہیں کیا تو یہ شخص حکماً نا پاک ہے اور اسے نماز پڑھنا یا قرآن مجید پڑھنا وغیرہ جائز نہیں ہے ایسی نجاست کو نجاست حکمی کہتے ہیں، یعنی نجاست جو دیکھنے میں نہ آ سکے بلکہ شریعت کے حکم سے ثابت ہوتی ہے۔ ایسی نجاست سے بدن کا پاک ہونا طہارت حکم کہلاتا ہے، اور ظاہری یعنی نظر آنے والی جسم و نجاست سے بدن کا پاک ہونا طہارت حقیقی کہلاتا ہے طہارت حکمی

(۱)۔ حدیث بزیادہ (۲)۔ بحر دروش و طبع مستحکم (۳)۔ ایضاً (۴)۔ بدائع النیر

(۵)۔ درود بحر (۶)۔ در (۷)۔ بحر در (۸)۔ درود بحر

وطہارت حقیقی سے بدن کا پاک ہونا نماز کے لئے شرط ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی (۱) طہارت حکمیہ یعنی حدث سے طہارت کے بیان کو طہارت حقیقیہ یعنی جث سے طہارت کے بیان پر مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا وقوع بکثرت ہے اور یہ سب سے ہم اور سب سے زیادہ تاکید کی شرط ہے (۲) اور یہ لفظ نجاست ہے کیونکہ اس قلیل بھی معاف نہیں ہے بخلاف نجاست حقیقی کے کہ اس کا قلیل معاف ہے۔ (۳) حدث یعنی نجاست حکمی دو قسم کی ہے اول غسل فرض ہونا، اس کو حدث اکبر کہتے ہیں دوم بے وضو ہونا اس کو حدث اصغر کہتے ہیں، ان دونوں نجاستوں سے بدن کا پاک ہونا طہارت حکمی کہلاتا ہے۔

غسل کو طہارت کبریٰ کہتے ہیں اس کے واجب ہونے کی شرط حدث اکبر ہے اور وضو کو طہارت صغریٰ کہتے ہیں اس کے وجوب کی شرط حدث اصغر ہے۔ (۴) وضو کے جان کو غسل کے جان پر مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ یہ غسل کا جز بھی ہے اور اس کی بکثرت ضرورت پیش آتی ہے۔ (۵)

وضو کا بیان

اس بیان میں وضو کے فضائل حکمتیں اور فائدے معنی اور اس کے ارکان (فرائض) و سنن و مستحبات، آداب و مکروہات اور وضو کو توڑنے والی چیزیں وغیرہ تفصیل کے ساتھ ترجیب وار بیان کی جاتی ہیں۔ (مولف)

فضائل وضو

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے رشاد فرمایا کیا میں تمہیں یہی چیز نہ بتاؤں جس کے سبب اللہ تعالیٰ خطائیں محو فرمادے اور درجات بلند کر دے، صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپؐ فرمایا جس وقت وضو کرنا ناگوار ہوتا ہے (مثلاً بیماری یا سردی میں) اس وقت کامل وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ اور اس کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ دین کے دشمنوں سے بلاد اسلام کی سرحد کی نگہبانی کے لئے وہاں پر بیٹھنے کا ثواب ہے۔ (۱)

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح (یعنی سنن و آداب کے ساتھ) وضو کرے تو اس کے بدن سے (مغیرہ) گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں میں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ (۲)

۳۔ حضرت عبداللہ منجی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مومن بندہ وضو کرتا ہے اس اور کے لئے کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب تک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرتا ہے تو اہی کی ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کے ناخنوں سے بھی نکل جاتے ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں اور جب اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے دونوں پاؤں کے ناخنوں سے بھی نکل جاتے ہیں، پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا اس کے لئے (درجات کا) زیادہ ہوتا ہے۔ (۳) اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابو ہریرہؓ سے مسلم شریف میں مروی ہے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آٹھ روز وضو کی وجہ سے قیامت کے روز میری امت کو اللہ جلّ جلالہٗ کے "روشن پیشانی اور سفید اعضا والے" کرپکا راجائے گا پس تم میں سے جو شخص چاہے کہ اپنی پیشانی کی روشنی کو طویل کرے تو اس کو چاہئے کہ ایسا کرے۔ (۴) یعنی وضو کے باعث قیامت کے روز اعضائے وضو روشن ہوں گے، پس ان کو ان کی حد سے کچھ زائد دھو کر ان کی روشنی کو طویل کرے۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں تک مومن کے وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک اس کو جنت (میں) زیور پہنچے گا۔ (۵)

- ۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کے اور وضو کرے (یعنی جبکہ پہلے وضو سے کوئی فرض یا نفل عبادت کر چکا ہو) تو اس کے لئے وضو کے ثواب کے علاوہ (دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں)۔ (۱)
- ۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔ (۲)
- ۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص وضو کرے پس پوری طرح وضو کرے اس کے بعد یہ (کلمہ شہادت) کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ایک روایت میں ہے کہ یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے (۳)
- ۹۔ مگر سے وضو کر کے نماز کے لئے مسجد جانے میں ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثواب ملتا ہے۔ (۴)
- ۱۰۔ با وضو مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے جتنا وقت انتظار میں گزارتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے اور اس کو نماز کا ثواب ملتا ہے۔ (۵)

وضو کی حکمتیں اور فائدے

دین اسلام کے ہر عمل میں بشمول وضو بہت سی حکمتیں، اسرار اور فائدے مضمر ہوتے ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہمارا ذہن متوجہ ہو جاتا ہے، اور اکثر کی طرف ہمارا ذہن نہیں جاسکتا اور ان کا صحیح و کامل علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے چنانچہ وضو میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں جن میں سے چند ہیں۔

۱۔ وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں اور غفلت کے دور کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اگر وضو کے بغیر نماز پڑھنا مشروع ہوتا تو انسان اسی طرح پر وہ غفلت میں سرشار رہتا اور غافلانہ طور پر نماز میں داخل ہو جاتا اس لئے اس غفلت کو دور کرنے کے لئے وضو مشروع ہوا تاکہ انسان باخبر و حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو۔ (۶)

۲۔ وضو میں چند اعضا کو دھونے اور سر کا مسح کرنے کا حکم ہے اس لئے کہ تمام ممالک میں لباس سے یہی اعضا عام طور پر پاہر رہتے ہیں انہی اعضا کے گرد و غبار سے آلودہ ہونے کا امکان رہتا ہے اس لئے پاکیزگی و صفائی کا تقاضا ہے کہ ان اعضا کو دھویا جائے اور سر بہت کم کھلا رہتا اور اس پر بیرونی گرد و غبار کے اثرات کم پڑتے ہیں اس لئے اس کا صرف مسح کرنے کا حکم ہے اور ہر نماز کے لئے وضو کرنے میں کوئی حرج و مشقت نہیں ہے اس لئے اس کا حکم دیا گیا ہے اگر نماز کے لئے تمام بدن کو دھونے کا حکم ہوتا تو اس میں مشقت و حرج ہوتا اس لئے شرع شریف نے نماز کے لئے وضو کا حکم دیا جس کو ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے پورے بدن کو دھونے کا حکم نہیں دیا۔ (۷)

۳۔ جب کوئی شخص کسی بادشاہ یا امیر یا رئیس کی ملاقات کے لئے جاتا ہے یا کسی اچھے یا پاکیزہ کام کا قصد کرتا ہے تو پہلے ان اعضا کو دھوتا ہے جن پر ملاقات کے وقت لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے اور ان اعضا کے کھلا رہنے کے باعث ان پر گرد و غبار اور میل بکھیل لگا ہوتا ہے اور لباس

(۱)۔ رواہ الترمذی (۲)۔ رواہ احمد (۳)۔ رواہ مسلم۔ یہ حدیثیں مشکوٰۃ شریف و جمع النوائد کتاب الطہارۃ سے نقل کی گئی ہیں

(۴)۔ علم اللعہ (۵)۔ علم اللعہ (۶)۔ حکام اسلام عقل کی نظر میں ملخصاً

(۷)۔ اخذ من جہ اللہ وغیرہ

بھی صاف سترا بہن کر جاتا ہے اس کو خیالی ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو میرے لیے کچلے لباس اور چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو دیکھ کر وہ بادشاہ یا امیر نفرت کرے اور بات بھی نہ کرے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ سب بادشاہوں، امیروں رئیسوں اور قوام کائنات کے خالق احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہو کر اپنی عرض و معروض پیش کرتا ہے اس لئے اس بارگاہ مقدس کی حاضری کے لئے صفائی و پاکیزگی کی زیادہ ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور اپنی شان و جمہ کی سب سے اس مقصد کے لئے ہمیں کسی زیادہ مشقت میں ڈالے بغیر ایک آسان طریقہ بتا دیا کہ وضو کر لیں کریں۔ (۱)

۴۔ کسی نئے باز کو طہری حاکم و بادشاہ کے دربار میں نشے کی حالت میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی اسی طرح نماز کے لئے بھی حکم ہے کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو کیونکہ نشے کی حالت میں یہ ہوش نہیں رہتا ہے کہ وہ منہ سے کیا کہہ رہا ہے اسی طرح انسان دنیاوی مشاغل و فکرات میں پڑ کر نشے والے آدمی کی طرح ہو جاتا ہے اس لئے غفلت کے اس نشہ کو اتارنے کے لئے وضو کا شروع ہوتا کہ انسان باخبر و باحضور ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو۔ (۲)

۵۔ تجربہ شاد ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کے دھونے اور منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر اثر پڑتا ہے اور اعصاب رئیسہ میں تقویت و بیداری پیدا ہو جاتی اور غفلت، غیہ اور بہت زیادہ بے ہوشی اس سے دور ہو جاتی ہے اس کی تصدیق حاذق اطباء کے طریقے سے ہو سکتی ہے کہ جب کسی کو خشکی ہو یا زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسی کی فصد لی گئی ہو تو یہ حضرات اس کے اعصاب پر پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نماز کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے اپنے نفس، کی سستی، کمالی اور نکالت و کشائت کو دور کرنے کے لئے وضو کا حکم دیا گیا۔ (۳)

۶۔ مشاہدہ اور طبی تجربات اس امر کے شاہد ہیں کہ انسان کے اندرونی جسم کے ذریعے، ذرے اطراف بدن سے خارج ہوتے رہتے ہیں اور وہ ہاتھ پاؤں یا اطراف منہ و سر پر آ کر ظہر جاتے ہیں اور مختلف اقسام کے ذریعے پھوڑے، بھیسوں کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں ان اطراف بدن کو دھونے سے وہ گندے مادے دور ہوتے رہتے ہیں یا تو جسم کے اندر ہی ان کا جوش پانی کے استمال سے بجھ جاتا ہے یا خارج ہوتا رہتا ہے۔ (۴)

۷۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت کی نیت سے ظاہری و باطنی پاکیزگی و طہارت کا پابند شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَابِّينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ بیگانہ اللہ تعالیٰ باطنی و ظاہری طہارت والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۵)

۸۔ نفس کے صفت احسان سے متصف ہونے میں اس کو بہت بڑا دخل ہے۔ (حجۃ اللہ) کیونکہ جب طہارت کی کیفیت نفس میں راسخ ہو جاتی ہے تو ہمیشہ کے لئے نور فلکی کا ایک شعبہ اس میں ٹھہر جاتا ہے اور ہمیشہ کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ (۶)

۹۔ طہارت سے طبیعت میں عقل کا مادہ بڑھتا ہے اور جہاں عقل تام ہوگی وہاں حضور لہجی بھی تام ہوگا۔ (۷)

۱۰۔ گناہوں اور کسل کے باعث جو روحانی نور دوسرے اعضا سے سلب ہو چکا تھا وضو کرنے سے وہ دوبارہ ان میں عود کراتا ہے یہی

روحانی نور قیامت میں اعضائے وضو میں نمایاں طور پر چمکنے کا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (۸)

(۱)۔ حجۃ اللہ احکام اسلام عقل کی نظر میں وغیرہ سے ماخوذ (۲)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں تصرفاً

(۳)۔ حجۃ اللہ احکام اسلام عقل کی نظر میں (۴)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں (۵)۔ ایضاً

(۶)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں وجہ اللہ (۷)۔ احکام اسلام عقل کی نظر میں (۸)۔ ایضاً

۱۱۔ طہارت کی وجہ سے انسان کو فرشتوں کے ساتھ قرب و اتصال ہو جاتا ہے اس لئے وہ 'تہل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کو شرف حضوری حاصل ہو کیونکہ طہارت کی وجہ سے انسان کو شیا میں سے بلند ہو جاتا ہے۔ (۱)

۱۲۔ اس سے عذاب قبر دور ہو جاتا ہے۔ (۲)

۱۳۔ نماز عظیم الشان شعاۃ اللہ میں سے ہے اور وضو اس میں داخل ہونے کی کئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ (۳)

۱۴۔ اعضائے وضو کے دھونے و مسح کرنے میں جو ترتیب مخصوص ہے اس کی پابندی کرنے اور ان کے خلاف کرنا ناجائز ہونے میں کچھ باطنی مصلحتیں ہیں اور کچھ ظاہری۔ باطنی مصلحتیں یہ ہیں کہ انسان سے احکام الہی کی مخالفت و گناہ کا عقیدہ اسی ترتیب سے ہوتا ہے اس لئے اعضائے وضو کو مخصوص ترتیب سے دھونا ان کو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے دھونے اور تائب کرنے کی طرف اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے چہرہ کو دھونے کا امر فرمایا جس میں منہ تک آنکھیں شامل ہیں پہلے کلی کے ذریعے زبان کو صاف کیا جاتا ہے جس میں زبان سے توبہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انسان کی زبان احکام الہی کی مخالفت میں تمام اعضا سے سبقت لے جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ نئی آدمی سے اکثر گناہ اس کی زبان کے ذریعے صادر ہوتے ہیں، پھر ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کیا جاتا ہے جو کہ سوچنے کی ممنوع چیزوں اور دباغی غرور و تکبر سے توبہ کی علامت ہے پھر سارے چہرے کو دونوں آنکھوں اور پیشانی کے ساتھ دھویا جاتا ہے اس میں چہرے کے تمام گناہوں اور آنکھوں کی بد نظری سے توبہ اور خواہشات نفسانی جن کا مرکز پیشانی ہے چھوڑنے کی طرف اشارہ ہے پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا جاتا ہے جس میں ہاتھوں کے گناہ ترک کرنے کی طرف اشارہ ہے پھر سر اور گردن کا مسح کیا جاتا ہے کیونکہ سر گردن سے بڑا گناہ کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوتی بلکہ زبان و آنکھ کی مسابغی کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے صرف مسح کرنے کا حکم ہوا، کانوں کے مسح کا حکم بھی اسی لئے ہے کہ ان میں بلا قصد و اختیار آواز پڑتی ہے، ان ٹیوں اعضا کے مسح کرنے میں سرکشی، گردن کشی اور خلاف حق سننے سے توبہ کی طرف اشارہ ہے پھر دونوں پاؤں کو دھویا جاتا ہے کیونکہ جب آنکھیں دیکھتی، زبان بات کرتی، ہاتھ حرکت کرتے اور کان سنتے ہیں تو ان سب کے بعد پاؤں چلتے ہیں اس لئے پاؤں کا دھونا سب سے آخر میں ظہر اور سب سے آخر میں ان کی توبہ کی باری آتی ہے۔ تین بار ہر عضو کو دھونے میں توبہ کے تین ارکان یعنی گناہ پر ندامت، اس کے ترک کرنے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ (۴)

(۴) اعضائے وضو کے دھونے سے گناہوں کے جڑنے اور دھونے کی احادیث و تفصائل وضو میں بیان ہو چکی ہیں (مولف)

۱۵۔ وضو میں جو ترتیب مخصوص ہے اس کی ظاہری حکمتیں یہ ہیں: سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھویا جاتا ہے پس اس پر یہ حکمت ہے کہ انسان اپنا ہر کام ہاتھ کے ذریعے پورا کرتا ہے جس کی وجہ سے ہاتھوں کا میل سے آلودہ ہونا ضروری ہے اور چونکہ وضو میں دوسرے اعضا ہاتھوں ہی سے صاف کئے جاتے ہیں پس اگر ہاتھوں کو پہلے نہ دھویا جائے اور میلے ہاتھوں سے دوسرے اعضا دھوئے جائیں تو بجائے صاف ہونے کے اور زیادہ کدے ہو جائیں اس لئے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا، اس کے بعد ان پاک ہاتھوں سے پانی لے کر منہ میں ڈالنے اور کلی کرنے کا حکم ہے کیونکہ ہاتھوں کے ظاہری میل کچیل کے بعد منہ کی اندرونی گندہ و ذی کا درجہ ہے۔ انسان منہ سے ہر قسم کی غذا کھاتا رہتا ہے جس کی وجہ سے غذا کے باریک ریزے منہ میں رہ جاتے ہیں ان کے صاف کرنے کے لئے کلی کی ضرورت ہے اور جو اجزاء دانتوں کی رینجوں میں پھنس کر رہ جاتے ہیں ان کے لئے مسواک کی تاکید کی گئی ہے جس سے دانت صاف اور مسوڑھے بھی مضبوط ہو جاتے

ہیں اور منہ کے اندر کی صفائی ہو جاتی ہے اس کے بعد ناک کی آلودگی کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا، ناک کی ریش کے وہ ٹکڑے جو خشک ہو کر ناک میں جم جاتے ہیں اور ناک صاف نہ کرنے کی وجہ سے ناک میں پیدا ہونے والے جراثیم سانس کے ذریعے پیچھڑوں کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں اور مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں اس لئے ناک صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، منہ اور ناک کی صفائی چہرے کی صفائی میں شامل ہے پھر تمام چہرہ دھونے کا حکم ہے کیونکہ انسان کا چہرہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس پر گرد و غبار جم جاتا ہے چہرے کے ساتھ آنکھیں بھی دھل جاتی ہیں اور میل دور ہونے کے باعث بیماریوں سے محفوظ رہتی ہیں چہرہ دھونے کے دونوں ہاتھ کہیں سمیت دھونے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ کاروبار کرتے وقت اکثر لوگ ہاتھ کہیں تک کھلے رکھتے ہیں، اور چونکہ کام کرنے والوں کا اکثر سر بھی کھلا رہتا ہے جس پر باسوم صرف غبار پڑتا ہے اس لئے سر پر صرف مسح کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ہاتھ پھیرنے سے گرد و غبار دور ہو کر صاف ہو جائے اسی طرح کانوں اور گردن کے مسح کا حکم ہے کیونکہ یہ بھی سر کے متصل ہیں ان اعضا کے مسح کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ دھونے میں حرج و مشقت ہے اس لئے حرج کو رفع کر دیا گیا۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنے سمیت دھونے کا حکم ہے کیونکہ چلنے پھرنے کی وجہ سے زمین کے قریب ہونے کے باعث پاؤں کا گرد آلود ہوتا اور پسینہ آنے کی وجہ سے کیف ہو جانے کا زیادہ امکان رہتا ہے اس لئے ان کو دھونے کا حکم ہوا اور سب کے بعد میں دھونے کا حکم اس لئے ہوا تاکہ اشرف اعضا کے بعد ان کو ہاتھ لگے، یہ وضو میں چند اعضا کو دھونے اور ان کی ترتیب میں مصلحت کا بیان ہوا۔ (۱)

بظاہر وضو میں چند معمولی اعضا دھوئے جاتے ہیں مگر درحقیقت اس سے ایسی دینی و دنیوی اور ظاہری و باطنی پاکی و صفائی حاصل ہوتی ہے کہ جس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتی، دینی و باطنی پاکی تو یہ ہے کہ اس سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور دنیوی و ظاہری صفائی تو ظاہری ہے اور اس ظاہری صفائی سے صحت و تندرستی حاصل ہوتی ہے کیونکہ نماز کے پانچ اوقات ہیں ہر وقت کے وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھویا جاتا ہے اس لئے ہر عضو دن رات میں پندرہ مرتبہ دھویا جائے گا اس سے اعضا پر میل و گندگی رہنے کا کوئی امکان نہیں رہے گا جس کا نتیجہ لازمی طور پر تندرستی کا حاصل ہونا ہے۔ (۲)

۱۶۔ وضو میں دونوں ہاتھوں کو کلائی تک دھونے کلی ورناک میں پانی ڈالنے کو جبکہ یہ تینوں فعل سنت ہیں وضو کے پہلے فرض یعنی منہ دھونے پر مقدم کرنے میں یہ حکمت مفہوم ہوتی ہے کہ پانی کے اوصاف مفہوم ہو جائیں کیونکہ وضو کے لئے پاک پانی ہونا چاہئے ناپاک پانی سے دھو جائے تو نہیں ہے اور ناپاک پانی وہ ہے جس کے تینوں اوصاف یعنی رنگ و بو میں سے کوئی وصف نجاست کی وجہ سے بدل جائے پس جب ہاتھ دھونے کے لئے چلو میں پانی لے گا تو آنکھ سے اپنی کارنگ معلوم ہو جائے گا کہ بدلا ہے یا نہیں اور جب گلے کے لئے منہ میں پانی ڈالے گا تو پانی کا حرہ معلوم ہو جائے گا کہ خیر ہوا ہے یا نہیں اور جب ناک میں پانی ڈالے گا تو اس کی بو معلوم ہو جائے گی کہ ٹھیک ہے یا بدل گئی۔ کلی کو ناک میں پانی ڈالنے پر اس کے شرف کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔ (۳)

وضو کے معنی: لغت میں وضو (داؤ کی پیش کے ساتھ) کے معنی پاکیزگی حاصل کرنا ہے اور شرعاً اس کے معنی مخصوص اعضا کو دھو کر اور مسح کرنا ہے۔ (۴) اس لئے دھونے اور مسح کرنے کی ترتیب ضروری ہے۔ (۵) پس دھونے کا مطلب عضو پر پانی کا جاری کرنا (بہانا) ہے اس عضو کو ملنا شرط نہیں ہے البتہ مندوب ہے اور خلاصہ میں ملنے کو سنت کہا ہے اور اس کی حد اعضائے غسل پر ہاتھ کا پھراٹا۔ (۶) امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اعضائے غسل پر پانی بہانے کی حد مسح قول کے مطابق یہ ہے کہ اس عضو سے کم از کم دو قطرے اسی وقت

(۱)۔ حکام اسلام کی عقل کی نظر میں تصرف (۲)۔ ایضاً (۳)۔ طہ و روضہ تصرف و مستحلاً

(۴)۔ کبیری و محمد غیرہ (۵)۔ بدائع (۶)۔ مردوخ

کیونکہ ہونٹوں کے اس ظاہری حصے پر پانی پہنچانا فرض ہے اگر اس کا ذرا سا حصہ بھی پانی پہنچنے سے باقی رہ گیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوگا۔ (۱)
 ۹۔ ناک اور منہ کے اندر دینی حصے کا اور کبھی دلہو کی بیٹ (گڑہ) کا دھونا فرض نہیں ہے کیونکہ اس میں حرج و مشقت ہے (۲)۔ ۱۰۔ اگر وضو کرنے میں ٹھوڑی کے بالوں پر پانی بھیا یا پھر وہ بال منڈوا دیے تو اس پر پھر سے ٹھوڑی کا دھونا واجب نہیں ہے (۳) اور اسی طرح اگر (وضو کرنے کے بعد) بھوئی (ابرو) اور مونچھیں منڈوائیں یا سر کا مسح کیا پھر سر منڈایا یا ناخن ترشے تو پھر سے دھونا یا مسح کرنا لازم نہ ہوگا۔ (۴) کیونکہ ایسا کرنے سے اس کو حدیث لاحق نہیں ہوا اور وہ فرض ادا کر چکا ہے لیکن دھو لینا مستحب ہے۔ (۵)۔ ۱۔ خطاب کا جزم (لہدی) اگر جم جائے اور خشک ہو جائے تو وضو اور غسل پورا نہیں ہوگا۔ (۶) اسی طرح اگر کسی کے ماتھے پر کسی چیز کا ٹیکہ لگا ہوا ہو یا افشاں چلی ہوئی ہو اور اس کے اوپر سے پانی بہا لے ٹیکہ یا افشاں (لچکے کے تاروں کو باریک کتر کر دلہن وغیرہ کی پیشانی پر لگاتے ہیں اس کو افشاں کہتے ہیں) (۷) کو نہ چھڑائے تو وضو اور غسل پورا نہ ہوگا اس کا کوئی وغیرہ پوری طرح چھڑا کر اس کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے۔ (۸) آج کل عورتوں میں ہونٹوں اور ناخنوں وغیرہ پر سرخی لگانے کا رواج عام ہے۔ یہ سرخی ایک قسم کا جسم دار روغن ہے وضو اور غسل میں اس کا چھڑانا ضروری ہے لہذا اس کو چھڑانے بغیر وضو یا غسل کر لیا تو اس کا نہ وضو صحیح ہوگا نہ غسل، اس لئے نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔ (مؤلف)۔ ۱۲۔ اگر عورت کی ناک میں نچھ ہو اور سورخ لگے ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو پانی ڈالنے میں نچھ کو حرکت دے کر پانی اندر پہنچانا فرض ہے اور اگر سورخ ڈھیلا ہے تو نچھ کو حرکت دینا سنت ہے۔ (۹)

وضو کا دوسرا فرض: دونوں ہاتھوں کا کہنوں تک ایک بار دھونا (بدائع دوم وغیرہ) اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ہمارے تینوں آکر کے نزدیک کہنوں بھی دھونے میں داخل ہیں (۱۰) یعنی کہنوں سمیت (مؤلف) اور اگر کسی کا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا اور کہنی میں سے کچھ حصہ باقی نہیں رہا تو کہنی کا دھونا اس سے ساقط ہو گیا اور اگر کہنی یا اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تو اس کا دھونا فرض ہے۔ (۱۱)

۲۔ اعضاء وضو پر اگر کچھ زائد سرکب ہو تو اگر وہ اس حصے پر جس کا دھونا وضو میں فرض ہے نہ اُکھڑا ہوا ہو مثلاً ہاتھ میں اگر وہ کہنی سے نیچے کے حصے میں پیدا ہو جیسے زائد انگلی یا پھلی تو اس کا دھونا بھی فرض ہے۔ (۱۲) اور اگر وہ کہنی سے اوپر ہو مثلاً کندھے پر دو ہاتھ پیدا ہوں تو جو ہاتھ پورا وہی اصلی ہے اور اسی کا دھونا فرض ہے اور دوسرا زائد ہے اس زائد میں سے صرف اسی قدر کا دھونا فرض ہے جتنا اصلی ہاتھ کے اس حصے کے بالمقابل ہے جس کا دھونا فرض ہے اور جتنا اس حصے کے بالمقابل نہیں ہے اس کا دھونا فرض نہیں ہے (۱۳) بلکہ اس کا دھونا مستحب ہے (۱۴) اور نہ ہر پہ ہے کہ اولاً پکڑنے کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر وہ دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے تو ان دونوں یعنی اصلی و زائد ہاتھ کا دھونا فرض ہوگا اور اگر دونوں سے نہیں پکڑ سکتا تو اگر وہ دونوں ہاتھ پورے اور متصل (ملے ہوئے) ہیں تو دونوں کا دھونا فرض ہوگا ورنہ اگر دونوں پورے ہوں مگر منفصل (الگ الگ) ہوں تو صرف اصلی ہاتھ کا دھونا فرض ہوگا کہ جس کے ساتھ وہ پکڑ سکتا ہے (۱۵) اور اسی

- | | | | | |
|-------------------------|-----------------------------------|----------------------------|----------------------------|-----------|
| (۱)۔ طہان مکروہات الوضو | (۲)۔ ش | (۳)۔ بخروج | (۴)۔ ع | (۵)۔ موطا |
| (۶)۔ ع | (۷)۔ حاشیہ بہشتی زیور | (۸)۔ بہشتی زیور بہار شریعت | (۹)۔ بہشتی زیور بہار شریعت | |
| (۱۰)۔ بدائع دوم وغیرہ | (۱۱)۔ بدائع دوم و فتح بخروج مطلقا | (۱۲)۔ درو بخروج و مقتصرا | | |
| (۱۳)۔ بخروج و مطلقا | (۱۴)۔ بخروج دور | (۱۵)۔ ش | | |

طرح انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانا فرض ہے جبکہ وہ جڑی ہوئی نہ ہوں۔ (۱)

۳۔ اگر وضو میں وضو نے کسی جگہ سے سوئی کے سرے کی برابر بھی ٹھک رہ گیا یا ناخنوں کی جڑوں میں ٹھک یا ترملی بھری ہو تو وضو جائز نہ ہوگا (۲) ناخنوں کے نیچے کی جگہ بھی اعضائے وضو میں شامل ہے اگر اس میں گندھا ہوا آنا بھرا ہوا ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا واجب ہے (۳) پس اگر کسی کے ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا وضو کرنے کے بعد جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو اس کو چھڑا کر اس جگہ پر پانی ڈالے اور اگر اس کے نیچے پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس نماز کو دوبارہ پڑھے۔ (۴) شیخ امام زہد ابو نصر صفار نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر ناخن اتنے بڑے ہوں کہ ان کے نیچے انگلیوں کے سرے چھپ جائیں تو اس کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر چھوٹے ہوں تو فرض نہیں ہے (۵) اور یہ حسن ہے (۶) اور اگر اتنے بڑے ہوں کہ انگلیوں کے سروں سے بھی نکل جائیں تو سب کا یہی قول ہے کہ ان کے نیچے کے مقام کا وضو واجب ہے (۷) اور اگر کسی کے ہاتھ میں گندھا ہوا آٹا لگا ہوا (یا گندھی ہوئی مہندی لگی ہو) تو وضو جائز ہوگا۔ امام دیوبند سے پوچھا گیا کہ آٹا کوندھتے وقت گندھا ہوا آٹا کسی کے ہاتھ میں لگ کر ٹھک ہو گیا پھر اس نے وضو کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر آٹا تھوڑا لگا ہے تو وضو جائز ہے (۸) اگر کسی کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں کہ جن میں میل یا گندھا ہوا آٹا جمار ہے یا کوئی شخص منی کا کار کرتا ہو، یا کوئی عورت مہندی میں انگلیاں دھتے یا کوئی شخص چڑے کو پکا کر صاف کرنا اور چھیلنا ہو یا دگر بڑھو اور ان سب کے ناخنوں میں مہندی یا چڑے یا رنگ کا جرم جمار ہے تو ان سب کا وضو جائز ہے خواہ وہ شخص شہری ہو یا دیہاتی ہو اس لئے کہ ان کو ان چیزوں سے بچنے میں حرج و مشقت ہے یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۹) پھر بھی احتیاطاً پانی پہنچانا بالاتفاق مستحب ہے (۱۰) اسی طرح اگر روئی پکانے والے (اور لٹی کا کام کرنے والے، مؤلف) کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (۱۱)

۴۔ اگر کسی کے ہاتھ کی انگلی میں انگلی ہو اور وہ ایسی ٹھک ہو کہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو مختار یہ ہے کہ وضو کرتے وقت اس کو اتار دینا یا اس کو اس طرح حرکت دینا فرض ہے کہ پانی اس کے نیچے کی جگہ تک پہنچ جائے اور اگر وہ انگلی ڈھیل ہو تو اس کو نکالنا یا حرکت دینا فرض نہیں ہے بلکہ اس کو حرکت دینا سنت ہے، ورنہ یہ حکم ہر الروایت ہے (۱۲) چھلے چوڑی، ٹنگن، وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ (۱۳) وضو کا تیسرا فرض: سر کے چوتھائی حصے کا ایک بار مسح کرنا ہے (۱۴) اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ شرعاً مسح کا مطلب، مسح کی جگہ پر تری کا پہنچانا ہے خواہ گیلا ہاتھ پھیرنے سے ہو یا گیلا کپڑا برف پھیرنے یا بارش کا پانی لگ جانے سے ہو اور خواہ وہ کوئی عضو ہو یا بال یا سوزے ہوں یا تلو اور غیرہ ہو۔ (۱۵)

۲۔ فرض مسح سر کی مقدار میں اختلاف روایات ہے، ایک روایت میں تین انگلیوں کی مقدار فرض ہے، ایک روایت میں چوتھائی سر کی مقدار اور ایک روایت میں پیشانی کی مقدار فرض ہے اور مختار یہ ہے کہ پیشانی کی مقدار بقدر چوتھائی سر کے ہوتی ہے، مستند روایت کے مطابق سر کے چوتھائی حصے کا مسح فرض ہے، یہی مشہور روایت ہے، یہی اکثر متون میں ہے اور اسی کو مستأخرین نے اختیار کیا ہے، امام مالک کے نزدیک تمام سر یا اس کے اکثر حصے کا مسح فرض ہے اور امام شافعی کے نزدیک تین بالوں کا مسح بھی جائز ہے۔ (۱۶)

(۱)۔ بحر	(۲)۔ ع۔ دفع و بحر	(۳)۔ ع	(۴)۔ ہشتی زیورہ غیرہ تبصرہ	(۵)۔ ع۔ دفع
(۶)۔ دفع	(۷)۔ دفع و بحر	(۸)۔ ع	(۹)۔ ع۔ دفع و بحر ملاحظہ	(۱۰)۔ حلیۃ الزائر
(۱۱)۔ ع	(۱۲)۔ بحر دفع و ملاحظہ	(۱۳)۔ ہشتی زیورہ و بہار شریعت	(۱۴)۔ درود بال و غیرہ	
(۱۵)۔ ملاحظہ	(۱۶)۔ بدائع و ملاحظہ			

۳۔ مسح قول کے بموجب مسح کرنے میں ہاتھ کی تین انگلیاں لگانا واجب ہے جس اگر ایک انگلی یا دو انگلیوں سے مسح کیا تو ظاہر الروایت کے بموجب جائز نہیں، مگر دو انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی شامل ہو یا انگوٹھا اور شہادت کی انگلی کھول کر اس طرح مسح کرے کہ ہتھیلی کا جو حصہ ان دونوں کے درمیان میں ہے وہ بھی سر کو لگ جائے پھر ان دونوں کو کھینچے اور چوتھائی سر تک پہنچ جائے تو جائز ہے کیونکہ ہتھیلی کا وہ حصہ ان دو انگلیوں کے درمیان ہے یا جو حصہ انگوٹھے اور انگشت کے درمیان ہے وہ ایک انگلی کی مقدار ہو جائے گا اور یہ سب مل کر تین انگلیوں کی مقدار زیادہ ہو جائے گا۔ (۱)

۴۔ اگر ایک انگلی سے تین مرتبہ مسح کیا اور ہر دفعہ اس کو پانی سے تر کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور شیخین کے نزدیک چوتھائی سر کی روایت کی بنا پر جائز نہیں ہے اور تین انگلیوں کی مقدار والی روایت کی بنا پر جائز ہے۔ (۲)

۵۔ اگر ایک انگلی سے اس طرح مسح کیا کہ ایک جگہ اس کے اندر دنی صے سے اور دوسری جگہ اس انگلی کی پشت والی جانب سے اور کچھ جگہ اس کی دونوں برابروں سے مسح کیا تو ظاہر الروایت میں اس کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا جائز نہیں اور بعض نے کہا جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ تین انگلیوں کے مسح کے معنی میں ہے (۳) یعنی اصل کی روایت کے مطابق جائز ہے کیونکہ اس کے مطابق ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مسح جائز ہے (مولف) اور صحیح مذہب یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اس لئے اس کے مطابق یہ جائز نہیں ہے۔ (۴)

۶۔ اگر تین انگلیاں سر پر رکھیں اور ان کو کھینچا نہیں تو تین انگلیوں کی مقدار والی روایت کی بنا پر جائز ہے اور بقدر پیشانی اور چوتھائی سروالی روایت کی بنا پر جائز نہیں ہے۔ (۵)

۷۔ اور جب تین انگلیوں کو سر پر رکھا اور ان کو کھینچا یہاں تک کہ مقدار فرض یعنی چوتھائی سر تک پہنچ گیا تو جائز ہے (۶)

۸۔ اگر تین کھڑی انگلیوں سے ان کو سر پر رکھے اور کھینچے بغیر سر کا مسح کیا تو بالاجماع جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے مقدار فرض سر کا مسح نہیں ہوا، نہ تین انگلیوں کی مقدار کا ہوا نہ بقدر پیشانی کا اور نہ چوتھائی سر کا ہوا، اور اگر سر پر انگلیوں کو رکھے بغیر کھڑی انگلیوں کو سر پر کھینچا یعنی ان کے سروں سے مسح کیا اور تین انگلیوں یا چوتھائی سر کی مقدار کھینچا تو ہمارے تینوں ائمہ (امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک جائز نہیں ہے، امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ (۷)

۹۔ اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور (چوتھائی سر تک پہنچ گیا، مولف) تو اگر ان سے پانی جتا ہو تو مسح جائز ہوگا اور اگر پانی ٹپکتا ہو نہ ہو (یا چوتھائی سر تک نہ پہنچے، مولف) تو مسح جائز نہ ہوگا (۸) اور خلاصہ میں ذکر کیا ہے کہ: انگلیوں کے سروں سے مسح کیا تو جائز ہے خواہ پانی ٹپکتا ہو یا نہ، یہی صحیح ہے (۹) شیخ اسماعیل نے کہا کہ واقعات اور فیض میں اسی طرح ہے۔ (۱۰)

۱۰۔ مسح کی جگہ سر کے وہ بال ہیں جو دونوں کانوں (کی سیدھ) سے اوپر ہیں دونوں کانوں (کی سیدھ) سے نیچے جو سر کے بال ہیں وہ مسح کی جگہ نہیں ہیں کیونکہ جو کانوں سے نیچے ہے وہ گردن ہے اور جو کانوں سے اوپر ہے وہ سر ہے جس اگر کسی کے سر پر لمبے بال ہوں اور تین انگلیوں سے ان بالوں پر مسح کیا تو ہوا جن کے نیچے سر ہے تو وہ سر کا مسح جائز ہے اور اگر وہ مسح ایسے بالوں پر ہوا جن کے نیچے پیشانی یا گردن

- | | | | |
|-----------------------------|---------------------------|------------------------------------|----------------|
| (۱)۔ ع و دروش و مجمع منقطعا | (۲)۔ بدائع و بحرؤش منقطعا | (۳)۔ بدائع و بحرؤش | (۴)۔ بحرؤش |
| (۵)۔ بدائع ملصہ و بحرؤش | (۶)۔ منقطعا | (۷)۔ بدائع و بحرؤش و ملصہ و منقطعا | (۸)۔ ع و بحرؤش |
| (۹)۔ بحرؤش | (۱۰)۔ ش | | |

ہے تو جائز ہوگا (۱) (پس سر کے بال جو پیشانی پر یا کانوں سے نیچے لٹک رہے ہوں ان پر مسح کرنے سے مسح کا فرض ادا نہیں ہوگا، مولف) اگر سر کے گرد دونوں گیسو بندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عورتیں باندھ لیا کرتی ہیں اور ان گیسوؤں کے سرے پر مسح کیا تو ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اس شرط پر جائز ہے کہ ان گیسوؤں کو نیچے نہ لٹکائے اس لئے کہ اس سے ایسے بالوں پر مسح کیا ہے جن کے نیچے سر ہے اور عامہ مشائخ کا مذہب یہ ہے کہ وہ مسح جائز نہیں خواہ وہ ان گیسوؤں کو لٹکائے یا نہ لٹکائے (۲) اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اگر ان بالوں کو کھولی دے تو وہ کانوں سے نیچے لٹک جائیں لیکن جن بالوں پر مسح کیا ہے، اگر ان کے نیچے سر ہو تو مسح جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (۳)

۱۱۔ مسح کرنے میں بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض نہیں ہے اس لئے کہ اس میں حرج و مشقت ہے پس بالوں کے اوپر مسح ان کی جڑوں پر مسح کے قائم مقام ہے اور بالوں پر مسح بالوں کے نیچے کی جگہ پر مسح کے مانند ہے۔ (۴)

۱۲۔ ہاتھوں (ہاتھوں) کو دھونے کے بعد اگر ہاتھوں پر تری باقی رہے تو مشہور قول کی بنا پر مسح جائز ہے۔ (۵) یہی صحیح ہے اس لئے کہ وہ پانی مستعمل نہیں ہے۔ (مؤلف) مسح کے بعد کی پچی ہوئی تری سے مسح جائز نہیں لیکن اگر پانی ٹپکتا ہو تو جائز ہے (۶) اس لئے کہ پونا پانی لینے کی مانند ہے (ش) پس سر کے مسح سے بھی ہوئی تری سے مسح اور مردہ کی پچی ہوئی تری سے سر کا مسح جائز نہیں ہے (۷) اگر اعضائے وضو میں سے کسی عضو سے تری لی تو اس سے مسح مطلقاً جائز نہیں خواہ اس عضو کو (جس سے تری لی ہے) دھویا گیا ہو یا اس پر مسح کیا گیا ہو (۸) اس لئے کہ مسح جائز ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ تری مستعمل نہ ہو اور دوسرے عضو سے لی ہوئی تری اس عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے گی (۹) بخلاف ہاتھوں کی تری کے کہ وہ مستعمل نہیں کیونکہ وہ کسی دوسرے عضو سے نہیں لی گئی ہے (مؤلف)

۱۳۔ یہ شرط نہیں ہے کہ تراجم کے ساتھ ہی مسح کرے (۱۰) پس اگر وضو کرنے والے کے بعد اگر فرض سر کو بارش کا پانی لگ جائے تو کافی ہے خواہ ہاتھ سے مسح کرے یا نہ کرے (۱۱)

۱۴۔ اگر برف سے مسح کرے تو مطلقاً جائز ہے خواہ اس سے تری پھٹتی ہو یا نہ پھٹتی ہو۔ (۱۲)

۱۵۔ اگر سر کو منہ کے ساتھ دھو لیا تو مسح کے قائم مقام ہو جائے گا لیکن مردہ ہے اس لئے کہ جس طرح حکم دیا گیا ہے صورت اس کے خلاف ہے (۱۳)

۱۶۔ اگر سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا ہے اور کچھ حصہ بغیر منڈا ہے اور بغیر منڈے حصہ پر مسح کیا تو جائز ہے (۱۴) اور اگر منڈے ہوئے حصہ پر مسح کیا تب بھی بدو جہاد لی جائز ہے (مؤلف)

۱۷۔ اگر سر پر سامنے کی طرف مسح نہیں کیا بلکہ پیچھے کی طرف یا دائیں یا بائیں طرف یا کچھ میں مسح کیا تو جائز ہے (۱۵)

۱۸۔ کانوں کا مسح سر کے مسح کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ (۱۶)

۱۹۔ ٹوپی اور عمامہ (چڑی) پر مسح کرنا جائز نہیں اور اسی طرح عورت کو اپنی اور منی (یا رقعہ یا چادر) پر مسح کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اوڑھنی باریک ہو اور پانی اس طرح ٹپکتا ہو کہ بالوں تک پہنچ جائے تو اس صورت میں مسح جائز ہوگا اور یہ اس صورت میں ہے کہ پانی میں

(۱)۔ پانچ انگلیں وغیرہ وضو و مطلقاً (۲)۔ مسح و غیر مطلقاً (۳)۔ ط (۴)۔ پانچ تبرج

(۵)۔ ع۔ دور (۶)۔ ع۔ (۷)۔ ع۔ (۸)۔ ع۔ بحر و مطلقاً

(۹)۔ ط (۱۰)۔ قح (۱۱)۔ پانچ و بحر و قح (۱۲)۔ ع

(۱۳)۔ ع (۱۴)۔ ع (۱۵)۔ ع (۱۶)۔ ع

رنگ نہ جائے (ورنہ مسح جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں رہا، مولف) اور افضل یہ ہے کہ عورت اوڑھنی کے نیچے سے مسح کرے (۱) اور اگر عورت کے سر پر خضاب (یا مہندی) کی لہدی لگی ہو اور وہ اس خضاب (یا مہندی) پر مسح کرے اگر اس کے ہاتھ کی تری خضاب کے ساتھ مل کر مطلق پانی کے حکم سے نکل گئی تو مسح جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

وضو کا چوتھا فرض: دونوں پاؤں کا مٹھوں تک ایک بار دھونا ہے (جبکہ موزے نہ پہنے ہوں) (۳) اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ہارے تینوں ائمہ کے نزدیک دونوں ٹخنے بھی دھونے میں شامل ہیں۔ (۴)

۲۔ ٹخنہ وہ ابھری ہوئی ہڈی ہے جو پاؤں کے پٹلی کی جانب کے حصہ پر دونوں طرف ہوتی ہے۔ (۵)

۳۔ اگر کسی کا پاؤں کٹ جائے اور ٹخنے میں سے کچھ باقی نہ رہے تو اس کا دھونا ساقط ہو جائے گا اور اگر کچھ باقی رہ جائے تو جتنا باقی ہے اس کا دھونا فرض ہے (۶) اور جس مقام سے کٹ ہے اس کے دھونے کا بھی یہی حکم ہے۔ (۷)

۴۔ اگر کسی کا پاؤں (یا وضو کا کوئی اور عضو) خشک (بے ص) ہو جائے اور ایسا ہو جائے کہ اگر اس کو کاٹو تو اس شخص کو خبر نہ ہو تو وضو میں اس پاؤں (یا دوسرے خشک شدہ عضو) کا دھونا بھی فرض ہے۔ (۸)

۵۔ اگر کسی نے اپنے دونوں پاؤں (یا دیگر اعضائے وضو یا غسل) کو مٹی یا گھی و میرا کوئی چکنی چیز ملی پھر وضو (یا غسل) کیا اور دونوں پاؤں (یا دیگر چکنائی والے اعضا پر پانی بہا یا لیکن پانی نے چکنائی کی وجہ سے اندر اثر نہیں کیا تو اس کا وضو (غسل) جائز ہے اس لئے پاؤں (وغیرہ) کا دھونا پایا گیا ہے (۹) کیونکہ پانی کا بہانا شرط ہے اثر کرنا شرط نہیں ہے۔ (۱۰)

۶۔ اگر پاؤں کی پھن (بودائی) میں پانی لگتا ضرر کرتا ہو تو اس میں رکھی ہوئی دوائی کے اوپر سے پانی بہانا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے (۱۱) پس اگر پاؤں کی پھن (بودائی) میں چربی یا کوئی دوائی بھر دے پھر وضو کرتے وقت پاؤں دھوئے اور پانی، چربی یا دوائی کے نیچے نہ پہنچے تو غور کرے کہ اگر اس کے نیچے پانی پہنچانا نقصان کرتا ہے تو اوپر سے پانی بہا دینے سے اس کا وضو (اور غسل) جائز ہوگا اور اس کا مسح کرنا کافی نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے پانی کا پہنچانا نقصان نہیں کرتا تو اس کے اوپر سے پانی بہا دینا جائز نہیں ہے (۱۲) اور اگر اس پھن کو کسی نے ہر صورت میں اوپر سے پانی بہا دینا جائز ہے (۱۳) اگر کسی کے اعضا میں شکاف (پھن یا زخم) ہے اور وہ اس کو دھونے پر قادر ہے یعنی دھونا اس کو نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا دھونا فرض ہے، اگر اس کو دھونے سے عاجز ہو یعنی دھونا نقصان کرے تو دھونے کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا اور اس کے اوپر سے پانی بہانا فرض ہے اور اگر پانی بہانے سے بھی عاجز ہو تو مسح کافی ہے اور اگر مسح سے بھی عاجز ہو تو مسح بھی اس سے ساقط ہو جائے گا پس وہ اس کے ارد گرد سے دھولے اور اس جگہ کو چھوڑ دے (۱۴) اور اگر ان میں سے کوئی چیز نقصان نہ کرے تو جس قدر نقصان نہ کرے اس قدر متعین ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہیں کرتا اور وہ اس پر قادر ہے کہ اس کو گرم پانی استعمال کرنا لازم ہوگا۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھوں میں پھن ہو اور وہ پانی استعمال نہ کر سکتا اور وہ اپنا چہرہ اور سر پانی میں رکھنے پر بھی قادر نہیں ہے تو وہ تیمم کرے۔ (۱۵)

۷۔ اگر کسی کے زخم ہو اور اس زخم کا چھلکا اوپر کو اٹھ گیا ہو اور اس زخم کے سب کنارے اس چھلکے سے ملے ہوئے ہوں لیکن اس کا

(۱)۔ ع و بدائع ملتقطا	(۲)۔ ع	(۳)۔ بدائع و درود بحر و غیرہ	(۴)۔ بدائع و غیرہ
(۵)۔ ایضاً	(۶)۔ فتح و بحر و ع	(۷)۔ ایضاً	(۸)۔ ایضاً
(۹)۔ فتح و بحر و ع	(۱۰)۔ حاشیہ انواع	(۱۱)۔ م	(۱۲)۔ ع و دوش ملتقطا
(۱۳)۔ ع	(۱۴)۔ ع و درود ملتقطا	(۱۵)۔ درود	

ایک کنارہ اوپر کواٹھ گیا ہو جس سے پیچ نکلتی ہو اگر وضو میں وہ چھلکا اوپر سے دھل گیا اور چھلکے کے نیچے پانی نہ پہنچا تو وضو جائز ہے اس لئے کہ جو کچھ چھلکے کے نیچے ہے وہ کھل ہوا نہیں پس اس کا غسل بھی فرض نہیں ہے۔ (۱)

۸۔ اگر وضو کے کسی عضو میں ذہل وغیرہ زخم ہے وراس پر پتہ چھلکا ہے اس نے وضو کرنے میں اس چھلکے پر پانی بہا یا پھر اس چھلکے کو اتار دیا اگر اس وقت وہ زخم بالکل اچھا ہو گیا تھا یعنی چھلکے کے اترنے سے اس کو کچھ تکلیف نہیں ہوئی تو بعض علماء کے نزدیک اس کے نیچے کی جگہ کا دھونا فرض ہے اور بعض کے نزدیک فرض نہیں ہے اور اگر اس چھلکے کو زخم چھا ہونے سے پہلے اتارا یعنی چھلکا اترنے سے تکلیف ہوئی تو اگر اسے میں اس (پیچ وغیرہ) کچھ نکلا اور بہا تو وضو ٹل گیا اور اگر کچھ نہیں نکلا تو اس جگہ کا دھونا فرض نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں یعنی خواہ چھلکا اترنے سے تکلیف ہو یا نہ ہو دھونا فرض نہیں ہے۔ (۲)

۹۔ اگر وضو کے کسی عضو پر کسی یا پھو کا پاخانہ (بیٹ) لگا ہوا ہے اور وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو دفع حرج ک وجہ سے وضو جائز ہوگا اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ (۳)

۱۰۔ اگر وضو کے عضو پر پھس کی کھال (چھلکا) یا چھائی ہوئی روئی لگ گئی اور خشک ہو گئی اور وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن ہے۔ (۴)

۱۱۔ اگر وضو کے عضو کا کچھ حصہ خشک رہ جائے اور اسی عضو کی چھتی ہوئی تری اس حصے پر پہنچائی جائے تو وضو جائز ہوگا اور اگر ایک عضو کی تری دوسرے عضو پر پہنچائی جائے تو دوسرے میں جائز نہیں غسل میں جائز ہے بشرطیکہ وہ تری چھتی ہو (۵) کیونکہ غسل میں حرام بدن ہونہ ایک عضو کے ہے۔ (۶)

۱۲۔ اگر کسی شخص (کے اعضائے وضو) پر بارش کا پانی پڑ گیا یا وہ بہتی ہوئی نہر میں داخل ہو گیا (اور اس کے اعضائے وضو پر پانی پہنچ گیا) تو اس کا وضو ہو گیا اور اگر اس کے تمام جسم پر پانی پہنچ گیا اور اس نے کلی کر لی اور ناک میں پانی ڈال لیا تو اس کا فرض غسل بھی ادا ہو گیا۔ (۷)

۱۳۔ اگر کسی کے پاؤں میں کوئی انگلی وغیرہ زائد پیدا ہوئی ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو ہاتھوں میں زائد انگلی وغیرہ پیدا ہونے کا بیان ہو چکا ہے۔ (۸)

فائدہ وضو غسل (اور تیمم) میں کوئی واجب نہیں ہے (۹) بعض کتب میں واجب بھی الگ بیان میں لکھے ہیں جیسا کہ علم الفقہ میں ہے کہ وضو میں چار واجب ہیں ۱۔ بھوین یا ڈاڑھی یا مونچھیں گنجان ہوں تو اس قدر پاؤں کا دھونا جن سے جلد چھپی ہوئی ہے، باقی بال جو جلد سے آگے بڑھ گئے ان کا دھونا واجب نہیں، ۲۔ کہنیوں کا دھونا، ۳۔ چوتھائی سر کا مسح (بعض سر کا مسح فرض ہے)، ۴۔ دونوں پاؤں کے ٹخنوں کا دھونا (۱۰) وضو غسل میں کوئی واجب نہ ہونے سے ان حضرات کی مراد وہ واجب ہے جو عمل میں فرض سے کم درجے کا ہوا اور یہ وجہ کی بہت ضعیف قسم ہے اور واجب کی دوسری مراد نہیں ہے جو عمل میں فرض کی مانند ہے اور وضو میں کہنیوں کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح (بھوین اور جلد کے اوپر کی گنجان ڈاڑھی اور مونچھوں کا دھونا، دونوں پاؤں کے ٹخنوں کا دھونا) اور غسل میں منہ اور ناک (کے اندرونی حصہ) کا دھونا دوسری قسم کا واجب ہے جو عمل میں فرض کی مانند ہے لیکن یہ فرض قطعی نہیں ہے کہ جس کا انکار کرنے والے کو کافر کہ جاتا ہے۔ (۱۱) چونکہ یہ

(۱)۔ فتح و بحر و	(۲)۔ ع و ش ملتصق	(۳)۔ ع زیادہ عن و	(۴)۔ ع	(۵)۔ ع
(۶)۔ حاشیہ انواع	(۷)۔ ع	(۸)۔ بحر	(۹)۔ در	(۱۰)۔ علم الفقہ
				(۱۱)۔ ش

فرض عملی ہیں اور ان کے ترک کرنے سے بھی فرض قطعی کے ترک کی طرح وضو غسل و تیمم نہیں ہوتا اس لئے یہ الگ نہیں لکھے جاتے۔ (مولف)

وضو کی سنتیں

وضو میں تیرہ سنتیں ہیں

۱۔ وضو شروع کرنے وقت اس کی نیت کرنا۔ ۱۔ وضو میں نیت کرنا احناف کے نزدیک سنت ہے اور

امام شافعی بلکہ تینوں اماموں کے نزدیک فرض ہے جیسا کہ تیمم میں نیت فرض ہے۔ (۱)

۲۔ وضو کے لئے نیت اس لئے مشروع ہوئی ہے تاکہ وضو عبادت بن جائے نہایت کے بغیر وضو عبادت نہیں بنے گی اگرچہ اس سے نماز درست ہو جائے گی (۲) اور جب وضو نہایت کے بغیر عبادت نہیں بنے گی تو اس پر ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ ثواب نیت پر موقوف ہے (۳) اور نماز کا صحیح ہونا اس لئے بھی نیت وضو پر موقوف نہیں ہے کہ وضو کا حکم طہارت حاصل کرنے کے لئے ہے اور طہارت نیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ پاک کر۔ والی چیز کو قابل طہارت محل میں استعمال کرنے پر موقوف ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے اور ہمارے نزدیک وضو میں قربت و عبادت کے معنی لازمی نہیں ہیں اور امام شافعی کے نزدیک یہ معنی لازمی ہیں اسی لئے ہمارے نزدیک کافر کا وضو صحیح ہے بخلاف امام شافعی کے کہ ن کے نزدیک صحیح نہیں ہے اس سے ظاہر ہوا کہ پاک کرنا پانی کا فطری عمل ہے اور وضو کے لئے طہارت کے معنی لازمی ہیں اور اس میں عبادت کے معنی ایک زائد چیز ہے پس جب طہارت کے ساتھ نیت بھی مل گئی تو وہ وضو عبادت ہو گیا اور نہ عبادت واقع نہیں ہوگا لیکن نماز قائم کرنے کا وسیلہ ہوگا کیونکہ اس کو طہارت حاصل ہو گئی ہے (۴) بخلاف تیمم کے کہ اس سے نماز صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے پس وضو میں نیت اس لئے شرط ہے تاکہ وضو عبادت ہو جائے نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اور تیمم میں نماز کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے۔ (۵)

۳۔ مذہب یہ ہے کہ ایسی عبادت کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی مباحثہ دور ہونے کی، یا نماز اولیٰ کرنے کی، یا وضو کی، یا شارع کا حکم بجالانے کی نیت کرے (۶)۔ مگر طہارت کی نیت کی تو بعض کے نزدیک کافی ہے (۷) فتح القدیر میں اس پر اعتماد کیا ہے کہ رفع حدث و خبث کی نیت سے وضو کرنا بہتر ہے کیونکہ حدث و خبث چند قسم کا ہوتا ہے (۸) اس لئے طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری۔ (۹)

۴۔ وضو کی نیت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے "بسم اللہ تعالیٰ" میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے نماز کے واسطے وضو کی نیت کی"۔ یا یوں کہے کہ میں نے حدث (یعنی بے وضو ہونے کی ناپاکی) دور کرنے کی نیت کی، یا میں نے پاک ہونے کی نیت کی، یا نماز جائز ہو جانے کی نیت کی۔ (۱۰)

۵۔ نیت اس وقت کرے جب منہ دھونے لگے (۱۱) اشیاء میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کلائی تک دھوتے وقت نیت کرنا مناسب ہے تاکہ سب سنتوں کا ثواب پائے لیکن قہستانی میں ہے کہ اس کا وقت تمام سنتوں سے پہلے ہے (۱۲) یعنی بسم اللہ پڑھنے سے بھی پہلے ہے (۱۳) اور مراقی الفلاح میں ہے "بلکہ اس کا وقت استنجا کرنے سے پہلے ہے تاکہ اس کا تمام فعل ثواب بن جائے" (۱۴) نیت دل کے ساتھ کرے

(۱)۔ بدائع و ہدایہ مجمع ملتقطاً	(۲)۔ ش	(۳)۔ غایۃ الاوطار	(۴)۔ بدائع ملتقطاً	(۵)۔ ش
(۶)۔ ع و محدوم و درودش ملتقطاً	(۷)۔ ط و ش	(۸)۔ طلی الدرد و غایۃ الاوطار	(۹)۔ غایۃ الاوطار	(۱۰)۔ ع
(۱۱)۔ ع و در	(۱۲)۔ در	(۱۳)۔ غایۃ الاوطار	(۱۴)۔ م	

(۱) اور زبان سے اس کا تلفظ بھی کہنا مستحب ہے (۲) مستحب سے مراد یہ ہے کہ اگر نیت کے الفاظ زبان سے بھی ادا کئے تاکہ دل کے ساتھ زبان کا فعل جمع ہو جائے تو اس کو مشائخ نے پسند کیا اور اس کو بھڑکا ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و تابعین و ائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا کسی روایت میں وارد نہیں ہوا ہے۔ (۳)

۲۔ وضو شروع کرنے وقت بسم اللہ پڑھنا، (۴) بسم اللہ پڑھنا ہر وضو میں سنت ہے یہ نیت نہیں کہ جب سونے سے اٹھ کر وضو کرے تب بھی بسم اللہ پڑھے اور میں نہیں۔ (۵) اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ فرض ہے لیکن اگر زبان سے کہنا بھول جائے تو دفع حرج کے لئے دل سے بسم اللہ کہنا زبان سے کہنے کے قائم مقام ہو جائے گا (۶) وضو کے ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا اعتبار ہے پس اگر ابتدا میں بھول گیا پھر بعض اعضاء دھونے کے بعد یاد آیا اور اس نے بسم اللہ پڑھی تو سنت او نہ ہوگی بلکہ مندوب ادا ہوگا بخلاف کھانے کے (۷) کہ وہاں اگر درمیان یا اخیر میں یاد آنے پر پڑھ لے تو بھٹکا کھا چکا ہے اور بھٹکا کھانا ہے دونوں کی سنت ادا ہو جائیگی (۸) کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے اور کھانے پر اللہ کا نام لیتا (بسم اللہ پڑھتا) بھول جائے تو (یاد آنے پر) یوں کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ اس کو بوداؤ و ترندی نے روایت کیا ہے۔ بظاہر یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بسم اللہ کہنے سے پہلے جو کھانا وہ کھا چکا ہے اس میں بھی نسبت حاصل ہوگی کیونکہ اگر اولہ کے کہنے سے ماقالت کی خلافی نہ ہوتی تو اس کے کہنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا بیشک دلالت النص سے وضو کے درمیان میں بھی بسم اللہ کہہ لینے سے ماقالت کا تدارک ممکن ہے کیونکہ جب کھانے میں تدارک حاصل ہو جاتا ہے جبکہ اس میں متعدد افعال پائے جاتے ہیں تو وضو میں بطریق اولیٰ تدارک حاصل ہو جائے گا کیونکہ وہ فعل واحد ہے اور اس کی تائید معنی شارح ہدایہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے بعض علماء سے نقل کی ہے کہ جب اثناء وضو میں بسم اللہ کہہ لیا تو کافی ہے (۹) پس وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو وضو پورا کرنے سے پہلے جب بھی یاد آ جائے پڑھ لے تاکہ اس کا وضو بسم اللہ سے خالی نہ رہے (۱۰) اور فقہائے نے کہا کہ ہر وضو کو دھوئے وقت بسم اللہ پڑھنا مندوب (مستحب) ہے (۱۱) احتیاج کرنے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھے اور بعد میں بھی پڑھے یہی صحیح ہے، جب ستر کھلا ہوا ہو یا نجاست کی جگہ میں ہو تو بسم اللہ نہ پڑھے (۱۲) ظاہر یہ ہے کہ جب کسی ایسی جگہ میں احتیاج کرے جو قضاء حاجت کے لئے نہ بنائی گئی ہو تو کپڑا اٹھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور اگر قضاء حاجت کی جگہ میں احتیاج کرے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھے، اگر پہلے پڑھنا بھول جائے تو اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کے لئے دل میں پڑھے زبان کو حرکت نہ دے۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کے ہر ذکر سے بسم اللہ کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ (۱۴) پس اگر ابتدائے وضو میں بسم اللہ کی بجائے اللہ اکبر یا لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ یا اشهد ان لا الہ الا اللہ پڑھا تو بسم اللہ پڑھنے کی سنت کامل طور پر ادا ہو جائے گی (۱۵) وضو میں بسم اللہ پڑھنے کے لئے سلف سے یہ الفاظ منقول ہیں بسم اللہ العظیم والحمد للہ علیٰ دین الاسلام اور یہ الفاظ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ (۱۶) بعض نے اس کے بعد یہ الفاظ زیادہ کئے اولا سلام حق، والكفر باطل (مؤلف) بعض نے کہا کہ یہ کہنا افضل ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ - اور تختی میں ہے کہ ان دونوں کو جمع کیا جائے۔ (۱۷)

- | | | | | | |
|-------------------------|-----------------|---------------|-----------------------------|------------|------------|
| (۱)۔ ع۔ دم | (۲)۔ ع۔ دم | (۳)۔ م۔ دھ | (۴)۔ عامۃ الکتاب | (۵)۔ ع | (۶)۔ بدائع |
| (۷)۔ ع۔ دردم ملتقطا | (۸)۔ م | (۹)۔ ش ملتخصا | (۱۰)۔ بحر دوش دھ | (۱۱)۔ ش دھ | |
| (۱۲)۔ ع۔ دیکر دفع وغیرہ | (۱۳)۔ ش | (۱۴)۔ دھ | (۱۵)۔ ش دھ دفع وغیرہ ملتقطا | | |
| (۱۶)۔ ع۔ دفع وغیرہ | (۱۷)۔ ش دھ دیکر | | | | |

۳۔ ابتدائی وضو میں دھونے والوں کو کٹانیوں (پھنجوں) تک تین بار دھونا :

جبکہ دونوں ہاتھ پاک ہوں (۱) اگر ہاتھ ناپاک ہوں تو دھونا فرض ہے (۲) (جیسا کہ آگے آتا ہے) نیت اور بسم اللہ پڑھنا اور ہاتھوں کو دھونا، ان تینوں امور سے وضو کی ابتدا کرنا سنت ہے اور اس میں منافات و تقاض نہیں ہے اس لئے کہ نیت دل سے کی جاتی ہے اور بسم اللہ پڑھنا زبان کا فعل ہے اور دھونا ہاتھوں سے نطق رکھتا ہے اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کی صورت میں اگرچہ بسم اللہ ہیئتہ ابتدا میں ادا نہیں ہوگی لیکن اضافی طور پر ادا ہو جائے گی (۳) دونوں ہاتھوں کا دوبارہ ذرا عین (دونوں ہاتھوں) کے ساتھ دھونا بھی سنت ہے (۴) جاننا چاہئے کہ ابتدائے وضو میں ہاتھوں کو دھونے میں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ فرض ہے اس کی تقدیم سنت ہے فتح القدیر، معراج اور خیار یہ میں اسی کو اختیار کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فعل سنت ہے اور فرض کے قائم مقام ہو جاتا ہے اس کو کافی میں اختیار کیا ہے، در تیسرا قول امام سرخسی کا ہے کہ یہ فعل سنت ہے فرض کے قائم مقام نہیں ہوتا پس ان کے ظہر و باطن کو دوبارہ دھونا چاہیے، اور امام سرخسی نے کہا کہ میرے نزدیک یہی اصح ہے اور مشائخ کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہے (۵)، علامہ شامی نے کہا کہ ان تینوں اقوال میں کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ پہلے اور دوسرے قول کے مطابق دونوں ہاتھوں کو کٹانی تک دوبارہ دھونا فرض نہیں ہے لیکن یہ دونوں قول دوبارہ دھونے کے سنت ہونے کی نفی نہیں کرتے بلکہ اس کی تائید کرتے ہیں اور تیسرے قول میں جو دوبارہ دھونا مذکور ہے وہ بھی اس کے سنت ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے پس یہ تینوں قول متحد ہو گئے (۶) اور مشائخ کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا پانی سے استنجا کرنے سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے، اس بارے میں بھی تین قول ہیں بعض نے کہا کہ صرف استنجا کرنے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا سنت ہے، در بعض نے کہا کہ صرف استنجا کرنے کے بعد دھونا سنت ہے اور بعض نے کہا کہ طہارت کی تکمیل کے لئے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں سنت ہے نہ کہ صرف ایک حالت میں کیونکہ ابتدا حقیقی بھی ہوتی ہے اور اضافی بھی، پس استنجا سے پہلے دھونا ابتدائے حقیقی ہے اور اس کے بعد دھونا ابتدائے اضافی ہے (۷) اور قاضی خان نے اس کی تصحیح کی ہے (۸)۔ جاننا چاہئے کہ اگر ہاتھوں پر نجاست چھو بیٹھ گئی ہو تو وضو کے شروع میں ان کا دھونا فرض ہے اور اگر ہاتھ پاک ہوں تو وضو کے شروع میں ہاتھوں کا دھونا سنت ہے اور اگر نجاست کا تو ہم ہو شلاً استنجا کئے بغیر سو گیا تو چونکہ ہو سکتا ہے کہ نیند میں اس کا ہاتھ بچھ پر پڑا ہو اس لئے ایسی حالت میں سو کر اٹھنے کے بعد وضو کے شروع میں ہاتھوں کا دھونا سنت مؤکدہ ہے۔ (۹) اور اگر پاکیزہ ہو کر سو یا ہو اور سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرے یا سو یا ہی نہ ہو ورنہ دونوں ہاتھ پاک ہوں تو وضو کی ابتدا میں دونوں ہاتھوں کا دھونا سنت غیر مؤکدہ ہے پس سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں کو شامل ہے (۱۰) دونوں ہاتھوں کو تین بار دھونا سنت ہونے کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اگر تین بار سے کم دھو یا تو سنت ادا ہو جائے گی لیکن کامل سنت ادا نہیں ہوگی۔ (۱۱) بندے وضو میں دونوں ہاتھوں کو دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر برتن چھوٹا ہو کہ جس کو اٹھا یا جاسکتا ہو تو اس میں ہاتھ ڈالے بلکہ برتن کو بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے اور (اگلیوں کو آپس میں مل کر) دھوئے پھر دائیں ہاتھ سے برتن اٹھا کر بائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے اور (اس کی اگلیوں کو بھی آپس میں مل کر) کر دھوئے، اور اگر پانی بڑے برتن میں ہو کہ جس کو اٹھا یا نہ جاسکے اور نہ اس کو اٹھ لیا کر پانی لیا جاسکے جیسے مٹکا اور اگر اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن ہو تو بڑے برتن میں سے چھوٹے برتن کے ساتھ پانی نکال کر بطریق مذکور دونوں ہاتھ دھو لے اور اگر اس کے ساتھ کوئی چھوٹا برتن نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی اگلیاں ملا کر صرف اگلیاں پانی میں ڈالے اٹھیلی کا کوئی حصہ پانی میں داخل نہ ہو اور اگلیوں کے

(۱)۔ مائتہ المکتب (۲)۔ بحر و ش (۳)۔ ش تبرق (۴)۔ در (۵)۔ بحر (۶)۔ ش وضو و تنہا فیہما

(۷)۔ بحر و ش و در و ش (۸)۔ غایۃ الاوطار (۹)۔ بحر و یاد (۱۰)۔ غایۃ الاوطار (۱۱)۔ ش

ذریعہ پانی نکال کر دایاں ہاتھ کھائی تک تین بار دھوئے اور اس کی انگلیوں کو آپس میں ملے پھر دایاں ہاتھ جہاں تک دھویا ہے برتن میں ڈالے اور اس سے پانی لے کر بائیں ہاتھ کو اسی طرح تین بار دھوئے۔ (۱) فقہانے کہا ہے کہ دھونے کے ارادہ سے ہتھیلی کو پانی میں داخل نہ کرے۔ اگر داخل کیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور اگر دھونے کے ارادہ سے داخل نہیں کیا بلکہ چلو میں پانی سینے کے ارادہ سے داخل کیا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا اور مستعمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی جو تھیلی سے مٹس ہوگا وہ ہتھیلی سے جدا ہونے پر مستعمل ہو جائے گا نہ کہ برتن کا تمام پانی جیسا کہ اس کی تفصیل مستعمل پانی کے بیان میں آئے گی (۲) اور بڑے برتن سے پانی لے کر ہاتھوں کو دھونے کا طریقہ جو اوپر بیان ہوا یا اس وقت ہے جبکہ ہاتھ دھو کر پر کچھ نجاست نہ ہو (یعنی دونوں ہاتھ پاک ہوں اور اگر بائیں ہاتھ ناپاک ہو تو پہلے اسے دھولے) اور اگر دونوں ہاتھ ناپاک ہوں تو کوئی در ترکیب کرے (۳) پس اگر اس کے ساتھ ایسا کوئی برتن نہ ہو جس سے پانی لے سکے اور اس کے دونوں ہاتھ ناپاک ہوں تو وہ کسی دوسرے شخص سے کہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے پانی لے کر اس کے ہاتھ دھو دے اور اگر وہاں کوئی دوسرا شخص نہ ہو تو رومال (یا دامن وغیرہ) کا ایک سر پانی میں ڈالے اور اس کا دوسرا سر ہاتھ میں پکڑے رہے پھر اس کو پانی سے نکال کر اس کے قطرات سے دایاں ہاتھ دھولے پھر دایاں ہاتھ دھولے۔ یا کپڑا اپنے دانتوں سے پکڑ کر ٹپکتے ہوئے پانی سے دونوں ہاتھ ایک ساتھ تین بار دھولے اور اگر کپڑا بھی موجود نہ ہو تو منہ کے ساتھ پانی لے کر دونوں ہاتھ دھولے اور اگر اس پر بھی کار نہ ہو تو وہ تھیم کر لے اور نماز پڑھے اور اس پر اس نماز کو لوٹنا واجب نہیں اور منہ کے ساتھ پانی لینے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مستعمل ہو جائے گا اور نجاست (نجاست حقیقیہ) کو دور کرنے والا ہوگا (۴) پس وہ منہ کے ساتھ پانی لے کر پہلے اپنے ہاتھوں پر لگی ہوئی نجاست حقیقیہ کو دور کرے کیونکہ مستعمل پانی سے اس کو دور کیا جاسکتا ہے پھر اپنے ہاتھ کی ٹھکیاں (ٹاکر) پانی میں ڈالے اور ان کے ریعے پانی لے کر حدیث یعنی نجاست صحتی کو دور کرے اور وضو کے لئے دونوں ہاتھوں کو دھوئے۔ (۵) (جیسا کہ اوپر بیان ہوا)

۴۔ مسواک: یہ بھی سنت مؤکدہ ہے (۶) (اس کی تفصیل الگ بیان میں ہے، مؤلف)

۵۔ کلی کرنا (۷)

۱۔ ناک میں پانی ڈالنا (۸) یہ دونوں سنت مؤکدہ ہیں اگر بلا عذر ان کے ترک کی عادت بنالے گا تو صحیح قول کی بنا پر گنہگار ہوگا (۹) کلی کی حد یہ ہے کہ تمام منہ کے اندر پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ نرمہ بینی (ناک اندر کے نرم حصہ تک) پانی پہنچ جائے (۱۰) ناک میں پانی ڈالتے وقت سانس کے ساتھ ناک میں پانی کھینچنا شرط نہیں ہے (۱۱) ان دونوں کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین دفعہ کلی کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے پھر تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے اور اس کے لئے بھی ہر دفعہ نیا پانی لے۔ احادیث میں آنحضرت ﷺ کے وضو کی کیفیت میں اسی طرح وارد ہو ہے (۱۲) جانتا چاہئے کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھی کلی سنتوں پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہے ہیں ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا (۱۳) ان دونوں میں سے ہر ایک کو تین بار کرنا یا بارہا (۱۴) پس سنت یہ ہے کہ پہلے تین بار کلی کرے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے (۱۵) ہر بار پانی لینا، یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ہر دفعہ نیا پانی لے، یہ ہمارے نزدیک سنت ہے۔ (۱۶) پس اگر ایک بار چلو میں پانی لے کر اس میں سے تین دفعہ منہ سے پانی اٹھائے اور تین کلیاں کر لے تو جائز ہے اور اس سے کلی

(۱)۔ کروٹوں و شش و کبریٰ مستحکم (۲)۔ بحر درویش و موطا مترجم (۳)۔ ع (۴)۔ بحر و شش (۵)۔ موطا و شش مستحکم

(۶)۔ رد و غیرہ عامۃ الکتاب (۷)۔ عامۃ الکتاب (۸)۔ ایضا (۹)۔ طو درویش (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ ط

(۱۲)۔ ہدایہ (۱۳)۔ بحر و بدائع و دروٹ مستحکم (۱۴)۔ بحر و غیرہ (۱۵)۔ ع (۱۶)۔ بحر و شش و بحر و بدائع

کرنے کی سنت ادا ہو جائے گی لیکن ہر دفعہ نیا پانی لینے کی سنت ادا نہیں ہوگی اور اگر ایک بار چلو میں پانی سے کراسی کو تین بار ناک میں کھینچے تو جائز نہیں اس لئے ناک میں پانی کھینچنے کی سورت میں مستعمل پانی لوٹ کر اس کے چلو میں آجائے گا کیونکہ ناک کے تھینے بند نہیں ہو سکتے اور بخلاف کلی کے کہ اس میں ایسا نہیں ہوگا کیونکہ منہ سے پانی کھینچنے کے بعد ہونٹ بند ہو سکتے ہیں (۱) اگر چلو میں پانی سے کھوڑے پانی سے کلی کرے پھر باقی پانی ناک میں ڈالے تو جائز ہے اگر اس کے برعکس کرے (یعنی پہلے کچھ پانی ناک میں ڈالے پھر باقی سے کلی کرے) تو جائز نہیں (۲) اور یہاں جائز نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سنت ادا نہیں ہوگی (۳) دونوں کو دائیں ہاتھ سے کرنا، دونوں میں مبالغہ کرنا لیکن روزہ دار مبالغہ نہ کرے (۴) کلی میں مبالغہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ منہ میں بہت سا پانی لے کر غرغہ کرے اور حلق تک پہنچائے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا یہ ہے کہ ناک کی ہڈی (ہانسہ) تک پانی چڑھائے (۵) لیکن اگر روزے دار ہوتا تو ان دونوں میں مبالغہ نہ کرے مطلقاً اگرچہ اس کا روزہ نفلی ہو، پس روزے دار کے لئے مبالغہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ اس کے لئے بلا عذر کسی چیز کو چھنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں مبلغ کرنے سے روزہ فاسد ہو جانے کا احتمال ہے اور نیز اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دھوپ اور اکرا اور انگلیوں کے اندر خلل کر اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر لیکن اگر روزہ دار ہو تو مبالغہ نہ کر (۶) کلی کے پانی باہر ڈالنا اور اندر نہ لگانا کیوں کہ یہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ (۷) ناک میں پانی ڈالنے کے بعد ناک کو بھانڈا یعنی ناک سنک کر اس کا پانی باہر نکال دینا، ناک کو بائیں ہاتھ سے جھاڑنا مستحب ہے اور ہاتھ کے بغیر جھاڑنا مکروہ ہے کیونکہ یہ چوپائے کے فصل کی مانند ہے اور بعض نے کہا کہ یہ مکروہ نہیں ہے (۸) اور اوٹی یہ ہے کہ کلی کرتے وقت منہ کے اندر اور ناک میں پانی ڈال کر ناک کے اندر انگلی پھرائے (۹) (پس منہ میں انگشت شہادت اور ناک میں چنگلی انگلی داخل کرے۔ مؤلف)

۷۔ ڈاڑھی کا خال کرنا، جبکہ ڈاڑھی منجھان ہو (۱۰) خلال کا وقت میں ہار منہ دھونے کے بعد ہے (۱۱) ڈاڑھی کا

خلال کرنے کے بارے میں چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے یہ سعید بن جبیر کا قول ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، یہ امام ابو یوسف و امام شافعی کا مذہب ہے اور امام محمد سے ایک روایت یہی ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ جائز کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کرنے والا بدعت کی طرف منسوب نہیں ہے اور مہسوط میں ہے کہ ڈاڑھی کا خلال کرنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہے صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی (۱۲) مہسوط میں امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی گئی ہے پس امام ابو یوسف کے نزدیک تمین ہار منہ دھونے کے بعد ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے یہی قول لیا گیا ہے اور یہی اصح ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وضو کرنے والا احرام کی حالت میں نہ ہو اور اگر وہ احرام کی حالت میں ہو تو ڈاڑھی کا خلال کرنا اس کے لئے مکروہ ہے کیونکہ خلال کرنے میں بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور حالت احرام میں بال توڑنا منہج ہے (۱۳) اور ظاہر ہے کہ خلال کرنے کا حکم منجھان ڈاڑھی کے بارے میں ہے اور اگر ڈاڑھی منجھان نہ ہو بالوں کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے (۱۴) ڈاڑھی میں خلال کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں اس طرح ڈالے کہ سن وقت ہاتھ کی پھٹی گردن کی جانب ہو اور ہاتھ کی پشت باہر یعنی نیچے کی طرف ہو تاکہ چلو کا پانی بالوں میں داخل ہو سکے پھر ڈاڑھی میں اسی دائیں

- | | | | |
|----------------------------|--------------|--------------|--------------|
| (۱)۔ ع و عروم و غیر مہسوط | (۲)۔ ع و عر | (۳)۔ عر | (۴)۔ عر |
| (۵)۔ ع و عروم و غیر مہسوط | (۶)۔ ع و عر | (۷)۔ ع و عر | (۸)۔ ع و عر |
| (۹)۔ ع و عروم و غیر مہسوط | (۱۰)۔ ع و عر | (۱۱)۔ ع و عر | (۱۲)۔ ع و عر |
| (۱۳)۔ ع و عروم و غیر مہسوط | (۱۴)۔ ع و عر | (۱۵)۔ ع و عر | (۱۶)۔ ع و عر |

ہاتھ کی انگلیاں نیچے کی جانب سے ڈال کر اوپر کو خلال کرے اور ڈاڑھی میں انگلیاں ڈالنے کی کیفیت یہ ہے کہ ڈاڑھی میں پانی ڈالنے کی کیفیت کے برعکس ہاتھ کی پشت گردن کی طرف رہے یعنی انگلیوں کی پشت بالوں کے ساتھ لگے، یاہوں کہنے کہ ہاتھ کی پشت آنکھوں کی طرف رہے اور ہتھیلی باہر کی جانب یعنی چھاتی کی طرف رہے (۱) بیض کے نزدیک اس کی ترکیب یہ بھی ہے کہ بالوں کے نیچے سے انگلیاں اس طرح داخل کرے کہ ہتھیلی گردن کی طرف ہو اور ہاتھ کی پشت باہر کی طرف ہو، حدیث شریف کے الفاظ سے اسی صورت کی طرف ذہن جمادی جاتا ہے۔

۸۔ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کا خلال کرنا، (۱) یہ بالاتفاق

سنت مسکدہ ہے (۲) اور انگلیوں میں خلال کرنا اس وقت سنت ہے جبکہ پانی انگلیوں کے بیچ میں پہنچ چکا ہو (۳) اور اگر انگلیاں بالکل ملی ہوئی ہوں (اور ان کے درمیان میں پانی نہ پہنچے گا گمان غالب ہو) تو بحر اراقت میں ہے کہ انگلیوں کی درمیانی جگہ کو دھونا فرض ہے اور خلال کرنا دھونے کے حکم میں نہیں ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے (۴) اور شامی وغیرہ میں ہے کہ اس کے لئے خلال کرنا فرض ہے کیونکہ اس صورت میں خلال رکے بغیر ان کی درمیانی جگہ میں پانی پہنچانا ممکن نہیں ہے پس سمجھ لیجئے (۵) بحر اراقت میں ظہیر یہ سے منقول ہے کہ انگلیوں میں خلال کرنے کا وقت تین دفعہ دھونے کے بعد ہے کیونکہ تین بار دھونے کی سنت ہے اور شامی میں ظہیر سے منقول ہے کہ خلال کا تین دفعہ ہونا یعنی ہر دفعہ دھونے کے ساتھ انگلیوں کا خلال بھی کرنا سنت ہے۔ پھر دار قطنی و بیہقی سے صحیح اور جید اسناد ہے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے وضو کیا اور اپنے دونوں قدموں کی انگلیوں میں تین بار خلال کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسا کہ میں کیا ہے (۶) دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے (جس طرح بچہ کرتے ہیں) (۷) اور ان سے پانی ٹپکتا ہوا ہو (۸) ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی اس ہاتھ کی پشت پر جس کا خلال کرنا ہے رکھے اور اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچے، اسی طرح دوسرے ہاتھ کا خلال کرے، بعض نے اس کو اولیٰ کہا ہے تاکہ لہو و لعل سے مٹا بہت نہ ہو (۹) اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں خلال اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں کے ذریعہ پاؤں کی انگلیوں میں نیچے سے اوپر کو خلال کرے اور دائیں پاؤں کی چھنگلیاں سے خلال شروع کر کے دائیں پاؤں کی چھنگلیاں پر ختم کرے (۱۰) یہ جو کہا گیا ہے کہ پاؤں کی انگلیوں میں نیچے سے اوپر کو خلال کرے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ پاؤں کی چھنگلیاں کی جانب سے چھنگلیاں کو انگلیوں کے درمیان میں داخل کرے اور نیچے سے اوپر کھینچے یہ زیادہ اقرب ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ چھنگلیاں کو پاؤں کے نیچے کی جانب سے انگلیوں کے درمیان میں داخل کر کے اوپر کھینچے سراج الوہاج میں اس پر اعتماد کیا ہے (۱۱) اور عالمگیری میں مضمرات سے لکھا ہے کہ انگلی نیچے کی طرف سے ڈالے ہاتھ یا پاؤں کو پانی میں داخل کر دینا خلال کے لئے کافی ہے خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو۔ (۱۲)

۹۔ اعضائے وضو کو تین تین بار دھونا، (۱۳) پس وضو میں جن اعضا کو دھونا فرض ہے جیسے دونوں

ہاتھ اور منہ اور دونوں پاؤں ان کو تین تین بار دھونا سنت ہے (۱۴) یعنی اکابر پوری طرح دھونا فرض ہے اس کے بعد دو دفعہ اور دھونا صحیح مذہب کی بنا پر سنت مؤکدہ ہے (۱۵) اگر ایک دفعہ دھونے پر اکتفا کی تو اس بارے میں تخمین قائل ہیں، ایک قول یہ کہ وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے سنت مشہورہ کو ترک کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ اس کو بجالا لیا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ اس کی

(۱)۔ موطا و دروش وغیرہ بالاتفاق (۲)۔ م و غیرہ عامۃ بالکتاب (۳)۔ درمین و (۴)۔ بحر (۵)۔ ش و درستی و

(۶)۔ ش (۷)۔ غایۃ الوطار (۸)۔ بحر و م و ش (۹)۔ بحر و دروش و علم الفقہ مترجم (۱۰)۔ ط و بحر و دروش و غیرہ

(۱۱)۔ بحر و تقرفا (۱۲)۔ بحر و بحر و (۱۳)۔ بحر و دروش و غیرہ (۱۴)۔ بحر (۱۵)۔ بحر و بحر و غیرہ

عادت بنا لے گا تو گنہگار ہوگا ورنہ نہیں اور اس کو خلاصہ میں اختیار کیا ہے (۱) پس اگر اس کی عادت نہیں بتائی بلکہ کبھی کبھی ایسا کیا یا پانی کم میسر ہونے یا سخت سردی یا کسی اور عذر کی وجہ سے صرف ایک ایک بار اعضائے وضو کو دھویا تو مکروہ نہیں ہے اور وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہیں تو گنہگار ہوگا (۲) ہر عضو کا دوسری اور تیسری دفعہ دھونا سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دفعہ پوری طرح دھلنا سنت مکروہ ہے چلوؤں کا اعتبار نہیں ہے (۳) (یعنی اگر ایک چلو سے پورا عضو نہ دھلے تو جب پورا عضو دھل جائے گا تو وہ ایک دفعہ کا دھونا ہوگا، مؤلف) اس لئے کہ ہر عضو کا دوسری اور تیسری دفعہ اس طرح دھونا سنت ہے کہ ہر دفعہ پوری طرح دھل جائے خواہ کتنے ہی چلوؤں سے دھلے، ہر دفعہ ایک چلو سے دھونا سنت نہیں ہے (۴) پوری طرح دھونے کے معنی یہ ہیں کہ پانی پورے عضو پر پہنچ جائے (کہیں بھی خشک نہ رہے) اور اس پر پانی بچے اور اس سے پانی کے قطرے ٹپکیں پس ہر دفعہ اس طرح دھونا چاہئے کہ اس تمام عضو پر پانی پہنچ جائے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے اور اگر پہلی مرتبہ ایسا دھویا کہ تھوڑا سا عضو خشک رہ گیا پھر دوسری مرتبہ کے دھونے میں خشک ٹکڑے پر پانی پہنچا اور کچھ پھر بھی خشک رہ گیا پھر تیسری مرتبہ میں سارا عضو دھل گیا تو یہ تین بار کا دھونا نہ ہوا، (۵) بلکہ ایک بار کا دھونا ہوا (۶) خشک کی حالت میں لمبا سیت قلب کے لئے تین بار سے زیادہ دھونے یا پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے وضو کی نیت سے اعضائے وضو کو دوبارہ دھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۷) کیونکہ وضو پر وضو کرنا نوز علیٰ نور ہے (۸) لیکن وضو پر وضو کرنا اس وقت نوز علیٰ نور ہے جبکہ پہلے وضو سے کوئی عبادت مقصودہ مثلاً نماز یا سجدہ تلاوت یا قرآن مجید کا چھوٹا وغیرہ ادا کر لی گئی ہو ورنہ مکروہ ہے کیونکہ یہ محض اسراف (فضول خرچی) ہے (۸) فقہاء کا اور ”کوئی مضائقہ نہیں“ کہنا کہ اہمیت حتریکی کو شامل ہے پس وضو کے کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا اگر ایک بار ہو تو مکروہ حتریکی ہے اور اگر اس سے زیادہ یعنی چند بار دھونا ہو تو اسراف کی وجہ سے مکروہ حتریکی ہوگا۔ (۹) پس بلا عذر وضو کے عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا تین بار سے کم دھونے کی مانع ہے اور اگر تین بار دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے کسی صحیح غرض سے تین دفعہ سے زیادہ یا کم دھوئے تو کوئی کراہت نہیں اور اگر کسی صحیح غرض کے بغیر تین دفعہ سے کم یا زیادہ دھوئے تو خواہ تین دفعہ دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد بھی رکھے تب بھی مکروہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ایسا کیا تو مکروہ نہیں ہے جبکہ وہ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ کرے اور ایسا کرنے کی عادت نہ بنالے اور بار بار ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ تین دفعہ دھونے کے سنت ہونے کا اعتقاد بھی رکھتا ہو لیکن اگر کسی صحیح غرض سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ (۱۱)

۱۰۔ سابعاً سرکا مسح ایک بار کرنا، (۱۲) یعنی ایک دفعہ کے پانی سے پورے سر کا مسح کرے (۱۳) اگر

کوئی شخص پورے سر کا مسح کسی عذر کے بغیر ہمیشہ چھوڑ دے گا تو گنہگار ہوگا (۱۴) ہمارے نزدیک تکرار مسح مسنون نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت یہ ہے کہ مسح تین دفعہ کرے اگر تین دفعہ پانی لے کر تین دفعہ مسح کیا تو احکاف میں سے بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بدعت ہے، در بعض نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ اور ثاوٹی غانیہ میں ہے کہ نہ مکروہ ہے نہ سنت ہے اور نہ ادب ہے (۱۵) اور اوجہ یہ ہے کہ مکروہ ہے (۱۶) تین دفعہ مسح کرنے کی جو روایت ہے وہ ایک پانی کے ساتھ مسح کرنے پر محمول ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ سے امام حسنؒ کی روایت کی بنا پر مشروع ہے (۱۷) کتاب الحجر میں ہے کہ اگر ایک دفعہ پانی لے کر تین دفعہ مسح کیا تو مسنون ہے (۱۸) اور تین دفعہ پانی لے کر تین

(۱)۔ موطا در روش وغیرہ بالملحوظ (۲)۔ ش. دوع (۳)۔ دروغیرہ (۴)۔ بحروش وط (۵)۔ ش. دوع

(۶)۔ حاشیہ ارشاد (۷)۔ ش. دوع و بحروط (۸)۔ بحروط (۹)۔ ط (۱۰)۔ غایۃ الاوطار ملخصاً (۱۱)۔ ش. دوع و قاسم فیہ

(۱۲)۔ م. دمیح (۱۳)۔ ع. دوش و دراستی (۱۴)۔ فتح دوع و دروش (۱۵)۔ بحروش وط (۱۶)۔ مٹو

(۱۷)۔ ہدایہ و بحروش وط و ہدایہ (۱۸)۔ فتح دوش و مٹو

دفعہ مسح کرنا اس لئے بھی مکروہ ہے کہ فرض مسح کرنا ہے اور نکرار مسح سے وہ غسل ہو جائے گا اور مسنون نہیں ہوگا (۱) سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرنا سنت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے اگلے حصے سے شروع فرماتے تھے اور اس لئے بھی سنت ہے کہ ہر عضو کو اس کے ابتدائی حصے سے دھونا سنت ہے تو اسی طرح مسح کے اعضا میں ابتدائی حصے سے مسح کرنا سنت ہے (۲) سر کا مسح کرنے کے مختلف طریقے احادیث میں مروی ہیں (۳) ان میں اظہر طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصے پر رکھ کر پچھلے حصے کی طرف اس طرح لے جائے کہ سارے سر پر ہاتھ پھر جائے پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے (جس کا بیان آگے آتا ہے) (۴) اور اقامت سنت کی ضرورت کی وجہ سے اس طرح پانی مستعمل نہیں ہوتا کیونکہ ایک پانی کے ساتھ پورے سر کا مسح اسی طریقے سے ہو سکتا ہے (۵) اور اس لئے بھی مستعمل نہیں ہوتا کہ جب تک پانی عضو پر ہے یعنی عضو سے جدا نہیں ہوتا، مستعمل نہیں ہوتا اور دونوں کان سر کا حصہ ہیں (۶) اور بعض علما نے پورے سر کا مسح کرنے کا دوسرا طریقہ بیان کیا ہے جیسا کہ نہر الفلق و خلاصہ و مجمع الانہر میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں یعنی چھنگلیاں اور اس کے پاس والی اور بیچ کی انگلی کے سرے ملا کر سر کے آگے کے حصے پر رکھے اور سر کے درمیانی حصے میں آگے کی طرف سے پیچھے یعنی گدی کی طرف کھینچے اس وقت دونوں انگلیوں، دونوں انگشت شہادت اور دونوں ہتھیلیوں کو سر سے الگ اٹھا ہوا رکھے یعنی سر سے نہ لگائے صرف وہی چھ انگلیاں لگیں جو بیان ہوئی ہیں اس کے بعد دونوں ہتھیلیوں کو گدی کی طرف سے وسط سر کے دونوں جانب رکھے اور گدی سے آگے کی طرف کو کھینچنے تاکہ پورے سر کا مسح ہو جائے پھر دونوں انگشت شہادت کے اندر دوتی حصے سے کانوں کے اندر کا اور دونوں انگلیوں کے اندر دوتی حصے سے دونوں کانوں کے باہر کا مسح کرے اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے تاکہ کانوں اور گردن کا مسح غیر مستعمل تری سے ہو جائے اس لئے کہ تری جب تک عضو پر ہے مستعمل نہیں ہوتی اور جب عضو سے جدا ہو جاتی ہے تو بلا خلاف مستعمل ہو جاتی ہے (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کا طریقہ اسی طرح روایت کیا ہے (۸) محیط میں اسی طریقہ کو ذکر کیا ہے تاکہ تری کے مستعمل ہونے سے بچ جائے (۹) علامہ طحاویؒ نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اس میں تکلف و مشقت ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ سنت۔ (۱۰) میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے (۱۱) بحر الرائق میں اس دوسرے طریقے کو ضعیف کہا ہے (۱۲) اور مجمع الانہر میں پہلے طریقے کو ضعیف کہا ہے (۱۳) (غرض کہ دونوں طریقے درست ہیں خواہ جس پر عمل کرے، مؤلف)

۱۱۔ دونوں کانوں کا ایک ساتھ مسح کرنا، پس اس میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا نہیں ہے (۱۴)

دونوں کانوں کا مسح آگے اور پیچھے سے اسی تری سے کرنا سنت ہے جس سے سر کا مسح کیا ہے۔ اگر کانوں کے اگلی طرف کا مسح نہ دھونے کے ساتھ کرے اور کانوں کے پچھلی طرف کا مسح سر کے مسح کے ساتھ کرے تو بھی جائز ہوگا مگر افضل وہی صورت ہے جو پہلے بیان ہوئی (۱۵) کانوں کے اندر کا مسح دونوں انگشت شہادت کے اندر کی طرف سے کرے اور کانوں کے باہر کا مسح دونوں انگلیوں کے اندر کی طرف سے کرے (۱۶) اور دونوں ہاتھوں کی چھنگلیاں دونوں کانوں کے سوراخ میں داخل کرے اور ان کو حرکت دے (۱۷) امام شافعیؒ کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے نیما پانی لینا سنت ہے (۱۸) فقہائے احناف کے نزدیک سر کے مسح کی تری سے کانوں کا مسح کرے (۱۹) کیونکہ رسول اللہ صلی

- | | | | |
|----------------------------|--------------------|--------------------------|---------------------------------------------|
| (۱)۔ ہدایہ و مشافی البدائع | (۲)۔ بدائع (۳)۔ ط | (۳)۔ بحر دوش و ط و کبیری | (۵)۔ بحر و کبیری و ط مطلقا (۶)۔ فتح دوش و ط |
| (۷)۔ مجمع و ط مطلقا | (۸)۔ مسج | (۹)۔ کبیری | (۱۰)۔ حدیث |
| (۱۱)۔ فتح دوش و ط | (۱۲)۔ غایۃ الاوطار | (۱۳)۔ مجمع | (۱۴)۔ در دوش |
| (۱۵)۔ ع | (۱۶)۔ ع و دوش | (۱۷)۔ فتح و بحر و ط | (۱۸)۔ بدائع |
| (۱۹)۔ مجمع وغیرہ | | | |

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دونوں کان سر کا حصہ ہیں یعنی ان دونوں کے مسح کے لئے علیحدہ پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے (۱) خلاصہ میں ہے کہ اگر پہلی تری باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لیا تو اچھا ہے (۲) اس کا مختص یہ ہے کہ اختلاف فقہاء سے بچنے کے لئے نیا پانی لینا اولیٰ ہے تاکہ بالا اتفاق سنت ادا ہو جائے لیکن نیا پانی لینے کی روایت مشہور روایت کے خلاف ہے اور مشہور روایت یہ ہے کہ سر کے مسح کی تری سے ہی کانوں کا مسح کرے، تمام اصحاب متون و شروح نے اسی کو اختیار کیا ہے پس صحیح یہ ہے کہ نیا پانی لینا خلاف سنت ہے اور صاحب خلاصہ کا اس کو اچھا کہنا صحیح نہیں ہے، خلاف سنت فعل کس طرح اچھا ہو سکتا ہے واللہ علم (۳) لیکن اگر پہلی تری باقی نہ رہی ہو اور استعمال میں آچکی ہو مثلاً اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے عمامہ (صافہ) اٹھایا ہو تو جب تک نیا پانی لے کر کانوں کا مسح نہ کرے سنت ادا نہیں ہوگی (۴) پس اگر عمامہ کو انگلیوں سے مس کیا تو کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے (۵) اس سے یہ استفادہ ہوا کہ احناف و شوافع کا اختلاف اس بارے میں ہے کہ اگر نیا پانی نہ لیا اور سر کے مسح کی باقی تری سے کانوں کا مسح کیا تو کیا اس سے سنت ادا ہو جائے گی؟ احناف کے نزدیک جواب یہ ہے کہ ہاں ادا ہو جائے گی اور شوافع کے نزدیک ادا نہیں ہوگی لیکن اگر سب سے تری باقی ہوتے ہوئے نیا پانی لیا تو بالا اتفاق سنت ادا ہو جائے گی (۶) یعنی ہمارے نزدیک خلاصہ کی روایت کی بنا پر یہ سنت کے قائم مقام ہوگی نہ کہ مشہور روایت کی بنا پر جس کو کہ اصحاب متون و شروح نے اختیار کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا لیکن دونوں ہاتھوں سے عمامہ وغیرہ اٹھانے کی وجہ سے تری باقی نہ رہنے کے بعد سنت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ نیا پانی لے کر دونوں کانوں کا مسح کرے (مؤلف)

۱۲۔ **ترتیب**، یہ ہمارے نزدیک صحیح قول کی بنا پر سنت مؤکدہ ہے اس کے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا (۷) اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک فرض ہے اور امام مالک کے نزدیک مستحب ہے (۸) اور ترتیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس کا ذکر پہلے کیا ہے اس کو پہلے ادا کرے (۹) یعنی آیت وضو میں جس ترتیب سے مذکور ہے اس پر ترتیب سے وضو کرے (۱۰) (پس پہلے منہ دھوئے پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے، مؤلف)

فائدہ: قدری فی نیت اور ترتیب اور پورے سر کے مسح کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور صاحب ہدایہ و محیط و تحفہ و ایضاح اور روانی نے ان کو سنتوں میں شمار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۱۱)

۱۳۔ **اعضائے وضو کو بے دریغ دھونا**، یہ ہمارے نزدیک سنت ہے اور امام مالک کے نزدیک فرض ہے اور کہا گیا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی یہ قول یہی ہے کہ یہ فرض ہے (۱۲) پھر درپے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے والا وضو کے نفع کے درمیان کسی ایسے فعل میں مشغول نہ ہو جو وضو سے متعلق نہ ہو (۱۳) یعنی ایک عضو کو دھونے کے بعد متصل ہی دوسرا عضو بھی دھولے (۱۴) اور اس کی معتبر حد یہ ہے کہ معتدل موسم میں پہلے دھوئے ہوئے عضو کی تری خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھونا شروع کر دے (۱۵) گرمی، ہو اور سردی کی شدت کا اعتبار نہیں اور اعضا کے خشک ہونے میں وضو کرنے والے کی حالت یکساں رہنے کا بھی اعتبار کیا جائے گا (۱۶) وضو میں تفریق کرنا یعنی بعض اعضا کو دھو کر کچھ توقف کے بعد باقی اعضا کو دھونا اگر بذر کے بغیر ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر بذر سے ہو مثلاً پانی ختم ہو جائے یا پانی کا رتن الٹ جائے اس لئے اور پانی لینے کے لئے جائے یا اسی طرح کی کوئی اور وجہ ہو تو صحیح قول کی بنا پر

(۱)۔ فتح	(۲)۔ بخروج دوشوم	(۳)۔ شطیحا	(۴)۔ ط	(۵)۔ درائستگی	(۶)۔ بخروش
(۷)۔ بخروم وغیرہا	(۸)۔ درائستگی و بخروم و بدائع وغیرہا	(۹)۔ ع	(۱۰)۔ درائستگی و غیرہا	(۱۱)۔ راد و درائستگی و جمع	(۱۲)۔ بدائع بزیادة
(۱۳)۔ بدائع و جمع	(۱۴)۔ ع	(۱۵)۔ ع و ش	(۱۶)۔ ع		

مضانقہ نہیں ہے (یعنی نکر وہ نہیں ہے) غسل اور محجم کے افعال کے درمیان تفریق کرنے کا بھی یہی حکم ہے (۱) یعنی اگر غسل یا محجم کے افعال میں عذر کی وجہ سے تفریق کی تو مضانقہ نہیں ہے یعنی اس صورت میں ان دونوں میں بھی پے درپے کی سنت کا ادا ہونا معتبر ہوگا (۲) معراج میں ہے کہ دونوں پاؤں کو دھوئے سے ہے اعضائے وضو کو رومال کے ساتھ نہ پونچھے کیونکہ اس سے پے درپے ہونا ترک ہو جائے گا اور وضو پورا ہونے کے بعد رومال سے پونچھنے میں مضانقہ نہیں ہے (۳) جیسا کہ مستحبات وضو میں آتا ہے، مؤلف

وضو کے مستحبات و آداب

محن میں وضو کے مستحبات صرف دو بیان کئے گئے ہیں:

اول اعضائے وضو میں جو دو ہرے یعنی دو دو ہیں ان میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا مثلاً دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پہلے دھونا اور دائیں پیر کو بائیں پیر سے پہلے دھونا وغیرہ مگر کالوں کا حکم یہ ہے کہ دونوں کالوں کا مسح ایک ساتھ کرے۔ (۴) لیکن اگر کسی کے ایک ہی ہاتھ ہو یا اس کے دوسرے ہاتھ میں کوئی بیماری ہو اس لئے وہ دونوں کالوں کا مسح ایک ساتھ نہ کر سکے تو وہ ایک ہی ہاتھ سے پہلے دائیں کان کا مسح کرے پھر بائیں کا کرے (۵)

۲۔ دوم گردن کا مسح کرنا (۶) اور یہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت سے کرے کیونکہ ان کی تری مستعمل نہیں ہوتی ہے گردن کا مسح کرنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ بدعت ہے اور بعض نے کہا کہ سنت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ آداب ہے اور یہ مستحب کے معنی میں ہے اور حلقوم (گلے) کا مسح ذکرے کیونکہ بدعت ہے فقہائے نے وضو کے اور بھی بہت سے سنن و آداب بیان فرمائے ہیں فتح القدیر میں ہیں سے اوپر مذکور ہیں بخلاف الاسرار میں وضو کی سنتوں کو نہیں سے کچھ اوپر اور وضو کے آداب کو ستر سے کچھ اوپر بیان کیا ہے۔ اور وہ آداب بلا تقدید و منہجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پانی کے استعمال میں نہ اسراف (زیارتی) کرے اور نہ کمی کرے ضرورت شرعیہ یعنی تین دفعہ سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے اور مکروہ ہے اگرچہ نہر وغیرہ کے کنارے پر ہو، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ پانی آبِ مباح یعنی نہر وغیرہ کا ہو یا اپنی ملک ہو اور اگر پانی طہارت اور وضو کرنے والوں کے لئے وقف ہو تو بلا خلاف اسراف اور زیارتی حرام (و گناہ) ہے لیکن اگر اطمینان قلب یا دوسرے وضو کی نیت سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے تو مضانقہ نہیں۔ جیسا کہ وضو کی سنتوں میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے (۷) اور پانی کے استعمال میں کمی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستون حد (تین مرتبہ) سے کم استعمال کرے۔

۲۔ وضو خود کرنا اور بلا عذر کسی دوسرے کی مدد نہ لینا تاکہ عبادت کو کسی کی مدد کے بغیر بذات خود قائم کرے، اگر معذور ہو (مثلاً برتن بھاری ہو یا بیماری ہو یا کبر سن ہو) تو مدد لینا جائز ہے اگر خادم پانی ڈالتا جائے (اور خود دھونا جائے) تو مضانقہ نہیں ہے (۸) پس اگر وضو کرنے میں صرف پانی ڈالنے یا پانی کھنکھانے سے نکالنے پانی لا کر دینے میں کسی دوسرے سے مدد لے تو اس میں مطلقاً کراہت نہیں ہے اور جائز ہے خواہ یہ مدد اس نے طلب کی ہو، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اعضائے وضو نے کسی دوسرے کی مدد نہ لے بلکہ خود ہی دھوئے اور اگر بعض کے دھونے اور مسح کرنے میں بلا عذر کسی دوسرے کی مدد لے تو مکروہ ہے۔ (۹)

(۱)۔ عروج مستحبات (۲)۔ غسل (۳)۔ محروش (۴)۔ راج وغیرہ (۵)۔ عرجش (۶)۔ علۃ الکتاب

(۷)۔ طوطی و عروج و عرج و عرج (۸)۔ فتح و بحر جمع (۹)۔ شل تصرفا

- ۲۔ کنوئیں وغیرہ سے پانی خود لکھنا۔ (۱)
 ۳۔ اونٹنی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔ (۲)
 ۴۔ پاک جگہ میں وضو کرنا کیونکہ وضو کے پانی کی بھی تعظیم ہے۔ (۳)
 ۵۔ وضو کے مستعمل پانی کے قطرے چھتے سے کپڑوں کو بچا کر رکھنا۔ (۴)
 ۶۔ استنجا سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرنے کے لئے قبلے کی طرف منکر کے بیٹھنا۔ (۵)
 ۸۔ مٹی کے برتن سے وضو کرنا۔ (۶)
 ۹۔ وضو کے برتن کو جہاں سے پکڑتے ہیں اس جگہ (دست) کو تین بار دھونا۔ (۷)
 ۱۰۔ لونا وغیرہ چھوٹا برتن ہو تو اپنے بائیں جانب رکھنا۔ (۸) تاکہ اس سے بچے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔ (۹) اور اگر برتن بڑا یعنی طشت وغیرہ ہو جس میں ہاتھ ڈال کر چلو سے پانی لیا جائے تو اس کو اپنے دائیں جانب رکھنا۔ (۱۰)
 ۱۱۔ لوٹے سے پانی لینے وقت اپنا ہاتھ لوٹے کے دستے پر رکھنا (کبیری دفع و جروش دم) تاکہ مستعمل پانی کے قطرے لوٹے میں نہ ٹپکیں۔ (۱۱)
 ۱۲۔ نیت میں دل اور زبان دونوں کو شریک کرے تاکہ عزیمت حاصل ہو جائے۔ (۱۲)
 ۱۳۔ وضو کے آخر تک تمام افعال میں یعنی ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے وقت نیت کو مختصر رکھنا۔ (۱۳)
 ۱۴۔ ہر عضو کے دھونے یا مسح کرنے کے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ (۱۴)
 ۱۵۔ ہر عضو کے دھونے (یا مسح کرنے) کے وقت بسم اللہ الخ کے بعد ماثورہ یعنی سلف صالحین سے منقول دعائیں پڑھنا (۱۵)
 (وضو کی دعائیں الگ بیان میں آگے درج ہیں، مولف)
 ۱۶۔ ہر عضو کے دھوتے وقت کلمہ شہادت یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ پڑھنا۔ (۱۶)
 ۱۷۔ ہر عضو کے دھونے کے بعد درود شریف پڑھے (۱۷) پس ہر عضو کو دھوتے وقت چار چیزیں یعنی بسم اللہ الخ کلمہ شہادت، دعا اور درود شریف پڑھی جائیں گی۔ ہدایہ کی حجارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ (۱۸)
 ۱۸۔ وضو کے دوران بلا ضرورت ایسی باتیں نہ کرے جو لوگوں سے کیا کرتے ہیں یعنی دنیاوی باتیں نہ کرے تاکہ وضو کا عمل دنیا کی آمیزش سے پاک رہے (۱۹) اگر کسی بات کے کہنے کی ضرورت ہو اور یہ خوف ہو کہ اس وقت بات نہ کہنے میں وہ ضرورت فوت ہو جائے گی تو ایسی حالت میں بات کرنا ترک ارب نہیں ہے۔ (۲۰)
 ۱۹۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے دائیں ہاتھ میں پانی لینا اور ناک کو بائیں ہاتھ سے صاف کرنا (سکھنا)۔ (۲۱)

- (۱)۔ فتح قریش (۲)۔ درود دم (۳)۔ جروش وع (۴)۔ فتح و جروش و کبیری (۵)۔ ج و دم و جروش
 (۶)۔ فتح و جروش و کبیری (۷)۔ ایضاً (۸)۔ ایضاً (۹)۔ ط (۱۰)۔ فتح و جروش و کبیری (۱۱)۔ ط
 (۱۲)۔ مہر درود و مجمع (۱۳)۔ فتح و جروش و مہر درود (۱۴)۔ مہر درود (۱۵)۔ مہر درود و جروش (۱۶)۔ جروش و کبیری
 (۱۷)۔ ج (۱۸)۔ ج (۱۹)۔ مہر درود و جروش و کبیری (۲۰)۔ جروش و کبیری (۲۱)۔ مہر درود و جروش

۲۰۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں تر حیب کا لحاظ کرنا (یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا) (۱) اور یہ ہمارے نزدیک سنت ہے (۲) یعنی کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی سنت ہے جیسا کہ وضو کی سنتوں میں بیان ہو چکا ہے مؤلف

۲۱۔ ڈھیلی انگٹھی کو حرکت دینا تاکہ اس کے نیچے کی کھال پر پانی ابھی طرح پہنچ جائے، اسی طرح اگر انگٹھی تنگ ہو لیکن اس کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچ جانے کا علم ہو تب بھی انگٹھی کو حرکت دینا مستحب ہے ورنہ فرض ہے (۳) پس اگر انگٹھی ایسی تنگ ہو کہ اس کے نیچے پانی بلا تکلف داخل نہ ہوتا ہو تو ہمارے عقوبت کے نزدیک ظاہر الروایت میں اس کو حرکت دینا یا نکال دینا فرض ہے تاکہ پانی پوری طرح پہنچ جائے اور دونوں ہاتھوں کے ہر جزو تک پانی کا پہنچنا یقین کے ساتھ ہو جائے۔ (۴)

۲۲۔ دائیں ہاتھ سے اعضائے وضو پر پانی ڈالنا۔ (۵)

۲۳۔ اعضا کو دھونے سے پہلے ان پر گہرا ہاتھ پھیرنا (۶) لیکن اس میں سردیوں کی قید ہونی چاہئے (۷) خلف ابن یوب نے کہا کہ وضو کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ سردیوں کے موسم میں دھونے سے پہلے اپنے اعضا کو پانی سے اس طرح ترک کرے جیسے جل ملتے ہیں پھر ان پر پانی بہائے اس لئے کہ سردیوں میں پانی اعضا کے اندر اچھی طرح اتر نہیں کرتا۔ (۸)

۲۴۔ اعضائے وضو کو دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا۔ (۹)

۲۵۔ منہ پر پانی ڈالنے وقت وقت طمانچے کی طرح نہ مارے (۱۰) یعنی پیشانی کے اوپر کے حصہ کی طرف سے نری کے ساتھ منہ پر پانی ڈالنے کا صحیح طریقہ سنا مارے پھر ہاتھ کے ساتھ منہ کو دھوے۔ (۱۱)

۲۶۔ منہ دھوتے ہوئے پانی میں پھونک نہ مارنا (۱۲) (بعض لوگ منہ پر پانی ڈالتے وقت منہ سے پھونکا رہتے ہیں یہ مکروہ ہے اور اس سے قریب بیٹھے ہوئے پر پھینکیں پڑتی ہیں، مؤلف)

۲۷۔ منہ دھوتے وقت اوپر کی طرف سے نیچے کو پانی ڈالنا اور سر کا مسح کرتے وقت سر کے گلے حصے کی طرف سے اور ہاتھ و پیروں کو دھوتے وقت انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا (۱۳) لیکن آخری دونوں امور سنت ہیں جیسا کہ سنتوں میں بیان ہو چکا ہے۔ (۱۴)

تنبیہ: بہت سے لوگ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر چلو سے پانی ڈال کر رے منہ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ منہ دھل گیا حالانکہ یہ تو منہ پر پانی کا چڑنا ہوا اس طرح منہ دھونے کا فرض ادا نہیں ہوتا اس لئے وضو نہیں ہوتا، اسی طرح بعض لوگ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتے وقت کرتے ہیں کہ پہلے گہرا ہاتھ ہاتھوں تک لیتے ہیں پھر دونوں پر پانی اس طرح بہاتے ہیں کہ مشکل سے کلائیوں تک جا کر نیچے گر جاتا ہے کہنیوں تک نہیں پہنچتا، یہ سخت غلطی ہے اس سے وضو نہیں ہوتا پانی ہاتھ کے ذریعے پورے عضو تک پہنچانا چاہئے، مؤلف

۲۸۔ کانوں کے مسح کے وقت مبالغہ کے لئے کانوں کے سوراخ میں گیلی پھنکنا ڈالنا۔ (۵)

۲۹۔ اپنی دونوں آنکھوں کے کوپوں اور ڈولوں فخنوں اور دونوں ایزوں اور دونوں ٹکوں کے اندر او۔ انگٹھی کے نیچے کی جگہ کی حفاظت کرنا (۱۶) یعنی وضو کے اندر ان مقامات میں پانی پہنچنا اور ان سے غافل نہ رہنا مستحب ہے اس لئے کہ ان مقامات کے اونچا ہونے کے باعث ان میں کبھی تھوڑی خشکی رہ جاتی ہے۔ (۱۷)

(۱)۔ فتح دوع (۲)۔ ع (۳)۔ درود مطہر ملقطا (۴)۔ کبری (۵)۔ ش (۶)۔ ش و بحر و ع

(۷)۔ سحر (۸)۔ بحر و دہائ و ع (۹)۔ بدائع دوع و بحر و غیر ہا (۱۰)۔ فتح و بحر و ع (۱۱)۔ م و ط و ع (۱۲)۔ ش

(۱۳)۔ بحر و ش و ع (۱۴)۔ ش (۱۵)۔ درود مطہر و بحر و ع ملقطا (۱۶)۔ درود فتح و بحر و ع ملقطا (۱۷)۔ غایۃ الاوطار

۳۰۔ منہ اور دونوں ہاتھ وردنوں پاؤں کے دھونے کی جو حد و مقرر ہیں (یعنی جس قدر دھونا فرض یا واجب ہے) ان سے کچھ اور زیادہ کر کے دھونا تاکہ ان مقررہ حد و تک دھل جانے کا یقین ہو جائے۔ (۱)

۳۱۔ چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو حد و معینہ سے زیادہ دھونا تاکہ قیامت کے روز وضو کے آثار سے ان اعضا کی روشنی اس جگہ تک بڑھے (۲) جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ ٹھکانی نے ملی زادہ کی شرح شریعہ سے نقل کیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کا نصف بازو تک اور دونوں پاؤں کا نصف پنڈلی تک دھونا مستحب ہے۔ (۳)

۳۲۔ دونوں بھروس اور مونچھوں کے نیچے پانی پہنچانا۔ (۴)

۳۳۔ اپنے دونوں پاؤں کو اپنے بائیں ہاتھ سے دھونا (۵) یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے دونوں پاؤں پر پانی ڈالنا اور ان دونوں کو بائیں ہاتھ سے دھونا (۶) اور پاؤں دھونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پاؤں دھوتے وقت برتن کو دائیں ہاتھ میں کھڑے اور دائیں پاؤں پر اوپر کی طرف سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے اس کو ملے اسی طرح تین بار اس کو دھوئے پھر بائیں پاؤں پر اوپر کی طرف سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ملے اور اس کو بھی اسی طرح تین بار دھوئے۔ (۷)

۳۴۔ وضو میں جلدی نہ کرے اور دھونے اور غلال کرنے اور ملنے کو پورا پورا ادا کرے۔ (۸)

۳۵۔ وضو کے بعد میانی (شلوار وغیرہ کی رومالی) پر پانی چھڑک لیتا۔ (۹)

۳۶۔ وضو کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھتا (۱۰) اور اس وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر اپنی آنکھت شہادت سے

اشارہ کرتا۔ (۱۱)

۳۷۔ اگر روزہ دار نہ ہو تو وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو کا پانی ہوا سا ریا کچھ پانی آب زمزم کی طرح کھڑے ہو کر پانیٹھ کر پینا (۱۲) پس ان دونوں پانیوں کے علاوہ اور پانی (جلا عذر) کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے (۱۳) فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں ہے کہ جو پانی سے وضو پیچے اس میں سے ایک قطرہ (تھوڑا سا پانی) قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر پی لے۔ (۱۴) اس کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ بِشَفَاعَتِكَ وَذَاتِیْ بِذَوَاتِكَ وَاعْصَمْنِیْ مِنَ الْوَهْلِ وَالْاَمْرَاضِ وَالْاَوْجَاعِ O (۱۵) طیبہ میں ہے کہ اس دعا کا تاثر وہ ہوتا معلوم نہیں ہو سکا اور یہ حسن ہے۔ (۱۶) ظاہر یہ ہے کہ وضو کا پینا پانی پینا اس وقت مستحب ہے جبکہ لوہ وغیرہ پھولے برتن سے وضو کرے اور اگر حوض وغیرہ سے وضو کرے تو یہ بخور طلب ہے کہ اس میں سے بھی پینا چاہئے یا نہیں اور ذخیرہ میں فتاویٰ لبوالیث سے منقول ہے کہ جو پانی پینے کے لئے دکھائی ہو تو جب تک وہ بہت زیادہ نہ ہو اس کے وضو نہ کرے اور جو پانی وضو کے لئے رکھا گیا ہے اس میں سے پی پینا جائز ہے پھر اس میں ابواضفل سے نقل کیا ہے کہ وہ اس کے برعکس کہتے تھے پس اس بنا پر کیا اس کو وضو کا پینا پانی پینا جائز ہے کیونکہ یہ وضو کے توابع میں سے ہے یا جائز نہیں ہے اور ظاہر پہلا (جواز کا) قول ہے، سوچ لیجئے۔ (۱۷)

۳۸۔ وضو کے بعد یا اس کے درمیان میں یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَابِیْنِ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ لَا خَوْفَ عَلَیْہُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۸) یا وضو کے بعد یہ دعا پڑھے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ

(۱)۔ فتح و بحر و کبیری (۲)۔ دروش و فتح و بحر (۳)۔ غایۃ الاوہر (۴)۔ بحر و ش (۵)۔ در (۶)۔ ش

(۷)۔ ع (۸)۔ ع و غایۃ الاوہر (۹)۔ ش (۱۰)۔ م (۱۱)۔ ط (۱۲)۔ م و بحر و دروش ملتقطا (۱۳)۔ در

(۱۴)۔ ع و ط (۱۵)۔ ش و کبیری (۱۶)۔ ش (۱۷)۔ ش (۱۸)۔ دروش و کبیری

وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَأَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (۱)
(دعاؤں کا بیان، الگ درج ہے)

۳۹۔ اعضائے وضو کو رو بال (اور تولیے وغیرہ) سے پونچھنا (۲) اس کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ رسول ﷺ سے ایسا کرنا مروی ہے لیکن اس میں مبالغہ نہ کرے بلکہ اپنے اعضا وضو پر اس کا اثر یعنی قدرے تری باقی رہنے دے (۳) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اعضائے وضو خشک کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر اس کی ضرورت ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کے بلا کراہت جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا بلکہ اس کے مستحب یا حسب ضرورت واجب ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور یہ حکم دندہ شخص کے بارے میں ہے لیکن میت کے بارے میں ہمارے مشائخ کے کلام کا متکھنی یہ ہے کہ اس کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہے تاکہ اس کے کفن کے کپڑے تر ہو کر متغیر نہ ہو جائیں۔ (۴)

۴۰۔ جس کپڑے سے مقام استنجا کو پونچھا ہو اس کپڑے سے اعضائے وضو کو نہ پونچھے (۵) کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ مکروہات میں مذکور ہے۔ (مولف)

۴۱۔ اپنے ہاتھوں کو نہ جھٹکنا۔ (۶)

۴۲۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد سورۃ القدر کو ایک یا دو یا تین بار پڑھنا۔ (۷)

۴۳۔ اگر نماز کے لئے مکروہ وقت نہ ہو تو وضو کے بعد دو رکعت لقل تحسبہ الوضو پڑھنا۔ (۸)

۴۴۔ وضو کے لئے ایک ہند یعنی تقریباً ایک سیر پانی سے کم نہ ہو۔ (۹)

۴۵۔ جو پانی دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اس سے وضو نہ کرنا (۱۰) کیونکہ اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا۔ (۱۱)

۴۶۔ مسجد میں اپنی وضو کے لئے کسی برتن کو خصوصاً نہ کر لینا۔ (۱۲)

۴۷۔ وضو کرنے کے عام برتن یا عام جگہ سے وضو کرنا۔ (۱۳)

۴۸۔ (اپنے گھر پر) وضو سے فارغ ہونے کے بعد دوسری نماز کے وضو کے لئے اپنے برتن میں پانی بھر کر رکھنا۔ (۱۴)

۴۹۔ نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا۔ (۱۵)

۵۰۔ وضو میں جو فعل مکروہ ہے اس کو ترک کرنا اس لئے کہ مستحب کا ترک کرنا مکروہ اتزہیبی ہے۔ (۱۶)

مکروہات وضو

مکروہ یعنی (ناپسندیدہ) محبوب (یعنی پسندیدہ) کی ضد ہے فقہاء کے نزدیک مکروہ کی دو قسمیں ہیں ایک مکروہ تحریمی ہے اور جب مطلق مکروہ لکھتے ہیں تو اس سے ان کی مراد اکثر مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور یہ واجب اور سنت مؤکدہ کے بالتقابل ہوتا ہے یعنی واجب اور سنت

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ در۔ (۳)۔ ش و د ملخصاً (۴)۔ ب۔ (۵)۔ فتح و بحر و ش و ع۔ (۶)۔ در و ع۔

(۷)۔ کبری و در و ع۔ (۸)۔ بحر و در و فتح و ع۔ (۹)۔ ع و ش۔ (۱۰)۔ ش و ع۔ (۱۱)۔ م و ط۔ (۱۲)۔ ش و ع و ط۔

(۱۳)۔ ل و ط۔ (۱۴)۔ ع و فتح و بحر و ش و ط۔ (۱۵)۔ م و در و بحر و فتح و ع۔ (۱۶)۔ ش و ع و ط۔

مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور دوسری مکروہ حرجی ہے اور سنت غیر مؤکدہ یعنی مستحب کے بالمقابل ہوتا ہے پس مستحب کا ترک مکروہ حرجی ہے مکروہ حرجی کو خلاف اولیٰ بھی کہتے ہیں بلکہ خلاف اولیٰ زیادہ عام ہے پس ہر مکروہ حرجی خلاف اولیٰ ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس ہر خلاف اولیٰ کا مکروہ حرجی ہونا ضروری نہیں اس لئے ترک مستحب میں جب تک کراہت کی خاص دلیل نہ ہو تو مکروہ حرجی نہیں ہوتا، وضو کے مکروہات بکثرت ہیں۔ (۱) ان میں سے مشہور مکروہات مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ پانی س قدر کم خرچ کرے کہ مستحب ادا نہ ہو یا سراف یعنی بے جا زیادہ خرچ کرنا مکروہ ہے اگرچہ نہر کے کنارے پر وضو کرے، (۲) اگر اعضائے وضو کو تین بار سے کم دھونے کی عادت ہے تو مکروہ ہے اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر اس کی عادت نہ ہو بلکہ کبھی کبھار ایسا کرے یا کسی عذر کی وجہ سے کرے تو مکروہ نہیں ہے اور گنہگار بھی نہیں ہوگا، (۳) حاجت شرعیہ سے زیادہ پانی استعمال کرنا سراف ہے، (۴) اور وہ عدد مسنون یعنی تین مرتبہ سے زیادہ دھونا اور مقدار مسنون یعنی ایک مد سے زیادہ پانی استعمال کرنا، (۵) اگر سنت ہونے کے اعتقاد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھویا تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر تین مرتبہ سے زیادہ دھونا سنت ہونے کے اعتقاد سے نہ ہو تو یہ مکروہ حرجی ہے لیکن اگر تین مرتبہ دھونے کو سنت سمجھتے ہوئے ٹک کے وقت طہانیت کے لئے یا پہلے وضو سے فارغ ہونے کے بعد وضو پر وضو کرنے کے ارادہ سے تین دفعہ سے زیادہ دھویا تو کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ سنن وضو میں بیان ہو چکا ہے، نہر یا حوض کے کنارے پر وضو کرتے ہوئے پانی کا اسراف مکروہ حرجی ہے کیونکہ یہ فعل عبث ہے۔ (۶) وضو کرنے میں بلا عذر کسی دوسرے شخص سے مد لینا۔ (۷) (تفصیل مستحبات میں گزر چکی ہے، مولف) ۳۔ بلا عذر گلی کے سائے یا ٹیمیں ہاتھ سے پانی لینا۔ (۸) ۴۔ (بد عذر) یا ٹیمیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالنا۔ (۹) ۵۔ (بد عذر) یا ٹیمیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالنا۔ (۱۰) ۵۔ بلا عذر دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۱۱) ۶۔ جس پانی سے وضو کر رہا ہو اسی میں تھوکتنا یا ناک کی ریختہ ڈالنا (۱۲) خواہ وہ پانی جاری ہو، یہ کراہت حرجی ہے اس لئے کہ ان امور کے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا گیا ہے (۱۳) ۷۔ چہرہ یا دوسرے اعضائے وضو پر پانی کو طمانچہ کی طرح زور سے مارنا مکروہ حرجی ہے (۱۴) ۸۔ آنکھوں اور منہ (ہونٹوں) کو زور سے بند کرنا (۱۵) ۹۔ نیا پانی لے کر تین دفعہ مسح کرنا (۱۶) ۱۰۔ حلقوم (گلے) کا مسح کرنا کیونکہ یہ بدعت ہے اس لئے کہ احادیث سے ثابت نہیں ہے (۱۷) ۱۱۔ بلا ضرورت لوگوں کی کلام کی مانند یعنی دنیاوی باتیں کرنا کیونکہ اس سے وہ دعاؤں و اذکار میں مشغول ہونے سے محروم رہے گا اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ وضو کو دنیا کی آمیزش سے پاک ہونا چاہئے کیونکہ یہ بدعت کی تمہید ہے (۱۸) ۱۲۔ جو پانی دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اس سے وضو کرنا (۱۹) ۱۳۔ ناپاک جگہ میں وضو کرنا (یا وضو کا پانی ناپاک جگہ پر ڈالنا وضو کے پانی کے لئے بھی تعظیم ہے) (۲۰) اور خطا دی نے کہا کہ یہ بھی وجہ ہے کہ ناپاک جگہ میں وضو کرنے سے نجاست کی چھینٹوں کے پڑنے کا خوف ہے (۲۱) ۱۴۔ مسجد کے اندر وضو کرنا لیکن مسجد میں برتن کے اندر وضو کرنا (جبکہ مسجد مستقل پانی سے آلودہ نہ ہو، مولف) یا مسجد کے اندر اس جگہ وضو کرنا جو وضو کے لئے بنائی گئی ہے بد کراہت جائز ہے (۲۲) جیسا کہ عام طور پر مساجد میں فرش سے متصل وضو کے لئے جگہ بنائی جاتی ہے (۲۳) ۱۵۔ عورت کے وضو یا غسل کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (۲۴) یہ اس لئے ہے کہ شاید اس سے مرد کو تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہے کہ اکثر عورتیں نجاست سے احتیاط بہت کم

- | | | | | |
|---------------|-----------------|------------------|-----------|---------|
| (۱) مستقلاً | (۲) دردم و غیرہ | (۳) بخرو و ش و ع | (۴) ش و ط | (۵) ط |
| (۶) ش و مصلیٰ | (۷) م | (۸) ع | (۹) ع | (۱۰) ع |
| (۱۱) ع | (۱۲) ع | (۱۳) ع | (۱۴) ع | (۱۵) ع |
| (۱۶) ع | (۱۷) ع | (۱۸) ع | (۱۹) ع | (۲۰) ع |
| (۲۱) ع | (۲۲) ع | (۲۳) ع | (۲۴) ع | (۲۵) ع |
| (۲۶) ع | (۲۷) ع | (۲۸) ع | (۲۹) ع | (۳۰) ع |
| (۳۱) ع | (۳۲) ع | (۳۳) ع | (۳۴) ع | (۳۵) ع |
| (۳۶) ع | (۳۷) ع | (۳۸) ع | (۳۹) ع | (۴۰) ع |
| (۴۱) ع | (۴۲) ع | (۴۳) ع | (۴۴) ع | (۴۵) ع |
| (۴۶) ع | (۴۷) ع | (۴۸) ع | (۴۹) ع | (۵۰) ع |
| (۵۱) ع | (۵۲) ع | (۵۳) ع | (۵۴) ع | (۵۵) ع |
| (۵۶) ع | (۵۷) ع | (۵۸) ع | (۵۹) ع | (۶۰) ع |
| (۶۱) ع | (۶۲) ع | (۶۳) ع | (۶۴) ع | (۶۵) ع |
| (۶۶) ع | (۶۷) ع | (۶۸) ع | (۶۹) ع | (۷۰) ع |
| (۷۱) ع | (۷۲) ع | (۷۳) ع | (۷۴) ع | (۷۵) ع |
| (۷۶) ع | (۷۷) ع | (۷۸) ع | (۷۹) ع | (۸۰) ع |
| (۸۱) ع | (۸۲) ع | (۸۳) ع | (۸۴) ع | (۸۵) ع |
| (۸۶) ع | (۸۷) ع | (۸۸) ع | (۸۹) ع | (۹۰) ع |
| (۹۱) ع | (۹۲) ع | (۹۳) ع | (۹۴) ع | (۹۵) ع |
| (۹۶) ع | (۹۷) ع | (۹۸) ع | (۹۹) ع | (۱۰۰) ع |

کرتی ہیں اور یہ توجہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحاوی (۱) ۱۶۔ مسجد میں کسی برتن کو اپنے وضو کے لئے خاص کر لینا کہ اس برتن سے اس کے سوا اور کوئی وضو نہ کرے، جیسا کہ مساجد میں اپنی نماز کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لینا مکروہ ہے (۲) ۱۷۔ وضو کے بعد ہاتھوں کو جھٹکنا (۳) ۱۸۔ وضو کے اعضا کے علاوہ کسی اور عضو کو بلا ضرورت دھونا (۴) ۱۹۔ لڑنے وغیرہ میں یا کپڑوں پر اعضائے وضو سے پانی نہ ٹکانا (۵) ۲۰۔ بلا عذر ایک ہاتھ سے منہ دھونا کہ یہ رانصیوں اور ہندوؤں کا شعار ہے (۶) ۲۱۔ شنبے کا پانی خشک کرنے کے پکڑے سے وضو کے اعضا کو پونچھا (۷) کیونکہ اس کا ترک کرنا مندوبات میں سے ہے کما ہو مستقاد عن شریح و غیرہا (مؤلف) ۲۲۔ مجلس میں اس طرح صواک کرنا کہ ال چلتی جائے مکروہ ہے خصوصاً علماء و بزرگوں کی مجلس میں زیادہ کرنا ہے (۸) ۲۳۔ سنت طریقے کے خلاف وضو کرنا و غیرہ بہت سے مکروہات ہیں۔

وضو کی ماثورہ دعائیں

[illegible]

(۱)۔ عالیہ الوداد	(۲)۔ علم اللہ	(۳)۔ مستقادمین درود	(۴)۔ علم اللہ	(۵)۔ علم اللہ	(۶)۔ علم اللہ	(۷)۔ علم اللہ
(۸)۔ مظاہر حق	(۹)۔ موطوئی و مکتوب و فتح و کبیری	(۱۰)۔ مجمع	(۱۱)۔ حصن حصین و غیرہا	(۱۲)۔ حصن حصین و دروم و غیرہا		
(۱۳)۔ ش و کبیری	(۱۴)۔ حصن حصین و ش و کبیری	(۱۵)۔ ش و کبیری				

(مؤلف) وضو کی بنا، میں یا درمیان میں یہ دعا پڑھنا بھی مروی ہے اَللّٰهُمَّ اغْصِرْ لِيْ ذُنُوبِيْ وَتَسِّعْ لِيْ فِيْ ذَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عضو وضو کے دھوتے وقت بسم اللہ اُلّٰخ اور دعائے ثورہ کلمہ شہادت اور درود شریف پڑھے یا ان میں سے جس قدر ہو سکے پڑھ لے (۱) اور وضو سے فارغ ہو کر سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کا پڑھنا مستحب ہے، یہ فقہ ابو الیث نے کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس کا صحیح حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

وضو کا مستنون و مستحب طریقہ: وضو کے لئے کسی مٹی کے برتن میں (تاسے جیل وغیرہ کا ہوتب بھی مضائقہ نہیں مگر قلعی دار ہو) پانی لے کر پاک اور اونچی جگہ بیٹھے اور دل میں یہ نیت کرے کہ میں یہ وضو خاص اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ثواب و عبادت کے لئے کرتا ہوں، بدن کا صاف کرنا اور نہ کا دھونا مقصود نہیں اور نیت زبان سے بھی کہے لے اور یہی ارادہ و نیت ہر وضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت رہے اور وضو شرع کرتے وقت بسم اللہ اُلّٰخ کہے، دائیں چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو کھائی تک مل کر دھوئے اسی طرح تین بار کرے پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر کھائی کرے پھر مساوی کرے پھر دو کلیں اور کرے تاکہ تین پوری ہو جائیں (زیادہ نہ کرے) اگر روزہ دار نہ ہو تو اسی پانی سے غرغہ ہی کرے یعنی کھائی میں مبالغہ کرے پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو اس میں مبالغہ کرے یعنی نھنوں کی جڑوں تک پہنچائے، اگر روزہ دار ہو تو نرم گوشت سے اوپر نہ چڑھائے، ہائیں ہاتھ کی چھٹکیا نھنوں میں پھیرے اور ہائیں ہاتھ سے ہی ناک نکلے، تین بار ناک پانی ڈالے اور ہر بار نیا پانی لے، پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر (یا ایک چلو میں لے کر) دوسرے کا سہارا لگالے (دونوں ہاتھوں سے ماتھے کے اوپر سے نیچے کو پانی ڈال کر تمام منہ کو مل کر دھوئے، سر کے بالوں کی ابتدا سے غوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی نو سے دوسرے کان کی لو تک سب جگہ پانی پہنچ جائے دونوں ابروؤں اور مونچھوں کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے کوئی جگہ ہال برابر بھی سوکھی نہ رہے اگر احرام باندھے ہوئے نہ ہو تو ڈاڑھی کا خلال کرے پھر دو دھوئے اور پانی لے کر منہ کو اسی طرح دھوئے اور ڈاڑھی کا خلال کرے تاکہ تین دفعہ پورا ہو جائے (زیادہ نہ ہو) پھر گیلے ہاتھ سے دونوں ہانہوں کو کہنیوں تک ملے خصوصاً سر یوں میں، اور پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر تین تین دفعہ ہر ایک ہاتھ پر بہائے اور مل کر دھوئے کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے، اور انگوٹھی چھوا، آری، نگلیں، چوڑی، وغیرہ حرکت دے اگر چڑھیلی ہوں، منہ دھوتے وقت عورت اپنی نتھ کو بھی حرکت دے انگلیوں کا خلال کرے اس طرح کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے اور پانی ٹپکتا ہوا ہو پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو تر کر کے ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرے پھر کانوں کا مسح کرے، کلمہ کی انگلی سے کان کے اندر کی طرف اور انگوٹھے سے باہر کی طرف مسح کرے اور چھٹکیا دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالے پھر انگلیوں کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرے لیکن گلے کا مسح نہ کرے۔ پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے، پیسے دایاں پاؤں نختے سمیت تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی چھٹکیا سے نیچے سے اوپر کو خلال کرے اور پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے بایاں پاؤں تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کو بھی اسی طرح سے خلال کرے، مگر انگوٹھے سے شروع کرے تاکہ چھٹکیا پر ختم ہو، ہر وضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اُلّٰخ اور کلمہ شہادت اور مسنونہ دعائیں جو مذکور ہوئیں پڑھے، اگر وضو سے کچھ پانی بچا جائے تو اس میں سے کچھ پانی کھڑے ہو کر پی لے اور بسم اللہ اُلّٰخ اور کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ اِرْخْ ذُوْرُ سُوْرَةِ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ پڑھے اور درود شریف دس مرتبہ پڑھے اس کے بعد اگر نماز کا کروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھے۔

مسواک کا بیان

مسواک کا حکم وضو کی سنتوں میں سے ایک سنت مسواک کرنا بھی ہے یہ سنت مؤکدہ ہے (در وغیرہ عامہ کتب) اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسواک وضو کی سنتوں میں سے ہے یا نماز کی یا دین کی سنتوں میں سے ہے، یہ تیسرا قول اقویٰ ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے، جیسا کہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس کو ذکر کیا ہے اور اہدایۃ الغرنویۃ الفتح وغیرہ ہا میں جو مذکور ہے اس سے بھی اس کی موافقت ہوتی ہے، جیسا کہ ان میں ہے کہ مسواک وضو کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ متعدد مواقع میں مستحب ہے (۱) (ان مواقع کا بیان آگے آتا ہے، مولف) پس وضو و نماز کے وقت بھی مسواک کرنا مستحب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وضو کرنے وقت مسواک کرنا مستحب مؤکدہ یعنی سنت مؤکدہ ہے، پس احناف کے نزدیک مسواک کرنا وضو کی سنت ہے نماز کی سنت نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے وضو کے وقت مسواک نہ کی تو اب نماز کے لئے کھڑا ہوتے وقت مسواک کرے، لیکن اس طرح نرمی سے کرے کہ خون نہ نکلے پائے ورنہ وضو ٹوٹ جائے گا اور دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ (۲)

مسواک کی فضیلت مسواک کرنے کی تاکید اور اس کے فضائل و احادیث میں بکثرت وارد ہیں: قال قال رسول اللہ ﷺ
 سو لا ان اشدق علی امتی لا یزولہم بالسواک مع کل صلوۃ رواہ البخاری واللفظ لہ ومسمر الا انہ قال عند کل صلوۃ
 و فی مؤطا امام مالک مع کل وضوء و فی روایۃ سنن الساجی عند کل وضوء و رواہ احمد فی مسندہ و ابن خریما فی
 صحیحہ و صحاح الحاکم و ذکر ہا البخاری تعلیقاً فی کتاب الصوم (۳) ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر مشقت و دشواری کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک استعمال کرنے کا حکم دیتا“ اس
 کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور امام مالک نے موطا میں نسائی نے اپنی سنن میں، امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن خزیمہ رضی اللہ
 عنہ نے اپنی صحیح میں ہر نماز کی بجائے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور امام بخاری نے اس کو کتاب
 الصوم میں تعلیقاً روایت کیا ہے ”یہ احناف کے لئے دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مسواک کرنا وضو کی سنت ہے نہ کہ نماز کی، اور بخاری و مسلم
 کی روایت شافعی لمہب کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مسواک کرنا نماز کی سنت ہے (۴) ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ
 عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا السواک مطہرۃ للفرج و مرصۃ للوب ”مسواک منہ کی پاکیزگی اور پروردگار عالم کی
 خوشنودی کا سبب ہے“ اس کو امام شافعی و امام احمد و دارمی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسناد کے بغیر روایت
 کیا ہے (۵) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز کے لئے مسواک کی گئی ہو اس کی فضیلت
 اس نماز سے ستر درجے زیادہ ہے جس کے لئے مسواک نہ کی گئی ہو، اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں

(۱) فتح و بحر قدس دم (۲) مستقارہ عن ش وغیرہ (۳) سنن طبرانی وغیرہ ما ملکتھما (۴) طو و بحر قدس دیر با تصرفا

(۵) مشکوٰۃ جلد اول باب السواک

روایت کیا ہے (۱) اور یہ فضیلت ہر اس شخص کو حاصل ہو جائے گی جس نے ایسی وضو کے ساتھ نماز پڑھی ہو جس میں اس نے مسواک کی ہو اگرچہ اس نے نماز کھڑی ہونے کے وقت نماز کے لئے مسواک نہ کی ہو کیونکہ کما حقہ قول کی بنا پر مسواک سنن دین میں سے ہے سنن نماز میں سے نہیں ہے (۲) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ وہ مسواک کو قلم کی طرح اپنے کان پر رکھتے تھے۔ ترمذی میں حضرت زید بن خالد سے روایت ہے کہ اصحاب کرام تمام نمازوں کے لئے مسجد میں حاضر ہوتے تھے اور ان کی مسواک کاتب کے قلم کی طرح ان کے کان پر رکھی رہتی تھی۔ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک کر لیتے اور پھر مسواک اس کی جگہ پر (یعنی اپنے کان پر) واپس رکھ لیتے تھے (۳) اور بعض اپنی مسواک کو اپنے عمامے کے بیچ میں رکھ لیتے تھے۔ (۴)

مسواک کے فوائد مسواک کرنے کے فوائد بہ کثرت ہیں، علمائے کرام نے مسواک کے اہتمام میں ستر بلکہ اس سے بھی زیادہ فائدے لکھے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں ۱۔ اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کی شفا ہے، ۲۔ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے، ۳۔ نزع (جان کنی) میں آسانی ہوتی ہے، ۴۔ روح کے نکلنے کو آسان کرتی ہے، ۵۔ ہل سراط پر کوندہ دالی بجلی کی مانند تیزی سے گزر جاتا ہے، ۶۔ اس کی برکت سے نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے، ۷۔ بڑا چادر میں آتا ہے، ۸۔ نگاہ کو تیز کرتی اور جلاد جی ہے، ۹۔ دانتوں کی جڑوں کی خرابی اور مسوڑھوں کے پھولنے کو دور کرتی ہے، ۱۰۔ دانتوں کو سفید کرتی ہے، ۱۱۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے، ۱۲۔ کھانا ہضم کرتی ہے، ۱۳۔ بھم کو کاٹتی ہے، ۱۴۔ نماز کا ثواب کئی گنا بڑھاتی ہے۔ روایات میں مترگنا، نانوے گنا اور چار سو گنا تک ثواب بڑھنے کا ذکر ہے، ۱۵۔ نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے، ۱۶۔ فرشتے خوش ہوتے ہیں، ۱۷۔ اس کے چہرے کے نور کی وجہ سے فرشتے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور جب وہ نماز کے لئے نکلتا ہے تو اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور عرش کے اٹھنے والے فرشتے مسواک کرنے والے کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جبکہ وہ مسجد سے نکلتا ہے، ۱۸۔ انبیاء و رسل اس کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں، ۱۹۔ مسواک شیطان کو ناراض کرتی اور دھتکار دیتی ہے، ۲۰۔ اس پر جھلکی کرنے سے لرانی و تو نگری پیدا ہوتی ہے اور روزی آسان ہو جاتی ہے، ۲۱۔ صغیرہ کو کاٹتی ہے، ۲۲۔ درد سر کو دور کرتی ہے اور سر کی رگوں کو تسکین دیتی ہے۔ حتیٰ کہ کوئی ساکن رگ حرکت نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی حرکت کرنے والی رگ ساکن ہوتی ہے، ۲۳۔ درد دندان کو دور کرتی ہے، ۲۴۔ دانتوں کو مضبوط کرتی ہے، ۲۵۔ منہ کی بدبو (گندہ دہنی) کو دور کر کے اس کو خوشبو دار بناتی ہے۔ (۵) ۲۶۔ معدے کو درست رکھتی ہے، ۲۷۔ بدن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے قوت دیتی ہے، ۲۸۔ انسان کے حافظے اور عقل و فصاحت کو زیادہ کرتی ہے، ۲۹۔ قلب کو پاک کرتی ہے، ۳۰۔ ذہن کو صاف کرتی ہے، ۳۱۔ ولاد (کی پیدائش) کو بڑھاتی ہے، ۳۲۔ جسم سے غیر طبعی حرارت کو دور کرتی ہے، ۳۳۔ درد کو دور کرتی ہے، ۳۴۔ پیٹھ کو مضبوط بناتی ہے، ۳۵۔ حلق کو صاف کرتی ہے، ۳۶۔ زبان کو جلد دیتی ہے، ۳۷۔ کچھ کھینچ کرتی ہے، ۳۸۔ رطوبت کو قلع کرتی ہے، ۳۹۔ اجر و ثواب کو کئی گنا بڑھاتی ہے، ۴۰۔ ماں و اولاد کو بڑھاتی ہے، ۴۱۔ حاجتوں کو پورا ہونے میں مدد دیتی ہے، ۴۲۔ اس کی قبر کو شادہ کرتی ہے، ۴۳۔ حد میں اس کی غم خور ہوتی ہے، ۴۴۔ اس روز مسوک کرنے والوں کا ثواب اس کے نامہ عمام میں لکھ دیا جاتا ہے، ۴۵۔ اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، ۴۶۔ فرشتے ہر روز اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص انبیاء کی اقتدا کرنے والا ہے اور ان کے آثار پر چلتا ہے اور ان کی سیرت (سنت) کا محتلاشی ہے، ۴۷۔ اس کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، ۴۸۔ دنیا سے (کٹا ہوا ہے) پاک صاف ہو کر جاتا ہے، ۴۹۔ موت کا فرشتہ روح نکالنے کے لئے اس کے پاس اس صورت میں آتا ہے جس میں ادب و

کے پاس آتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اس صورت میں آتا ہے جس میں انبیاء کے پاس آتا ہے ۵۰۔ مسواک کرنے والا دنیا سے اس وقت جاتا ہے جب وہ حضور انور ﷺ کے حوض سے پاں پی لیتا ہے اور یہ ریح حق ختم یعنی (جنت کی مہر) لگی ہوئی خاص شراب ہے (۱) اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ مسواک کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے اور اس کا اعلیٰ فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی توفیق عطا فرمائے (۲) بعض نے کہا کہ یہ قدم فضائل (وفوائد) مروی ہیں ان میں بعض مرفوع احادیث میں ہیں اور بعض موقوف احادیث میں ہیں، اگر چنانچہ اسناد میں گفتگو ہے پس ان کے، نے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور ان میں سے بعض مذکورات بعض کی طرف لوٹتی ہیں۔ (۳)

مسواک کرنے کے مستحب اوقات: چونکہ مسواک صبح و اتونی قول کے مطابق سنس دین میں سے ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس لئے اس کا استعمال ہر وقت مسنون ہے، علامہ نوویؒ نے بھی تمام اوقات میں مسواک کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے پس جس وقت جی چاہے مسواک کرے، اس کو دینی نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں روایت کیا ہے لیکن وضو کرتے وقت اس کی زیادہ تاکید ہے، بعض اور اوقات میں بھی اس کا مستحب ہونا مومکد ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: ۱۔ راتوں کے زرد ہو جانے کے وقت، ۲۔ منہ کی بو بدل جانے کے وقت خواہ منہ کی بو دیر تک وضو نہ کرنے یا دیر تک خاموش رہنے یا زیادہ بولنے یا کسی بودار چیز کھانے کے سبب بدل گئی ہو، ۳۔ سونے سے پہلے، ۴۔ سو کر اٹھنے کے بعد، ۵۔ وضو کے ساتھ مسواک کرنے کے بعد جو نماز کے لئے کھڑا ہوئے وقت، ۶۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس وقت مستحب ہے جبکہ دانتوں سے خون نہ نکلے ورنہ مستحب نہیں ہے کیونکہ خون بالا جماع نجس ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر چہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا لہذا اس وقت مسواک آہستہ آہستہ نرمی سے کی جائے اور صرف دانتوں پر کی جائے تاکہ خون نہ نکلے، ۷۔ گھر میں داخل ہوتے وقت، ۸۔ لوگوں کے مجمع میں جانے وقت، ۹۔ قرآن مجید و حدیث شریف کی تلاوت کے وقت، ۱۰۔ جماع سے قبل، ۱۱۔ مرنے سے پہلے (پس اگر کسی کو موت کا علم ہو جائے تو اس کو مسواک دموئے زیر ناف اور دیگر امور صفائی اختیار کرنا مستحب ہے) (۳)، ۱۲۔ اگر وضو کرتے وقت بھول جائے تو نماز کے وقت مسواک کرنا مستحب ہے (۵) ۱۳۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا مستحب مومکدہ ہے (۶) جس شخص کو مسواک پر پہنچتی کرنا تکلیف دینا ہو اس کو اس پر پہنچتی کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کبھی کر لیا کرے۔ (۷)

وضو میں مسواک کرنے کا وقت: وضو میں مسواک کرنے کے مسنون وقت کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے نہ یہ اور فتح القدیر میں یہ ہے کہ کلی کے وقت کی جائے اور بد نفع اور بھتی میں ہے کہ وضو شروع کرنے سے پہلے کی جائے اور اکثر کامل پہلے قول پر ہے کیونکہ یہ صاف کرنے میں زیادہ کامل ہے (۸) دونوں قول راجح ہیں اور دونوں پر عمل کی گنجائش ہے بہتر یہ ہے کہ جس کے دانتوں سے خون نکلا ہو وہ وضو شروع کرنے سے پہلے اور جس کے خون نہ نکلا ہو وہ کلی کے وقت کرے۔ (۹)

مسواک کے آداب و صفات: ۱۔ مسواک تلخ درخت کی شاخ یا جڑ کی ہو (۱۰) کیونکہ ایسی مسواک منہ کی بدبو کو دور کر کے منہ میں خوشبو کرتی، دانتوں کو مضبوط بناتی اور معدے کو قوت دیتی ہے (۱۱) اس سے ہضم اچھی طرح کٹ جاتا ہے، سبز خوب صاف ہو جاتا اور کھانا خوب ہضم ہوتا ہے، افضل یہ ہے کہ مسواک پیلو کی جڑ کی ہو (۱۲) حضور ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی ہے (۱۳) پھر زیتون کی شاخ کی افضل ہے (۱۴)

(۱)۔ ط۔ (۲)۔ ش۔ (۳)۔ ط۔ (۴)۔ فضائل مسواک (۵)۔ فتح و جردش دم غیر ہستخطا (۶)۔ یک دورانی احمدیث

(۷)۔ ط۔ (۸)۔ جردش دم وط (۹)۔ از فضائل مسواک (۱۰)۔ فتح و جردش دم و جع و عنایہ (۱۱)۔ ط۔ (۱۲)۔ ط۔ (۱۳)۔ ط۔ (۱۴)۔ ط۔

اس کی بھی حدیث میں فضیلت آئی ہے۔ یعنی نے طہرائی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ بہترین مسواک زیتون کے مبارک درخت کی ہے یہ منہ کو خوشبودار کرتی اور منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے، یہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی مسواک ہے (۱)۔ مار، ریحان، بانس اور ہرا یہ ادویہ والے درخت یا پھل دار درخت یا خوشبودار درخت کی شاخ سے مسواک کرنا مکروہ ہے اور نہ ہر یہ درخت کی مسواک کرنا حرام و ممنوع ہے ان کے علاوہ ہر درخت مثلاً نیم، ککڑ، اور پھل ہی وغیرہ کی شاخ کی مسواک کرنا درست ہے (۲)۔ مسواک کا سرائے زیادہ نرم ہو کہ جس سے دانتوں کی صفائی نہ ہو سکے اور نہ زیادہ سخت ہو کہ جس سے مسوڑھے زخمی ہو جائیں بلکہ متوسط درجے کی ہو اور سیدھی ہو، گرہ دار نہ ہو یا کم گرہ والی ہو (۳)۔ مسواک ترکیزی کی ہونا مستحب ہے اگر خشک ہو تو اس کو بھلو کر تر کر لینا مستحب ہے اور مسواک کر لینے کے بعد اس کو دھو لینا مستحب ہے (۴)۔ مسواک ہاتھ کی چنگلی یا کسی اور انگلی کے برابر موٹی ہو اور لمبائی زیادہ سے زیادہ ایک بالشت ہو (۵)۔ یہ بات کہ بالشت سے مراد استعمال کرنے والے کی بالشت ہے یا معمولی (اوسط درجے کا) تو ظاہر یہ ہے کہ دوسرا قول مراد ہے کیونکہ اکثر مطلق کہنے سے بھی مراد لیا جاتا ہے (۶)۔ مسواک انگوٹھے سے زیادہ موٹی نہ ہو (۷)۔ اور بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو کیونکہ اس سے زیادہ لمبی مسواک پر شیطان سوار ہو جاتا ہے (۸)۔ مسواک کا ایک بالشت ہونا اس کا استعمال شروع کرنے کے وقت ہے بعد میں استعمال کرتے کرتے چھوٹی ہو جانے کا مضافہ نہیں ہے (۹)۔ ابتدا میں اتنی چھوٹی نہیں ہونی چاہیے کہ جس کا استعمال کرنا دشوار ہو اور جب استعمال کرتے کرتے اتنی چھوٹی رہ جائے کہ اس کا استعمال کرنا دشوار ہو تو اسے دفن کر دیا جائے یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کسی تاپاک جگہ نہ ڈالیں کیونکہ یہ ادائے سنت کی چیز ہے اس لئے اس کی تعظیم کرنی چاہئے۔ (۱۰)۔ مسواک کو دائیں ہاتھ میں لے کر کرنا مستحب ہے کیونکہ ایسا کرنا منقول و متواتر ہے اور اس کے پکڑنے کی مستحب کیفیت آگے مسواک کرنے کے مسنون طریقے میں درج ہے (۱۱)۔ مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رخ پر اوپر نیچے پھرائے دانتوں کی لمبائی کے رخ یعنی اوپر سے نیچے کو نہ پھرائے کیونکہ اس سے مسوڑھے زخمی ہو جاتے اور ان کا گوشت اکھڑ جاتا ہے اور خون نکل آتا ہے۔ غزنوی نے کہا کہ دالوں کی لمبائی اور چوڑائی (دونوں) کے رخ سے کرے اور اکثر فقہانے پہلے قول کو اختیار کیا ہے (۱۲)۔ لیکن حلیہ میں ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ دانتوں کی چوڑائی میں اور زبان کی لمبائی میں مسواک کرے تاکہ دونوں طرح کی حدیث پر عمل ہو جائے پس مستحب یہ ہے کہ مسواک کو اوپر نیچے کے دانتوں کے ظاہر و باطن یعنی اندر اور باہر کی طرف اور ان کے ڈانڑھوں کے کناروں پر اور تالو پر ملے (۱۳)۔ پہلے دائیں جانب کے اوپر کے دانتوں پر ملے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانتوں پر ملے پھر دائیں جانب کے نیچے کے دانتوں پر پھر بائیں جانب کے نیچے کے دانتوں پر ملے یہ ایک بار ہو اس طرح تین بار کرے اور ہر دفعہ پانی سے تر کرے (۱۴)۔ دانتوں پر مسواک کرنے کی کوئی مقدار مسنون نہیں ہے بلکہ اس قدر کرے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی زردی دور ہو جانے کے متعلق اطمینان قلب ہو جائے پس اگر تین دفعہ سے کم میں اطمینان قلب حاصل ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ تین دفعہ مسواک کرنے کو پورا کیا جائے جیسا کہ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بارے میں حکم ہے، (۱۵)۔ مسواک موجود ہوتے ہوئے انگلی نکڑی کی مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتی لیکن اگر نکڑی کی مسواک نہ ملے یا کسی کے دانت ہی نہ ہوں یا اس کے منہ میں تکلیف ہو تو مسواک کا ثواب حاصل کرنے کے لئے انگلی یا کھردرا کپڑا اس کے قائم مقام ہو سکتا ہے (۱۶)۔ اور حلیہ میں کہا ہے کہ ایسی صورت میں خواہ کسی انگلی سے دانتوں کو

(۱)۔ غایۃ الاوطار (۲)۔ دروش و غیرہ مطلقاً (۳)۔ دروش و غیرہ (۴)۔ نا (۵)۔ دروش وغیرہ (۶)۔ ش

(۷)۔ علم الفقہ (۸)۔ دروش (۹)۔ ش (۱۰)۔ بہار شریعت (۱۱)۔ بحر دروش و مطلقاً (۱۲)۔ بحر دروش

(۱۳)۔ ش و مطلقاً (۱۴)۔ بحر دروش وغیرہ (۱۵)۔ ش (۱۶)۔ بحر دروش وغیرہ

عقل و قیہ شناس معلوم ہوتی ہیں (۱) ۶۔ ایذا دینے والی لکڑی یا میوہ و ریہ خوشبودار درخت کی شاخ مثلاً انار ریہ جان یا چنبیلی یا پائس کی شاخ سے مسواک کرنا (۲) ۷۔ دانتوں کے ٹول میں یعنی اوپر سے نیچے کو کرنا (۳) ۸۔ ایک ہاشت سے زیادہ لمبی مسواک کرنا کیونکہ اس کے زائد حصے پر شیطان سوار ہوتا ہے (۴) ۹۔ بیت الخلاء میں مسواک کرنا ۱۰۔ مسواک کو دونوں سروں کی طرف سے استعمال کرنا ۱۱۔ مسجد میں مسواک کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اس کے ذریعے مگدگی دور کی جاتی ہے اور مگدگی کے ازالے کی جگہ مسجد نہیں ہے، ۱۲۔ اگر مسواک میں میل کچل ہو تو اس کو وضو کے پانی میں داخل کرنا۔ (۵)

مسواک کرتے وقت کی دعا نہایت یہ میں درایہ سے مقبول ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ وَنَوِّرْ قَلْبِيْ وَطَهِّرْ لِنْدَبِيْ وَخَوِّمْ جَنْبِيْ عَلٰی النَّارِ "پارالہا! میرے منہ کو پاک فرما اور میرے قلب کو منور فرما اور میرے بدن کو پاک فرما اور میرے جسم پر آگ کو حرام فرما" دعائے دیگر اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ اَسْنَانِيْ وَشَدِّدْ لِسَانِيْ وَثَبِّتْ بِهٖ لِقَائِيْ وَتَابِرْ لِيْ فِيْهِ يٰ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اس کو علامہ نوویؒ نے شرح مہذب میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دعا اگرچہ اصل ہے لیکن اچھی دعا ہے (۶) ترجمہ اے اللہ میرے دانتوں کو جلا بخش اور اس مسواک کے ذریعے مسواحوں کو مضبوط بنا اور اس کے ذریعے میرے (خلق کے) کوئے کو مستحکم بنا اور اس میں میرے لئے برکت عطا فرما۔

تفرقات مسواک ۱۔ آج کل برش کرنے کا رواج بہت ہو گیا ہے اس لئے جانتا چاہئے کہ اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ برش خنزیر کے بالوں کا ہے تو اس کا استعمال کرنا بالکل ناجائز ہے اور اگر برش میں خنزیر کے بال ہونے کا شبہ ہو تو تب بھی اس کا استعمال نہیں کرنا چاہئے اگر برش بلاشبہ مصنوعی ریثوں کا ہو تو اس کا استعمال جائز و درست ہے مگر اس سے مسواک کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی لیکن اگر مسواک نہ ہونے کی صورت میں مسواک کی نیت سے برش استعمال کیا جائے تو مسواک کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ (۷) ۲۔ منجن کا استعمال جائز ہے لیکن محض منجن پر اکتفا کر لینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہ ہوگی اس لئے منجن کے ساتھ مسواک کا اہتمام بھی کرنا چاہئے (۸) اصل سنت درخت کی مسواک ہے وہ اگر میسر نہ ہو یا دانت نہ ہوں یا دانت یا مسوزموں کی خرابی کے باعث مسواک کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو ضرورتاً ہاتھ کی انگلیوں یا مونے کھر درے کپڑے سے یا منجن یا ٹوتھ پیسٹ یا برش سے مسواک کا کام لیا جاسکتا ہے یعنی مسواک کی نیت سے ان کا استعمال مسواک کے قائم مقام ہو جائے گا (مولف) مگر مسواک کے ہوتے ہوئے مذکورہ چیزیں مسواک کی سنت ادا کرنے کے لئے کافی نہیں اور مسواک کی سنت کا پورا اجر حاصل نہ ہوگا (۹) ۳۔ احناف کے نزدیک روزے کی حالت میں زول سے پہلے اور زوال کے بعد مسواک کا استعمال جائز و درست ہے خواہ مسواک تر ہو یا خشک ہو (۱۰) ۴۔ بلا جواز کسی کی مسواک استعمال کرنا مکروہ ہے ۵۔ احرام کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے (۱۱) ۶۔ اگر مسواک کرنے سے خون نکلنے لگے یا کوئی اور مرض پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں مسواک کرنا مستحب نہیں ہے، ۷۔ غسل میں بھی مسواک کرنا سنت ہے، (۱۲) ۸۔ ناہل بچوں کو بھی مسواک استعمال کرانی چاہئے تاکہ ان کو عادت ہو جائے۔ (۱۳)

(۱)۔ حاشیہ غایۃ الوطار، ص ۵۲ (۲)۔ درویش و مملکت (۳)۔ مستغادمن، بردش وغیرہا (۴)۔ ش و ط (۵)۔ فضائل مسواک

(۶)۔ فضائل مسواک (۷)۔ فضائل مسواک و کفایت المصلیٰ و فتاویٰ رحمہ مترجمہا (۸)۔ فضائل مسواک (۹)۔ فتاویٰ رحمہ

(۱۰)۔ غ وغیرہ من کتاب صوم (۱)۔ فضائل مسواک عن کتاب الاہل (۱۲)۔ ش و فضائل سوک (۱۳)۔ فضائل مسواک عن نووی

اقسام وضو

فرض: ۱۔ نماز کے لئے وضو فرض ہے جبکہ پہلے سے وضو نہ ہو خواہ وہ نماز فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل ہو (۱) ۲۔ نماز چٹا نہ کے لئے، ۳۔ سجدہ تلاوت کے لئے کیونکہ اس کے لئے بھی وہ سب چیزیں شرط ہیں جو نماز کے لئے شرط ہیں ۴۔ قرآن مجید کو بلا غلاف (بلا جزدان) چھونے کے لئے، اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور خواہ وہ آیت درہم یا دیوار پر لکھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید کو چھونے کے مسئلے میں آیات لکھی ہوئی جگہ اور خالی جگہ دونوں کو چھونے کا حکم یکساں ہے کہ بے وضو چھونا جائز نہیں ہے، بعض مشائخ نے کہا کہ بے وضو آدمی کے لئے قرآن مجید میں آیات لکھی ہوئی جگہ کا چھونا مکروہ ہے حواشی کا چھونا مکروہ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کا چھونا بھی آیات لکھی ہوئی جگہ کے چھونے کی، نہ ہا اتفاق منع و حرام ہے اگرچہ وہ حواشی فارسی (وغیرہ) میں ہوں۔ (۲)

واجب: خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے یا وضو ہونا واجب ہے (۳) اگر بے وضو طواف کرے گا تو جائز ہوگا مگر واجب کا تارک ہوگا (۴) پس اگر کسی شخص نے فرض طواف یعنی طواف زیارت بے وضو کیا تو اس پر دم (بکری ذبح کرنا) واجب ہوگا ورنہ اگر جنابت (غسل فرض ہونے) کی حالت میں طواف کیا تو اس پر بد نہ یعنی ایک سالم اونٹ یا سالم گائے ذبح کرنا واجب ہوگا، اور اگر واجب طواف مثلاً طواف وداع یا نفل طواف بے وضو کیا تو اس پر صدقہ (دوسیر گندم) واجب ہوگا اور اگر جنابت کی حالت میں کیا تو دم (بکری ذبح کرنا) واجب ہوگا (۵) اس کی تفصیل کتاب الحج میں ہے۔

سنت: ۱۔ سونے کے لئے (۶) جیسا کہ متعلق میں ہے کہ لیکن شرملائی وغیرہ نے اس کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور وضو کی نین ہی قسمیں قرار دی ہیں پس یاد رکھئے (۷) لیکن یہ بیان تعداد (وضو تین قسم کا ہونا) حصر کے لئے نہیں ہے اور اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وضو کبھی مکروہ بھی ہوتا ہے اور کبھی حرام بھی ہوتا ہے (۸) (جیسا کہ ان دونوں کا بیان آگے آتا ہے) مولف (طحاوی) میں ہے کہ سونے کے لئے وضو کرنا سنت مکروہ ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر سوتے وقت وضو نہ کرے تو جہنم کر کے سو جائے (۹) ۲۔ غسل جنابت و جنس و نفاس کے شراوع میں (۱۰) بعض نے اس کو سنت میں شمار کیا ہے لیکن کثر نے اس کو مستحبات وضو میں شامل کیا ہے اس لئے ہم نے مستحب وضو میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ (مولف)

مستحب: مستحب وضو کے موقع پر کثرت ہیں (مردم) ان میں سے مشہور یہ ہیں: ۱۔ طہارت کی حالت میں سونے کے لئے (۱۱) بعض نے اس کو سنت کہا جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن اکثر کے نزدیک یہ مستحب ہے، (مولف) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مستحب اس وقت ادا ہوگا جبکہ نیند آتے تک وضو قائم رہے پس اگر کوئی شخص وضو کر کے لیٹا پھر نیند آنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ گیا اس کے بعد سو یا تو وہ مستحب ادا نہیں ہوگا (۱۲) ۲۔ سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنا تاکہ فوراً طہارت حاصل ہو جائے۔ (۱۳) ۳۔ وضو کی محافظت کے لئے یعنی ہر وقت ہا وضو رہنے

(۱)۔ دروش و دم وغیرہ (۲)۔ موط (۳)۔ مسند احمد (۴)۔ ع (۵)۔ ط (۶)۔ در (۷)۔ ش

(۸)۔ ملاحظہ (۹)۔ حاشیہ انواع (۱۰)۔ علم الفقہ دم و ط (۱۱)۔ موع (۱۲)۔ ط (۱۳)۔ موط و ش

کے لئے نیا وضو کرنا (۱) اس کی تشریح یہ ہے کہ جب وضو ٹوٹ جائے اسی وقت پھر وضو کرے تاکہ ہر وقت ہاضمہ ہے (۲) ۴۔ وضو کے ہونے ہوئے اور وضو کرنا (۳) کیونکہ یہ نواری لور ہے لیکن یہ اس وقت مستحب ہے جبکہ ٹھیک تبدیل ہو جائے (۴) یا پہلے وضو سے کوئی ایسی عبادت مقصودہ ادا کی ہو جس کے لئے وضو کرنا شروع ہے (۵) ورنہ یہ اسرف ہے (۶) ۵۔ غیبت کرنے کے بعد (۷) ۶۔ جھوٹ بولنے کے بعد (۸) کیونکہ یہ دونوں (غیبت اور جھوٹ) باطنی نجاست ہیں (۹) (یہ دونوں فعل حرام ہیں لیکن اگر کبھی غلطی سے ایسا ہو جائے تو توبہ کرے، ورنہ اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے مولف) ۷۔ چٹائی کرنا کے بعد (۱۰) ۸۔ ہر گناہ کے بعد خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ (۱۱) اس میں گناہ پر ترغیب دینا مقصود نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی گناہ مرزد ہو جائے تو اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (مولف) ۹۔ بر اشعر پڑھنے کے بعد (۲) بر اشعر وہ ہے جو نعت و رکعتوں سے خالی ہو (۱۲) ۱۰۔ نماز کے باہر قیام کے ساتھ ہنسنے کے بعد (۱۳) نماز کے اندر قیام کے ساتھ ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور نماز کے باہر قیام سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹا لیکن اس کو نیا وضو کرنا مستحب ہے (۱۵) ۱۱۔ میت کو غسل دینے کے لئے (۱۶) اور میت کو غسل دینے کے بعد (۱۷) ۱۲۔ جنازہ اٹھانے کے لئے (۱۸) ۱۳۔ وضو ہوتے ہوئے ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا (۱۹) ۱۴۔ غسل جنابت و غسل حیض و نفاس کے شروع میں (۲۰) ۱۵۔ جماع کرنے سے پہلے (۲۱) ۱۶۔ جنسی شخص کو غسل کرنے سے پہلے کھانے پینے، سونے یا دوبارہ جماع کرنے کے لئے وضو کرنا (۲۲) جنسی کے لئے جس سے پہلے کھانے پینے کے لئے وضو کرنے سے مراد لغوی وضو ہے یعنی اپنے ہاتھ اور منہ کو دھو لینا اور دوبارہ جماع کرنے یا سونے کے لئے وضو کرنے سے مراد شرعی وضو ہے یعنی نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا (۲۳) ۱۷۔ حیض و نفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت وضو کرنا تاکہ عبادت کی عادت قائم رہے (۲۴) ۱۸۔ جب کسی کو غصہ آ جائے اس وقت وضو کرنا (۲۵) کیونکہ اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے (۲۶) ۱۹۔ چھوئے بغیر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے لئے (۲۷) ۲۰۔ علم حدیث پڑھنے اور اس کی روایت کرنے کے لئے (۲۸) ۲۱۔ علوم شرعیہ کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے (۲۹) ۲۲۔ اذان کے لئے (۳۰) ۲۳۔ اقامت کے لئے (۳۱) ۲۴۔ خطبہ کے لئے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو (۳۲) (یعنی ہر قسم کے خطبے کے لئے خواہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا ہو یا کوئی اور خطبہ ہو) (مولف) ۲۵۔ رسول کریم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے ۲۶۔ مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لئے ۲۷۔ قوف عرفات کے لئے ۲۸۔ سعی صفا و مرادہ کے لئے یہ عبادت کی ادائیگی اور ان مقامات کے شرف کی وجہ سے ہے (۳۳) ۲۹۔ اختلاف فقہاء سے بچنے کے لئے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد (۳۴) ۳۰۔ اسی طرح اختلاف فقہاء سے بچنے کے لئے ہر اس حالت میں وضو کرنا مستحب ہے جس میں ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور دوسرے کسی امام کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی قابل شہوت غیر محرمہ عورت کو چھونے کے بعد (۳۵) محرمہ عورت اور ناقابل شہوت یعنی بہت چھوٹی لڑکی کے چھونے سے بلا اتفاق وضو نہیں ٹوٹتا (۳۶) ۳۱۔ اسی طرح اپنی شرم گاہ کو ہاتھ سے چھونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے تاکہ اس کی عبادت

- | | | | | | | | |
|------------------------|----------|----------------|-----------|----------|----------|----------|-----------|
| (۱) - موش در حلقه | (۲) - ع | (۳) - موش در ع | (۴) - موش | (۵) - ط | (۶) - م | (۷) - ع | (۸) - موش |
| (۹) - م | (۱۰) - م | (۱۱) - م | (۱۲) - م | (۱۳) - م | (۱۴) - م | (۱۵) - م | (۱۶) - م |
| (۱۷) - مستادینش و غیره | (۱۸) - م | (۱۹) - م | (۲۰) - م | (۲۱) - م | (۲۲) - م | (۲۳) - م | (۲۴) - م |
| (۲۵) - م | (۲۶) - م | (۲۷) - م | (۲۸) - م | (۲۹) - م | (۳۰) - م | (۳۱) - م | (۳۲) - م |
| (۳۳) - م | (۳۴) - م | (۳۵) - م | (۳۶) - م | (۳۷) - م | (۳۸) - م | (۳۹) - م | (۴۰) - م |

بالاتفاق صحیح اور ہو (۱) ۳۲۔ کتب شرعیہ یعنی فقہ و حدیث اور عقائد کی تعلیم کے لئے ان کو چھوٹے وقت وضو کرنا (۲) کتب تفسیر میں جس جگہ قرآن مجید لکھا ہوا ہے اس کو بے وضو چھونا منع و حرام ہے یعنی اس کے لئے وضو فرض ہے اور جس جگہ قرآن مجید لکھا ہوا نہیں بلکہ تفسیر ہے اس کو چھونے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (۳) ۳۳۔ عورت کے محاسن پر نظر پڑنے کے بعد (۴) ۳۴۔ مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے وقت۔ (۵)

مکروہ: وضو کرنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا جبکہ پہلے وضو کے بعد مجلس تبدیل نہ ہوئی ہو یا اس سے کوئی ایسی عبادت مقصودہ ادا نہ کی ہو جس کے لئے وضو کرنا مشروع ہے۔
حرام: وقف اور مدارس کے پانی سے وضو کرنا۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

وضو کو توڑنے والی چیز حدیث ہے اور حدیث کی دو قسمیں ہیں یعنی حدیث حقیقی اور حدیث حکمی۔ حدیث حقیقی وہ نجاست ہے جو زندہ انسان کے جسم سے نکلے خواہ سبیلین یعنی مرد و عورت کے پیشاب و پاخانے کے مقام سے نکلے یا ان دونوں مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً زخم یا پھن یا ناک وغیرہ سے خون یا پیپ یا نکسیر یا تے وغیرہ نکلے اور سبیلین سے نکلنے والی چیز خواہ عادت کے مطابق ہو جیسے پیشاب یا خاندہ، منی، وادی، حیض و نفاس کا خون، یا عادت کی خلاف مثلاً استخاضہ کا خون، کیڑا، نکسری وغیرہ پس حدیث حقیقی کی دو قسمیں ہوں گی اور حدیث حکمی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ کوئی ایسا امر پایا جائے جو غالب طور پر نجاست حقیقی کے نکلنے کا سبب ہوتا ہے اس لئے احتیاطاً اس کو مسبب کے قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے مثلاً مباشرت کا حش، جنون، نشہ جس سے عقل جاتی رہے اور لیٹ کر یا کب لگا کر سونا اور دوسری قسم یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر کوئی نجاست جسم پر معلوم نہ ہو لیکن شرع نے اس کو حدیث یعنی نجاست قرار دیا ہو مثلاً نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسا (۶) پس وضو کو توڑنے والی چیزیں بارہ ہیں (لور) اور وہ یہ ہیں ۱۔ جو چیز سبیلین سے عادت کے طور پر نکلے، ۲۔ جو چیز سبیلین سے عادت کے خلاف نکلے، ۳۔ سبیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا کھنا، ۴۔ پیپ یا کچلو ہو کا کھنا، ۵۔ زخم یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی کا کھنا، ۶۔ تے، ۷۔ نیند، ۸۔ بے ہوشی و غشی، ۹۔ جنون، ۱۰۔ نشہ، ۱۱۔ قہقہہ، ۱۲۔ مباشرت کا حش۔ ان سب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (مولف)

جو چیز سبیلین سے عادت کے طور پر نکلے

۱۔ جو چیز سبیلین یعنی مرد و عورت کے پاخانہ کے مقام سے اور مرد کے ذکر اور عورت کی فرج سے نکلے وہ مطلق طور پر وضو کو توڑنے والی ہے۔ (۷) خواہ عادت کے طور پر نکلے والی ہو۔ (مثلاً پیشاب یا خاندہ) یا عادت کے طور پر نکلنے والی نہ ہو (مثلاً خون اور پیپ وغیرہ)۔ (۸)
۲۔ سبیلین سے عادت کے طور پر نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں یہ ہیں: پاخانہ، پیشاب، پاخانے کے مقام سے نکلنے والی ریح (پاد) منی، وادی، حیض و نفاس کا خون۔ (۹)

۳۔ پاخانہ خواہ تھوڑا نکلے یا بہت اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہی حکم پیشاب کا ہے اور پاخانے کے مقام سے نکلے ہوئی چیز کا بھی یہی حکم ہے۔ (۱)

۴۔ جو ریح (ہوا) مرد اور عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے صحیح مذہب کے موافق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (۲) اس لئے کہ یہ حقیقت میں ریح نہیں ہے بلکہ اس عضو کا اختلاج (پھڑکنے) ہے اور اگر اس کو ریح تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں گذرتی اور ریح بذات خود نجس اور وضو کو توڑنے والی نہیں ہے بلکہ نجس مقام سے گذرے کی وجہ سے وضو کو توڑتی ہے۔ (۳)

۵۔ جو عورت معصاة ہو یعنی عورت کا پیشاب و پاخانے کے مقام کا درمیانی پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک ہو گئے ہوں اس کی فرج سے ریح نکلنے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (۴) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک احتیاطاً اس پر وضو کرنا واجب ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے کیونکہ غالب طور پر ریح پاخانے کے مقام ہی نکلتی ہے (۵) اور بعض نے کہا کہ اگر اس میں بدبو ہے تو وضو واجب ہوگا ورنہ نہیں (۶) اس لئے کہ بدبو کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پاخانے کے مقام سے نکلے ہے، شیخ اسماعیل کی عبارت اس طرح ہے اور "بعض نے کہا کہ اگر اس کی آواز سنی جائے یا بدبو ظاہر ہو تو وہ حدیث ہے ورنہ نہیں"۔ (۷)

۶۔ اور جس عورت کا پیشاب اور وحلی کا مقام آپس میں مل کر ایک ہو گیا ہو تو صحیح قول کی بنا پر اس کے آگے کے مقام سے ریح خارج ہونے پر اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۸)

۷۔ سہیلین سے نجاست نکلنے سے مراد محض اس کا ظاہر ہو جانا ہے (۹) یعنی سہیلین سے نجاست کا نکلنا اس وقت حقیقی ہوتا ہے جبکہ اس کی تری کا ظہور مخرج کے سرے پر ہو جائے اگرچہ قلعہ اس کھال میں اتر آئے جس کی غتہ کرتے ہیں یہی صحیح (۱۰) پس اگر کسی مرد کا پیشاب عضو تناسل کی ڈبڑی میں اتر آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر قلعہ یعنی اس کھال میں آ جائے جس کی غتہ کی جاتی ہے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱۱) اور غسل کے بارے میں صحیح و مستند قول یہ ہے کہ قلعے کے اندر کا دھونا واجب نہیں اور یہ حکم دفع حرج کے لئے ہے اس لئے نہیں کہ یہ باطن کے حکم میں ہے (۱۲)

۸۔ اگر عورت کی فرج داخل سے پیشاب نکلا اور فرج خارج سے نہیں نکلا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱۳)

۹۔ جس مرد کا عضو تناسل کٹ گیا ہو مگر اس کے پیشاب کے مقام سے کوئی ایسی چیز نکلے جو پیشاب کے مشابہ ہو اگر وہ اس کے روکنے پر اس طرح قادر ہو کہ وہ چاہے تو روک لے اور چاہے تو خارج کر دے تب تو وہ پیشاب ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ اس طرح پر قادر نہیں ہے تو جب تک وہ نہ ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱۴)

۱۰۔ خصی کے متعلق جب یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ مردوں میں شامل ہے تو اس کی دوسری فرج بمنزلہ ذم کے ہے اس میں سے جو کچھ نکلے گا وہ جب تک نہ ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، سراج الوہاج و فتاویٰ قاضی خاں ذخیرہ و محیط سرخسی اور اکثر معتبرات میں اسی

(۱)۔ ع	(۲)۔ ع و بحر و غیرہ	(۳)۔ بحر و درش و غیرہ	(۴)۔ ع زیادہ ممنط و ش	(۵)۔ ش و غیرہ
(۶)۔ در	(۷)۔ ش	(۸)۔ ط و ش	(۹)۔ در	(۱۰)۔ م و در
(۱۱)۔ بحر و درش	(۱۲)۔ ش و دفع و در	(۱۳)۔ ع	(۱۴)۔ بحر و دفع	

طرح ہے (۱) فتح القدیر میں ہے کہ چٹائی کے متعلق جب یہ معلوم ہو جائے کہ وہ عورت ہے تو اس کا ذکر زخم کی مانند ہے اور اگر یہ معصوم ہو جائے کہ وہ مرد ہے تو اس کی فرج زخم کی مانند ہے (یعنی اس میں سے نکلنے والی رطوبت کے پینے سے وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں) اور دوسرے عضو سے (جو کہ بمنزلہ اصلی عضو کے ہے) اور رطوبت مصلیٰ ظاہر ہونے سے ہی وضو ٹوٹ جائے گا (۲) لیکن تبیین میں ہے کہ اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ (دونوں صورتوں میں) اس پر وضو واجب ہو جاتا ہے (۳) پس خلاصہ یہ ہے کہ چٹائی کے دونوں سوراخوں میں سے کسی ایک سے پیشاب نکلے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ بچے یا نہ بچے اور خواہ اس کا حال یعنی مرد یا عورت ہونا ظاہر ہو یا نہ ہو، تو ادا شیخ میں ہے کہ چٹائی مشکل کے بارے میں احوط کو اختیار کیا جائے گا اور وہ وضو کا ٹوٹ جانا ہے (۴) خیر الفقہاء میں کہہ چکے ہیں کہ یہی استدلال کرنا چاہئے۔ (۵)

۱۔ اگر کسی مرد کے عضو تناسل میں زخم ہو اور اس میں دوسرا زخم ہو، ان میں سے ایک سوراخ ایسا ہو کہ جس سے وہی چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستے سے بہتی ہے اور دوسرا سوراخ ایسا ہو کہ اس سے وہ چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستے سے نہ بہتی ہو تو پہلا سوراخ بمنزلہ ذکر کے سوراخ کے ہے جب پیشاب اس کے سرے پر ظاہر ہوگا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ بچے یا نہ بچے اور دوسرے سوراخ سے اگر کچھ رطوبت ظاہر ہو تو جب تک وہ نہ بچے وضو نہیں ٹوٹے گا اگر وہ رطوبت بچے گی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۶)

۲۔ اگر کسی شخص کو پیشاب نکلے کا خوف ہو اس لئے وہ پیشاب کے مقام میں روئی رکھ لے اور حال یہ ہے کہ اگر وہ روئی نہ رکھے تو پیشاب نکل آئے تو روئی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یعنی کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ شیطانی وسوسے سے بچنے کے لئے یہ کرنا مستحب ہے، اور جب تک پیشاب روئی میں ظاہر نہ ہو جائے اس وقت تک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۷)

۳۔ اگر کسی عورت نے اپنی فرج میں روئی رکھی اگر وہ روئی فرج خارج میں رکھی ہے اور اس روئی کا اندرونی حصہ یعنی فرج داخل کی جانب کا حصہ تر ہو گیا تو اس عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ وہ تری روئی کے بیرونی حصے تک پہنچے یا نہ پہنچے (۸) کیونکہ اس صورت میں فرج داخل سے تری کا نکلنا متیقن ہے اور یہ وضو کے توڑنے میں معتبر ہے کیونکہ فرج خارج قلف کی مانند ہے جس طرح میں قطرہ آجائے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس طرح فرج خارج میں قطرہ آنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے (۹) اور اگر عورت نے فرج داخل میں روئی رکھی اور روئی کا داخلی حصہ تر ہو گیا لیکن اس تری نے اس کے باہر والی جانب تک سرایت نہ کیا تو یہ حدیث نہیں ہوگا پس عدم خروج کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱۰) اور اگر کسی عورت نے اپنی فرج داخل میں روئی رکھی اور تری اس کی دوسری جانب سرایت کر گئی تو اگر وہ روئی فرج کے کنارے سے اوپر کی جانب یا فرج کے کنارے کے برابر ہو تو تری کا خروج پایا جانے کی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر روئی فرج کے کنارے سے نیچے (اندرونی) کی جانب ہو تو تری کے عدم خروج کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱۱) یہ سب احکام اس وقت ہیں جبکہ روئی باہر نہ نکل گئی ہو اور اگر روئی باہر نکل گئی ہو تو وہ حدیث ہے (یعنی ہر حال میں اس کا وضو ٹوٹ جائے گا) اگر کسی عورت نے حیض آنے سے پہلے اپنی فرج داخل میں روئی رکھ لی تو خواہ روئی کی صرف اندرونی جانب تر ہو یا تری باہر کی جانب تک سرایت کر جائے دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ وہ عورت حائضہ ہو جائے گی، کیونکہ دونوں صورتوں میں خون کا نکلنا پایا گیا۔ (۱۲)

۴۔ اگر کسی شخص کی کانچ (پاخانہ کی جگہ کا اندرونی حصہ) باہر نکل آئے اور اس کو ہاتھ یا کپڑے کے ذریعے اندر داخل کر دے تو

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ فتح دہر۔ (۳)۔ عرو۔ (۴)۔ بحر۔ (۵)۔ ع و ملکہ۔ (۶)۔ ع و فتح دہر۔

(۷)۔ ع و کبیری و متعلق۔ (۸)۔ بدائع و کبیری و بحر۔ (۹)۔ کبیری۔ (۱۰)۔ بدائع و کبیری و بحر و حرجا۔ (۱۱)۔ بدائع و بحر۔ (۱۲)۔ بدائع۔

اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس طرح کچھ نجاست اس کے ہاتھ کو لگ جائے گی (اور اس طرح نجاست کا خروج پایا جائے گا مولف) اور اگر خود بخود اندر چلی جائے مثلاً چھینک آئی اور اس کی وجہ سے کاٹج خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا (کیونکہ اس صورت میں نجاست کا خروج نہیں پایا گیا) اور شمس الدین امام شیخ علوائی نے ذکر کیا ہے کہ اگر کاٹج کے نکلنے کا یقین ہو جائے تو اس کے نکلنے ہی سے نجاست کے باطن سے باہر کی طرف نکلنے کے باعث وضو ٹوٹ جائے گا اور امداد میں اسی پر اکتفا کیا ہے۔ (۱) (حتیٰ طہا اسی پر فتویٰ ہونا چاہئے مولف)

۱۵۔ ہڈی اور ودی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جو منی شہوت کے بغیر نکلے اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا وہ کسی بلند جگہ سے گرا اور منی نکل آئی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۲) یعنی اس صورت میں اس پر غسل فرض نہیں ہوگا صرف وضو فرض ہوگا۔ منی و ودی اور ودی کی تشریح غسل کے بیان میں درج ہے، مولف)

سبیلین سے جو چیز خلاف عادت نکلے

۱۔ سبیلین سے جو چیز خلاف عادت نکلے وہ بھی وضو کو توڑنے والی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور خلاف عادت نکلنے والی چیزیں یہ ہیں استحاضہ کا خون، کیزا، کنکری، دھم کا گوشت اور حقہ کی ٹلی جو مقعد کے اندر غائب ہوگئی ہو یہ چیزیں اگر چہ اپنی نفسہ پاک ہیں لیکن ان کے نکلنے کے ساتھ کچھ نجاست بھی ضرور نکلتی ہے اگرچہ وہ تھوڑی ہو، اور پہلے بیاں ہو چکا ہے کہ سبیلین سے تھوڑی سی نجاست کے نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لئے ان میں سے کسی چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۳)

۲۔ کیزا یا پتھری اگر پاخانے کے مقام سے نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر عورت یا مرد کے پیشاب کے مقام سے نکلے تب بھی یہی حکم ہے (۴) پس اس پر بالاجماع وضو فرض ہے کیونکہ اس کے ساتھ کچھ رطوبت ضرور نکلے گی اور جس کا سبیلین سے نکلنا حدیث ہے اگرچہ وہ قلیل ہو۔ (۵)

۳۔ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کے سوراخ میں تیل پٹکائے اور پھر وہ تیل باہر نکل آئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ اپنے ذکر کے سوراخ میں تیل پٹکانے سے روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔ (۶) کیونکہ (حائل کی وجہ سے) اس کے ساتھ کوئی نجاست نہیں ملتی۔ امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے اور امام محمدؒ کا اس مسئلہ میں اضطراب ہے اور اگر عورت نے اپنی فرج داخل میں تیل پٹکایا تو بالاجماع اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس تیل کے باہر نکل آنے سے اس کا وضو بھی بالاتفاق ٹوٹ جائے گا۔ (۷)

۴۔ اگر تیل سے حقہ کی پھر وہ اس کی مقعد سے بہہ کر باہر نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا (۸) مرد کے ذکر (پیشاب کے مقام) میں تیل وغیرہ پٹکانے اور تیل سے حقہ کرنے میں فرق یہ ہے کہ حقہ کی صورت میں تیل نجاست کے ساتھ مل جاتا ہے بخلاف عضو تامل کے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حائل کی وجہ سے غسل نجاست سے نہیں ملتا۔ (۹)

۵۔ جو چیز بچے کی طرف سے اندر تک پہنچے پھر باہر نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اندر سے کچھ نہ کچھ رطوبت اس کے ساتھ ضرور لگ جاتی ہے اگرچہ اس چیز کا دخول پورا نہ ہو مثلاً اس کا ایک کنارہ ہاتھ میں ہو۔ (۱۰)

۶۔ اگر کسی شخص نے انگلی دبر (پاخانے کے مقام) میں داخل کی اور انگلی اندر غائب نہیں ہوئی تو اس مسئلہ میں تری اور بوکا اعتبار

(۱)۔ بخروج و دروش مستقطا	(۲)۔ ع	(۳)۔ بدائع تنریف	(۴)۔ ع و بحر و فتح و فی	(۵)۔ کبیری بربادۃ عن بحر و فی
(۶)۔ بحر و مدیہ و غیرہ	(۷)۔ کبیری	(۸)۔ ع و فتح و بحر	(۹)۔ فتح و بحر	(۱۰)۔ ع

کیا جائے گا بھی صحیح ہے۔ کیونکہ وہ ہر لحاظ سے داخل نہیں ہے (۱) اور اگر وہ پوری اندر غائب ہوگئی تو مطلق طور پر وضو ٹوٹ جائے گا (۲) اور اگر کسی عورت نے انگلی فرج میں داخل کی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ وہ تری سے خالی نہیں ہوگی، اگر کسی نے اپنی دہریں کوئی لکڑی مثلاً آہ حقہ کا سر وغیرہ داخل کیا اور اس کا ایک سر باہر ہا تو اس پر تری کے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا (یعنی اگر تری ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں) اور اگر وہ لکڑی پوری طرح اندر غائب ہوگئی تو بلا تفصیل مطلقاً وضو ٹوٹ جائے گا (۳) پس کسی شخص نے آہ حقہ کا سر اپنی دہریں میں داخل کیا پھر اس کو نکالا، اگر اس پر تری لگی ہوئی نہیں تھی تو وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وضو کو توڑنے والی چیز اندر سے نجاست کا نکلنا ہے نہ کہ کسی چیز کا داخل ہونا اور یہ حکم ہر اس چیز کے لئے ہے جس کو دہریں میں داخل کیا ہو اور اس کا ایک سر باہر ہو لیکن احوط یہ ہے کہ وہ وضو کر لے کیونکہ احتمال ہے کہ خفیف سی نجاست لگ گئی ہو کیونکہ اس صورت میں نجاست کا نکلنا غالب طور پر پایا جاتا ہے اور نہ لگنا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے (۴) اور اسی طرح اگر کھس اڑ کر دہر (پاخانہ کے مقام) میں داخل ہوگئی اور تری کے بغیر خارج ہوئی تب بھی اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۵) اس مسئلہ میں قاعدہ کا کلیہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز دہر کے اندر داخل کی اور وہ پوری طرح اندر غائب ہوگئی پھر اس کو نکالا یا وہ خود نکل آئی تو خواہ اس چیز پر تری ہو یا نہ ہو اس شخص پر وضو کا اعادہ اور روزے کی قضاء واجب ہے، اس لئے کہ وہ چیز مطلق طور پر اندر داخل ہوگئی ہے اور اندر والی چیز کے ساتھ ملحق ہوگئی ہے پس نجاست کا خروج یعنی اندر سے باہر نکلنا پایا گیا (۶) اور اگر کسی چیز کو اس طرح دہریں میں داخل کیا کہ اس کا کچھ حصہ اندر داخل ہو گیا اور اس کا ایک سر باہر ہا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اس پر اس روزے کی قضاء واجب نہیں ہوگی پھر اگر اس کو باہر نکالا، اور اس پر طہوت لگی ہوئی پائی تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (۷)

۷۔ اگر بچے کی پیدائش کے وقت کسی عورت کو نفاس کا خون نظر نہ آئے تو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور وہ عورت نفاستہ نہیں ہوگی، یہی صحیح ہے کیونکہ نفاس کا تعلق خون کے ساتھ ہے جو کہ پایا نہیں گیا اور طہوت نکلنے کی وجہ سے اس پر وضو واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر اعتیاداً غسل واجب ہوگا کیونکہ بظاہر یہی غالب طور پر تھوڑے خون سے خالی نہیں ہوگی قادی میں اس کو صحیح کہا ہے اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ (۸)

سمیلین کے علاوہ کسی اور جگہ سے خون کا نکلنا

۱۔ سمیلین (پیشاب و پاخانہ کے مقام) کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے خون وغیرہ نجاست کے نکل کر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۹)

۲۔ غیر سمیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصے تک بہ جائے جس کو پاک کرنے کا حکم ہے (ہدایہ و بحر وغیرہ) یعنی وہ بہہ کر بدن یا کپڑے کے اس حصے تک پہنچ جائے جس کا دھونا یا مسح کرنا واجب یا مستحب ہے۔ (۱۰)

۳۔ بہنے کی تعریف یہ ہے کہ زخم کے سرے سے اوپر کو اٹھ کر نیچے کو اترے، یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور یہی اصح و اولیٰ ہے اور سرخس نے اسی کو اختیار کیا ہے (۱۱) پس جب تک خون زخم وغیرہ کے سرے پر ہے اور اس سے اوپر کو اٹھ کر نیچے کو نہیں بہا اس وقت تک وہ بہنے کے حکم میں نہیں ہے۔ (۱۲)

(۱) بحر من خانیہ (۲) بحر (۳) فتح (۴) کبیری و دیگر (۵) بحر (۶) بحر و کبیری
(۷) بحر (۸) موطا (۹) م (۱۰) بحر و ملتقطا (۱۱) فتح و بحر و ملتقطا (۱۲) کبیری

۴۔ اگر کسی کی آنکھ کے زخم سے خون نکل کر آنکھ کے ایک گوشے سے بہہ کر دوسرے گوشے تک چلا جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ آنکھ کے اندر کا وضو یا غسل میں فرض یا واجب یا مستحب نہیں ہے۔ (۱) اسی طرح اگر کسی اور جگہ کے زخم کے اندر خون ایک جانب سے بہہ کر دوسری جانب چلا جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۲)

۵۔ اگر خون سر (دماغ) سے اتر کر ناک کی نرم جگہ تک آجائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۳) کیونکہ غسل جنابت میں اس حصہ کا وضو فرض ہے (۴) اسی طرح گرد دماغ سے خون جاری ہو کر ناک کی ہڈی تک آجائے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ ناک کی نرم جگہ تک نہ آئے ہو (۵) اس لئے کہ سب روزہ شخص کے لئے وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈال کر ادر پر کھینچتا کہ اس کے تحت حصہ تک پہنچ جائے سنت ہے۔ (۶)

۶۔ اگر کسی کے دماغ سے خون اتر کر کان کے اندر تک آجائے تو وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ غسل میں اس جگہ کا وضو فرض نہیں اور اگر کان کے سوراخ تک آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ نجاست کا نکلنا یعنی خون کا باطن سے ظاہر تک منتقل ہونا پایا گیا ہے (۷) اور یہ اس لئے ہے کہ وضو میں کان کے سوراخ کا مسح کرنا مستحب ہے اور غسل میں اس کا وضو واجب ہے۔ (۸)

۷۔ اگر کسی کی ناک میں زخم ہے اور اس زخم کے سرے سے خون بہا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا مگر چہ وہ خون اس کے نچھنے سے بہر نہ لے کیونکہ خون کا اپنی جگہ سے نکل کر بہنا پایا گیا۔ (۹)

۸۔ اگر بالصل خون کا بہنا نہ پایا جائے اور بالقوہ بہنا پایا جائے مثلاً خون لگتے ہوئے کو پونچھتا رہا اور پہنے نہ دیا اور وہ اتنا تھا کہ اگر وہ نہ پونچھتا تو بہ جاتا تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۰) پس اگر زخم سے تھوڑا سا خون نکلے اور زخم کے سرے پر ٹاپا ہو اس نے روئی یا کپڑے یا کسی اور چیز سے پونچھ دیا اس پر مٹی یا بکھڑا دی یا اس پر روئی وغیرہ رکھ دی اور اس نے اس کو خشک کر دیا پھر خون نکلا اور اس نے پھر ایسا ہی کیا اور چند بار اسی طرح کیا تو اس کو تنج کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ اگر نہ پونچھتا یا مٹی وغیرہ ڈال کر جذب نہ کرتا تو وہ بہہ جاتا یا نہیں پس اگر وہ بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں (۱) اور یہ بات اجتہاد اور گمان غالب سے معلوم کی جائے گی کہ وہ بہہ جاتا یا نہیں (۱۲) اور یہ جمع کرنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ ایک ہی مجلس میں یکے بعد دیگرے اس کو خشک کیا ہو لیکن اگر مختلف مجلس میں ایسا کیا ہو تو اس کو تنج نہیں کیا جائے گا (مکروث) (۲) اور پہنے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، مولف) اور اسی طرح اگر زخم سے خون نکل کر اس کے سرے پر ٹاپا ہو تو رہا ورو کوئی کھٹی اس کو چوستی رہی اگر وہ اس قدر تھا کہ اگر کھٹی نہ چوستی تو خود بخود بہہ جاتا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (۱۳)

۹۔ چھوٹی چھڑی، چھڑی، پھل، پتھر اور کھٹی وغیرہ کے خون چوس لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ ان کا پیا ہوا خون اتنا نہیں ہوتا جو کہ خود بہ سکے اور گر بڑی چھڑی یا چونک خون کو چوس کر پر ہو جائے تو وضو فاسد ہو جائے گا کیونکہ وہ خون اس قدر ہوگا کہ خود بہ سکے، مطلب یہ ہے کہ اگر تان خون پی لیا کہ اگر اس کو بدن پر چھوڑا جائے تو وہ بہ جائے اور جاری کی حد تک پہنچ جائے تب وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔ (۱۴)

۱۰۔ وضو کے توڑنے میں زخم کو دبا کر نکالے ہوئے اور خود بخود نکلے ہوئے خون وغیرہ کا حکم مختار قول کی بنا پر یکساں ہے (۱۵) پس اگر زخم، پھوڑا، پھنسی، دنبل و آبد وغیرہ کو دبا کر خون یا پیپ یا پانی نکالا اور وہ بہنے کی حد کو پہنچ گیا تو بعض کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا

(۱)۔ فتح و بحر دماغ (۲)۔ (۳)۔ فتح و بحر دماغ وغیرہ (۴)۔ فتح (۵)۔ ش (۶)۔ ط

(۷)۔ بدائع و کبیری (۸)۔ بد (۹)۔ بدائع (۱۰)۔ در (۱۱)۔ ع و بحر و بدائع و کبیری و غیرہ متعلقہ

(۱۲)۔ ش و منہ (۱۳)۔ بحر (۱۴)۔ ع و بحر و فتح و کبیری متعلقہ (۱۵)۔ در

کیونکہ وہ خود نہیں نکالا بلکہ لگا گیا ہے اور اس کو صاحب ہذا یہ نے اختیار کیا ہے لیکن صحیح و مفتی یہ قول یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ فتح القدیر میں اس کو اصح کہا ہے کہ اس لئے اخراج میں خراج بھی پایا جاتا ہے (۱) اور اگر خود بخود نکلے اور پہنے کی حد کو پہنچ جائے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائے گا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (مولف)

۱۱۔ اگر کسی شخص نے ناک سکی اور اسے جھپٹے ہوئے خون کا کتلہ لگا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ منجمد خون ہے حرارت طبع سے جل کر منجمد ہو گیا ہے اور دم نخس کے حکم میں نہیں رہا ہے، دم نخس وہ ہے جو بہہ کر نکلے پس اگر ناک نکلے سے بہنے والے خون کا قطرہ لگا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۲)

۱۲۔ اگر منہ یا دانتوں سے تھوک کے ساتھ خون مل کر آئے تو اگر خون غالب ہے یا برابر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا (۳) اور اگر خون مغلوب اور تھوک غالب ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۴) اور خون کے غالب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ گہرا سرخ ہوگا اور برابر ہونے کی علامت یہ ہے کہ کم سرخ یعنی نارنجی رنگ کا ہوگا اور خون کے مغلوب ہونے کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ پیلا ہوگا (۵) خون کا غالب ہونا اس کے بہنے والا ہونے پر دلالت کرتا ہے اور برابر ہونے کی صورت میں احتیاطاً وضو کرے کیونکہ غلبہ ظن یہ ہے کہ وہ خود بخود بہنے والا ہے۔ (۶)

۱۳۔ اگر کسی با وضو شخص نے (گاجر، مولیٰ گندیری وغیرہ) کوئی چیز چبائی یا کائی یا اس نے دانتوں میں خلال کیا یا مسواک کی اور اس چیز پر یا دانتوں پر خون کا اثر پایا تو جب تک وہ نہ بچے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۷) اور اس کے بہنے والا ہونے کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ منہ اور دانتوں میں جس جگہ سے خون نکلا ہو اس جگہ پر انگلی یا کپڑا رکھے اگر دوبارہ اس انگلی یا کپڑے پر خون ظاہر ہو تو گمان غالب یہ ہوگا کہ وہ خون بہنے والا ہے ورنہ نہیں۔

۱۴۔ ناک کی رینٹ (سنگ) میں خون ملا ہوا ہونے سے وضو کے ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا حکم وہی ہے جو تھوک میں ملے ہوئے خون کا اوپر بیان ہوا ہے۔ (۸)

۱۵۔ اگر کسی نے قصد کھلوائی اور اس سے بہت سا خون نکلا اور اس طرح سے بہہ گیا کہ دھم کے سرے پر نہیں لگا یعنی اس کے بدن پر نہیں لگا کہ جس کے پاک کرنے کا حکم ہے تو بھی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۹)

پیپ اور کچھ لہو کا نکلنا: غیر سہیلین سے نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں ان میں سے پیپ اور کچھ لہو بھی ہے (مولف) پیپ بھی وضو کو توڑنے میں خون کی مانند ہے (۱۰) پس اگر دھم سے خون یا پیپ یا کچھ لہو نکل کر بہ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا (۱۱) اس کے بعض مسائل کسی بیماری سے پانی نکلنے کے بیان میں مذکور ہیں (مولف)

کسی بیماری سے پانی نکلنا

۱۔ غیر سہیلین سے نکلنے والی جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں ان میں سے ایک کسی بیماری سے پانی کا نکلنا ہے (مولف)
۲۔ خون، پیپ، کچھ لہو، دھم کا پانی، آبلہ کا پانی، کسی بیماری کے باعث ناف، پستان، آنکھ اور کان سے نکلنے والا پانی، اصح توں کی بنا پر وضو کے توڑنے میں ان سب کا حکم یکساں ہے کہ ان کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۲) اگر کسی با وضو شخص کے کان، آنکھ، پستان اور ناف

(۱)۔ بخروج دوش وغیرہ مطلقاً (۲)۔ کبیری و غیر (۳)۔ م (۴)۔ کبیری وغیرہ (۵)۔ بخروج دوش (۶)۔ کبیری

(۷)۔ بخروج دوش و کبیری مترتباً (۸)۔ در (۹)۔ بخروج دوش عن منہ (۱۰)۔ د (۱۱)۔ بدائع (۱۲)۔ بخروج دوش و غوط و شترقا

سے پیپ یا کچھ لہو پانی کسی درد کے بغیر تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ درد کے ساتھ نکلنا زخم کی دلیل ہے (۱)۔ بحر الرائق میں ہے کہ پانی نکلنے کے بارے میں تو یہ تفصیل اچھی ہے لیکن پیپ اور کچھ لہو میں ٹھیک نہیں اس لئے یہ دونوں تو زخم کے بغیر نہیں ہوتے نہ لہو لائق میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے زخم اچھا ہو کر پیپ نکلے ہو اور یہ درد کا نہ ہونا ہی صحت کی علامت ہے (۲)۔ لکھیری میں بھی اسی کے موافق ہے اس میں ہے کہ مضمرات میں لکھا ہے اگر کان سے پیپ یا کچھ لہو نکلے گا اگر وہ بغیر درد کے نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ جب وہ درد کے ساتھ نکلا تو ظاہر ہے کہ وہ کسی زخم سے نکلا ہے، محیط میں مفسر الاثر حوالی سے اسی طرح فتویٰ منقول ہے اور اسی طرح ذخیرہ جمیع وسراج الوہاج میں ہے (۳)۔ پس صاحب بحر الرائق کا شبہ انتہا کے راقی نہیں رہا (۴)۔ لیکن علامہ شامی کی عہادت سے صاحب بحر الرائق کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ رد المحتار میں بحر و نہر کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ خون یا پیپ یا کچھ لہو کا نکلنا بیماری کی دلیل ہے اگرچہ بغیر تکلیف کے ہی نکلے اور تکلیف کے ساتھ نکلنا صرف پانی کے نکلنے کے ساتھ شرط ہے اس لئے کہ کان و آنکھ وغیرہ سے نکلنے والے پانی کا مضمر خون ہونا بیماری ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اور اس کی دلیل تکلیف کا ہونا ہے بخلاف خون و پیپ کے۔ اسی لئے فقہانے غیر سہیلین سے نکلنے والی چیز مثلاً خون و پیپ کچھ لہو کو مطلق طور پر وضو توڑنے والا بیان کیا ہے اور سوئے اس کے اور کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ اپنی جگہ سے نکلے اور اس جگہ تک بہہ جائے جس کو پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے لئے تکلیف یا بیماری سے نکلنے کی قید نہ متوں میں لگائی گئی ہے نہ شروع میں پس کان سے نکلنے والی پیپ یا کچھ لہو کے لئے تکلیف و بیماری سے نکلنے کی قید لگانا مشکل ہے کیونکہ یہ فقہ کے مطلق طور پر بیان کرنے کے مخالف ہے۔ (۵)

۳۔ اگر کسی کی آنکھ میں سے درد یا اورم یا کسی اور بیماری یا چیزندہ پانی کی وجہ سے پانی نکلتا ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر وہ پانی ہمیشہ بہا کرتا ہو تو اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کا امر کیا جائے گا اس لئے کہ احتمال ہے کہ وہ پیپ یا کچھ لہو ہو (۶)۔ پس وہ شخص معذور کے حکم میں ہے۔ (۷)۔ صاحب بحر نے کہا ہے کہ یہ استحباب کا امر ہے اور صاحب نہر نے اس کو قرینہ مرض کے باعث وجوب کا امر کہا ہے فتح القدیر و تہجدی وغیرہ سے اس کی تائید ہوتی ہے صیہ کہ فتح القدیر میں ہے کہ اس پر وضو کرنا واجب ہے اور تہجدی میں ہے کہ جس شخص کی آنکھ دکھتی ہو اور اس سے پانی بہتا ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور لوگ اس سلسلہ سے عاقل ہیں (یعنی وہ یہ نہیں جانتے کہ دکھتی ہوئی آنکھ سے پانی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مولف)۔ رد المحتار شامی میں ہے کہ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کی آنکھ دکھتی ہو اور اس سے پانی بہتا ہو اور پھر آنکھ کی تکلیف دور ہونے کے بعد بھی اس کی آنکھ سے کسی درد کے بغیر ہمیشہ پانی بہتا رہے؟ تو میں نے اس کو جواب دیا کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کو آنکھ دکھنے کی وجہ سے آنسوؤں کا جاری رہنا لائق ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اب بھی پانی کا جاری رہنا بیماری کی وجہ سے ہے اگرچہ اس وقت پانی کا نکلنا آنکھ کے دکھنے اور کسی درد کے بغیر ہے۔ (۸)

۴۔ فائدہ کسی زخم وغیرہ سے جو پانی یا پیپ یا کچھ لہو نکلتا ہے وہ نجس ہوتا ہے اس لئے کہ خون جب پک جاتا ہے تو پیپ بن جاتا ہے پھر اور پک جاتا ہے تو کچھ لہو بن جاتا ہے پھر اور پک جاتا ہے تو پانی بن جاتا ہے۔ (۹)۔ آنکھ، کان، اناف اور پستان سے درد کے ساتھ پانی کا نکلنا اس کے نجس ہونے کی یکنی نشانی ہے اس لئے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر درد کے ساتھ تو نہ نکلے لیکن کسی حاذق طیب و ڈاکٹر کی تشخیص سے یا علامات و سابقہ تجربہ کی بنا پر خود مریض کے غالب گمان سے اس کا زخم یا مرض سے نکلنا معلوم ہو تب بھی اس کا وضو ٹوٹ

(۱)۔ درد (۲)۔ شری و غایۃ الاوطار (۳)۔ ع (۴)۔ غایۃ الاوطار (۵)۔ ش (۶)۔ ع و بحر و روض و کبیری ملاحظا

(۷)۔ کبیری وغیرہ (۸)۔ ش (۹)۔ ہدایہ و فتح ملاحظا

جائے گا کیوں کہ اصل وجہ مرض ہے درد و علامت کے درجے میں ہے۔ (۱) آنکھ وغیرہ سے پانی نکلنے کے بارے میں لوگ بڑی لاپرواہی کرتے ہیں یا وضو نہیں کرتے اور نماز کے کپڑوں سے اس پانی کو پونچھتے رہتے ہیں، اس کے لئے الگ کپڑا رکھنا چاہئے جسے نماز کے وقت اپنے آپ سے الگ رکھ لے، مولف)

۴۔ اگر کسی کی آنکھ کی رگ میں سے ناسور کی طرح پانی بہا کرتا ہو تو وہ بمنزلہ زخم کے ہے جو کچھ اس کے اندر سے بہے گا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۲) پس جس شخص کی آنکھ سے ناسور یا زخم یا کسی اور بیماری کی وجہ سے بردت پانی جاری رہے تو وہ پیپ یا کچھ لہو کے احتمال سے احتیاطاً معذور کی طرح ہر وقت کی نماز کے لئے یہ وضو کرے اور تندرست لوگوں کی امامت نہ کرے اور انکار کر دیا کرے۔ (۳)
۵۔ اگر کسی آبے (یا پھوڑے) کو چھیل ڈالا (یا وہ خود چھیل گیا) اور اس میں سے پانی یا خون یا کچھ لہو یا پیپ نکلے، گر وہ زخم کے سرے سے بہہ گئی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر زخم کے سرے سے نہ ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ اس آبے کو چھیلنے سے پانی وغیرہ خود بخود نکلا ہو یا دبانے سے نکلا ہو دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے (۴) اور یہی صحیح ہے جیسا کہ اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ (مولف)
۶۔ اگر کسی چیز کو ناک کے راستے سے اوپر کھینچا اور وہ چیز سر (دماغ) تک پہنچ گئی پھر وہ چیز ناک یا کان کی طرف سے وہیں نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ سر نجاستوں کا محل نہیں اور اگر مہ کے راستے سے واپس نکلے تو امام کرختی نے ذکر کیا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اس کا حکم قے کی مانند ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک جو چیز دماغ میں پہنچ گئی وہ منہ کے رستہ سے اس وقت نکلے گی جب پہلے پیٹ میں پہنچ جائے گی۔ (۵) پس اگر وہ منہ پھر ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۶)

۷۔ اگر نہانے کی حاست میں کچھ پانی کان کے اندر داخل ہو گیا اور وہاں رکا رہا پھر ناک کے راستے سے نکلا تو اس پر یا وضو کرنا لازم نہیں آتا اور یہی اصح ہے لیکن اگر وہ پیپ یا کچھ ہو تو اب اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۷)

۸۔ اگر کان میں تیل ڈالا اور وہ دماغ میں کچھ ٹھہرا رہا پھر کان یا ناک کے راستے سے بہہ گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور امام ابو یوسفؒ نے منقول ہے کہ اگر منہ کے راستے سے نکلے گا تو اس پر وضو واجب ہوگا اس لئے کہ ان کے نزدیک اگر منہ سے نکلے گا تو معدے میں ہو کر آئے گا اور معدہ محل نجاست ہے پس وہ قے کے حکم میں ہوگا۔ (۸) (جیسا کہ اوپر (۶) میں بیان ہوا، مولف)

۹۔ زخم یا کان یا ناک یا منہ سے کیزا نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ای طرح جو گوشت زخم میں سے الگ ہو کر گر پڑا اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ وہ کیزا اور گوشت پاک ہیں اور جو رطوبت ان پر لگی ہوئی ہے وہ بہنے کی مقدار تک نہیں ہے، اور غیر سہیلین سے نکلنے والی رطوبت بہنے کی مقدار تک ہونے سے وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (۹) بخلاف اس کیزے کے جو دربر سے نکلے کہ اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۰) اس لئے کہ اس کی پیدائش نجاست سے ہے اور زخم سے نکلنے والا کیزا گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور گوشت پاک ہے اور اس کیزے پر جو رطوبت لگی ہوئی ہے وہ بہنے کی حد تک نہیں ہے۔ (۱۱) پس زخم سے کیزا نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۱۲) اور پیشاب یا پانے کے مقام سے کیزا نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ان دونوں مسکوں میں فرق کی توجیہ یہ تین طرح پر کی جاتی ہے اول یہ ہے کہ کیزے پر بہت تھوڑی رطوبت لگی ہوئی ہوتی ہے یعنی وہ بہنے کی مقدار تک نہیں ہوتی اتنی تھوڑی رطوبت اگر سہیلین سے نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور سہیلین کے علاوہ کسی جگہ سے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ دوم یہ کہ کیزا ایک جانور ہے جو اصل کے اعتبار سے پاک ہے اور پاک چیز اگر سہیلین سے

(۱)۔ مستفاد من بردش (۲)۔ ع د کیری و ش د ط فح (۳)۔ مستفاد من بردش و ط و غیرہ (۴)۔ ع د کیری و ش د ط فح و ط فح

(۵)۔ بدائع و (۶)۔ د (۷)۔ ع (۸)۔ ع (۹)۔ بردش (۱۰)۔ بدیع وغیرہ (۱۱)۔ بدائع (۱۲)۔ بردش

نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ ریح کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بخلاف غیر سستیں سے نکلنے کے جیسا کہ آنسو یا پسینہ کہ ان کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ سو یہ کہ زخم میں پیدا ہونے والا کیز کو شست سے پیدا ہوتا ہے پس وہ ایسا ہو گیا کہ گوشت کا ٹکڑا لگ ہو گیا ہے اس لئے اس کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جو کیز استسین سے نکلتا ہے وہ نجاست سے پیدا ہوتا ہے پس اس کا نکلنا ایسا ہے جیسا کہ سستیں سے نجاست کا نکلنا اور سستیں سے نکلنے والی چیز وضو کو زنی ہے۔ (۱)

۱۰۔ اگر سر زخم زخم درم کر گیا پھر اس سے پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو جب تک وہ درم سے تھوڑا نہ کرے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ درم کی جگہ کا دھونا واجب نہیں ہے پس نجاست کا اس جگہ تک پہنچنا نہیں پایا گیا جس کو پاک کرنے کا شرع نے حکم دیا ہے (۲) یہ حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ درم کی جگہ کو دھونا یا مسح کرنا ضرر کرتا ہو ورنہ ضرر نہیں کرتا تو چونکہ قدم کی جگہ کا دھونا واجب ہوگا اس لئے زخم سے نکلی ہوئی پیپ وغیرہ کے صرف درم کی جگہ تک پہنچنے اور اس سے تھوڑا نہ کرنے کی صورت میں بھی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کمالا علی۔ (۳)

۱۱۔ اگر زخم پر پٹی باندھی اور تری پٹی کے باہر کی طرف پھوٹ آئی یا پٹی اندر کی طرف سے تر ہو گئی اگر چہ تری باہر نہیں پھوٹی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۴) اس لئے کہ اس سے رطوبت کا بہن ظاہر ہو گیا (۵) فتح القدیر میں ہے کہ اس کا مطلب یوں سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہو کہ اگر اس پر پٹی نہ ہوتی تو وہ بہتا اس لئے اگر قیاس زخم پر پھرے پس وہ تر ہو جائے تو وہ پاک نہیں ہوتی جب تک زخم ایسا نہ ہو کہ بہتا ہو کیونکہ وہ (جب تک نہ سکے) محدث نہیں ہے (۶) اور اسی طرح اگر پٹی رو پر ت کی تھی اور تری ایک پر ت تک پھوٹ آئی تب بھی رطوبت پہنچنے والی ہونے کی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۷)

قے

- ۱۔ اگر با وضو شخص کو منہ بھر کرتے ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۸)
- ۲۔ قے سے وضو ٹوٹنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ وہ قے صغیر یا سودا یا بسہ خون یا کھانا یا پانی کی ہو بلغم کی قے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۹) اگر کسی کو صغیر یا سودا یا کھانا یا پانی کی قے منہ بھر کر ہو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱۰) اور اگر منہ بھر سے کم ہوئی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱۱)
- ۳۔ منہ بھر ہونے کی حد میں اختلاف ہے (۱۲) اور منہ بھر ہونے کی صحیح حد یہ ہے کہ اس کو وقت و مشقت کے بغیر نہ روک سکے (۱۳) یعنی اصح قول کی بنا پر قے آنے پر منہ کو بند نہ رکھ سکے (۱۴) یہی اشد ہے۔ (۱۵)
- ۴۔ اگر کسی نے پانی پیا پھر قے میں صاف پانی نکلا تو (منہ بھر ہونے کی صورت میں) اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱۶) پس کھانے اور پانی کی (منہ بھر) قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ صغیر نہ بھی ہو (۱۷) یعنی معدہ میں پہنچنے کے بعد وہاں سے ٹھہرا ہوا نورانی نکل گیا ہو تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا اور ہیٹ کی نجاست کیساتھ تھل جانے کے باعث نجس مغلطہ ہے اگر شیر خوار بچے نے دودھ پیچے ہی فوراً اسی وقت وہ دودھ نکال دیا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ منہ بھر ہونے کی صورت میں نجس مغلطہ ہے (۱۸) پس کوئی چیز کھانے یا پینے کے بعد فوراً اسی وقت اس کی قے ہو گئی ہو یا دیر میں ہوئی ہو دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ منہ بھر کر ہونے کی صورت میں نجس مغلطہ ہے اور اس سے وضو ٹوٹ جائے گا (۱۹) اور

(۱)۔ بحر (۲)۔ فتح در ردش (۳)۔ ش (۴)۔ دروغ و بحر و بدائع مستطفا (۵)۔ بدائع (۶)۔ فتح و بحر (۷)۔ بحر (۸)۔ بحر و دروغ و غیرہ (۹)۔ کنز الدہایہ بکیری وغیرہ (۱۰)۔ ع (۱۱)۔ بدائع (۱۲)۔ بحر (۱۳)۔ ع و بحر و دروغ (۱۴)۔ م (۱۵)۔ ش (۱۶)۔ ع (۱۷)۔ م (۱۸)۔ در تصرف (۱۹)۔ ط

اس کے بالمقابل جہنمی میں اور امام حسنؑ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے کھانا کھایا یا پانی پیا پھر فوراً اسی وقت اس کو قے ہو گئی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ وہ پاک ہے کیونکہ وہ متغیر نہیں ہوا پس وہ حدیث نہیں ہے اس لئے نہیں بھی نہیں ہے اور اسی طرح شیر خوار بچے نے دودھ پیا اور اسی وقت فوراً قے ہو گئی تب بھی یہی حکم ہے کہ وہ نجس نہیں ہے۔ بعض علما نے کہا کہ یہ مختار ہے۔ (۱) اور معراج اندر یہ وغیرہ میں اس کو صحیح کہا ہے (۲) پس تصحیح مختلف فیہ ہے (۳) اور ظاہر الروایت میں صحیح یہ ہے کہ پھینک کی نجاست کے ساتھ مل جانے اور سرایت کر جانے کے باعث وہ کھانا یا پانی یا دودھ بھی نجس ہو گیا بخلاف بلغم کے (۴) اور جب ظاہر الروایۃ وغیرہ ظاہر الروایۃ دونوں قول کی تصحیح کی گئی ہو تو ظاہر الروایۃ کو اختیار کرنا چاہئے اسی لئے صاحب درمختار وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے (۵) اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ وہ ظاہر پانی یا دودھ معدے میں پہنچ جائے اور وہاں ٹھہرے بغیر فوراً قے ہو جائے لیکن اگر معدے میں پہنچنے سے پہلے ہی قے ہو جائے اور وہ خوراک کی مال میں سے ہی نکل جائے تو بالاتفاق اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۶)

۵۔ اگر کسی نے بہت سے کیزوں یا کچھوں کی منہ بھر کر قے کی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۷) کیونکہ ان میں سے ہر ایک فی ذاتہ پاک ہے (۸) اور ان کے اوپر جس قدر نجاست لگی ہوئی ہے وہ تھوڑی ہے نہ بھر کر نہیں ہے (۹) اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱۰)

۶۔ اگر قے میں خون آئے تو وہ خون سے یا سر سے اترتا ہوگا یا معدے سے نکلے ہوگا اور وہ پہنچنے والا ہوگا سر سے اترتا ہے اور پہنچنے والا ہے تو بالاتفاق اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ خون بستہ ہے تو اس سے وضو بالاتفاق نہیں ٹوٹے گا، پہنچنے والا خون ہونے کی صورت میں وہ نکسیر کی مانند ہے اس لئے وضو کے ٹوٹنے میں اس کا بہنا اور تھوک پر غالب ہونا معتبر ہے اور اگر تھوک و خون برابر ہوں یعنی تھوک کا رنگ سرخی بالکل زور (بارقی) ہو تب بھی احتیاطاً وضو ٹوٹ جائے گا اور تھوک غائب اور خون مغلوب ہو یعنی تھوک کا رنگ ہلکا زور ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور یہی حکم دانوں سے خون نکلنے کا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) اور بستہ خون کے نکلنے سے اس لئے وضو نہیں ٹوٹتا کہ وہ خون ہونے کی صفت سے نکل چکا ہے اور اگر وہ خون معدے سے نکلا ہے اور بستہ ہے تو منہ بھر نہ ہونے کی صورت میں اس سے بھی بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اگر منہ بھر کر ہوگا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر معدے سے آنے والا خون بہتا ہوا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب کسی دوسری جگہ سے خون نکلنے کے مانند وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر نہ ہو اس لئے کہ یہ پھینک کے دھم سے نکلا ہے کیونکہ معدہ خون کا محل نہیں ہے یہی مختار ہے اور اسی کو اکثر مشائخ نے صحیح کہا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک منہ بھر کر نہ ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا وہ معدہ سے نکلنے کے باعث اس پر قے کا حکم لگاتے ہیں۔ (۱۱)

۷۔ اگر کسی نے منہ بھر بلغم کی قے کی اگر وہ بلغم سر کی طرف سے اترتا ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱۲) بالاتفاق کیونکہ وہ سب کے نزدیک حدیث نہیں ہے اور جو معدے سے نکلے اس میں اختلاف ہے (۱۳) پس جو بلغم معدہ سے نکلا ہے اس سے امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱۴) پس بلغم کی (منہ بھر) قے سے امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا دوسری طرف سے اترے یا معدے سے چڑھ کر نکلے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر سر کی طرف سے اترے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر معدے کی طرف سے چڑھے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ معدے کی نجاست سے

(۱)۔ فتح و کبریٰ و بحر و دہش (۲)۔ بحر (۳)۔ غلیظ الاوطار (۴)۔ کبیری دہش (۵)۔ دہش (۶)۔ بحر و طرد

(۷)۔ فتح و کبیری و بحر و دہش (۸)۔ کبیری دہش (۹)۔ کبیری (۱۰)۔ بحر و دہش (۱۱)۔ کبیری و مشلانی دہش و بحر وغیرہ

(۱۲)۔ دہش (۱۳)۔ دہش و ملخصا - (۱۴)۔ دہش وغیرہ

مل کر نجس ہو جاتا ہے اور طرفین کے نزدیک معدے کی نجاست اس میں نہیں وار ہونے کی وجہ سے سرائت نہیں کرتی اور جو اس کے اوپر لگی ہے وہ قلیل ہے جو وضو کو ٹرنے والی نہیں ہے۔ (۱) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خالص عظم کی تہ ہو یعنی اس میں کھانا وغیرہ کچھ ملا ہوا نہ ہو، پس اگر عظم کھانا وغیرہ کسی اور چیز سے مخلوط ہوگا تو اگر کھانا وغیرہ کا غلبہ ہوگا اور وہ کھانا وغیرہ حالت نفرد میں بقدر بھر کے ہوگا تو اس کا وضو ٹھٹ جائے گا اور اگر غلبہ عظم کا ہوگا اور عظم حالت نفرد میں بقدر منہ بھر کے ہوگا تو مسئلے میں وہی اختلاف جاری ہوگا اور جو اوپر بیان ہوا یعنی طرفین کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹھٹے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹھٹ جائے گا (۲) اور اگر کھانا اور عظم دونوں برابر ہوں اور دونوں الگ الگ منہ بھری مقدار کے ہوں تو کھانے کی وجہ سے بالاتفاق اس کا وضو ٹھٹ جائے گا در گردوں الگ الگ منہ بھری مقدار کے نہ ہوں تو بالاتفاق وضو نہیں ٹھٹے گا اور دونوں کو جمع کر کے منہ بھر کر ہوئے کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (۳)

۸۔ اگر تہ چند بار ہوئی اور تہ کا سبب محمد ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک حفرق تہ کو اندازے سے جمع کیا جائے گا اور یہی قول اصح ہے پس اگر جمع کرنے سے منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو وضو ٹھٹ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مجلس کے متحد ہونے کا اعتبار ہوگا (۴) یعنی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مجلس میں جتنی دفعہ تہ کرے گا اس کو جمع کیا جائے گا اور منہ بھر ہونے کی صورت میں وضو ٹھٹ جائے گا (۵) پس اگر تھوڑی تھوڑی تہ اس طرح سے آئے کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو منہ بھر ہو جائے تو امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر ان سب کا سبب ایک ہی ہو تو وضو ٹھٹ جائے گا در نہ نہیں ٹھٹے گا یہی صحیح ہے۔ (۵) اس لئے کہ احکام کا ان اسباب کی طرف نسبت کرنا اصل ہے لیکن اگر اسباب کی نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو سبب کی طرف نسبت نہیں کی جائے گی اور تہ کا سبب متلی ہے (۶) اور سبب کے متحد ہونے کا بیان یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ متلی ہو کر تہ آئی اور وہ متلی دور نہیں ہوئی بلکہ اسی متلی کی حالت میں دوبارہ تہ کی تو دونوں مرتبہ کی تہ کا سبب ایک ہی ہے اور اگر پہلی مرتبہ کی تہ کی متلی دور ہونے کے بعد دوبارہ تہ آئی تو سبب مختلف ہے (۷) اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر ایک ہی مجلس میں چند بار تہ آئی تو جمع کیا جائے گا در نہ نہیں۔ (۸) پس اگر ایک مجلس میں متعدد بار کی تہ کو جمع کرنے سے انداز امت بھر کے بقدر ہو جائے تو وضو ٹھٹ جائے گا اگرچہ ہر دفعہ نئے سرے سے متلی ہوئی ہو (۹) پس مسئلے کی چار صورتیں ہیں اول سبب و مجلس دونوں کا متحد ہونا۔ اس صورت میں بالاتفاق جمع کیا جائے گا، اور منہ بھر ہونے پر وضو ٹھٹ جائے گا۔ دوم سبب بھی مختلف ہو اور مجلس بھی متعدد ہو اس صورت میں ہر اتفاق جمع نہیں کیا جائے گا۔ سوم سبب متحد ہو اور مجلس متعدد ہو تو اس صورت میں امام محمدؒ کے نزدیک جمع کیا جائے گا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا چہرہ سبب مختلف ہو اور مجلس متحد ہو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمع کیا جائے گا امام محمدؒ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔ (۱۰)

۹۔ سوتے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلنے والی رال اگر سر کی طرف سے اترے تو بالاتفاق پاک ہے۔ (۱۱) اور اگر معدے کی طرف سے چڑھے تب بھی مفتی بہ قول کے مطابق پاک ہے (۱۲) اور ظاہر یہ ہے کہ اگر اس کو جمع کیا جائے اور وہ منہ بھر ہو جائے تب بھی پاک ہے (۱۳) پس رال مطلق طور پر پاک ہے خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ کی اور بد بو یا بو نہ ہو (۱۴) اور اس مفتی بہ قول کے بالقابل وہ قول ہے جس کو ابو نصر نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو رال پیٹ سے چڑھے اور زرد رنگ کی ہو یا بد بو یا بو نہ ہو وہ تہ کی مانند ہے اور

(۱)۔ کبیری دث (۲)۔ فتح دث د کبیری دث مترجم (۳)۔ ش (۴)۔ م دور (۵)۔ ع د کبیری دث مترجم (۶)۔ دور

(۷)۔ ع د کبیری دث (۸)۔ بحر (۹)۔ ش (۱۰)۔ بحر دث (۱۱)۔ م و فتح و بحر دور (۱۲)۔ م دور

(۱۳)۔ ۱ (۱۴)۔ علیہ الاطوار

جو سرے اترے وہ پاک ہے۔ خلاصے میں اس کی طہارت کو صحیح کہا ہے، اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس ہے، بخلاف امام محمد کے (۱) اور جنہیں میں ہے کہ اس پاک ہے خواہ کسی طرح کی ہوا اور اسی قول پر فتویٰ ہے (۲) بخلاف مردہ کی رال کے کہ وہ بلاشبہ نجس ہے۔ (۳) ۱۰۔ انسان کے بدن سے جو چیز ایسے لٹکے کہ جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں ہوتی جیسے تھوڑی سی تے، وراہ غروب جو تے نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (۴)

نہید

۱۔ لواطض حقیقہ کا بیان ختم ہوا اب لواطض حکمیہ کا بیان شروع ہوتا ہے، لواطض حکمیہ میں سے ایک نہید ہے۔ (۵)
۲۔ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ چپت یا پٹ یا کر دھت پر لیٹ کر سونے یا ٹیکہ یا کھنی یا کسی اور چیز پر اس طرح سے ٹیک لگا کر سونے کہ اگر اس چیز کو ہٹا لیا جائے تو سونے والا فضیض مگر پڑے اور سرین زمین سے جدا ہو جائیں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اور نماز وغیرہ میں سونے والے کا حکم بلا خلاف یکساں ہے (۶)
۳۔ اگر کسی دیوار یا ستون یا آدمی سے ٹیک لگا کر یا اپنے دونوں ہاتھوں پر ٹیکہ لگا کر اس طرح سو جائے کہ اگر اس سہارے کو ہٹ لیا جائے تو وہ گر پڑے پس اگر اس کے دونوں سرین زمین سے جدا نہیں ہیں تو امام ابو یوسفؒ سے ظاہر مذہب کے مطابق اس کا وضو نہیں ٹوٹنے گا اور اسی کو ہمارے اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے (۷) مگر چہ قدوری نے اس کو اختیار کیا ہے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن مگر اس کی معذرت میں سے جدا ہے تو بلا جہاں اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۸)

۴۔ اگر کھڑا ہوا یا بیٹھ ہو اسو جائے خواہ زمین پر ہو یا عماری میں ہو، روک کر تا ہو سونے یا سجدہ کرتا ہو اسو جائے اور وہ سجدہ کی حالت میں خواہ نماز میں سونے یا نماز کے باہر سونے مطلق طور پر کسی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن سجدے میں سو جانے کے لئے یہ شرط ہے کہ سجدہ ہیئت مسنونہ کے مطابق کیا ہو، اس طرح کہ اس کا پینٹ رالوں سے در اس کے بازو پسینوں سے جدا ہو، اگر اس ہیئت کے خلاف سجدہ کیا تو سجدے میں سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۹) چنانچہ چہیئے کہ سجدے کی حالت میں سو جانے سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ نماز کے اندر سونے یا نماز کے باہر سونے، تھخہ میں، اس کو صحیح کہا ہے اور غلامی میں ذکر کیا ہے کہ یہ ظاہر الذہب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ حدیث ہے (یعنی اس سے نماز وغیرہ نماز دونوں میں وضو ٹوٹ جائے گا) اور خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ظاہر اور روایت ہے لیکن ذخیرے میں ہے کہ پہلا قول ہی مشہور ہے اور بعض نے کہا کہ اگر غیر مسنون ہیئت پر سویا تو حدیث ہوگا (اور وضو ٹوٹ جائے گا) اور نہ نہیں، بدائع میں کہا ہے کہ یہ صحیح ہونے کے زیادہ قریب ہے مگر ہم نے اس قیاس کو حالت نماز میں حق کی وجہ سے ترک کر دیا کذاب فی التحلیہ مضمنا، اور زینبی نے بھی بدائع کی عبارت کو صحیح کہا ہے اور بحر الرائق میں بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور غلامی نے بھی شرح مدنیہ الکبیر میں اسی طرح کہا ہے لیکن اپنی شرح مدنیہ الصغیر میں سجدے کی ہیئت مسنونہ کو نماز اور خارج نماز دونوں کے لئے شرط قرار دیا ہے اور شرح وہابیہ میں ذکر ہے کہ محیط میں یہی قید ہے اور کہا کہ یہ صحیح ہے اور نور الایضاح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہیئت مسنونہ ہے جو کہ مردوں کے حق میں ہے جو ہیئت مسنونہ عورتوں کے لئے ہے وہ مراد نہیں ہے۔ (۱۰) عورتوں کے لئے سجدہ کرنے

(۱)۔ فتح و کرد وغیرہ الا دیوار حرمہا (۲)۔ ایضاً (۳)۔ در (۴)۔ بحر و جردش و مد وغیرہ عامۃ الکتب (۵)۔ بحر و جردش و مد وغیرہ عامۃ الکتب

(۶)۔ کبیری وہابیہ و بدائع و معنی (۷)۔ بدائع و جردش (۸)۔ بحر و جردش (۹)۔ بحر و جردش و مد (۱۰)۔ شمس معنی

کی مسنونہ ہیئت یہ ہے کہ پیٹ رالوں سے اور بازو پسیلوں سے ملے رہیں ور زمین پر بچھے ہوئے ہوں (مولف) پس اگر سجدے کی اس حالت میں سو جائے کہ اس کے بازو زمین پر بچھے ہوئے (اور پسیلوں سے ملے ہوئے) ہوں اور اس کا پیٹ اس کی رالوں سے ملے ہوا ہو تو مرد ہو یا عورت اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (۱) اور اس مسئلے میں سجدہ تلاوت کا حکم نماز کے سجدے کی مانند ہے اور سجدہ شکر کا حکم بھی امام محمد کے نزدیک اسی طرح ہے امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے اور بخود سہو میں سونے سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں مشائخ کا اختلاف منقول ہے (۲) اور یہ اختلاف کا منقول ہونا غلط ہونا چاہئے اس لئے کہ بخود سہو نماز میں واقع ہوتے ہیں پس ان میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۳) پس اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت میں سو گیا تو ہمارے ان تینوں ماسوں کے نزدیک حدیث نہیں ہے اور وضو نہیں ٹوٹنے کا جب کہ نماز کے سجدہ میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور سجدہ شکر میں بھی امام محمد کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدیث ہوگا اور بخود سہو میں حدیث نہیں ہوگا (۴) لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مفتی بہ اور معتد قول کی رو سے سجدہ کی مسنونہ ہیئت پر سو جانے سے مطلق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں سو جائے یا نماز سے باہر سوئے (مولف)

۵۔ اگر کوئی شخص چار زانو (چوکڑی مار کر) بیٹھ کر سو گیا اور اس کا سر اس کی رانوں پر ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۵)
۶۔ اگر کوئی شخص اپنے دونوں سرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنے کی حالت میں سو گیا اور اس کا پیٹ اس کی رانوں سے جا لگا، درودہ اندھا سونے کی مانند ہو گیا تو اس کا وضو ٹوٹنے کے بارے میں اختلاف منقول ہے بحر ارق و کبیری اور شامی میں اس مسئلے پر کافی کلام کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر جو کہ مبسوطین سے کفایہ میں منقول ہے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور یہی صحیح ہے۔ (۶)
۷۔ اگر کوئی شخص چار زانوں یا بیٹھنے کی کسی اور ہیئت پر سو گیا یا اپنے دونوں سرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھ کر سو گیا اور ان سب حالتوں میں اس کا بدن سپرد ہار ہا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان صورتوں میں اس کا پیٹ اس کی رانوں پر رکھ ہو نہیں سکتا ہے (پس اس کی مقعد دونوں ایڑیوں پر برقرار ہے) اس لئے ان صورتوں میں اس کے وضو کا نہ ٹوٹنا ظاہر ہے۔ (۷)

۸۔ اگر کوئی شخص اس طرح بیٹھ کر سو جائے کہ اس کے دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے ہوں در دونوں سرین زمین سے لگے ہوئے ہوں تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر ایک سرین پر بیٹھ کر سو گیا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۸)

۹۔ جن صورتوں میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ان سب میں ظاہر الروایت کے مطابق نیند کے غلبے سے سو جانے اور عمدہ سو جانے میں کچھ فرق نہیں ہے اور خواہ نماز کے اندر سو جائے یا نماز کے باہر سوئے اور خواہ رکوع میں سو یا ہو یا سجدے میں سب صورتوں کا حکم یکساں ہے، اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ نماز کے اندر عمدہ سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور پہلا قول یعنی خا ہر الروایت صحیح و مختار ہے۔ (۹)

۱۰۔ اگر کوئی اس طرح سے اکڑ و بیٹھا ہو کہ دونوں سرین زمین سے لگے ہوئے ہوں اور دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں سے حاطہ کر لے یا کپڑے وغیرہ کسی چیز سے اپنی پیٹھ اور دونوں پنڈلیوں کو حاطہ کر لے اور اسی طرح اگر اسی حالت میں اپنا سر اپنے گھٹنوں پر رکھ لے (جیسا کہ اکثر مراقبہ کرنے والے کرتے ہیں) تو اس حالت میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱۰)

۱۱۔ اگر کوئی شخص بیٹھ کر سو گیا پھر وہ منہ باپہو کے بل زمین پر گر پڑا پس اگر وہ گرنے سے پہلے یا گرنے کی حالت میں زمین پر اس کا پسو لگنے سے پیسے بیدار ہو گیا تو بلا جماع اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر گرنے کے بعد زمین پر پہلو لگتے ہی فوراً بیدار ہو گیا تب بھی امام ابو

(۱)۔ فتح و کبیری ملتقطاً (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ فتح (۴)۔ کبیری ملتقطاً (۵)۔ فتح و بحر وغیرہ (۶)۔ فتح و بحر و کبیری و شامی و غایۃ
الادوار ملتقطاً (۷)۔ کبیری (۸)۔ فتح و بحر و غ (۹)۔ فتح و بحر و ملتقطاً (۱۰)۔ کبیری و درویش و بحر

حنیفہ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر اس کی مقعد زمین سے اٹھنے سے پہلے ہوشیار ہو گیا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، اور اگر اس کے ہوشیار ہونے سے پہلے اس کی مقعد زمین سے اٹھ گئی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، ورنہ تو امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہے اور اگر مرکز زمین پر قرار پانے کے بعد یعنی گرنے کے ذرا دیر بعد ہوشیار ہوا تو (بالاجماع) اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کا لیت کر سونا پایا گیا۔ (۱)

۱۲۔ اگر بیٹھ کر سوا اور گرا تو نہیں لیکن بار بار آگے جھک جاتا ہے اور بعض دفعہ اس کی مقعد زمین سے جدا ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ جدا نہیں ہوتی تو ظاہر المذہب میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ حدیث نہیں یعنی اس کا وضو نہیں ٹوٹتا (۲) اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ غنہ کے باعث ان کے سر ہچکے کھاتے رہتے تھے پھر وہ نماز پڑھتے تھے اور نیا وضو نہیں کرتے تھے اور اس کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (۳) اور اگر بیٹھنے کی حالت میں سونے والے شخص نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا اور وہ بیدار ہو گیا تو خواہ اس نے ہاتھ کی جھٹلی زمین پر رکھی ہو یا ہاتھ کی پٹہ رکھی ہو جب تک وہ جگمگے سے پہلے اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھے گا اور اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۴)

۱۳۔ مریض اگر کوٹ پر لیٹ کر نماز پڑھتا ہو اسوچائے تو اس کے حکم میں مشائخ کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے (۵) اور اسی پر فتویٰ ہے (۶) اور سراج النواہج میں ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ (۷)

۱۴۔ اگر ایسے جانور پر سوار ہے کہ جس کی پٹہ تنگی ہے یعنی جس کی پٹہ پر زین یا نندہ نہیں ہے اور سوار گریا اگر وہ جانور کے بلندی کے طرف جانے پر ہوا زمین پر چلنے کی حالت میں سو یا تو یہ حدیث ہوگا اور اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ اس کی مقصد جانور کی پٹہ سے جمی نہیں رہے گی (۸) اور اس سے مذکورہ مسئلہ کی بھی تائید ہوتی ہے جس میں ایڑیوں پر سرین اور رانوں پر پیٹ رکھ کر بیٹھے ہوئے سونے کی حالت میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور فقہانے اس کو واضح کہا ہے۔ (۹)

۱۵۔ اور اگر ایسے جانور پر پر سور ہو جس کی پٹہ پر عماری یا زین یا پالان ہو اور سوار گریا تو خواہ وہ بلندی کی طرف یا ہوا زمین پر جا رہا ہو یا اترائی کی طرف جا رہا ہو دونوں حالتوں میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان سب حالتوں میں اس کی مقعد پٹی جگہ پر قائم رہے گی۔ (۱۰)

۱۶۔ اگر کوئی شخص خور کے سرے پر بیٹھ کر پاؤں خور میں لٹکائے ہوئے ہو اور سوا جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱۱)

۱۷۔ اوگھ آجانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ اس کے سرین زمین پر جمے ہوئے نہ ہوں کیونکہ یہ ہلکی سی نیند ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے قریب ہونے والی اکثر باتوں کو سمجھتا ہو (۱۲) پس اگر بیٹھے ہوئے آدمی کو اوگھ آجائے اگر گہری اوگھ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر ہلکی ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا، گہری اور ہلکی اوگھ میں فرق یہ ہے کہ اگر وہ اپنے قریب کی باتیں سنتا ہے تو وہ ہلکی اوگھ ہے اور اگر اس کو قریب کی باتوں کی خبر نہیں تو وہ گہری اوگھ ہے اور شمس الامراء سے یہی فتویٰ منقول ہے (۱۳) علامہ رحمہم اللہ نے کہا کہ انسان اپنے آپ پر دھوکا نہ کھائے کیونکہ بس اوقات اس کو گہری نیند ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ گہری نہیں ہے۔ (۱۴) (یعنی وہ اس کو ہلکی اوگھ سمجھ لیتا ہے اس لئے احتیاطاً

(۱)۔ فتح و کبیری دوش مرتباً (۲)۔ بحر و فتح و کبیری (۳)۔ فتح (۴)۔ بحر (۵)۔ بحر و فتح و بحر

(۶)۔ بحر (۷)۔ ش (۸)۔ بحر و کبیری و دوش مرتباً (۹)۔ کبیری (۱۰)۔ کبیری و دوش و بحر (۱۱)۔ بحر و

(۱۲)۔ فتح و بحر و کبیری و غیر ملخصاً (۱۳)۔ بحر (۱۴)۔ ش

ایسی حالت میں بھی وضو کر لینا چاہئے، مولف)

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سونے والے کی تیرہ حالتیں ہیں ان میں سے تین حالتیں وضو کو توڑنے والی ہیں وہ یہ ہیں ۱۔ کر دت پر یا جت یا پٹ سونا، ۲۔ ایک سرین پر سونا، ۳۔ دیوار یا ستون یا آدمی وغیرہ کے سہارے سونا کہ اگر سہارا ہٹ لیا جائے تو سونے والا گر پڑے اور دس سورتوں میں وضو نہیں ٹوٹتا یہ ہیں ۱۔ دو زانو بیٹھے ہوئے، ۲۔ چار زانو یعنی چوکڑی مار کر بیٹھے ہوئے، ۳۔ دونوں پاؤں ایک طرف کو نکال کر دونوں سرین زمین پر رکھے ہوئے، ۴۔ دونوں گھٹنے کھڑے کئے ہوئے اور دونوں سرین زمین پر رکھے ہوئے، ۵۔ دونوں اذیوں پر دونوں سرین رکھے ہوئے، ۶۔ جالور کی پیٹھ پر سوار ہو کر (سوائے نگلی پیٹھ پر سوار ہو کر اترائی کی طرف جانے کے کہ اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا)، ۷۔ پھل چتے ہوئے، ۸۔ قیام، ۹۔ رکوع، ۱۰۔ سجدے کی حالت میں۔ (۱)

فائدہ: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ لیٹ کر سونے سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا، صحیحین میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سو گئے یہاں تک آپ کے سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی اور آپ نے نیا وضو وضو نہیں کیا (۲) اس لئے کہ ایک اور حدیث میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا (۳) خیند کے علاوہ وضو کو توڑنے والی اور چیزوں سے انبیاء و علیہم السلام کا وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے کچھ یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ ان کی عظمت شان کے باعث ہے نہ نجاست کی وجہ سے، کیونکہ ان کے فضائل شریفہ و طاہر ہیں (۴) اسی طرح بے ہوشی و غشی سے انبیاء علیہم السلام کا وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے بارے میں مبسوط کے ظاہر کرم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کا وضو ٹوٹ جاتا تھا (۵) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح شفا میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وضو توڑنے والی چیزوں کے بارے میں است کی مانند ہیں سوائے خیند کے کہ اس کا استثنا احادیث سے ثابت ہے۔ (۶)

بے ہوشی و غشی: ۱۔ بے ہوشی خواہ تھوڑی ہو یا بہت اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۷) ۲۔ غشی بے ہوشی کے حکم میں ہے (۸) یعنی بے ہوشی ہی کی ایک قسم ہے (۹) اور یہ دونوں وضو کو توڑنے والی ہیں، (۱۰) ۳۔ چونکہ بے ہوشی میں تین سے زیادہ شدید سبب اختیار پایا جاتا ہے اس لئے بے ہوشی قیام و قعود اور سجود ہر حال میں حدیث ہے (۱۱) پس بے ہوشی کسی ہیئت پر بھی لاحق ہو جائے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بخلاف خیند کے۔ (۱۲)

جنون: ۱۔ جنون خواہ قلیل ہو یا کثیر بے ہوشی کی طرح اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۳) ۲۔ معتوہ (دماغی غلغلے) کا وضو نہیں ٹوٹتا، (۱۴) ۳۔ مجنون اور معتوہ میں یہ فرق ہے کہ جنون ایک ایسا مرض ہے جس میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور قوت زیادہ ہو جاتی ہے اور عقل زائل ہو جانے کے باعث وہ حدیث و غیر حدیث میں تمیز نہیں کر سکتا اس لئے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱۵) اور معتوہ کی عقل و سمجھ میں خلل آ جاتا ہے اور وہ منقطع الکلام اور فاسد التہذیب ہو جاتا ہے مگر وہ کسی کو مارنا نہیں اور نہ گالی دیتا ہے، ۳۔ معتوہ (سبک عقل) کے مکلف شرعی ہونے کے بارے میں فقہاء کے تین اقوال ہیں ایک یہ کہ ذی عقل بچے کی مانند ہے کہ وہ احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہے، دوسرا یہ کہ اس کا حکم دی عقل بچے کی مانند ہے سو عبادت کے کہ ہر عبادت کے خطاب کے وقت احتیاطاً اس سے وجوب ساقط نہیں ہوتا اور صدر الاسلام

(۱)۔ حاشیہ راء و ذخیرا (۲)۔ بحر دوش، فتح (۳)۔ بحر دوش (۴)۔ بہار شریعت (۵)۔ در (۶)۔ ش

(۷)۔ راء وغیرہ (۸)۔ در (۹)۔ شوط (۱۰)۔ در (۱۱)۔ بحر دوش، ملقط (۱۲)۔ ش

(۱۳)۔ بحر دوش و معترضاً (۱۴)۔ در (۱۵)۔ فتح ملقطاً

بوالیسر رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اس لئے کہ وہ (عت) جنون کی ایک قسم ہے جو وجوب کی بنا پر ہے کیونکہ وہ مناسک سے واقف نہیں ہوتا۔
تیسرا یہ کہ معتوہ ذی عقل بچے کی عبادات ادا کرنے کا مکلف نہیں ہوتا مگر یہ کہ جب اس کی کم عقلی دور ہو جائے تو فی الحال عبادت ادا کرنا
اور گزشتہ عبادات کا قضا کرنا اس پر واجب ہوگا جبکہ ان کے قضا کرنے میں کوئی حرج نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ عبادات قلیل ہوں اور اس بات کی تصریح
کی گئی ہے کہ وہ گزشتہ قلیل عبادات کو قضا کرے کثیر کو قضا نہ کرے اگرچہ وہ گزشتہ عبادات کا مکلف نہیں تھا اس کا حکم سونے والے اور بے ہوشی
والے کی مانند ہے تا باغ کی مانند نہیں ہے جبکہ وہ بالغ ہو جائے اور یہ (تیسرا قول) تحقیق کے زیادہ قریب ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ اس بات
پر سب کا اتفاق ہے کہ معتوہ کی عبادات کی ادائیگی صحیح ہے جن کے نزدیک وہ مکلف ہے ان کے نزدیک اس کی عبادات کی ادائیگی کا صحیح ہونا
ظاہر ہے اور جن کے نزدیک وہ مکلف نہیں ہے ان کے نزدیک اس لئے صحیح ہے کہ انہوں نے اس کو ذی عقل بچے کی مانند قرار دیا ہے اور اس
(ذی عقل بچے) کی عبادات کے صحیح ہونے کی تصریح کر دی ہے پس اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ دماغ میں خلل آ جانے سے معتوہ کا وضو نہیں
لوثا واللہ سبحانہ الموفق (۱) پس دماغی خلل وضو کو نہیں توڑتا کیونکہ اس حالت میں اس کی عبادت صحیح ہوتی ہے مگر چہ وہ مکلف نہیں ہوتا کیونکہ وہ
ذی عقل بچے کے حکم میں ہے یہ نہیں کہ اس کی عقل زائل ہو گئی ہے۔ (۲)

نفسہ: ۱۔ نفسہ بھی جنون و بے ہوشی کی طرح تھوڑا ہوا یا زیادہ وضو کو توڑتا ہے (۳) ۲۔ جو نفسہ عقل پر غالب آ جائے عدم تمیز میں
جنون کے معنی میں ہے اور اس کے ساتھ ہی نفسہ والے کے جواروں میں ذہیہا پن بھی آ جاتا ہے اور بے ہوشی و جنون و نفسہ والے شخص کے حق
میں لیٹ کر سونا یا قیام (وغیرہ) کی حالت میں سونا یکساں ہے کہ ہر حال میں اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴) ۳۔ نفسہ اور مستی اس سرور سے
عبادت ہے جو کسی شے لانے والی چیز کے استعمال سے عقل پر غالب ہو جائے پس اس کی وجہ سے انسان عقل کے موافق کام نہیں کر سکتا لیکن اس
کی عقل زائل نہیں ہوتی اسی لئے وہ خطاب شرع کے قائل باقی رہتا ہے اور بعض نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہے اور زوال عقل
کے باوجود اس کا مکلف ہونا زجر و توبخ کے طور پر ہے پہلے قول تحقیق ہے (۵) ۴۔ نفسہ کی حد جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بعض مشائخ کے
نزدیک یہ ہے کہ وہ عورت و مرد میں تمیز نہ کر سکے اسی قول کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہے۔ در صحیح وہ ہے جو شمس اللآئم حوائی سے منقول ہے اور
وہ یہ ہے کہ اس کی چال میں لغزش ہو یعنی وہ زکھڑاتا اور ادھر ادھر جھکتا ہوا چلے، بھنبی وغیرہ میں اسی کو صحیح کہا اور فتویٰ کے لئے اختیار کیا ہے (۶)
۵۔ بھنگ کے کھانے سے اگر چال میں لغزش آ جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا (۷) ۶۔ مرگی کے دورے کے بعد جب افاتہ ہو جائے تو
اس پر وضو کرنا واجب ہے۔

قہقہہ مارنا

۱۔ اگر باغ شخص بیداری کی حالت میں نماز کے اندر قہقہہ کے ساتھ (لغضہ مار کر) ہنسنے تو خواہ وہ عمارت سے یا سہواً اس کا وضو ٹوٹ
جائے گا۔ (۸)

۲۔ قہقہہ وہ ہنسی ہے جس کو ہنسنے والا اور اس کے پاس کے لوگ سُن لیں، یہ نماز اور وضو دونوں کو توڑتا ہے اور ایسی ہنسی جس کو ہنسنے
والا خود سُنے اور پاس والے لوگ نہ سُنیں اس کو خفک کہتے ہیں اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن وضو نہیں لوثا اور ایسی ہنسی جس کو نہ خود سُنے اور نہ
پاس والے لوگ سُنیں بلکہ صرف رات ظاہر ہوں اس کو تہسم کہتے ہیں اس سے نماز اور وضو دونوں ہی نہیں ٹوٹتے۔ (۹)

(۱)۔ بحر منہا (۲)۔ ۵۔ (۳)۔ کیری و کنزوع ملقطا (۴)۔ بدائع (۵)۔ بحر دلو و کیری

(۶)۔ عاوش و فتح و ط و کیری و بحر غیر ہا منہا (۷)۔ ط دور (۸)۔ م و غیرہ (۹)۔ بحر دلو و فتح و کیری و ط و غیرہ عامۃ الکتاب

۳۔ اگر نماز کے باہر قہقہے کے ساتھ ہنسنے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۱)

۴۔ بعض فقہاء کے نزدیک قہقہے سے وضو اس لئے ٹوٹ جاتا ہے کہ یہ حدیث ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک قہقہہ حدیث نہیں ہے بلکہ شریعت سے سزا اور حسیہ کے طور پر اس سے وضو ٹوٹنے کا حکم دیا ہے اور یہ قیاس کے موافق ہے، کیونکہ ہنسنے والے سے کوئی مذہبی نجاست خارج نہیں ہوتی اسی لئے یہ نماز سے باہر ہو تو وضو نہیں توڑتا، اسی دوسرے قول کو ترجیح ہے احادیث مرویہ سے بھی اسی کی موافقت ہوتی ہے۔ (۲)

۵۔ جو نماز کامل ہو اگرچہ حکماً ہو یعنی وہ نماز رکوع و سجود والی ہو یا رکوع و سجود کے قائم مقام امور والی ہو جیسے کہ معذور کا اشارہ سے نماز پڑھنا یا سواری کے جانور پر نفل یا فرض اشارہ سے پڑھنا، جن صورتوں میں ایسا کرنا جائز ہو ایسی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا احتلاف کے نزدیک نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے خواہ وہ عموماً یعنی یہ جانتے ہوئے ہنسنے سے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور خواہ اس کو یہ یاد نہ کہ وہ نماز میں ہے اور وہ سہواً ہنسنے اور خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ان سب کے لئے نماز اور وضو ٹوٹنے کا حکم یکساں ہے (۳) پس اگر کوئی شخص عذر کے باعث اشاروں سے نماز پڑھ رہا تھا یا سواری پر نفل نماز اشاروں سے پڑھتا تھا یا فرض نماز بھی عذر کی وجہ سے اشاروں سے پڑھتا تھا اور وہ قہقہے سے ہنسا تو اس کا وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے۔ (۴)

۶۔ نماز کامل کی قید سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ یا نماز سے باہر کے عمدہ عبادت میں قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اس کی نماز جنازہ در عمدہ عبادت باطل ہو جائے گا۔ (۵)

۷۔ نفل یا فرض نماز سواری پر اشارے کے ساتھ پڑھنا جائز ہونے کی صورت میں سواری پر نماز پڑھتے ہوئے قہقہے کے ساتھ ہنسنے سے وضو ٹوٹنے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی شہر یا گاؤں میں سوار ہو کر نفل نماز اشارے سے پڑھتے ہوئے قہقہہ کیسے نہ ہنسنے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس کو اشارے سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ ان کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے۔ (۶)

۸۔ اگر نماز کے اندر سوتے ہوئے قہقہہ مارا تو اس میں اختلاف ہے (۷) اور صحیح یہ ہے کہ اس سے وضو اور نماز دونوں نہیں ٹوٹیں گے، بعض کے نزدیک اس سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے کثر متاخرین نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے (۸) بعض کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، ورنہ باطل نہیں ہوگی اور بعض کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی و وضو نہیں ٹوٹے گا اور پساقول صحیح ہے یعنی اس کا وضو اور نماز دونوں نہیں ٹوٹیں گے (۹) اس لئے کہ وضو کا اعادہ زجر و حسیہ کے طور پر واجب ہوا ہے اور سونے وال معذور ہے۔ (۱۰)

۹۔ نماز کی حاست میں نابالغ کے قہقہہ مار کر ہنسنے سے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (۱۱)

۱۰۔ سہواً و نماز میں ہونا یا دہم ہوتے ہوئے نماز کے اندر قہقہہ مارنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور اس کے متعلق دو روایتیں ہیں و ترجیح اس کو ہے کہ نماز کے اندر قہقہہ مارنا خواہ قصداً ہو یا بد قصد اور خواہ نماز میں ہونا یا دہم ہوتے ہوئے ہو یا نماز میں ہونا یا دہم ہوتے ہوئے اور بھولے سے ہو، ان سب صورتوں میں یکساں حکم ہے کہ اس کا وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے، امام ربیع نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ (۱۲)

(۱) بدائع و معجم - بحرہ و کبریٰ و غیرہ ملخصاً (۲) بحرہ و کبریٰ و غیرہ ملخصاً (۳) کبریٰ و بحرہ و دروش ملخصاً (۴) ع - (۵) ع و بحرہ و کبریٰ (۶) بحرہ (۷) ع و (۸) ع و (۹) ع و (۱۰) ع و (۱۱) ع و (۱۲) بحرہ و دروش ملخصاً

۱۱۔ اگر نماز کا سلام پھرتے وقت یعنی بقدر تشہد آخری قعدہ کرنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے قہقہہ مارا اگرچہ اس نے نماز سے باہر ہونے کے لئے عدا ایسا کیا ہو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ وہ ابھی حرمت نماز میں ہے (اور نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) اور اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اس لئے کہ قہقہہ نماز کے جزو اخیر میں پایا گیا اور اس پر نماز کے فرائض میں سے کچھ باقی نہیں رہا ہے اور سلام کے ساتھ نماز سے باہر ہونا ترک ہو جانے کی وجہ سے اس کی نماز میں کوئی ایسا نقصان نہیں ہے جس سے نماز باطل ہو جائے۔ (۱)

۱۲۔ اگر امام اور مقتدیوں نے قہقہہ مارا پس اگر پہلے امام نے قہقہہ مارا تو امام کا وضو ٹوٹ گیا اور مقتدیوں کا وضو ٹوٹا کیونکہ امام کے قہقہہ کے ساتھ امام اور مقتدی سب کی نماز فاسد ہوگئی پس مقتدیوں کا قہقہہ ان کی نماز فاسد ہونے کے بعد یعنی نماز کے باہر واقع ہوا اور نماز سے باہر قہقہہ مارنے سے وضو ٹوٹا اور اگر پہلے مقتدیوں نے قہقہہ مارا پھر امام نے یہ امام اور مقتدیوں کا قہقہہ ایک ساتھ واقع ہوا تو سب کا وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ سب کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہوا ہے۔ (۲)

۱۳۔ اگر امام نے بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد نماز سے باہر ہونے کے لئے قہقہہ مارا یہ عدا حدث کیا اس کے بعد مقتدی نے قہقہہ مارا اگرچہ وہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹے گا، بخلاف امام کے عدا کلام کرنے یا عدا سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کے قہقہہ مارنے کے جس کی تفصیل آگے آتی ہے، مقتدی کا وضو اس لئے نہیں ٹوٹے گا کہ اس کا قہقہہ اس کے امام کے قہقہہ کے باعث اس کی نماز ٹوٹ جانے کے بعد واقع ہوگا اور اگر مقتدی نے اپنے امام سے پہلے یا اس کے ساتھ قہقہہ مارا تو مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہو ہے اور اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی (۳) اس لئے کہ مقتدی کا قہقہہ نماز کے آخری جز میں واقع ہوا ہے، مؤلف

۱۴۔ اگر امام نے بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد عدا کلام کیا یا عدا سلام پھیر اس کے بعد مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح قول کی بنا پر مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ امام کا کلام کرنا یا سلام پھیرنا دونوں فعل نماز کو ختم کرنے والے ہیں نماز کو فاسد کرنے والے نہیں ہیں پس قہقہہ کے وقت مقتدی حرمت نماز میں ہے اس لئے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ نماز پوری ہو جائے گی کیونکہ اس کا قہقہہ نماز کے آخری جز میں واقع ہوا ہے مؤلف) لیکن اگر امام نے قعدہ اخیرہ کے بعد عدا حدث کیا یا قہقہہ مارا تو چونکہ یہ دونوں فعل امام کے وضو کے توڑنے والے ہیں اس لئے ان دونوں صورتوں میں مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کا قہقہہ نماز کے باہر واقع ہوگا اس لئے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۴) (جیسا کہ اوپر بیان ہوا مؤلف)

۱۵۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے کسی شخص کا وضو ٹوٹ گیا پھر وہ اس قصد سے وضو کرے گیا کہ وضو کرنے کے بعد اسی نماز پر بنا کر کے مار کو پورا کرے گا پھر وضو کرنے کے بعد واپس آتے ہوئے راستہ میں وہ قہقہہ مار کے ہنسا تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، امام زکریاؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے (۵) اور اسی کو احوط کہا گیا ہے اور اس کی نماز کے باطل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے (۶) اگر پہلی نماز پڑھنا کرنے والا شخص سوزے یا سیر یا ہڈی یا رخم کی پٹی پر مسح کرنا یا بعض اعضاء وضو کا حصہ بھول گیا پھر اس نے نماز شروع کرنے سے پہلے یعنی نماز کے لئے آتے ہوئے راستے میں قہقہہ مارا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ وہ حکماً نماز میں ہے کیونکہ بنا کرنے والے کا آنا جانا نماز میں داخل ہے پس اس کا قہقہہ نماز کے اندر واقع ہوا اور اگر وہ نماز شروع کرنے کے بعد میں قہقہہ کے ساتھ ہنسا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ مسح بھول جانے کی وجہ سے اس کو طہارت حاصل نہیں ہے پس طہارت کے بغیر نماز پڑھنے سے

(۱)۔ دروش وم ذکیری و بحر ومحمد مطلقاً (۲)۔ بدائع ملخصاً و بحر (۳)۔ دروش و فتح (۴)۔ ش و بحر

(۵)۔ بحر و فتح و ش (۶)۔ بحر و ش

اس کی نماز باطل ہوگئی اور اس کا قہقہہ نماز کے باہر واقع ہوا اس لئے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا (۱) اور یہ مسئلہ امتحانی مسائل میں سے ہے (۲) یعنی طالب علم کے ذہن کی آزمائش کے لئے ہے کہ اس کو یہ مسئلہ آتا ہے یا نہیں اس سے یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز کے باہر واقع ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہوا کرتا ہے۔ (۳)

۱۶۔ وضو کے ساتھ نماز پڑھنے والے اور تیمم کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو قہقہہ مار کر پھینکے کا حکم یکساں ہے (بحر) پس جن صورتوں میں نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سب صورتوں میں اس سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴)

۱۷۔ اس بات پر ہمارے فقہاء کا اتفاق ہے کہ قہقہہ غسل کی طہارت کو نہیں توڑتا لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ غسل کے ضمن میں جو وضو حاصل ہوتا ہے اس کو توڑتا ہے یا نہیں اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ قہقہہ غسل کے ضمنی کو نہیں توڑتا کیونکہ یہ اس کے ضمن و صوم میں ثابت ہے پس جب غسل کو نہیں توڑتا تو اس کے ضمنی وضو کو بھی نہیں توڑے گا لیکن حنفیہ و فتح القدیر و نہر اتفاق وغیرہ میں متاخرین نے اس کو صحیح کہا ہے کہ غسل کے ضمن میں ہونے والا وضو بھی نماز کے اندر قہقہہ مارنے سے ٹوٹ جاتا ہے جمہور متاخرین کا بھی مذہب ہے (۵) پس غسل کرنے والے نے جب نماز میں قہقہہ لگایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی اب جب تک وہ تارہ وضو نہ کر لے اس کو نماز پڑھنا جائز نہیں یہی صحیح ہے۔ (۶)

۱۸۔ اگر کسی بے وضو شخص نے وضو کے بعض اعضاء کو دھویا پھر پانی قسم ہو گیا، اس نے تیمم کر کے نماز شروع کی اور اس نے نماز میں قہقہہ لگایا پھر اس کو پانی مل گیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ صرف باقی اعضاء کو دھو لے اور نماز پڑھے، امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وہ وضو کے تمام اعضاء کو دھوئے یعنی پورا وضو کرے اور یہ اس لئے ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک جن اعضاء کو وہ پہلے دھو چکا ہے ان کا دھونا باطل نہیں ہوا اور طرفین کے نزدیک ان کا دھونا باطل ہو گیا۔ (۷)

۱۹۔ نماز منظر میں قہقہہ مارا تو صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا (۸) نماز منظر میں وہ نماز ہے جو نس گمان سے شروع کی کہ ابھی نہیں پڑھی پھر نماز کے دوران یقین ہوا کہ وہ پڑھ چکا ہے ایسی نماز شروع کرنے سے لازم نہیں ہوتی پس اس کو توڑ دینے سے اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی خواہ وہ نماز فرض و واجب ہو یا سنت ہوں لیکن اگر نماز میں قہقہہ مارا تو صحیح قوس کی بنا پر اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے۔ (۹)

۲۰۔ اگر کسی ایسے امام کے پیچھے نماز شروع کی جن کی اتفاق اس کے لئے صحیح نہیں ہے پھر اس نماز میں قہقہہ مارا تو بالاتفاق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اسی طرح اگر کسی نے اپنی نماز باطل ہونے کے بعد قہقہہ مارا یا اپنی نماز سے باہر ہونے کے بعد قہقہہ مارا مثلاً آخری قعدے میں بیٹھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھریا پھر قہقہہ مارا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۱۰)

مباشرت فاحشہ

۱۔ وضو کے نواقص حکم یہ ہیں سے مباشرت فاحشہ یعنی مرد و عورت کی شرمگاہوں کا ثبوت کے ساتھ ملنا بھی ہے۔ (۱۱) پس مرد اور عورت کی شرمگاہوں کے ثبوت کے ساتھ ملنے سے امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ مدی (رطوبت) نہ نکلے کیونکہ ان کے نزدیک مباشرت فاحشہ حدیث ہے اور یہ استحسان ہے اس لئے کہ مباشرت فاحشہ سے ہڈی کا نکلنا غالب طور پر

(۱)۔ ش و ع (۲)۔ بحرود (۳)۔ ش و عایہ الادھار (۴)۔ ع (۵)۔ بحر مدوروش و فتح وغیرہ ملتقطاً (۶)۔ ع

(۷)۔ بحرود (۸)۔ ع (۹)۔ حاشیہ تعرف (۱۰)۔ حاشیہ بحر (۱۱)۔ بحر

پایا جاتا ہے اور غالباً وجوب کے حق میں متفق کی مانند ہوتا ہے، امام محمدؒ کے نزدیک جب تک ندی (رطوبت) نہ نکلے مباشرت فاحشہ حدیث نہیں ہے اور اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہ قیاس ہے، اس لئے کہ رطوبت کے نہ نکلنے کا یقین حاصل ہے کیونکہ بیداری میں حقیقت حال سے وقف ہوا ممکن ہے اور شیخین کے نزدیک رطوبت کے عدم خروج کا یقین ہونا ناقابل تسلیم ہے کیونکہ یہ لا پرواہی اور سہ خیالی کی حالت ہوتی ہے در بسا اوقات تھوڑی سی رطوبت لگتی ہے اس لئے وضو کے وجوب کا حکم دینے میں احتیاط ہے (۱) فتاویٰ عالمگیری میں ینایع کے حوالے سے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ اور نصاب سے اس کی تصحیح نقل کی ہے اور امام صاحب حقائق وغیرہ نے بھی اسی کو صحیح و مفتی بہ کہا ہے لیکن یہ قول اعتماد کے لائق نہیں بلکہ شیخین کا قول مستند ہے، حلیہ میں تحفہ سے منقول ہے کہ شیخین کا قول صحیح ہے مطلقاً وہی دور مختار وغیرہ میں اسی کو صحیح و معتد مفتی بہ کہا ہے اور متون فقہ میں یہی قول مذکور ہے۔ (۲)

۲۔ مباشرت فاحشہ سے مراد یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں جگہ ہو کر شہوت کے ساتھ اختشار کی حالت میں ایک دوسرے سے لپٹیں اور ان کی شرم گاہیں آپس میں مل جائیں (۳) یعنی مرد کا شہوت سے دکر کی استیلائی کے ساتھ عورت کی فرج یا پانچانے کے مقام کو کسی حائل کے بغیر یا ایسے ہار یک حائل کے ساتھ جو حرارت کا مانع نہ ہو مس کرنا، اس سے مرد و عورت دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴)

۳۔ پس جب مرد اپنی عورت کے ساتھ مباشرت فاحشہ کرے اس طرح پر کہ دونوں جگہ ہوں اور مرد کو شہوت سے متاثر ہو اور دونوں کی شرم گاہیں مل جائیں تو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، رحمہما اللہ کے نزدیک اختتام دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک رطوبت نہ نکلے ان کا وضو نہیں ٹوٹے گا یہ قیاس ہے (۵) پس امام محمدؒ کا قول قیاس کے زیادہ نزدیک ہے اور شیخین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ (۶)

۴۔ اگر ننگے مرد و عورت کی شرم گاہیں مل جائیں تو عورت کا وضو ٹوٹنے کے لئے مرد کے ذکر کا اختشار شرط نہیں ہے مستمر کا وضو ٹوٹنے کے لئے اختشار و ذکر شرط ہے (۷) پس اگر مرد نے اپنے دکر سے عورت کی شرم گاہ کو غشیر کے بغیر مس کیا تو عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن مرد کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۸)

۵۔ اگر مرد یا دو عورتیں یا مرد اور نابالغ لڑکا مباشرت فاحشہ کے مرتکب ہوں جیسی شہوت کے ساتھ اپنی شرم گاہوں میں ملا لیں تب بھی شیخین کے نزدیک ان کا وضو ٹوٹ جائے گا (۹) (اور یہ فعل نہایت بر اور کبیرہ گنہ ہے، مؤلف)

۶۔ مباشرت فاحشہ کے بغیر مرد و عورت کے ایک دوسرے کو چھونے سے یا کسی بے ریش لڑکے کو چھونے سے احناف کے نزدیک مطبق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا خواہ شہوت کے ساتھ چھوئے یا شہوت کے بغیر چھوئے لیکن اختلاف فقہاء نے چھونے کے لئے اس کو وضو کر لینا حاصل پر جبکہ وہ امام ہو مستحب ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ اس نے شہوت کے ساتھ مس کیا ہو یا بغیر شہوت کے مس کیا ہو اور امام مالک امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک شہوت کے ساتھ مس کیا تو وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (۱۰) اور کسی طرح اپنے یا کسی دوسرے کے پیشاب یا پانچانے کے مقام کو چھونے سے یا گ۔ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے حنفی کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے (۱۱) لیکن اس کو ہاتھ دھو لینا مستحب ہے۔ (۱۲)

(۱) - کبیری و بدیع فتح و غیرہ مترجم (۲) - شاعلیہ الاوطار وغیرہ ملقطاً (۳) - فتح دمشترجم (۴) - موط (۵) - عریضہ

(۶) - مجمع و (۷) - شریعہ (۸) - بہار شریعت (۹) - کبیری و بحر و (۱۰) - جرد و کبیری وغیرہ ملقطاً

(۱) - کبیری و جرد و بحر وغیرہ (۱۲) - در

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ دس ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ اس قدر خون کا نکلنا اور ظاہر ہونا جو اپنے نکلنے کی جگہ سے بہنے کی حد تک کا نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، ۲۔ زخم و فیروزہ سے خون کے بہے بغیر گوشت کا گرنا کیونکہ وہ فی نفسہ پاک ہے، ۳۔ زخم یا کان یا ناک سے کیڑے کا نکلنا کیونکہ وہ فی نفسہ نجاست نہیں ہے اور اس پر جو رطوبت لگی ہوتی وہ ہے اتنی قلیل ہوتی ہے کہ بہنے کی حد تک نہیں ہوتی بخلاف اس کیڑے کے جو پاخانہ کے مقام سے نکلتا ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ نجاست سے پیدا ہوتا ہے اس لئے فی نفسہ نجاست ہے، لیکن زخم اور کان اور ناک سے نکلا ہوا کیڑا، گر پانی وغیرہ کسی مانع میں گر جائے تو اس کو ناپاک کر دیتا ہے، ۴۔ مرد و عورت کے پیشاب یا پاخانے کے مقام کو چھونے سے مطلق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا خواہ باطن کف (تھیلی) سے چھوئے یا اس کے بغیر اور خواہ شہوت سے چھوئے یا اس کے بغیر چھوئے، ۵۔ عورت کو چھونا، پہلے قسام وضو و ناقص وضو میں بیان ہو چکا ہے کہ اختلاف عام سے نکلنے کے لئے پیشاب و پاخانہ کے مقام کو چھونے اور عورت کو مس کرنے صورت میں نیا وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ عبادت کا تحقق علیہ ہونا مختلف فیہ ہونے سے بہتر ہے، ۶۔ منہ سے لم مقدار میں تے کرنا، ۷۔ صرف انعم کی تے کرنا اگرچہ بہت زیادہ (یعنی منہ بھر کر) ہو، کیونکہ خالص غلم کی تے امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک پاک ہے اس لئے کہ اس میں نجاست سراست نہیں کرتی بخلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ۸۔ پیشہ کر سونے والے کا اس قدر جھک جانا کہ اس کی مقعد کا اپنی جگہ سے اٹھ جانے کا احتمال ہو، ۹۔ دونوں سرین زہیں یا پاؤں وغیرہ پر جائے ہوئے ہونا، ۱۰۔ نماز کی حاست میں سونا، اگرچہ رکوع یا سجدہ کی حاست میں ہو جبکہ سجدہ مردوں کے مسنون طریقے پر کر رہا ہو اور اگر مردوں کے مسنون طریقے کے خلاف سجدہ کر رہا ہو اور اس میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ (۱) (ان سب کی تفصیل و ناقص وضو میں بیاں ہو چکی ہے، مولف)

وضو میں شک ہو جانے کے مسائل

۱۔ اگر وضو کے درمیان میں کسی عضو کو دھونے یا مسح کرنے میں شک ہو کہ ایسا کیا ہے یا نہیں اور یہ شک اس کو پہلی دفعہ ہوا تو اس عضو کو دھو لے یا مسح کر لے یعنی غسل والے عضو کو دھو لے اور مسح والے عضو کا مسح کرے، اور اگر اس کو اکثر شک ہوتا ہے اور اس کو شک کی عادت ہے تو شک کی طرف التفات نہ کرے اور شک والے عضو کے دھونے یا مسح کرنے کا اعادہ نہ کرے۔ (۲)

۲۔ اگر وضو سے فارغ ہونے بعد شک ہو تو اس کی طرف التفات نہ کرے خواہ پہلی دفعہ شک ہو یا ہو یا اس کو شک کی عادت ہو اور جب تک اس کو اس عضو کے نہ دھونے کا یقین نہ ہو جائے وہ شخص یا وضو ہے اس کو اس عضو کا دوبارہ دھونا فرض نہیں ہے (۳) اور اگر یقین کے ساتھ یاد آئے تو دھونا فرض ہے (غلام یہ ہے کہ وضو کے دوران کسی عضو کے دھونے یا مسح کرنے میں پہلی دفعہ شک ہونے کی صورت میں اس عضو کو دوبارہ دھونا یا مسح کرنا فرض ہے اور کسی صورت میں نہیں، مولف)

۳۔ اگر کسی کو یقین ہے کہ اس نے وضو کیا تھا، اور اس کے بعد وضو ٹوٹنے میں شک ہو تو اس کا وضو باقی ہے (لیکن اگر کبھی کبھی ایسا شک ہوتا ہو تو اس کو دوبارہ وضو کر لینا مستحب ہے) (۴) اور اس کے برعکس اگر کسی شخص کو وضو ٹوٹ جانے کا یقین ہے اور اس کے بعد وضو کرنے میں شک ہو تو وہ بے وضو ہے پس اس پر وضو کرنا فرض ہے کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا (کبیری و راج و بدائع و رد و فتح وغیرہ) اور اس (شک کے) مسئلے میں تحریر (انگل کے ذریعے گمان غالب ہوتا) پر عمل نہ کرے۔ (۵)

۳۔ اگر وضو اور حدث دونوں کا یقین ہے اور اس میں شک ہے کہ پہلے وضو تھا یا حدث، تو وہ شخص شرعاً پاؤں وضو ہے اس لئے کہ غالب طور پر وضو حدث کے بعد ہوتا ہے اور یتیم کرنے والا بھی شک کے مسئلہ میں وضو کرنے والے کے حکم میں ہے (۱) یعنی اگر یتیم کا یقین ہے اور بے وضو ہونے میں شک ہے یا حدث کا یقین ہے اور یتیم میں شک ہے تو یقین پر عمل کرے اور شک کی طرف انکسار نہ کرے اور اگر یتیم اور حدث دونوں کا یقین ہے اور تقدم دنا میں شک ہے تو اس شخص کا یتیم قائم ہے۔ (۲)

۵۔ اگر کسی کو یقین ہے کہ اس نے اعضائے وضو میں سے کسی عضو کو نہیں دھویا اور بھول گیا کہ وہ کونسا عضو ہے، اور اس کو متعین کرنے میں شک ہو تو وہ بائیں پاؤں کو دھو لے اس لئے کہ یہ وضو کا آخری عمل ہے (۳) پس نسیان کی طرف یہی اقرب ہے، ربی یہ بات کہ اگر صورت مذکورہ میں بائیں پاؤں کے دھونے کا یقین ہو تو خطا ہر یہ ہے کہ اس سے پہلے عضو کا اعتبار ہوگا (۴) مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جبکہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ شک ہوا ہو۔ پس اگر وضو کے درمیان میں یہ شک ہوا ہو تو جتنا وضو کر چکا ہے اس کے آخری عضو کو دھوئے مثلاً اس کو معصوم ہے کہ ابھی پاؤں نہیں دھوئے اور اس کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ اس نے دونوں پاؤں سے پہلے کوئی فرض ترک کر دیا ہے اور اس میں شک ہے کہ وہ کونسا فرض ہے تو وہ اپنے سر کا مسح کرے۔ (۵)

۶۔ امام محمد سے روایت ہے کہ اگر کسی پاؤں وضو شخص کو یہ یاد ہے کہ وہ قضاء حاجت کے لئے بیت الخلا میں داخل ہوا اور اس بارے میں شک ہے کہ قضاء حاجت سے پہلے باہر نکل آیا ہے یا قضاء حاجت کے بعد نکلا تو اس پر نیا وضو کرنا واجب ہے اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ قضاء حاجت کے بعد باہر نکلا ہے اور اسی طرح کسی بے وضو شخص کو یہ معلوم ہے کہ وہ وضو کے لئے پانی کا برتن نے رہ بیٹھا ہے اور اس کو شک ہے کہ اس نے وضو کیا ہے یا وضو کرنے سے پہلے کھڑا ہو گیا ہے تو اس پر نیا وضو کرنا واجب نہیں ہے، اس لئے کہ بظاہر وہ وضو کئے بغیر کھڑا نہیں ہوگا۔ (۶)

۷۔ اگر کسی شخص کو شک ہو کہ اس کی پیشاب گاہ سے بننے والی چیز پانی ہے یا پیشاب ہے تو اگر اس نے قریب کے زمانے میں پانی سے استنجہ وغیرہ کیا ہو یا اس کو بار بار شک ہوتا ہو تو اس کا وضو قائم ہے ورنہ وضو کا اعادہ کرے بخلاف اس صورت کے کہ اس کو دونوں میں سے ایک کا گمان غالب ہو (۷) پس جس شخص نے وضو کرنے کے بعد تری دیکھی اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ پانی ہے یا پیشاب ہے اگر اس کو کبھی دلدہ یہ واقعہ پیش آیا ہو تو وہ وضو کا اعادہ کرے (۸) اور اگر شیطان اس کو اکثر یہ دوسرے ڈالتا ہو تو اپنی نر ز پر حمتار ہے اور اس کی طرف انکسار نہ کرے اس لئے کہ اس کو باہر ت ہونے کا یقین ہے اور حدث ہونے میں شک ہے کیونکہ یہ دوسرے کی بات ہے اس لئے اس کو ختم کرنا واجب ہے اور اس کو وضو کرتے وقت اپنی فرج یا تہبند یا جامہ کی میانی پر پانی چھڑک لینا چاہئے تاکہ اس کا دوسرہ جاتا رہے حتیٰ کہ جب اس کو یہ دوسرہ محسوس ہو تو خیاں کو اس طرف پلٹ دے کہ یہ وہی پانی ہے جو میں نے ابھی چھڑکا تھا (۹) خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ حیلہ اس وقت کارآمد ہوتا ہے جبکہ اس نے قریب کے زمانے میں وضو کیا ہو لیکن اگر عضو خشک ہونے کے بعد یہ شک ہوا تو یہ حیلہ بے کار ہے اور پیشاب گاہ کے سوراخ میں روئی داخل کر بیٹھا ہر حال میں کارآمد ہے واللہ اعلم۔ (۱۰)

۸۔ حدث میں شک ہونا حقیقی حکمی دونوں قسم کے حدث کو شامل ہے پس اگر یہ شک ہوا کہ سویا ہے یا نہیں، یا یہ شک ہوا کہ دونوں سرین جما کر سویا ہے یا سرین اٹھے ہوئے سویا ہے، یا یہ کہ سوتے وقت اس کی ایک سرین اٹھ گئی ہے یا نہیں، یا یہ کہ یہ شک ہوا کہ ایسا جا گھنے کی حالت میں ہوا یہ سولے کی حالت میں ہوا ان سب صورتوں میں وہی حکم ہے جو حدث میں شک ہونے کے متعلق بیان ہوا۔ (۱۱)

(۱)۔ درویش (۲)۔ قایہ ملاوطار (۳)۔ کبیری دور (۴)۔ قایہ الاذکار (۵)۔ فتح اش (۶)۔ بدائع فتح و ش کبیری

(۷)۔ فتح و ش (۸)۔ کبیری (۹)۔ کبیری و بدائع (۱۰)۔ کبیری (۱۱)۔ ش

۱۔ اگر پانی یا کپڑے کے بخش ہونے میں شک ہو، یا بیوی کو طلاق دینے میں شک ہو کہ دی ہے یا نہیں دی، یا لوطی اور غلام کے آزاد کرنے میں شک ہو تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں، اس کپڑے کو پاک جانے اور بیوی کو حسب سابق بیوی اور لوطی اور غلام کو مملوک سمجھئے۔ مسائل شک کا پورا بیان کتاب الاشیاء و النظائر میں یقین لایزول ہائیک کے قاصد سے میں ہے (۱) تارخانیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے برتن یا کپڑے یا بدن میں شک ہو کہ نجاست لگی ہے یا نہیں تو جب تک نجاست لگنے کا یقین نہ ہو جائے وہ پاک ہے اور اسی طرح کنوئیں اور حوض اور راستوں پر رکھے ہوئے مکے جن میں سے بچے اور بڑے مسلمان اور کافر سب ہی پانی پیتے ہیں اور اسی طرح اہل شرک اور مسلمان جاہل لوگ بھی، روٹی اور کھانے کی دوسری چیزیں اور کپڑے تیار کرتے ہیں جب تک ان میں نجاست کا ہونا یقین طور پر معلوم نہ ہو وہ پاک ہیں، محض شک کی وجہ سے ان کو پاک نہیں کہا جائے گا۔ (۲)

ادائیں ہوگا (۱) پس پانی اس وقت کلی کرنے کے قائم مقام ہوتا ہے جبکہ مسنون طریقے کے مطابق نہ ہو اور پانی سارے منہ میں پہنچ جائے ورنہ کلی کے قائم مقام نہیں ہوگا اور واقعات ناظمی میں ہے کہ پانی پینے کی صورت میں غسل جنابت ادا نہیں ہوگا جب تک کہ پانی کومند سے باہر نہ ڈالے خواہ مسنون طریقے پر پانی پئے یا غیر مسنون طریقے پر پئے۔ اور خلاصے میں ہے کہ یہ (پانی کا منہ سے باہر ڈالنا) احوط ہے (۲) اس لئے کہ وہ فرضیت کی ادائیگی سے بالاتر عہدہ برآ ہو جائے گا، جنبی کا کلی کے پانی کو نگل لینا مکروہ ہے اور خلاصے میں جو غیر مسنون طریقہ پر پانی پینے سے غسل جنابت دانا اور مسنون طریقہ پر پانی پینے سے غسل جنابت ادا نہ ہونا مذکور ہے اس سے مراد یہی ہے کہ اگر منہ بھر کر پانی پیا تو غسل جنابت ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ اگر وہ شخص جاہل ہے تو پانی پینے سے کلی کا فرض ادا ہو جائے گا اور اگر عالم ہے تو یہ فرض ادا نہیں ہوگا اس سے بھی یہی مراد ہے کیونکہ جاہل منہ بھر کر پانی پیتا ہے اور عالم سنت طریقے پر چوس کر پانی پیتا ہے۔ (۳)

۲۔ اگر اس کے کسی دانت میں کچھ خد ہے یا اس کے دانتوں کے بیچ میں کھانا وغیرہ کچھ باقی رہ گیا ہے یا اس کی ناک میں کچھ تر رینٹ ہے تو صحیح قول کی بنا پر اس کا غسل پورا ہو گیا اس لئے کہ پانی لطیف شے ہے وہ غالب طور پر ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ دانتوں کے خلا سے کھانا (وغیرہ) نکال کر اس جگہ پانی بہائے اور اگر خشک رینٹ ناک میں ہے تو وہ چپائی ہوئی روئی اور گندھے ہوئے آنے کی مانند ہے کہ اس صورت میں اس کا غسل پورا نہ ہوگا (۴) پس اس خشک رینٹ کو نکال کر اس کی جگہ پانی پہنچائے۔ (مولف)

۵۔ اگر گندھا ہوا آنا ناخنوں میں لگا ہو ہے تو غسل پورا نہ ہوگا (۵) اور اگر کسی کے بدن پر مچھلی کا پوست یا چپائی ہوئی روئی لگی ہو اور وہ خشک ہو گئی ہو اور نہ ہانے یا وضو کرنے میں اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو غسل درست نہیں ہوگا (۶) اور اسی طرح اگر ناک میں خشک میل کچیل ہو تو وہ غسل کے پورا ہونے کی مانع ہے (۷) اس لئے کہ تمام جسم کا وضو فرض ہے اور یہ چیزیں اپنی سختی کے باعث اسپتے نیچے پانی پہنچنے کی مانع ہیں (۸) اور میل کچیل اور خشک اور تر مٹی بدن تک پانی پہنچنے کی مانع نہیں ہے اگر چند ناخنوں کے اندر ہو اس لئے کہ پانی اس میں سرایت کر جاتا ہے صحیح قول میں یہ حکم دیہاتی و شہری سب کے لئے مطلق ہے (۹) اور جرم ساز اور رگھریز کے ناخنوں میں جو چیزیں بھر جاتی ہیں وہ غسل پورا ہونے کی مانع ہے اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ رنج اور ضرورت کے باعث یہ مانع غسل نہیں ہے اس لئے کہ ضرورت کے مقامات قواعد شرع سے مستثنیٰ ہوتے ہیں (۱۰) اور اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس بارے میں دیہاتی اور شہری میں کوئی فرق نہیں ہے (۱۱) یعنی دونوں کے لئے یکساں حکم ہے (۱۲) اگر کبھی اور پھر کی بیٹ (پاخانے) کے نیچے پانی نہ پہنچے تو یہ طہارت یعنی وضو اور غسل کے پورا ہونے کی مانع نہیں ہے یعنی اس کا غسل پورا ہو جائے گا (۱۳) کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے (۱۴) اور ہندی طہارت (وضو و غسل) کی مانع نہیں ہے اگرچہ ہندی کا جرم (لُبْدی) لگا ہوا ہو اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے (۱۵) لیکن ہندی کا جرم لگا ہونے کی صورت میں اس کے نیچے پانی پہنچنا ضروری ہے اگر اس کے نیچے پانی نہیں پہنچے گا تو طہارت حاصل نہ ہوگی (۱۶) اور ذخیرے میں ہندی کے مسئلے میں کہا ہے کہ اگر اس کا جرم بدن پر باقی رہ گیا اور (اسی طرح) اگر گیلی مٹی یا میل بدن پر باقی رہ گیا تو اس کا وضو ضرورت کے باعث جائز ہے اور اس لئے بھی جائز ہے کہ پانی اس کے مساموں میں سرایت کر جائے گا اور اس میں چپکا ہوا اور سختی بھی نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ ان سب صورتوں میں پانی کا سرایت کر جانا اور بدن تک پہنچنا معتبر ہے۔ (۱۷)

(۱)۔ بخروج زیادۃ عن علیہ الاوطار (۲)۔ کبیری و محدث (۳)۔ ش (۴)۔ رافع و بخروج و مملو (۵)۔ ع و غیرہ

(۶)۔ کبیری و ع (۷)۔ بخروج و کبیری مملو (۸)۔ کبیری (۹)۔ رافع و بخروج و غیرہ مملو (۱۰)۔ ع و غیرہ

(۱۱)۔ ع (۱۲)۔ ع (۱۳)۔ رافع و بخروج و مملو (۱۴)۔ ش (۱۵)۔ ر (۱۶)۔ علیہ الاوطار (۱۷)۔ کبیری و ش

۶۔ اگر کسی شخص کا زخم ٹھیک ہو گیا اور زخم کے اوپر کا چھلکا اٹھ گیا ہو اور اس کے کنارے جلد کے ساتھ لگے ہوئے ہوں سوائے اس کنارے کے جس سے پیپ نکلتی تھی اور وہ اٹھا ہوا ہو یا کسی کے چپکے ٹکلی ہوئی ہو اور اس کے چھلکے اٹھ گئے ہوں، مگر کنارے طے ہوئے ہوں اور چھلکوں کے نیچے پانی نہ پہنچے تو مضائقہ نہیں اور اس کا وضو اور غسل پورا ہے (۱) پھر اگر چھلکے اتر جائیں تو ان کے نیچے کی جگہ کو دوبارہ نہ دھوئے۔ (۲)

۷۔ آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا فرض نہیں ہے (۳) کیونکہ آنکھوں کو اندر سے دھونے میں حرج ہے جو کہ پوشیدہ نہیں ہے بلکہ شباً کھچ رہی ہے پانی کو قبول نہیں کرتی اسی لئے اگر کسی نے آنکھ کے اندر تاپا پاک سرمد لگایا ہو تو اس آنکھ کو اندر سے دھونا فرض نہیں ہے (۴) اور اسی طرح نابینا شخص کے لئے بھی آنکھ کو اندر سے دھونا فرض نہیں ہے۔ (۵)

۸۔ بالوں کی جڑوں کے نیچے پانی پہنچانا بالاجماع فرض ہے اگرچہ وہ بال مخبان ہوں اور اسی طرح ڈاڑھی اور سر باقی بدن کے بالوں کے درمیان میں بھی پانی پہنچانا فرض ہے، حتیٰ کہ اگر بالوں پر لہدی لگی ہوئی ہو اور ان کے درمیان میں پانی نہ پہنچے تو غسل جائز نہ ہوگا (۶) پس مرد کو اپنی ڈاڑھی کے بالوں کے بیچ میں پانی پہنچانا فرض ہے جس طرح کہ اس کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اس کو اپنے (سر کے) بالوں کے بیچ میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر عورت کے سر کے بال گندھے ہوں اور غسل کرتے وقت ان بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے اپنی چوٹی کو کھولنا فرض نہیں ہے اور اس عورت کے لئے اپنی چوٹی کے بالوں کو بھکونا یعنی بالوں کے اندر پانی پہنچانا بھی فرض نہیں ہے یہی صحیح ہے اور اگر عورت کے سر کے بال کھلے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان میں پانی پہنچانا (بالا تفاق) فرض ہے (۷) اس لئے کہ عورت غسل کرنے میں مرد کی مانند ہے کہ کھلے ہوئے تمام بالوں کے درمیان اور ان کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا بالعموم ان سب پر واجب ہے لیکن اگر عورت کے بال گندھے ہوئے ہوں اور سر کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ گیا ہو تو اس کے لئے چوٹی کو کھولنا اور لٹکے ہوئے بالوں کا دھونا حرج و مشقت کی وجہ سے ساقط ہے بخلاف مرد کے۔ پس اگر سر کے بال کھلے ہوئے ہوں یعنی گندھے ہوئے نہ ہوں اور چوٹی نئی ہوئی نہ ہو تو غسل فرض میں مرد و عورت کا حکم یکساں ہے کہ تمام بالوں کو تر کرنا یعنی بالوں کے درمیان میں اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر سر کے بال گندھے ہوئے ہوں یعنی چوٹی نئی ہوئی ہو تو عورتوں کا حکم مردوں سے مختلف ہے یعنی عورت کے لئے گندھی ہوئی چوٹی کو کھولنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی جڑوں میں پانی پہنچانا کافی اور تکلیف و مشقت کے باعث عورت کو شرع شریف نے اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے لیکن اگر عورت کے سر کے بال اس قدر سختی کے ساتھ گندھے ہوئے ہوں کہ اس کی چوٹی کی جڑوں میں پانی نہ پہنچے تو عورت کے لئے بھی چوٹی کا کھولنا مطلقاً واجب ہے خواہ اس میں تکلیف ہو یا نہ ہو یہی قول صحیح ہے، اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ عورت کے لئے بالوں کو دھونے کے بعد بالوں کا پھڑنا ضروری ہے خواہ بال گندھے ہوئے ہوں یا کھلے ہوئے ہوں، اور مردوں کے بال گندھے ہوئے ہوں تو مردوں کو چوٹی کی جڑوں میں پانی پہنچانا کفایت نہیں کرتا بلکہ ان کے لئے گندھے ہوئے بالوں کو کھولنا اور تمام بالوں کے درمیان اور ان کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگرچہ وہ مرد عسوی یا ترکی ہوں، اس لئے کہ مرد کو سر کا منڈوانا کسی قباح و بد نمائی کے بغیر ممکن ہے برخلاف عورت کے یہی صحیح ہے۔ اور اس کی تائید حضرت علی کرم علیہ اللہ وجہہ کی روایت سے ہوتی ہے جو کہ سنن میں مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے غسل جہالت میں ایک بال بھی دھونے سے ترک کیا تو اس کے ساتھ دوزخ کی آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے اس وقت سے یہ عادت پالی

کہ میں اپنے سر پر بال نہیں رہنے دیتا ہوں بلکہ سر کے بال منذ واذا الت ہوں ایسا نہ ہو کہ غسل جنابت میں کسی بال تک پانی نہ پہنچے (۱) علویوں یعنی سادات مرتضوی جو غیر فاطمی ہیں اور ترکوں کی عادت ہال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی ہے اس لئے فقہانے ان کو بالخصوص ذکر کا ہے ورنہ سب مردوں کے لئے یہی حکم ہے۔ (۲)

۹۔ اگر کسی مرد یا عورت کے سر یا ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ پڑ گئی ہو تو اس گرہ کو کھونا فرض نہیں کیوں کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے اور اگر کسی نے کوئی بال اکھاڑ دیا جس کو غسل میں دھویا نہیں گیا تھا تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی جگہ کو دھونا فرض ہے کیونکہ اب دھونے کا حکم اس کی جگہ کی طرف منتقل ہو گیا فوراً کر لیجئے۔ (۳)

۱۰۔ اگر بیماری وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے عورت کو سر کا دھونا مضرت ہو تو اس کے لئے سر کا دھونا معاف ہے اور باقی جسم کا دھونا فرض ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ سر کا مسح کرے اور باقی جسم کو دھوئے پس اس عذر کی وجہ سے سر کا دھونا اس کو ضرر کرتا ہے اور وہ اپنے خاندان کو جماع سے منع کرے اس لئے کہ یہ خاوند کا حق ہے اس کے ضرر کا علاج یہ ہے کہ وہ سر کا دھونا ترک کرے اور باقی جسم کو دھوئے اور بعض کے قول کے مطابق باقی جسم کو دھوئے اور سر کا مسح کرے۔ (۴)

۱۱۔ اگر عورت اپنے سر پر گاڑھی خوشبو اس طرح لگائے کہ پانی بالوں کی جڑوں میں نہ پہنچ سکے تو اس خوشبو کے جرم کا ذور کرنا اس پر فرض ہے تاکہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے۔ (۵)

۱۲۔ ناف کے سوراخ (تودی) میں پانی پہنچانا فرض ہے کیونکہ یہ بھی جسم کا ظاہری حصہ ہے اور اس میں پانی پہنچانا بالاحرج ممکن ہے اور مبالغہ یعنی خوب اچھی طرح پہنچانے کے لئے ناف میں انگلی ڈالنا اولیٰ ہے پس اگر پانی جسم پر بہتا ہو ناف کے سوراخ (تودی) میں داخل ہو جائے تو اس کے لئے کافی ہے ورنہ اس کو انگلی داخل کرنا ضروری نہیں البتہ اولیٰ ہے، پس اگر اس طرح سوراخ میں پانی نہ گیا تو قصداً داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی کے ذریعے سے ہو۔ (۶)

۱۳۔ اگر کان کی بالی اور انگلی (اور ننگن، آری، چوڑی، تھنہ، بلاق، چھلے وغیرہ) تنگ ہوں تو ان کو حرکت دینا یا نکال دینا فرض ہے، اگر کان میں بالی (اور ناک میں تھنہ وغیرہ) نہ ہو اور جب پانی کان (وغیرہ) کے اوپر سے گزرے بالی (وغیرہ) کے سوراخ کے اندر بھی داخل ہو جائے تو کافی ہے اور اگر اس طرح سوراخ کے اندر نہ جاتا تو خیال کر کے اس میں پانی داخل کرے لیکن پانی پہنچانے کے علاوہ تنکا وغیرہ ڈالنے کا تکلف نہ کرے (۷) اور کان و ناف وغیرہ کے سوراخ میں پانی داخل ہونے کے بارے میں تمن غالب کا اعتبار ہے اگر اس کا ظن غالب یہ ہے کہ پانی سوراخ میں تکلف کے بغیر داخل نہیں ہوگا تو تکلف سے پانی اس کے اندر پہنچائے اور اگر با تکلف پانی پہنچے گا گمان غالب ہو تو تکلف نہ کرے خواہ کان کے سوراخ میں بالی (ورنہ ناک میں تھنہ وغیرہ) ہو یا ہونہ (۸) اور اگر بالی (وغیرہ) نکال دینے کے بعد وہ سوراخ مل گیا تو اس میں پانی پہنچانا حرج کی وجہ سے واجب نہیں ہے (۹) اور اگر کان کی بالی نکالنے کے بعد سوراخ بند ہو گیا اور دیا ہو گیا کہ اگر اس کے اوپر سے پانی بہاؤ جائے تو پانی اس میں داخل ہو جائے گا اور غفلت تو داخل نہیں ہوگا تو ضروری ہے کہ اس کے اوپر سے پانی بہائے اور پانی بہانے کے سوا تنکا وغیرہ نہ ڈالے یا اور کوئی تکلف نہ کرے کیونکہ شریعت میں حرج دور کر دیا گیا ہے (۱۰) یہ مسئلہ عورتوں کے لئے غالب اعتبار کی بنا پر وضع کیا گیا ہے ورنہ اس بارے میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۱۱)

(۱)۔ کبیری دم و دوش و بدن و غیرہ بالخصوص و بآ (۲)۔ غایۃ الاوطار (۳)۔ ش (۴)۔ درویش و ط (۵)۔ ع

(۶)۔ بدن و دوش و کبیری دم و دوش و بدن و غیرہ بالخصوص (۷)۔ بحر فح و ع (۸)۔ کبیری (۹)۔ در (۱۰)۔ کبیری و ش (۱۱)۔ کبیری

۱۳۔ عورت کو غسل فرض یعنی غسل جنابت و حیض و نفاس میں باہر کی فرج کا دھونا واجب ہے کیونکہ وہ منہ کی مانند ہے اور اس کا دھونا بلا حرج ممکن ہے (۱) اور وضو میں یہ سنت ہے (۲) اور پاخانہ کے خارج کا بھی یہی حکم ہے (۳) اور غسل میں فرج داخل کا دھونا فرض نہیں ہے اس لئے کہ وہ خلق کی مانند ہے یعنی یہ باطن ہے (۴) اور عورت غسل کرتے وقت اپنی انگلی فرج کے در داخل نہ کرے یہی مختار ہے (۵) یعنی عورت کو اپنی پیشاب گاہ میں انگلی داخل کرنا واجب نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (۶)

۱۵۔ جس شخص کی خفہ نہیں ہوئی اگر اس سے غسل جنابت کیا اور اس کے خفہ کے و پروانی کھل (قفلہ) کے اندر پانی داخل نہیں ہو تو بعض فقہ نے کہا کہ اس کا غسل جائز ہے اور بعض نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور یہی اصح ہے اس لئے کہ اس کھل کا مدلولی حصہ ظاہری جسم کے حکم میں ہے حتیٰ کہ اگر پیشاب اس کھال میں اتر آئے تو لا جماع وضو ثبوت جاتا ہے اور منی اس کھال تک نکلے تو پھر لا جماع غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ریطی نے شرح کنز میں اس کو صحیح کہا ہے اور نوازل میں کہا ہے کہ قفلہ (خفہ والی کھال) میں پانی داخل کرنے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اور شیخ کمال الدین ابن ہمام نے کہا کہ پہلا قول صحیح ہے اور اس کا غسل جائز ہونے کی وجہ حرج ہے نہ کہ اس کھال کا پیدا ہونے کا اور انھوں نے کہا ہے قفلہ کے اندر پانی پہنچنا مستحب ہے اور اس کی تائید تاوی ہند یہ سے بھی مونی ہے جبکہ اس میں ہے کہ جس شخص کی خفہ نہ ہوئی ہو مگر اس سے جنابت کا غسل کیا اور خفہ والی کھال کے اندر پانی داخل نہ ہو تو اس کا غسل جائز ہے اور یہی قول مختار ہے، مستحب یہ ہے کہ اس کھال کے اندر پانی داخل کرے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اسی کو یہ ہے اور اس کے جوار کی تعلیل میں کہا ہے کیونکہ یہ کھال پیدا ہوتی ہے اور کبیری شرح منیہ میں ہے کہ حرج غیر مسلم ہے اور اس کے پیدا ہونے کو اس کے اندر پانی نہ پہنچانے میں کوئی دخل نہیں ہے پس دوسرے قول اصح ہے کیونکہ تعصیر کا حکم عام ہے (۷) بدائع میں بھی دوسرے قول کو صحیح کہا ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ بے خفہ شخص کے لئے قفلہ کے اندر پانی پہنچنا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب نہیں ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں پانی داخل کرنا بلا حرج ممکن ہے (۸) ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ دونوں طرف صحیح ہے اور دونوں اقوال مفتیٰ ہیں (مولف) اور ان دونوں قوال میں سی طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ قفلہ (خفہ والی) کھال کو کسی مشقت کے بغیر الٹ کر خفہ (سر ذکر) کو کھولنا اور اس پر پانی پہنچنا ناممکن ہے تو اس طرح سے پانی پہنچنا واجب ہے اور اگر یہ کرنا ممکن نہ ہو یعنی اس کھال کا سوراخ اس قدر تنگ ہو کہ صرف پیشاب نکلے کا سوراخ ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچنا واجب نہیں البتہ ایسی صورت میں اس حرج کا اثر نہ خفہ کے ذریعے ممکن ہے لیکن اگر کوئی شخص خفہ کرانے کی حالت نہ رکھتا ہو مثلاً کوئی شخص ایسی عمر میں مسلمان ہوا کہ کہ بوڑھا ضعیف ہو تو اس کے حق میں یہ حرج ہے اور معاف ہے (۹) پس صحیح قول کی بنا پر اگر قفلہ کو الٹ کر پانی پہنچانے میں مشقت نہ ہو تو قفلہ کے اندر پانی پہنچنا فرض ہے اور اگر مشقت ہو تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچنا واجب نہیں جبکہ کھال کی بانی وغیرہ کا سوراخ اگر بند ہو جائے تو حرج کی وجہ سے اس کے اندر پانی پہنچنا واجب نہیں ہے۔ (۱۰)

۱۶۔ غسل کے وقت پانی سے استنجا کرنا فرض ہے کہ یہ جگہ بھی بدن کا ایک حصہ ہے اگرچہ اس جگہ پر کوئی نجاست حقیقی لگی ہوئی نہ ہو اس لئے کہ اس میں نجاست حکمیہ یعنی جنابت کا اثر ہے۔ (۱۱)

۱۷۔ اگر کسی کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں اس طرح سے جڑی ہوئی ہوں کہ خلال کے بغیر ان کے درمیان میں پانی نہیں پہنچتا یعنی انگلیوں ایسی کھلی ہوئی نہیں ہیں کہ تکلف کے بغیر ان میں پانی داخل ہو سکے تو اس کے لئے غسل وضو میں انگلیوں کا خلال کرنا فرض ہے اور اگر

(۱)۔ دفع و بروجہ و غیرہ ملقطاً (۲)۔ ع (۳)۔ م (۴)۔ دروش و ملقطاً (۵)۔ ع و غیرہ (۶)۔ دفع و دروش و بروجہ و غیرہ

(۷)۔ کبیری ملخصاً و بدائع (۸)۔ بدائع (۹)۔ ش ملخصاً (۱۰)۔ م (۱۱)۔ کبیری

انگلیاں اس طرح کھلی ہوں کہ ان میں پانی بے تکلف داخل ہو سکے تو غسل وضو میں انگلیوں کا غدا کرنا سنت ہے۔ (۱)

۱۸۔ جسم کی خارجی جلد (کھال) پر پانی بہا کر اس کو دھونا اور بالوں کو تر کرنا بھی فرض ہے اگر اس کے بدن سے کچھ حصہ باقی رہ گیا جس کو پانی نہ پہنچا ہو تو وہ شخص جنابت سے پاک نہیں ہوگا اگرچہ وہ خشک حصہ تھوڑا سا ہو، یعنی اگرچہ سونے کی نوک جتنا ہو اس سے کہ پورے جسم کو دھونا فرض ہے (۲) پس جسم کے جس حصے کو باہر جھوننا ممکن ہو مثل کان ناف ہونچھ اور وہ جلد بال وغیرہ سب کا دھونا فرض ہے اور جس کے دھونے میں حرج ہے اس کا دھونا فرض نہیں ہے۔ (۳) جیسا کہ ان سب کی تفصیل بیان ہو چکی ہے، مؤلف (اور بدن کو دھونا یعنی اس پر ہاتھ پھیرنا فرض نہیں ہے بلکہ مستحب ہے) (۴) پس اگر غسل کرنے کے لئے جسم پر پانی بہایا اور ہاتھ پھیرے بغیر سارے بدن پر پہنچ گیا تو فرض غسل ادا ہو گیا اسی طرح اگر اعضائے وضو پر پانی بہایا اور ہاتھ پھیرے بغیر اعضائے وضو پر پانی پہنچ گیا تو وضو کا فرض ادا ہو گیا (۵) لیکن اگر جسم پر کوئی ایسی نجاست حقیقیہ لگی ہوئی ہو جو بغیر طے دور نہ ہو سکے تو منہ فرض ہے۔ (۶)

۱۹۔ رتوں یا تل وغیرہ کا تیل بدن پر لگا ہونا طہارت کا مانع نہیں بخلاف چربی یا مرہم (و مرہم وغیرہ کے) جس کا بیان آگے آتا ہے (۷) پس اگر کسی نے بدن پر تیل اور اس کے اوپر سے پانی بہایا در پیکنائی کے باعث بدن نے پانی کو قبول نہ کیا تو اس کا غسل جائز ہے۔ (۸)

۲۰۔ اگر کسی سے پاؤں پر پھلن (بوائی) ہو اور اس نے اس میں چربی یا مرہم (یا موم وغیرہ) رکھ لیا اگر اس جگہ پر پانی کا پہنچنا نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا غسل وضو جائز نہیں ہے (پس اس چربی یا مرہم وغیرہ کو نکال کر اس جگہ پانی پہنچانا فرض ہے مؤلف) اور اگر اس جگہ پر پانی لگنا نقصان کرتا ہو تو اس کا غسل وضو جائز ہے جبکہ اس کے خارجی حصہ پر پانی بہایا ہو (۹) اگر کسی نے فرض غسل کیا اور اس میں گل کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا بدن کا کچھ حصہ دھونا بھول گیا پھر اس نے نماز پڑھی اس کے بعد اس کو یاد آیا تو وہ کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا بدن کے اس بغیر دھو لے اور اگر اس نے اس غسل سے فرض نماز ادا کی تھی تو اس کو لوٹائے کیونکہ (غسل پورا نہ ہونے کی وجہ سے) اس کی وہ نماز صحیح نہیں ہوئی تھی (اور فرض کی ادائیگی لازمی ہے) اور اگر اس نے نفل نماز ادا کی تھی تو اس کو نہ لوٹائے کیونکہ (عدم طہارت کی وجہ سے اس کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ٹھہرا) (۱۰) کیونکہ وہ نماز اس پر لازم ہی نہیں ہوئی اس لئے اس کا اعادہ بھی لازم نہیں ہوگا۔ (۱۱)

سنن غسل

غسل فرض ہوا غیر فرض اس کے لئے بارہ چیزیں سنت ہیں (۱۲) اور وہ یہ ہیں

۱۔ ابتدا میں در سے غسل کی نیت کرنا سنت ہے، در زبان سے بھی کہہ لینا بہتر ہے جیسا کہ وضو کے بیان میں گزر چکا ہے (۱۳) رہا نہ سے یوں کہے نَوَيْتُ الْغُسْلَ لِرَفْعِ الْجَنَابَةِ یا نَوَيْتُ الْغُسْلَ لِلْجَنَابَةِ (۱۴) یا اردو میں یوں کہے "میں یہ غسل جنابت دور ہونے کے لئے کرتا ہوں" یا "جنابت کے لئے کرتا ہوں" یا "اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے نہاں ہوں نہ کہ بدن صاف کرنے کے لئے وغیرہ۔ (۵)

(۱) کبیری (۲) کبیری (۳) دروش (۴) دروغ و بحر (۵) بحروایۃ الاوطار (۶) علم الفقہ تقرفا

(۷) دراش (۸) عوش (۹) کبیری (۱۰) کبیری و دروش (۱۱) غایۃ الاوطار (۱۲) م وغیرہ

(۱۳) م اوطار وغیرہ (۱۴) ع (۱۵) عم الفقہ

۲۔ ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا (۱) اور اس کے لئے وہی الفاظ کہے جو وضو کی سنتوں میں بیان ہو چکے ہیں۔ (۲)

۳۔ دونوں ہاتھوں کو کلائیوں (پہنچوں) تک تین بار دھونا (۳) فقہاء کے اس کلام کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں ہاتھوں کا کلائیں تک دھونا ان کے وضو میں دھونے کے علاوہ ہے جو برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے قبل ہے (۴) ان مذکورہ تین چیزوں کا ابتدا غسل میں ہونا اس لئے ممکن ہے کہ نیت دل کا فعل ہے اور تسمیہ (بسم اللہ پڑھنا) زبان کا اور دونوں ہاتھوں کو دھونا جو رج یعنی اعضا کا عمل ہے اس لئے تینوں چیزیں غسل کی ابتدا میں ایک ساتھ ادا ہو جائیں گی۔ (۵)

۴۔ استنجا کرنا یعنی اپنے پیشاب و پاخانے کے مقام کو پہلے دھونا سنت ہے خواہ اس پر نجاست لگی ہو یا نہ ہو جس طرح باقی بدن کے دھونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے خواہ وضو یا نہ ہو (۶) بعض کے نزدیک جنسی کے لئے استنجا کرنا فرض ہے۔ (۷)

۵۔ اگر جسم پر کسی جگہ منی وغیرہ نجاست تھپتھپے لگی ہو تو اس کو دھونا (۸) اور غسل میں نجاست تھپتھپے کو وضو و غسل سے پہلے زائل کرنا سنت ہے تاکہ پانی لگنے سے وہ اور زیادہ نہ پھیل جائے۔ (۹)

۶۔ نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا مگر دلوں پاؤں نہ دھوئے (۱۰) پس وضو کے تمام مستحبات و سنن و فرائض ادا کرے (۱۱) حتیٰ کہ سر کا مسح بھی کرے یہی صحیح اور ظاہر الروایت ہے اور امام حسن کی روایت کے مطابق سر کا مسح ذکرے (۱۲) اور اس وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اگر وہ غسل کا پانی جمع ہونے کی جگہ پڑھ کھڑا ہو کسی تختہ وغیرہ پاک اور اونچی جگہ پر نہ ہو تو اس وقت پاؤں نہ دھوئے بلکہ آخر میں دھوئے اور اگر تختہ یا پتھر وغیرہ پاک اور اونچی جگہ پر کھڑا ہو تو اس وضو میں پاؤں بھی دھولے اور آخر میں نہ دھوئے۔ یہ سب و ہدایہ و کافی میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور مجتہبی میں اس کو صحیح کہا ہے ہمارے بعض مشائخ نے کہا مطلق طور پر اس وضو میں پاؤں دھولے مؤخر کرے اگر چہ وہ پانی جمع ہونے کی جگہ پر ہی کھڑا ہو، مذہب شافعی جس میں اس کو صحیح کہا ہے اور ہمارے اکثر مشائخ اس پر ہیں کہ پاؤں کا دھونا مطلق طور پر مؤخر کرے اس وضو میں نہ دھوئے اور یہ اختلاف اولیٰ و افضل ہونے میں ہے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۱۳)

۷۔ سر اور تمام بدن پر تین بار پانی ڈالنا صحیح یہ ہے کہ پہلی مرتبہ پانی ڈالنا فرض ہے اور باقی دو مرتبہ پانی ڈالنا سنت ہے (۱۴) وضو کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل کے لئے کافی ہے۔ اور یہ سنت فرض کے قائم مقام ہو جائے گی (۱۵) سر اور بدن پر پانی ڈالنے کے طریقے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے شمس الانعمہ طحوتی نے کہا ہے کہ پہلے تین بار دائیں کندھے پر پانی ڈالے پھر تین بار بائیں کندھے پر ڈالے پھر تین بار سر اور تمام بدن پر ڈالے اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے دائیں کندھے پر تین بار ڈالے پھر سر پر تین بار ڈالے پھر بائیں کندھے پر تین بار ڈالے اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے سر پر ڈالے پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر ڈالے اور بھی اصح اور ظاہر الروایت ہے، نہر الفائق میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے اور بحر کبیری وغیرہ میں اس کو ظاہر التحقن و ظاہر الہدایہ وغیرہ ظاہر الحدیث سے تعبیر کیا ہے اس پر اعتماد کرنا چاہیے اور مجتہبی میں اسی کو صحیح کہا ہے اور متعدد احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جن کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے پس صاحب الدرر اللری نے جو سر مؤخر کرنے کو صحیح کہا ہے وہ ضعیف قول ہے (۱۶) اگر کوئی شخص جاری پانی میں بقدر وضو و غسل

(۱)۔ م۔ د۔ (۲)۔ د۔ (۳)۔ م۔ د۔ اور وغیرہ (۴)۔ ل۔ (۵)۔ م۔ و۔ تقرفا (۶)۔ م۔ و۔ بحر وغیرہ (۷)۔ ا۔ ن۔ و۔

(۸)۔ کبیری و م۔ د۔ (۹)۔ ط۔ (۱۰)۔ م۔ و۔ کبیری و بحر وغیرہ (۱۱)۔ ط۔ و۔ (۱۲)۔ ش۔ و۔ کبیری و ہدایہ و بحر وغیرہ

(۱۳)۔ بحر و م۔ و۔ ملخصا (۱۴)۔ م۔ و۔ و۔ و۔ وغیرہ (۱۵)۔ ش۔ (۱۶)۔ فتح و بحر و م۔ و۔ و۔ کبیری و غیرہ ملخصا

نظہار ہا تو اس کا غسل مسنون طریقے پر داہو جائے گا ورنہ نہیں، ورنہ بھی اس وقت بھی ہے جبکہ ٹھہرے ہوئے کثیر پانی یعنی حوض کبیر (دو درو یا اس سے بڑا حوض) یا بارش میں اس قدر نظہار ہا ہو، لیکن ٹھہرے ہوئے پانی میں اپنے بدن کو حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے تین دفعہ بدن پر پانی بہانے سے ترتیب اور وضو کی سنت ادا ہوگی ورنہ سنت ادا نہیں ہوگی اگرچہ حدیث سے پاک ہو جائے گا اور جاری پانی میں صرف داخل ہو جانے سے ہی بدن پر تین دفعہ پانی بہانے سے ترتیب اور وضو کی سنت مکمل ہو جائے گی اس کے لئے بدن کو حرکت دینا یا جگہ بدلنا ضروری نہیں ہے (۱) مگر اپنے نہانے کی جگہ سے ہٹ جائے اور اپنے دونوں پاؤں دھو لے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایسی جگہ کھڑا ہو کر نہایا ہو جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے لیکن اگر تختہ یا پھر وغیرہ پاک اونچی جگہ پر کھڑا ہو کر نہایا ہو تو پاؤں وضو کرتے وقت دھونا سنت ہے اب اس کو خیر میں دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)

۸۔ ترتیب یعنی جس ترتیب سے یہ سنتیں بیاں ہوئی ہیں اسی ترتیب سے ادا کرنا۔ (۳)

۹۔ جسم کے تمام اعضاء کو پہلی مرتبہ ملنا یعنی ان پر ہاتھ پھرانا یہ پاکی حاصل کرتے نے میں مبالغہ کے لئے ہے تاکہ باقی دو دفعہ میں تمام جسم پر پانی اچھی طرح پہنچ جائے پس غسل میں بدن کو ملنا سنت ہے واجب نہیں ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت میں واجب ہے (۴) (جیسا کہ فرائض غسل میں بیان ہو چکا ہے)۔

۱۰۔ سنت یہ ہے کہ پانی کے استعمال میں نہ اسراف (بیجا زیادہ خرچ کرنا) کرے نہ کمی کرے۔ (۵)

۱۱۔ غسل کرتے وقت قبلے کی طرف منہ نہ کرنا (۶) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ ٹنگا ہو کر نہائے اگرچہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھتا ہو لیکن اگر تہبند وغیرہ ہاندھ کر نہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (۷)

۱۲۔ ایسی جگہ پر نہائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے (۸) اس لئے کہ نہاتے وقت یا لباس پہنتے وقت سحر و عورت کے ظاہر ہونے کا احتمال ہے اور حدیث یحییٰ بن اسمیہ میں جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اس کی ممانعت آئی ہے (۹) ایسی جگہ جہاں کوئی نہ دیکھے ٹنگے ہو کر نہانا مرد و عورت دونوں کے لئے درست و جائز ہے خواہ کھڑا ہو کر نہائے یا بیٹھ کر خواہ غسلا خانہ کی چھت ہو یا نہ ہو لیکن ٹنگا نہانے والے کو اور عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اگر ایسی جگہ نہ ملے تو تہبند وغیرہ ہاندھ کر نہائے (۱۰) اگر کوئی مرد کپڑا پہن کر نہائے تو اس کو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر نہائے چاہے کھڑا ہو کر نہائے۔ (۱۱)

مستحبات و آداب غسل

۱۔ مستحب یہ ہے کہ غسل کرتے وقت کسی سے کوئی بات نہ کرے (۱۲) یعنی نہ عام لوگوں کی طرح کلام کرے اور نہ عاؤ ذکر کرے۔ (۱۳)

۲۔ نواثر یعنی تمام اعضاء بدن کو اس طرح دھوئے کہ جسم اور ہوا کہ معتدل ہونے کے زمانے میں ایک حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا وصل جائے۔ (۴) (جیسا کہ وضو میں مذکور ہے مؤلف)

۳۔ مستحب ہے کہ غسل کے بعد تویہ وغیرہ مونسے کپڑے سے اپنے بدن کو پونچھ ڈالے (۱۵) معراج الدراہ وغیرہ میں منقول ہے

- | | | | | |
|----------------------|-----------------------|----------------------|----------------------|------------------------------|
| (۱)۔ ش ملخصاً | (۲)۔ کبیری دوع وغیرہ | (۳)۔ علم الفقہ وغیرہ | (۴)۔ کبیری دوع وغیرہ | (۵)۔ کبیری دوع وغیرہ |
| (۶)۔ کبیری دوع وغیرہ | (۷)۔ کبیری دوع وغیرہ | (۸)۔ کبیری دوع | (۹)۔ کبیری دوع وغیرہ | (۱۰)۔ علم الفقہ و بہار شریعت |
| (۱۱)۔ علم الفقہ | (۱۲)۔ کبیری دوع وغیرہ | (۱۳)۔ کبیری دوع | (۱۴)۔ علم الفقہ | (۱۵)۔ منہ دوع |

کہ تویہ اور مال وغیرہ سے اعضائے وضو و غسل کو پونچھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس میں مبالغہ نہ کرے تاکہ اس کے اعضاء پر وضو (وغسل) کا اثر ہاتی رہے۔ (۱)

۴۔ نہانے کے بعد ستر ڈھانپنے میں جدی کرنے کے لئے کپڑے پہن لے حتیٰ کہ اگر غسل کرنے میں وضو کے ساتھ پیر نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھانپ لے پھر دونوں پر دھوئے۔ (۲)

۵۔ وضو کی طرح غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہننے کے بعد دو رکعت نماز غسل ادا کرے بلکہ یہ وضو سے اولیٰ سے کیونکہ غسل میں وضو بھی شامل ہے اور مزید سارے بدن کو دھونا بھی پایا جاتا ہے۔ (۳)

۶۔ جو چیزیں وضو میں مسنون و مستحب ہیں وہ غسل اور اس کے وضو میں بھی مسنون و مستحب ہیں اور غسل کے آداب بھی وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں سوائے نکاتہا نے کی صورت میں قہر و ہونے اور اذکار و دعائیں پڑھنے اور غسل کا بچا ہوا پانی کھرا ہو کر پینے کے کہ یہ امور مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہیں۔ (جیسا کہ یہ مکروہات میں مذکور ہیں، مؤلف) (۴)

مکروہات غسل: ۱۔ پانی کے استعمال میں بے جا کمی یا زیادتی کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ نہر کا پانی ہو، اس کی تفصیل مکروہات وضو میں بیان ہو چکی ہے، ۲۔ جگہ نہانے وے کو قبلہ رو ہونا اگرچہ وہ ایسی جگہ (غسل خانہ وغیرہ میں) نہائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے اور اگر تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے تو قبلہ رو ہونے میں مضائقہ نہیں ہے، ۳۔ بلا عذر ایسی جگہ نہانا جہاں اس کو کوئی دیکھتا ہو، ۴۔ ستر کھٹے ہوئے بلا ضرورت ہٹ کرنا، ۵۔ اذکار اور دعائوں کا پڑھنا، ۶۔ مسنون طریقے کے خلاف غسل کرنا، ۷۔ جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔ (۵)

غسل واجب ہونے کے اسباب: جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے تین ہیں (۱) جنابت، (۲) حیض، (۳) نفاس۔ جنابت ثابت ہونے کے دو سبب ہیں ایک دخول کے بغیر مٹی کا شہوت کے ساتھ کوہر لگانا ہے اور دوسرا سبب عورت کے پیشاب کے مقام میں یا مرد یا عورت کے پاخانے کے مقام میں دخول ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو، (۶) جنابت کے ان دونوں اسباب کی تفصیل الگ الگ عنوان سے مندرجہ ذیل ہے۔ (مؤلف)

۱۔ جنابت

جنابت کا ایک سبب

جنابت کا ایک سبب دخول کے بغیر مٹی کا شہوت سے کوہر لگانا ہے خواہ یہ کسی بھی ذریعے سے حاصل ہو یعنی خواہ چھونے سے یا دیکھنے سے یا کسی خیال و تصور سے یا احتلام سے یا حلق سے (ہاتھ سے حرکت دے کر) یا مرد و عورت کے پیشاب و پاخانے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ جماع کرنے سے نکلے اور خواہ سونے میں نکلے یا جاگتے میں، ہوٹر میں ہو یا بیہوشی میں مرد سے نکلے یا عورت سے ان سب صورتوں میں غسل فرض ہو جائے گا۔ (۷)

۲۔ شہوت کا اعتبار امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اپنے مکان سے جدا ہونے کے وقت کیا جاتا ہے سرد کر سے نکلنے کے

(۱)۔ بحر (۲)۔ کبیری (۳)۔ موطا و کبیری (۴)۔ بحر و در و کبیری وغیرہ (۵)۔ بخود سن سن و مستحبات الغسل و عیم لہذا وغیرہ

(۶)۔ راجع وغیرہا تفسیراً (۷)۔ راجع و ہدایہ و بدائع وغیرہا مستحقاً

وقت ثبوت کا ہونا ضروری نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سر ذکر سے خروج کے وقت بھی ثبوت کا ہونا ضروری ہے پس اگر منی اپنی جگہ سے ثبوت کے ساتھ جد ہوئی اور سر ذکر سے ثبوت کے بغیر نکلے تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول میں اس پر غسل واجب ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (۱) اور اس اصول کا فائدہ دو موقعوں میں ظاہر ہوگا ان میں سے ایک یہ کہ جب کسی شخص کو احتلام ہوا پھر وہ بیدار ہو گیا یا کسی عورت کی طرف ثبوت سے دیکھا یا منی نکالنے کے لئے اپنے ہاتھ سے جلق کیا یا عورت سے غیر سبیلین میں جماع کیا پس جب منی اپنی جگہ سے ثبوت کے ساتھ جد ہوئی اس وقت اس نے اپنے ذکر کو با کر کاڑ لیا اور منی کو باہر نہ نکلے دیا پھر جب عضو صلیا ہو گیا اور ثبوت ساکن ہو گئی اس وقت آلے کو چھوڑ دیا اس کے بعد منی ثبوت و دفع کے بغیر نکلے تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر غسل فرض ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر غسل فرض نہیں ہوگا۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی نے جماع کرنے کے بعد غسل کیا پھر اور منی نکلے پس اگر اس نے جماع کے بعد سونے یا پیشاب کرنے یا کافی چٹنے پھرنے کے بغیر غسل کیا اور نماز پڑھی اور اس کے بعد باقی منی نکلے ہو تو امام ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک غسل کا اعادہ واجب ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک عادیہ واجب نہیں اور اس غسل کے بعد باقی منی نکلنے سے پہلے جو نماز پڑھی ہے بالاتفاق اس کو نہ لوٹائے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں ہے لیکن اگر اس نے جماع کر کے سونے یا پیشاب کرنے یا کافی چٹنے پھرنے کے بعد غسل کیا ہو تو اس پر دوبارہ غسل کرنا بالاتفاق واجب نہیں ہے (۲) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ غسل کے بعد کی منی ثبوت کے ساتھ نہ نکلے لیکن اگر ثبوت کے ساتھ نکلے تو دوبارہ غسل کرنا بالاتفاق فرض ہے (۳) علامہ مقدسی وغیرہ نے یا کافی چٹنے پھرنے کا تعین چالیس قدم سے کیا ہے یعنی اس نے کم از کم چالیس قدم چٹے پھرنے کے بعد غسل کیا ہو تو طرفین کے نزدیک اعادہ واجب نہیں ہے (۴) اور فقہانے ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف کا قول قیاس ہے اور طرفین کا قول استحسان ہے اور یہی احوط ہے پس صرف مواقع ضرورت میں خاص کر سردی اور سفر میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دینا چاہئے اور عام طور پر طرفین کے قول پر فتویٰ ہے (۵) پس سردی کی شدت یا سفر یا شرمندگی یا تہمت کی جگہ میں اور مہمان کے حق میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور ان مواقع ضرورت کے علاوہ طرفین پر فتویٰ ہے (۶) (تنبیہ) اگر ہاتھ سے ذکر کو با کر منی کو نکلنے سے نہ روک سکے اور منی ثبوت کے ساتھ نکل گئی تو وہ بالاتفاق جنبی ہو جائے گا پس وہ شرمندگی و تہمت کے مواقع میں صحیحاً نمازیوں کی طرح غسل کرے یعنی نیت و تحریر و قرأت کے بغیر نماز پڑھے پس نماز کی طرح تحریر کے لئے نیت کے بغیر ہاتھ اٹھائے اور کوغ اور بجدے کرے۔ (۷)

۳۔ اس مسئلے میں عورت بھی مرد کی مانند ہے (۸) پس اگر کسی عورت سے اس کے خاوند نے بیعت کی پھر وہ عورت نہائی اس کے بعد اس کے بدن سے اس کے خاوند کی منی نکلے تو اس پر صرف وضو واجب ہوگا دوبارہ غسل فرض نہیں ہوگا (۹) اور اگر اس عورت کی اپنی منی نکلے تو طرفین کے نزدیک اس پر غسل کا اعادہ واجب ہے (۱۰) پس اگر عورت نے جنابت کا غسل کیا پھر اس سے ثبوت کے بغیر منی نکلے اگر وہ منی زرد رنگ کی ہے تو غسل کا اعادہ کرے ورنہ نہیں (۱۱) لہذا طاعت سے اچھی طرح معصوم کر لے کہ یہ منی مرد کی ہے (یعنی سفید اور گاڑھی ہے) یا عورت کی اپنی منی ہے (یعنی زرد اور رقیق ہے) اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو غسل کا اعادہ کر لے یونہی ترک نہ کرے عورت کے اس مسئلے میں بھی وہی شرط ہے کہ سونے یا پیشاب کئے یا چالیس قدم چلے بغیر اس نے غسل کر لیا ہو۔

۴۔ س بارے میں سب اصحاب مذہب کا اتفاق ہے کہ منی ثبوت کے ساتھ اپنے مکان سے جدا ہونے کے بعد جب تک سر ذکر

(۱)۔ ع و بدلہ ملے متعلقاً (۲)۔ فتح و خروج و بدائع و ش و کبیری و مملکتنا (۳)۔ عن بعض الکتاب (۴)۔ ش تصرف (۵)۔ ش دم و ط

(۶)۔ ع و غیرہ ملخصاً (۷)۔ ش دم و ط (۸)۔ بحر (۹)۔ ع و فتح و بحر و کبیری (۱۰)۔ مستفاد عن بحر و غیرہ (۱۱)۔ ط

سے باہر نہ نکلے غسل فرض نہیں ہوتا، امام ابو یوسف اور طرفین کا اختلاف غسل کے فرض ہونے یا نہ ہونے کے متعلق سر ذکر سے بھی شہوت کے ساتھ نکلنے یا بغیر شہوت نکلنے میں ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے (۱) پس اگر کسی شخص کو احتلام ہوا اور منی اپنی جگہ سے جدا ہوئی لیکن سر ذکر پر ظاہر نہ ہوئی تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (۲) اور اسی طرح کسی شخص کو حلام ہوا اس سے کوئی چیز نہیں نکلی یعنی اس کو احتلام یاد ہے لیکن تری ظاہر نہیں ہوئی تو بالا جماع اس پر غسل واجب نہیں ہے اور اسی طرح اگر عورت کو حلام ہوا اور اس نے انزال کی لذت محسوس کی لیکن اس سے کوئی چیز نہیں نکلی تو اس پر غسل فرض نہیں ہے پس جب تک منی عورت کی فرج داخل سے فرج خارج تک نہ نکلے تمام حالات میں اس وقت تک عورت پر غسل فرض نہیں ہوتا کیونکہ احتلام کے متعلق عورت کا حکم بھی مرد کی طرح ہے۔ منی اگر طوائی نے کہا ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں (۳) اگر کسی شخص کی غنہ نہ ہوئی تو جس طرح قلندہ (غنہ کی کمال) تک پیشاب آجانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح قلندہ تک منی کے اتر آنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۴)

۵۔ اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے پیشاب کے بعد منی نکلی مگر اس کے ذکر میں ایسا دگی تھی تو اس پر غسل واجب ہوگا اس لئے کہ یہ (ایسا دگی) اس کے شہوت کے ساتھ نکلنے پر دلالت کرتی ہے (۵) بحر الرائق میں کہا ہے کہ یہ حکم اس سورت میں ہے کہ جب کہ ایسا دگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جائے (۶) (یعنی منی شہوت کے ساتھ کو ذکر نکلی ہو تب غسل واجب ہوگا) اور اگر اس کے ذکر میں ایسا دگی نہیں تھی تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ (۷)

۶۔ جاننا چاہئے کہ مرد و عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلنے والی رطوبت پیشاب کے علاوہ منی یا مذی یا رذی ہوتی ہے ان تینوں میں یہ فرق ہے کہ مرد کی منی غلیظ اور سفید رنگ کی ہوتی ہے یہ بہت لذت سے شہوت کے ساتھ کو ذکر نکلتی ہے اور لمبائی میں پھیلتی ہے اس کی بو خرا کے شگونے جیسے ہوتی اور اس میں چپکا ہٹ ہوتی ہے درحک ہونے پر انڈے کی بو کی مانند ہوتی ہے اس کے نکلنے کے بعد عضو (ذکر) سست ہو جاتا ہے یعنی شہوت و جوش جاتا رہتا ہے، عورت کی منی پتل اور زرد رنگ کی گولائی والی ہوتی ہے، مذی پتل سفیدی، کل ہوتی ہے جو شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے بغیر کو ذکر نکلنے کے اور بغیر لذت و شہوت کے نکلتی ہے اور اس کے نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا، اس کے نکلنے پر شہوت قائم رہتی ہے اور جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے، یہ عورتوں میں مردوں سے زیادہ پائی جاتی ہے (۸) بعض کے نزدیک مذی کو جو عورتوں سے شہوت کے وقت نکلتی ہے لذی کہتے ہیں (۹) ودی منی کی مانند گاڑی رطوبت ہوتی ہے لیکن اس میں منی کی طرح بو نہیں ہوتی یہ پیشاب کے بعد شہوت کے بغیر نکلتی ہے یا کسی روزنی چیز کے اٹھاتے وقت یا غسل جماعی کے بعد شہوت کے بغیر قطرہ و قطرے یا اس کی مانند نکلتی ہے (۱۰) اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو واجب ہوتا ہے (۱) اور منی کے نکلنے سے غسل فرض ہوتا ہے اور منی کا نکلنا شہوت کے ساتھ کو ذکر نکلنے سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، (۱۲) ۷۔ اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اٹھے اور اپنی ران یا کپڑے یا پچھونے پر تری دیکھے تو اس مسئلے کی چودہ سورتیں ہیں ۱۔ منی کا یقین ہونا، ۲۔ مذی کا یقین ہونا، ۳۔ ودی کا یقین ہونا، ۴۔ منی اور مذی میں شک ہونا، ۵۔ منی و ودی میں شک ہونا، ۶۔ مذی اور ودی میں شک ہونا، ۷۔ ان تینوں میں شک ہونا، یہ سات سورتیں احتلام یاد ہونے کی صورت میں ہیں اور یہی سات سورتیں احتلام یاد نہ ہونے کی صورت میں ہیں اس طرح کل چودہ سورتیں ہوں گی ان میں سے سات سورتوں میں بالاتفاق غسل واجب ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہیں، ۱۔ احتلام یاد ہوتے ہوئے منی کا یقین

(۱) بحر (۲) ع (۳) کبیری مضمناً و زیادہ عن النسخ والبر (۴) بحر (۵) ع و درویش و بحر ملقطا (۶) بحر و درویش

(۷) ع و بحر (۸) بدائع و بحر ملقطا (۹) بحر و درویش (۱۰) بحر و درویش (۱۱) بحر (۱۲) م و بحر و غیرہ

ہونا۔ ۲۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے منی کا یقین ہونا۔ ۳۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے منی اور
 مذی میں شک ہونا۔ ۵۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے منی اور ودی میں شک ہونا۔ ۶۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے منی اور ودی میں شک ہونا۔
 ۷۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے ان تینوں میں شک ہونا اور ان چار صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب نہ ہوگا۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے ودی
 کا یقین ہونا۔ ۲۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے ودی کا یقین ہونا۔ ۳۔ احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے منی کا یقین ہونا۔ ۴۔ احتلام یا دندہ ہوتے
 ہوئے منی اور ودی میں شک ہونا اور تین صورتیں اختلافی ہیں: احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے ۱۔ منی اور مذی میں شک ہو، ۲۔ یا منی اور ودی
 میں شک ہو، ۳۔ یا ان تینوں میں شک ہو، ان تینوں صورتوں میں اگر نیند سے پہلے ذکر ایستادہ نہ ہو تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے
 نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب ہوگا کیونکہ موجب غسل میں شک ہے اور
 اگر نیند سے پہلے ذکر ایستادہ ہو تو بالاتفاق اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (جیسا کہ آگے آتا ہے، مؤلف) جانتا چاہئے کہ بحر الرائق میں اس مسئلے
 کی بارہ صورتیں لکھی ہیں اور رد المحتار شامی و منیہ المثلث میں دو صورتوں یعنی احتلام یا دندہ ہوتے ہوئے یا یا دندہ ہوتے ہوئے ان تینوں میں شک
 ہونے کا اضافہ کیا ہے (۱) پہلی صورت میں بالاتفاق غسل واجب ہوگا اور دوسری صورت میں اگر نیند سے پہلے عضو مخصوص ایستادہ نہ ہو تو
 طرفین کے نزدیک غسل واجب ہوا اور احتیاطاً اسی پر فتویٰ ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہوگا، ان چودہ صورتوں کے یہ احکام
 بحر الرائق و طحاوی و رد المحتار کے مطابق ہیں لیکن کبیری شرح منیہ المصلیٰ میں اختلافی صورت کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے یہ چودہ صورتیں
 مع حکم مندرجہ ذیل فقہ میں درج ہیں۔ (مؤلف)

بیاد احتلام				بلا یا داحتلام			
یقین	حکم غسل	شک	حکم غسل	یقین	حکم غسل	شک	حکم غسل
منی	واجب	منی و مذی	واجب	منی و مذی	منی و مذی	منی و مذی	منی و مذی
مذی	واجب	منی و ودی	واجب	منی و ودی	منی و ودی	منی و ودی	منی و ودی
ودی	نہیں	مذی و ودی	واجب	مذی و ودی	مذی و ودی	مذی و ودی	مذی و ودی
-	-	منی، مذی اور ودی	-	منی، مذی اور ودی	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-

اس مسئلے کے یہ سب احکام سونے والے کے متعلق ہیں جبکہ اس نے سو کر اٹھنے کے بعد جسم یا کپڑے پر تری پانی ہو لیکن اگر کسی شخص
 پر غشی (بے ہوشی) جاری ہوئی ہو یا نشہ سے مست و مدہوش ہو گیا ہو پھر جب اس کو افاقہ ہوا تو اس نے اپنے جسم یا کپڑے پر مذی یا منی تو بالا
 تفاق اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ (۲) ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ نیند راحت حاصل ہونے کے باعث احتلام کے گمان کا محل ہے
 اس لئے احتیاطاً مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا کہ شاید ہوا کی سُر یا نندا کے سبب سے منی پتلی ہو گئی ہو اور نشہ اور غشی والے شخص کا حکم ایسا نہیں
 ہے کیونکہ اس میں یہ سب تحقیق نہیں یعنی مدہوشی اور غشی راحت کا سبب نہیں ہے (۳) اس مسئلے میں مذی کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر مست
 اور بے ہوش افاقہ کے بعد منی دیکھیں گے تو بالاتفاق اس پر غسل واجب ہوگا۔ (۴) اگر کوئی شخص سو کر اٹھا اور اس نے اپنے سر ذکر میں

تری پانی اور وہ نہیں جانتا کہ یہ منی ہے یا ندی ہے اور اس کو احتلام ہونا یا نہیں ہے اگر سونے سے پہلے اس کا ذکر ایسا نہ تھا تو اس پر غسل واجب نہیں ہے اس لئے کہ ذکر ایسا نہ ہونا ندی کے نکلنے کا سبب ہے اس لئے اسی پر محمول ہوگا لیکن اگر یہ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے تو غسل واجب ہوگا اور اگر سونے سے پہلے اس کا ذکر مست تھا تو طرفین کے نزدیک احتیاطاً اس پر غسل واجب ہوگا کیونکہ احتیاط ہے کہ یہ رطوبت شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا ہوئی ہو پھر وہ منی ہو یا نہ ہو اسے چکی ہوگی ہو یا نہ ہو ابو یوسف کا اس میں خلاف ہے (یعنی ان کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا) (۱) اس مسئلے میں بھی لیٹ کر سونے یا کسی اور ہیئت پر سونے والے کے علم میں کوئی فرق نہیں ہے جیسے کہ دوسری صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے (۲) پس اگر کوئی شخص بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا یا چلتا ہو اسوئے پھر جائے اور تری پائے تو اس کا اور لیٹ کر سونے والے کا حکم یکساں ہے۔ (۳) لیکن کبیری شرح منیہ المصلیٰ میں ہے کہ ذکر (عضو) کے ایسا نہ ہونے کی صورت میں غسل واجب نہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ وہ کھڑا یا بیٹھا ہو اسوئے جائے کیونکہ اس حالت میں عادتاً نیند زیادہ گہری نہیں ہوتی اس لئے یہ نیند احتلام کا سبب نہیں ہوتی لیکن اگر اس کو یقین ہو کہ یہ تیری منی کی ہے تو اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر وہ لیٹ کر سویا ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا کیونکہ لیٹنے سے اعضائے بدن ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور نیند گہری آتی ہے جو کہ احتلام کا سبب ہوتی ہے۔ (۴) کبیری میں ہے کہ یہ تفصیل محیط اور آخرے میں مذکور ہے۔ جس الائمہ حلوئی نے کہا کہ یہ صورت اکثر واقع ہوا کرتی ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں پس اس کو یہ ذکر لینا واجب ہے (۵) اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اس مسئلے میں غسل واجب نہ ہونا تین باتوں کے ساتھ مشروط ہے یعنی: کھڑے یا بیٹھے ہوئے سونا ۲۰۔ یہ یقین ہونا کہ یہ تری منی کی نہیں ہے ۳۰۔ احتلام کا یا نہ ہونا پس اگر ان تینوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی یعنی یہ کہ وہ لیٹ کر سویا ہو یا اس کو یقین ہو۔ یہ تری منی کی ہے یا اس کو احتلام یا نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ لیکن حلیہ میں مذکور ہے کہ صاحب حلیہ نے ذخیرہ اور محیط طرہائی کی طرف رجوع کیا تو ان میں غسل واجب نہ ہونے کے لئے کھڑا اور بیٹھا ہو سونے کی قید نہیں پائی پھر اس نے اس مسئلہ میں بحث کی اور کہا ہے کہ کھڑا اور بیٹھا ہو اسوئے اور کر دھ پر سونے میں فرق غیر ظاہر ہے (۶) لیکن ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ اگر منی شہوت سے نکلے خواہ ۳۰ تے میں نکلے ہو یا حائضے میں تو اس کا ذکر (دقی کے ساتھ) نکلتا اور سر ذکر سے تجاوز کرنا بھی ضروری ہے پس تری کا صرف سر ذکر میں ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ لازمی طور پر منی نہیں ہے اور ہضم غذا اور ریح (گیس) کے چڑھنے کے باعث نیند ایسا توگی ذکر کا محل وقوع ہے اس صورت مذکورہ میں (۱) اس تری کے ندی ہونے کے احتمال سے) غسل کا واجب کرنا مشکل ہے بخلاف تری کے ان وغیرہ پر پائے جانے کے کہ اس صورت میں غالب یہ ہے کہ وہ منی ہے جو کہ شہوت سے نکلے ہے اگرچہ ہوا سے چکی پڑ جانے کے باعث پہچانی نہیں جاتی اور وہ احتلام کو بھول گیا ہے۔ (۷) ۹۔ اگر بچھونے پر منی پائی جائے اور رات کو خاوند بیوی دونوں اس بچھونے پر سونے تھے اور دونوں میں سے کسی کو احتلام یا نہ نہیں اور دونوں اپنی منی ہونے سے انکار کریں یعنی مرد کہے کہ یہ عورت کی منی ہے اور عورت کہے کہ یہ مرد کی منی ہے اور مرد یا عورت کی منی کی تمیز کی عدا مات یعنی مرد کی منی کا گڑھا اور سفید اور طول میں واقع ہونا اور عورت کی منی کا پتلا اور زرد اور گولائی میں واقع ہونا بھی نہیں پایا جاتا اور ان دونوں سے پہلے اس بستر پر کوئی دوسرا شخص بھی نہیں سویا تھا تو احتیاطاً دونوں پر غسل واجب ہوگا۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو احتلام یا نہ ہے یا کسی ایک کی منی کی علامات پائی جاتی ہیں تو جس کو احتلام یا نہ ہے یا مرد و عورت میں سے جس کی منی کی علامات پائی جائیں صرف اس پر غسل واجب ہوگا دوسرے پر نہیں اور اگر منی خشک ہو در اس بستر پر ان دونوں سے پہلے کوئی دوسرا شخص سویا ہو اور ان دونوں میں سے کسی کو احتلام یا نہ نہیں تو

(۱)۔ کبیری روح و ذکر غیر مستحکم (۲)۔ (۳)۔ (۴)۔ کبیری (۵)۔ روح و کبیری (۶)۔ کبیری (۷)۔

(۶)۔ شمس المصداق امامہ فی (۷)۔ کبیری

زوجین میں سے کسی پر غسل واجب نہیں ہوگا (۱) تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ علامات سے منی ممتاز ہونے کے باوجود مرد و عورت دونوں پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ بعض وقت طبعیتوں اور غذاؤں کے اختلاف کے باعث علامات میں بھی تضاد ہو جاتا ہے اس لئے ان کا اعتبار نہیں ہوگا (۲) اسی لئے مرد یا عورت کی منی کی علامات پائی جائیں یا نہ پائی جائیں دونوں صورتوں میں عالمگیری وغیرہ میں مرد و عورت دونوں پر احتیاطاً غسل واجب ہونے کو اصح کہا ہے (مؤلف) اس میں زوجین کی لیدہ اتفاق ہے ورنہ خواہ انہی مرد و عورت سوتے ہوں یا مرد یا عورتیں سوئی ہوں ان سب صورتوں میں وہی حکم ہے جو زوجین کے متعلق مذکور ہوا ہے۔ (۳) ۱۰۔ کوئی شخص فیند سے بیدار ہوا اور اس کو احتلام یاد ہے لیکن اس نے کوئی تری نہیں دیکھی پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد مذی نکلے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر مٹی نکلے تو غسل واجب ہوگا۔ (۴) ۱۱۔ کسی شخص کو رات میں احتلام ہوا پھر وہ جاگا اور اس نے تری نہیں دیکھی پھر وضو کیا اور فجر کی نماز پڑھی پھر مٹی نکلے تو اس پر غسل واجب ہوگا اور وہ اس نماز کو نہ لوٹے اور اسی طرح اگر نماز میں احتلام ہوا اور انزال نہ ہوا یہاں تک کہ نماز پوری کر لی پھر انزاں ہوا تو وہ نماز کا اعادہ نہ کرے اور غسل کرے۔ (۵) ۱۲۔ جانا چاہئے کہ منی کے نکلنے سے غسل دو شرطوں کے ساتھ واجب ہوتا ہے ایک یہ کہ منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا ہوئی ہو پس اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے بغیر ہوئی اور شہوت کے بغیر ہی باہر نکلے مثلاً کسی نے اس کی پیٹھ پر قوی ضرب لگائی یا اس نے کوئی بھری بوجھ اٹھا یا وہ بلندی سے گرا (اور منی نکلے) تو احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں غسل واجب ہوگا، (۶) اور دوسری شرط یہ ہے کہ منی عضو مخصوص سے باہر یا جو اس کے حکم میں ہے وہاں تک نکل جائے، یعنی عورت کی فرج خارج میں آجائے اور بے قصد مرد کے قلعے (ختنے والی کھال) میں آجائے، پس جب تک منی عضو مخصوص کی ڈنڈی یا فرج داخل کے اندر ہے احناف کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں ہوگا بخلاف امام مالک کے (کہ ان کے نزدیک اس صورت میں بھی اس پر غسل واجب ہوگا) منی کے ذکر سے باہر نکلنے وقت بھی شہوت کا پایا جانا شرط ہونے میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک منی عضو مخصوص سے باہر نکلنے وقت بھی شہوت کا پایا جانا شرط ہے اور طرفین کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، (۷) اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے، مؤلف) پس اگر منی عضو مخصوص سے باہر نہیں نکلی یعنی ذکر کی ڈنڈی یا فرج داخل میں ہی رہ گئی تو اس پر بال اتفاق غسل فرض نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ باطن کے حکم میں ہے لیکن اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونے کے بعد اس رخم سے باہر نکلی جو خبیثہ میں ہے تو ظاہر یہ ہے کہ (طرفین کے نزدیک) اس پر غسل فرض ہوگا۔ (۸)

جنابت کا دوسرا سبب، دخول

۱۔ جنابت کا دوسرا سبب دخول (ایلاج) ہے جس میں زنا مرد و عورت کے دونوں راستوں یعنی ثمل و بزر (پیشاب و پاخانے کا مقام) میں سے کسی ایک راستے میں دخول سے جبکہ حشفہ (سر ذکر) اندر چھپ جائے خواہ انزال ہو یا نہ ہو فاعل اور مفعول بہ دونوں پر جبکہ دونوں مکلف یعنی حائل و بالغ ہوں یا ان میں سے جو مکلف ہے اس پر غسل واجب ہو جائے گا، (۹) اے علماء کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے (۹) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دونوں زنا ہوں اور مفعول بہ عورت ہو یا مرد ہو یا خنثی مشکل ہو اور فاعل مرد ہو (۱۰) حشفہ ختنے میں کٹنے والی کھال کی جگہ سے اوپر تک ہے کھال کٹنے کی جگہ میں اس داخل نہیں ہے (۱۱) حشفہ کے پوری طرح اندر داخل ہونے کی قید سے معلوم ہوا کہ ذکر کے فرج یا دبر کے

(۱)۔ کبیری دوع و درآش و بحر و متعلقاً (۲)۔ کبیری (۳)۔ ش (۴)۔ کبیری دوع متعلقاً (۵)۔ فتح دوع (۶)۔ جامع و کبیری متعلقاً (۷)۔ کبیری (۸)۔ ش (۹)۔ دوع و بحر کبیری و درآش متعلقاً (۱۰)۔ مستقادم کتب الفقہ (۱۱)۔ ش

ساتھ صرف مل جانے سے جب تک انزال نہ ہو دونوں میں سے کسی پر غسل فرض نہیں ہوتا لیکن اس سے وضو کے ٹوٹ جانے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ مذی نکلے یا نہ نکلے، اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک مذی نہ نکلے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (تفصیل نو اقتضیٰ وضو کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف) (۱)

۲۔ اگر کسی کا حشفہ (سر ذکر کٹا ہوا ہو تو ذکر مقطوع الحشفہ (بہذا آلت) بقدر حشفہ اندر داخل کرنے سے غسل واجب ہو جائے گا۔ (۲)
۳۔ اگر چو پایہ یا نردہ یا ناقابل جماع چھوٹی لڑکی سے جماع کیا تو انزال کے بغیر غسل واجب نہ ہوگا (۳) اگرچہ حشفہ غائب ہو جائے (۴) اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کے محل جماع (فرج) میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ قمل و دیر کے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک نہ ہو جائیں وہ جماعت کے لائق ہے اور دخول سے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (۵)

۴۔ اگر کسی عورت کی فرج سے باہر جماع کیا جائے اور مرد کی مٹی اس کے رحم میں پہنچ جائے تو اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا خواہ وہ عورت، کرا (کنواری) ہو یا غیر باکرہ ہو کیونکہ سبب یعنی عورت کو انزال ہونا یا حشفہ کا پوری طرح اندر داخل ہو جانا نہیں پایا گیا، اسی طرح اگر کنواری عورت سے جماع کیا اور مرد کو انزال بھی ہو گیا مگر عورت کی بکارت زائل نہ ہوئی تو عورت پر غسل واجب نہ ہوگا لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر عورت کو حمل رہ جائے تو اب جماعت کے وقت سے غسل واجب ہونے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اس عورت کو انزال ہونا غسل سے ثابت ہو گیا پس اگر اس نے غسل نہیں کیا تھا تو غسل جفت ہونے کے بعد وہ غسل کرے اور جماعت کے وقت سے غسل کے وقت تک کی ساری نمازیں لوٹائے کیوں کہ ثابت ہو گیا کہ اس نے وہ نمازیں طہارت کے بغیر پڑھی ہیں (۶) لیکن کبیری شرح منیۃ المصلیٰ میں مذکور ہے کہ یہ حکم اصح قول کے خلاف ہے۔ جو کہ ظاہر الروایت ہے تا رخیہ میں کہا ہے کہ ظاہر الروایت میں عورت پر غسل فرض ہونے کے لئے عورت کی مٹی کا فرض داخل سے فرج خارج تک نکلنا شرط ہے مٹی کہ اگر عورت کی مٹی اپنی جگہ سے جدا ہو کر فرج داخل سے فرج خارج تک نہیں نکلی تو اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا اور نصاب میں ہے کہ یہی اصح ہے اسی (۷) اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حمل کا قرار پانا عورت کی مٹی کے اپنی جگہ سے جدا ہونے پر موقوف ہے اس کے فرج خارج تک نکلنے پر موقوف نہیں ہے پس ظاہر یہ ہے کہ حمل قرار پانے کی صورت میں غسل کا واجب ہونا امام محمدؒ کی روایت پر مبنی ہے (۸) جیسا کہ بحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر عورت کو احتلام ہو جائے اور اس کی مٹی فرج خارج تک نہ نکلے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس عورت پر غسل واجب ہوگا اور ظاہر الروایت میں اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ عورت پر غسل واجب ہونے کے لئے عورت کی مٹی کا اس کی فرج خارج تک نکلنا شرط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ معراج الدہریہ میں ہے۔ (۹)

۵۔ اگر کسی مرد نے اپنے عضو مقبوس پر کپڑا لپیٹ کر دخول کیا اور اس کو انزال نہ ہوا تو بعض فقہانے کہا کہ اس پر غسل فرض ہوگا کیونکہ وہ دخول کرنے والا کہلائے گا اور بعض نے کہا اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں قول مطلق ہیں (یعنی خواہ کپڑا اسی ہو پتلا دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے) اور بعض کا قول یہ ہے اور اصح بھی یہی ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت و لذت محسوس ہو تو (خواہ انزال نہ ہو) اس پر غسل واجب ہوگا ورنہ جب تک انزال نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوگا۔ (۱۰)

(۱)۔ بحر (۲)۔ زاد بحر و غیرہا (۳)۔ زاد بحر و غیرہا (۴)۔ زاد (۵)۔ بحر و غیرہا (۶)۔ بحر و درودش متعلقاً

(۷)۔ کبیری درودش و منہ (۸)۔ منہ (۹)۔ بحر (۱۰)۔ بحر و درودش متعلقاً

۶۔ انگلی یا اس کی مانند کوئی چیز مثلاً آدمی کے سوا کسی اور کا ذکر ہو یا بندہ روگدھا وغیرہ کسی جانور کا ذکر یا خنثی مشکل یا میت (مردہ) یا اس ناہالغ لڑکے کا ذکر جس کو شہوت نہیں ہوتی یا جو چیز لکڑی وغیرہ سے ذکر (آلت) کی مانند بنائی جاتی ہے جسے بدکار عورتیں شہوت رانی کے لئے استعمال کرتی ہیں) ان چیزوں میں سے کسی کی قبل یا درمیان داخل کرنے سے مختار قول کی بنا پر (جب تک انرا نہ ہو) غسل واجب نہیں ہوتا (۱) فتح القدیر میں کہا ہے کہ درمیان انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہونے میں اختلاف ہے (۲) اور علامہ حنفی نے اپنی شرح کبیری میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ قبل یا درمیان انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہونے میں اختلاف ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ قبل میں انگلی داخل کرنے سے انزال کے بغیر اس وقت غسل واجب ہوتا ہے جب کہ اس عورت نے شہوت رانی کے قصد سے ایسا کیا ہو اس کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے پس سبب یعنی شہوت سبب یعنی انزال کے قائم مقام ہو جائے گا، درمیان انگلی داخل کرنے کا حکم یہ نہیں ہے کیونکہ درمیان انگلی داخل کرنے سے شہوت نہیں ہوتی اور آدمی کے علاوہ کسی اور جاندار کے ذکر اور میت کے ذکر اور لکڑی وغیرہ سے ذکر کی مانند بنائی ہوئی چیز کے داخل کرنے کا بھی یہی حکم ہے (۳) پس درمیان ان چیزوں میں سے کسی چیز کے داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہونے کی ترجیح متفق علیہ ہے اور قبل میں داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہونے کی ترجیح مختلف فیہ ہے۔ (اور مختار قول اوپر بیان ہو چکا ہے مؤلف) (۴)

۷۔ اگر خنثی مشکل اپنے ذکر کسی عورت کی فرج یا درمیان داخل کرے تو دونوں پر غسل واجب نہ ہوگا (اس لئے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج مشکوک الوجود ہیں اور غسل کا فرض ہونا حشفہ اور فرج کے متعلق الوجود ہونے کی صورت میں ہے) (۵) پس اس کے فاعل ہونے میں غسل کس لئے واجب نہیں کہ شاید وہ عورت ہو اور اس کا ذکر زائد عضو ہو تو اس کا داخل کرنا انگلی داخل کرنے کی مانند ہو یا وہ مرد ہو اور اس کی فرج ذمہ کی، نہ ہو، اور اسی طرح اگر خنثی مشکل نے پناذ کر اپنے مثل کسی دوسرے خنثی ذکر کسی مرد کی درمیان داخل کیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر کسی خنثی کی فرج میں داخل کیا تب بھی دونوں پر غسل واجب نہیں ہوگا کیونکہ ممکن ہے دونوں غلطی مشکل مرد ہوں اور ان دونوں کی فرج زائد ہو اور اگر کسی مرد نے خنثی مشکل کی فرج میں دخول کیا تو اس مرد پر غسل واجب نہیں ہوگا کیونکہ ممکن ہے وہ خنثی آدمی ہو اور اس کی فرج بمنزلہ ذمہ کے ہو اور ان سب صورتوں میں غسل واجب نہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ انزال نہ ہو لیکن اگر انزال ہو جائے تو انزال کی وجہ سے غسل واجب ہوگا (۶) یہ حکم خنثی مشکل کی فرج میں دخول کے متعلق ہیں لیکن اگر کسی مرد نے خنثی مشکل کی درمیان دخول کیا تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا کیونکہ اس کی درمیان کوئی اشکال نہیں ہے اور وہ ثابت الوجود ہے (۷) اسی طرح، اگر خنثی مشکل نے جماع کیا اور اس سے بھی جماع کیا گیا تو اس پر غسل واجب ہوگا اس لئے کہ دونوں فعلوں میں سے ایک کی وجہ سے اس کی جنابت متحقق ہو جائے گی۔ (۸)

۸۔ اگر دس برس کا لڑکا کسی عورت سے جماعت کرے تو عورت پر غسل واجب ہوگا اور لڑکے پر غسل واجب نہیں ہوگا لیکن اس لڑکے کو بھی غسل کا حکم دیا جائے گا تاکہ اس کو عادت پڑے، جیسا کہ اس کو وضو اور نماز کا حکم عادت ڈالنے کے لئے کیا جاتا ہے اور اگر مرد ناہالغ ہو اور لڑکی ناہالغ ہو مگر جماعت کے قابل ہو تو مرد پر غسل واجب ہوگا اور اس لڑکی پر غسل واجب نہ ہوگا (لیکن اسے بھی عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم کیا جائے گا) اور اگر کوئی خنثی (جس کے خبیث کٹ گئے ہوں یا مرد) جماعت کرے تو فاعل و مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا (۹)

(۱)۔ دروش (۲)۔ فتح و غیر (۳)۔ کبیری و ش (۴)۔ غایۃ الاوطار (۵)۔ غایۃ الاوطار (۶)۔ محرر عیش ملتقطا

(۷)۔ غایۃ الاوطار (۸)۔ ش (۹)۔ ع و کبیری

۹۔ اگر کوئی عورت کہے کہ نیند میں میرے پاس جن آیا کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ وہی کیفیت پاتی ہوں جو میں اپنے خاوند کے جماعت کرتے وقت پاتی ہوں تو انزال کے بغیر اس پر غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ سبب یعنی (دخول یا انزال نہیں پایا گیا اور اگر انزال ہوا تو اس عورت پر غسل واجب ہوگا گویا کہ وہ احتلام ہے (۱) لیکن اگر ایسا فعل جاکتے ہوئے واقع ہوا اور جن آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا تو فقط اس کے ذکر کے بقدر حشفہ داخل ہونے سے ہی اس عورت پر غسل واجب ہو جائے گا (کیونکہ احکام کاہر ظاہر پر ہے) اسی طرح اگر کسی آدمی نے نیند میں مونٹ جن (پری) سے جماع کیا اور انزال نہیں ہوا تو اس مرد پر غسل واجب نہیں ہوگا اور اگر انزال ہوا تو اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر بیداری میں کسی آدمی نے مونٹ جن سے جماع کیا اور وہ اس وقت انسانی عورت کی شکل میں تھی تو صرف دخول حشفہ سے ہی غسل واجب ہو جائے گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو، لیکن بعض علما نے یہ تعلیل کی ہے کہ چونکہ انسان اور جن کے درمیان ممانعت حرام ہے اس لئے اس صورت میں بھی انزال کے بغیر آدمی پر غسل واجب نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ چوپایا یا مردہ کے ساتھ وطی کرنے کا حکم ہے لیکن اگر عورت کے پاس کوئی جن آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس سے وطی کی اور اس عورت کو اس کا علم نہیں ہوا کہ وہ جن ہے تو اس عورت پر غسل واجب ہوگا یا آدمی کے پاس مونٹ جن ظاہر ہوئی اور اس آدمی نے اس مونٹ جن سے وطی کی اور وہی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جن ہے تو اس مرد پر غسل واجب ہوگا۔ (۲)

تنبیہ: جماعت کے یہ احکام غسل کے لئے بیان ہوئے ہیں اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ناجائز جماعت کا مرتکب عذاب دسرا کا مستحق نہیں رہا بلکہ یہ سخت گناہ کبیرہ اور حرام ہے اور اس کا مرتکب عذاب دسرا کا مستحق ہے۔

۲۔ حیض ۳۔ نفاس

۱۔ غسل فرض کرنے والی چیزوں میں سے حیض و نفاس ہے پس جب حیض و نفاس کا خون نکل کر عورت کی فرج خارجی تک پہنچ جائے تو غسل فرض ہوگا اور اگر صرف فرج داخل تک آیا اور فرج خارج تک نہیں پہنچا تو وہ حیض و نفاس نہیں ہوگا اس لئے اس عورت پر غسل فرض نہیں ہوگا۔ (۳)

۲۔ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو اس صبح یہ ہے کہ اس پر غسل فرض ہوگا۔ (۴) (حیض و نفاس کے مسائل آگے الگ بیان میں ہیں۔) (مؤلف)

اقسام غسل

غسل ۱۔ کبھی فرض، ۲۔ کبھی واجب، ۳۔ کبھی سنت، ۴۔ اور کبھی مستحب ہوتا ہے (۵) پس غسل کی ان چار قسموں میں سے پہلی قسم غسل فرض تین طرح کا ہے ۱۔ غسل جنابت، ۲۔ غسل حیض، ۳۔ غسل نفاس۔ (۶) دوسری قسم غسل واجب چار طرح کا ہے۔

۱۔ مردہ (میت) کا غسل (۷) پس مسلمان میت کو غسل دینا زندہ مسلمانوں پر بالاجماع واجب علی الکفایہ ہے اگر بعض مسلمانوں نے اس کو ادا کر دیا تو باقی لوگوں کے لئے نہ سے ماقط ہو جائے گا ورنہ سب گنہگار ہوں گے جبکہ ان کو اس میت کا علم ہو، فحش مشکل کو غسل دیے

(۱)۔ فتح و جروح و ملقظا	(۲)۔ منجوش	(۳)۔ مع اور غیر ہا	(۴)۔ مع وغیرہ	(۵)۔ بدائع
(۶)۔ مع و کبری و بدائع وغیرہ	(۷)۔ مع وغیرہ			

میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کو تیمم کر لیا جائے اور بعض نے کہا کہ اس کے پڑوں میں غسل دیا جائے، پہلوؤں اولیٰ ہے لیکن کافر مردہ کا اگر کوئی مسلمان ولی نہ ملے تو نجس کپڑے کی طرح اس کے اوپر سے پانی بہا دیا جائے اس کو سنون طریقے سے غسل نہ دیا جائے۔ (۱)
(غسل میت کی تفصیل کتاب الجنائز میں ہے، مؤلف)

۲۔ کافر جنسی (خواہ مرد ہو یا عورت جبکہ وہ نہ پایا نہ ہو یا نہ پایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہو،) جب اسلام لائے تو اس پر غسل واجب ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب ہے، یہ ظاہر الروایت ہے اور یکا آ ص ۲۔

۳۔ کافرہ عورت اگر حیض یا نفاس کا خون منقطع ہونے کے بعد مسلمان ہوئی تو بعض کے نزدیک اس پر غسل فرض نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن اصح تو اس کی بنا پر اس پر غسل واجب ہے اور یہی احوط ہے اور اگر اس نے حیض یا نفاس کی حالت میں اسلام قبول کیا ہو اس کے بعد پاک ہوئی تو اس پر غسل واجب ہے۔ (۳)

۴۔ نابالغ لڑکی جب حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو حیض سے پاک ہونے کے بعد اس پر غسل واجب ہوگا اور اگر نابالغ لڑکا احتلام کے ساتھ بالغ ہوا (نہ کہ عمر کے لحاظ سے یعنی پندرہ سال سے پہلے اسے پہلا احتلام ہوا) تو بعض نے کہا کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور اصح یہ ہے کہ اس پر غسل واجب ہے اور یہی احوط ہے (۴) اور پندرہ سال سے پہلے احتلام کے ساتھ بالغ ہونے والے نابالغ کو پہلے احتلام کے بعد جب احتلام ہو یا پندرہ برس کی عمر کے بعد جب پہلا احتلام ہو اور اس کے بعد جب بھی احتلام ہو اس پر غسل فرض ہے (۵) قاضی خان نے کہا ہے کہ مذکورہ چاروں صورتوں میں احتیاطاً غسل واجب ہے۔ (۶)

فائدہ: غسل واجب سے مراد یہاں اصطلاحی واجب نہیں ہے کہ فرض عملی ہے جو کہ فرض اعتقادی سے درجہ میں کم ہے کیونکہ یہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے اور متفق علیہ بھی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مشائخ نے غسل کی نین ہی قسمیں یعنی فرض و سنت و مستحب بیان کی ہیں اور بعض نے فرض عملی کو فرض اعتقادی سے کم درجہ ہونے کی تیز کے لئے واجب سے تعبیر کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے مشائخ نے غسل کی چار قسمیں یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب بیان کی ہیں لیکن یہ بات غسل میت کے علاوہ باقی میں ظاہر ہے (۷) اس لئے کہ باب الجنائز میں متقول ہے کہ غسل میت فرض ہے اس لئے اس پر واجب کا اطلاق نہ کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس سے ہماری مشہور اصطلاح کی بنا پر بسا اوقات یہ متوہم ہوتا ہے کہ یہ فرض نہیں ہے۔ (۸)

تیسری قسم غسل سنت

۱۔ یہ بھی چار طرح کا ہے اور یہ جمع و معین و عرفہ کے دن اور اہرام باندھنے کے وقت کا ہے (۹) بعض مشائخ کے نزدیک یہ چاروں غسل مستحب ہیں شرح منیۃ المصلیٰ میں اس کو اصح کہا ہے اور فتح القدیر میں اس کی تائید کی ہے لیکن صاحب فتح القدیر کے شاگرد ابن امیر حاتم نے علیہ میں جمعہ کے غسل کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ اس پر عقلی منقول ہے۔ (۱۰)

۲۔ جمعہ کے دن کا غسل امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے ہے، یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور کبیری میں ہے کہ یہی اصح ہے اور امام حسن بن زیاد کے نزدیک یہ غسل جمعہ کے دن کے لئے ہے (۱۱) اور اس اختلاف کا نتیجہ ان صورتوں میں ظاہر ہوتا

(۱) ش (۲) فتح و بحر و کبیری دم و ملتقطا (۳) فتح و بحر و ملتقطا (۴) ایضاً (۵) ط و غیرہ (۶) فتح و بحر و

(۷) ش ملتخصاً (۸) بحر (۹) ط و بحر و ط و غیرہ (۱۰) ش (۱۱) ط و بحر و کبیری و ش ملتقطا

ہے اول جس شخص پر جمعہ فرض نہیں ہے اس کے حق میں یہ غسل سنت ہے یا نہیں ہے (۱) پس امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے حق میں یہ غسل سنت نہیں ہے اور امام حسنؒ کے نزدیک سنت ہے اور احادیث سے امام ابو یوسفؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے (مؤلف) صحیحین میں روایت ہے کہ تم میں سے جو شخص جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کر لے اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ جو مرد و عورت جمعہ کی نماز میں آئیں ان کو غسل کر لینا چاہئے اور یحییٰ کی روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز میں نہ آئے تو اس پر غسل نہیں ہے (۲) دوم جس شخص نے غسل کیا پھر اس کو حدث ہوا اور اس نے وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھی تو اس نے امام حسنؒ کے نزدیک غسل سنت کی فضیلت حاصل کر لی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاصل نہیں کی سوم اگر کسی شخص نے طلوع فجر سے پہلے غسل کیا اور اسی غسل کے وضو سے جمعہ کی نماز پڑھی تو اس نے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل سنت کی فضیلت حاصل کر لی اور امام حسنؒ کے نزدیک حاصل نہیں کی۔ چہارم اگر کسی شخص نے نماز جمعہ کے بعد مغرب سے پہلے غسل کیا تو بعض فقہانے کہا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو یہ فضیلت حاصل ہوگی اور امام حسنؒ کے نزدیک حاصل ہو جائے گی، شافعی نے اسی طرح ذکر کیا ہے (۳) اور حنبلہ میں ہے کہ اگر کسی نے جمعہ کی نماز کے بعد غسل کیا تو وہ بالاجماع معتبر نہیں ہے (۴) اور بحر الرائق میں اسی کی تائید دی گئی ہے (۵) جیسا کہ اس میں ہے کہ میرے نزدیک یہی اولیٰ ہے اور آگے اس کی تعلیل بیان کی ہے (۶) مالک شافعی میں کہا ہے یہ غسل جمعہ کی نماز کے لئے ہے اور یہی صحیح ہے اور شافعی میں شرح ہدایہ ابن اکثم دار علائہ سید عبد الغنی النابلسیؒ کے منقول ہے کہ یہ چاروں غسل نظافت کے لئے مستنون ہیں طہارت کے لئے نہیں پس اگر غسل کے بعد حدث ہو جائے اور وضو کر کے نماز پڑھ لی جائے تو دوبارہ وضو سے نظافت میں اضافہ ہوگا اگر چہ وہ وضو طہارت کے لئے ہوگا پس میرے نزدیک ادائے سنت کے لئے دو غسل کافی ہے اگرچہ اس غسل اور نماز کے درمیان حدث واقع ہو گیا ہو کیونکہ اس بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا مقتضی صرف نظافت حاصل کرنا ہے اور شافعی نے کہا ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جو صبح سویرے سے جانا سنت ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس سنت کے حصول کے لئے اسے سویرے سے غسل کر کے جانا اور وضو اس وقت تک باقی رکھنا پھر اس وضو سے نماز پڑھ دھوا ہے خاص طور پر طویل دنوں میں اور دوبارہ غسل کرنا بھی دشوار ہے اور معراج الدراہیہ کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے جمعرات کے دن یا جمعہ کی رات کو غسل کیا تو اس نے غسل جمعہ کی سنت کو ادا کر لیا کیونکہ اس سے مقصود یعنی بدن و لباس کی بدبو کو دور کرنا حاصل ہو گیا۔ (۷) (پس امام حسن کے قول میں وسعت ہے اور فتویٰ کے لئے یہی علماء کے نزدیک مختار ہے مؤلف)

۳۔ عید کا دن بھی بمنزلہ جمعہ کے ہے کیونکہ اس میں بھی بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے اس لئے بدبو کی ایذا کو دور کرنے کے لئے اس روز بھی نماز فجر کے بعد غسل کرنا ان لوگوں کے لئے سنت ہے جن پر عید کی نماز واجب ہے (۸) اور اس غسل کے بارے میں بھی امام ابو یوسفؒ و امام حسنؒ کا وہی اختلاف جاری ہوگا جو کہ جمعہ کے غسل کے بارے میں بیان ہو چکا ہے (۹) اور حج یا عمر یا قرآن کا حرام ہاندیتے وقت غسل کرنا سنت ہے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے اس کو صرف اس دن کے لئے سنت کہا ہو اور عرفہ کے روز عرفات میں زوال کے بعد و قوف عرفات کے لئے غسل کرنا سنت ہے یہ عرفات میں داخل ہونے کے لئے یا یوم عرفہ کے لئے نہیں ہے یہ جو بدائع میں ہے کہ اس میں بھی جمعہ کی طرح یہ اختلاف ہے کہ یہ قوف کے لئے یا یوم عرفہ کے لئے ہے حلیہ میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ (۱۰)

۴۔ اگر جمعہ اور عید یا جمعہ اور عرفہ ایک دن جمع ہو گئے اور کسی شخص نے جماع بھی کیا پھر غسل کیا تو تینوں کے لئے ایک ہی غسل کافی

(۱) فتح (۲) ط (۳) فتح و بحر متھقا (۴) بحر رد (۵) ش (۶) بحر دار فیہ

(۷) ش (۸) ہدایہ وغیرہ تصرفا (۹) ش و منہ (۱۰) بحر ش و منہ

ہو جائے گا (۱) اور سی طرح جمعہ، عید، کسوف اور استسقاء ایک دن میں جمع ہو جائیں تو ان سب کا ثواب حاصل کرنے کے لئے بھی ایک ہی غسل کافی ہو جائے گا جبکہ اس میں ان سب کی نیت کر لی گئی ہو۔ (۲)

چوتھی قسم غسل مستحب (۳) یہ بہت سے ہیں اور ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (سولف) ۱۔ کافر غیر جنبی جس وقت اسلام لائے (۴) پس جب کوئی کافر مرد و عورت جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہو اور اس نے غسل کر لیا اور نابالغ بچہ اسلام لائے تو اس کو آثار کفر سے نکالت حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۵) اور جو جنبی مرد و عورت یا حیض و نفاس والی عورت اسلام لائے اس پر مستند قول کی بنا پر غسل کرنا فرض ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۶) ۲۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی جب عمر کے لحاظ سے بالغ ہو (۷) یعنی وہ پورے چندرہ برس کا ہو جائے اور اس وقت تک بلوغت کی کوئی ملامت اس میں نہ پائی جائے تو مطلقاً یہ قول کی بنا پر اس کو غسل کرنا مستحب ہے (۸) لیکن جو نابالغ لڑکا اختلام یا انزال یا احبال (حالمہ کر دینے) کے ساتھ بالغ ہوا یا لڑکی اختلام یا حیض یا صل ہو جائے کے ساتھ بالغ ہوئی تو ان صورتوں میں اس پر غسل فرض ہوگا۔ (۹) (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) ۳۔ مجنون دہے ہوش اور نشے والے کو جب فاقہ ہو جائے تو غسل کرنا مستحب ہے (۱۰) شاید یہ افات کی نعمت کے شکرانہ کے لئے ہے (۱۱) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے جسم وغیرہ پر مٹی نہ دیکھے لیکن اگر وہ مٹی دیکھے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (۱۲) ۴۔ بچنے لگوانے کے بعد (مرد و عورت و بکر) تاکہ جو فقہا بچنے لگوانے سے غسل واجب ہونے کے قائل ہیں ان کی مخالفت سے بچ جائے (۱۳) اور اس لئے بھی مستحب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بچنے لگوانے کے بعد غسل فرمایا ہے۔ روایہ ابو داؤد (۱۴) ۵۔ میت کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کے لئے، یہ بھی وجوب کے قائلین کی مخالفت سے بچنے کے لئے ہے۔ (۱۵) ۶۔ شب برأت یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں، (۱۶) ۷۔ شب قدر میں جبکہ یقین کے ساتھ اس کو دیکھ لے یا علامات ماثورہ (اور کشف والہم) سے معلوم ہو جائے۔ (۱۷) ۸۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے لئے۔ (۱۸) ۹۔ عرفہ کی رات میں ظاہر یہ ہے کہ یہ حاجی اور غیر حاجی سب کے لئے ہے۔ (۱۹) ۱۰۔ مزدلفہ میں توقف کے لئے دسویں ذی الحجہ کی صبح کو طلوع فجر کے بعد۔ (۲۰) ۱۱۔ دسویں ذی الحجہ کو رومی یعنی نکلیاں پہنکنے کے لئے منی میں داخل ہوتے وقت اور اسی طرح باقی دو دن (۱۲ ذی الحجہ کو) حجروں پر نکلیاں پہنکنے کے لئے (۲۱) بعض کے نزدیک اگر ذی الحجہ کو رومی کرے تو غسل کرنا مستحب ہے ورنہ نہیں اور بعض کے نزدیک خواہ دس ذی الحجہ کو رومی کرے یا نہ کرے غسل کرنا مستحب ہے کیونکہ ان کے نزدیک منی میں دخول کے لئے غسل کرنا الگ مستحب ہے اور رمی کے لئے غسل کرنا الگ مستحب ہے۔ (۲۲) ۱۲۔ طواف زیارت کے لئے تاکہ طواف اکمل طہارت کے ساتھ ادا ہو اور بیت اللہ شریف کی تعظیم بھی ادا ہو جائے۔ (۲۳)

منجیبہ

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ کو پانچ غسل میں یعنی ۱۔ توقف مزدلفہ، ۲۔ دخول منی، ۳۔ رمی جمرہ، ۴۔ دخول مکہ، ۵۔ طواف کے لئے اور ان سب کی نیت سے ایک غسل کر لینا کافی ہے جیسا کہ جمعہ اور عید اگر ایک دن جمع ہوں تو دونوں کی نیت سے ایک غسل

(۱)۔ مجرد اور	(۲)۔ ش	(۳)۔ ع وغیرہ	(۴)۔ مجرد بالغ	(۵)۔ م و ش مطلقاً	(۶)۔ ط
(۷)۔ مجرد و دروم	(۸)۔ م و ش	(۹)۔ ط	(۱۰)۔ دروم و م و ش	(۱۱)۔ ط	(۱۲)۔ ش قصر
(۱۳)۔ م و ط	(۱۴)۔ ط	(۱۵)۔ ش و مجرد و م و ط	(۱۶)۔ م و ط و ش	(۱۷)۔ ایضاً	
(۱۸)۔ م و دروم و مجرد و غیرہ	(۱۹)۔ دروم	(۲۰)۔ دروم	(۲۱)۔ ایضاً	(۲۲)۔ ش ملخصاً	(۲۳)۔ م

کر لینا ہی کافی ہے۔ (۱) ۱۳۔ یہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے (۲) یہ منورہ کی تعظیم و حرمت اور رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے ہے۔ (۳) ۱۴۔ نماز کسوف (سورج گرہن) کے لئے۔ (۴) ۱۵۔ نماز خسوف (چاند گرہن) کے لئے۔ (۵) ۱۶۔ نماز استسقاء (طلب بارش) کے لئے تاکہ یہ تیون مسنون نماز میں کامل طہارت کے ساتھ ادا ہوں۔ (۶) ۱۷۔ رن خوف و دفع مصیبت کی نماز کے لئے۔ (۷) ۱۸۔ دن میں تاریکی چھا جانے کے وقت کی نماز کے لئے۔ (۸) ۱۹۔ دن یا رات میں شدید آندھی کے وقت کی نماز کے لئے۔ (۹) ۲۰۔ کسی گناہ سے توبہ کرنے والے کے لئے۔ (۱۰) ۲۱۔ سر سے داہیں پہنچنے والے کے لئے جب وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔ ۲۲۔ استسقاء والی عورت کے لئے جبکہ اس کے استسقاء کا خون بند ہو جائے یعنی استسقاء دور ہو جائے (ایضاً) کیونکہ اس اثنا میں حیض کے داخل ہو جانے کا احتمال ہے۔ (۱۱) ۲۳۔ اس شخص کے لئے جس کے قتل کا قصد کیا جائے (۱۲) (خواہ اس کو جبراً قتل کیا جائے یا قصاص میں یا ظلم سے ہو) اس کے لئے غسل اس لئے مستحب ہے تاکہ اس کی موت اکمل طہارت پر واقع ہو۔ (۱۳) ۲۴۔ آدمیوں کے مجمع میں جانے کے لئے۔ (۱۴) ۲۵۔ نیا کپڑا پہننے والے کے لئے۔ (۱۵) ۲۶۔ مجالس خیر کی حاضری کے لئے (۱۶) وغیرہ ان سب حالتوں میں غسل کرنا مستحب و مندوب ہے، (بعض نمبروں میں بعض ایک سے زیادہ مستحب بیان ہو گئے ہیں اس طرح ان کی کل تعداد (تیس) سے کچھ اوپر ہو جاتی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے بھی یہی لکھا ہے، مؤلف)

غسل کے متفرق مسائل

۱۔ جنبی شخص اگر نماز کے وقت تک غسل میں تاخیر کرے تو وہ گنہگار نہیں ہوتا (۱۷) کیونکہ اس بات پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ بے وضو شخص پر وضو کرنا اور جنبی شخص اور حیض و نفاس والی عورت پر غسل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس پر نماز واجب ہو، یا وہ کسی ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو وضو یا غسل کے بغیر جائز نہ ہو اور اس سے پہلے واجب نہیں ہوگا (۱۸) مثلاً جب وہ نماز سجدہ تلاوت اور قرآن مجید کا چھوٹا یا ای کے مانند کسی اور کام کا ارادہ کرے تب واجب ہوتا ہے (۱۹) لیکن جنبی کو چاہئے کہ تاخیر نہ کرے کہ خلاف اولیٰ ہے۔ (۲۰)

۲۔ اگر کسی آدمی پر غسل فرض ہے اور اس جبکہ آدمی موجود ہیں تو غسل کرنا ترک نہ کرے اگرچہ لوگ اس کو دیکھیں، یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہاں پردہ نہ ہو سکتا ہو اور اس کے پاس کپڑا وغیرہ بھی نہ ہو اور نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو، ایسی صورت میں جو شخص نماز اس کو دیکھے گا وہ گنہگار ہوگا نہ ہونے والا گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے اسی طرح اگر کوئی جنبی عورت ہے اور وہاں صرف عورتیں ہیں تو اس کا حکم وہی ہے جو جنبی آدمی کا آدمیوں کے درمیان نہانے کا بیان ہوا یعنی وہ غسل نہ چھوڑے اور ان عورتوں کے سامنے ہی نہانے کیونکہ ہم جنس سے پردہ نہ کرتا غیر جنس سے پردہ نہ کرنے سے خفیف تر ہے اور ضرورتاً مباح ہے اور بد ضرورت مباح نہیں ہے (۲۱) (کیونکہ عورت کو بلا ضرورت) ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دوسری کے سامنے کھونا بھی گناہ ہے، اکثر عورتیں دوسری عورتوں کے سامنے (بلا ضرورت) نگلی ہو کر نہاتی ہیں یہ بہت بری اور بے فیرتی کی بات ہے (۲۲) اگر جنبی عورت مردوں یا مردوں اور عورتوں درمیان میں ہو تو غسل کرنے میں تاخیر

(۱) - شروط (۲) - سورج و خسوف و غیرہ (۳) - ط (۴) - م و در (۵) - ایضاً (۶) - م و ط مستحکم

(۷) - م و در (۸) - م و در (۹) - ایضاً (۱۰) - م و در (۱۱) - ط (۱۲) - م و در

(۱۳) - ط (۱۴) - در (۱۵) - در (۱۶) - بہار شریعت (۱۷) - را و کبیری (۱۸) - را و دیگر

(۱۹) - را (۲۰) - بہار شریعت (۲۱) - ش و م و ط و کبیری مستحکم (۲۲) - بہشتی زیور حصاد

کے اور اس عورت کو چاہئے کہ (اگر نماز کا وقت فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اس لئے کہ وہ عورت مردوں میں پانی کے استعمال سے شرعاً عاجز ہے (۱) اور جنبی مرد اگر عورتوں اور مردوں یا صرف عورتوں کے درمیان میں ہو تو قیاس یہ ہے کہ وہ غسل کو مؤخر کرے (۲) اور اگر نماز کا وقت فوت ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے (۳) اور ظاہر یہ ہے کہ اس نماز کو غسل کرنے کے بعد لوٹنا واجب ہے کیونکہ اکثر مشائخ نے کہا ہے کہ اگر تیمم کے لئے مذر بندوں کی طرف سے لاحق ہو ہے تو اس سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے اگرچہ تیمم کرنا اس کے لئے مباح ہے (۴) یہ حکم غسل فرض کے بارے میں ہے لیکن اگر کسی شخص نے ڈھیلے سے استنجا کیا ہو اور پانی سے استنجا کرنے کے لئے تنہائی کی جگہ نہ ملے تو ان سب حالتوں میں پانی سے استنجا کرنا مرد و عورت کو مطلقاً چھوڑ دینا چاہئے (۵) خواہ وہ مرد یا عورت، مردوں یا عورتوں یا دونوں میں ہو (۶) اور نجاست خواہ درہم سے زیادہ لگی ہو یا کم ہو (۷) اور خنثی مشکل کو استنجا اور غسل کے لئے کسی کے سامنے اپنا سر بر کر نہیں کھولنا چاہئے اس لئے کہ اگر وہ کسی مذکر (آدی) کے سامنے سر کھولے گا تو یہ احتمال ہے کہ وہ مونٹ ہو اور اگر کسی مونٹ (عورت) کے سامنے سر کھولے گا تو یہ احتمال ہے کہ وہ مذکر (آدی) ہو پس اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ ارادہ کرنے والا شخص ۱۔ یا مرد ہے ۲۔ یا عورت ۳۔ یا خنثی مشکل ہے اور دو یا مردوں یا عورتوں یا خنثائی کے درمیان ہے یا مردوں اور عورتوں یا مردوں اور خنثائی یا عورتوں اور خنثائی یا مردوں اور عورتوں اور خنثائی کے درمیان ہے پس یہ اکیس (۳۳ = ۲۱ + ۱۲) صورتیں ہوں گی ان میں سے صرف دو صورتوں میں یعنی جبکہ آدی آدمیوں کے درمیان ہو یا عورت عورتوں کے درمیان ہو ای وقت غسل کر لے اور باقی انہیں صورتوں میں غسل کو مؤخر کرے (۸) اور اگر نماز فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔ (اور پھر جب پردہ کی جگہ میسر آ جائے تو غسل کر کے اس نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے مؤلف)

۳۔ اگر مرد اور عورت ایک برتن سے غسل کریں تو یکے مٹا نفع نہیں ہے۔ (۹)

۴۔ جنبی کو وضو کرنے یا ہاتھ منہ دھونے یعنی کلی کرنے کے بعد کھانا پینا مکروہ نہیں ہے اور ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے (لیکن یہ مکروہ نہیں ہے) کیونکہ یہ شخص مستعمل پانی کو پہننے والا ہوگا اور یہ مکروہ تنزیہی ہے اور قاضی خان نے کہا ہے کہ جنبی کو کھانے پینے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مستحب ہے اور اس کو ترک کیا تو کوئی مضا نفع نہیں ہے لیکن پہلا قول اوٹی ہے (۱۰) اور حیض والی عورت کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ جنبی کی مانند ہے بعض نے کہا کہ اس کو کھانے پینے کے لئے ہاتھ منہ دھونا مستحب نہیں ہے کیونکہ اس طرح منہ اور ہاتھ سے حیض کی نجاست دور نہیں ہوتی اور حائضہ عورت کا جھوٹا پانی اس وقت تک مستعمل نہیں ہوتا جب تک اس پر غسل کرنا فرض نہ ہو جائے (۱۱) اگر جنبی شخص غسل یا وضو کئے بغیر سوئے یا اپنی بیوی سے دوبارہ وطی کرے تو جائز ہے اور کوئی مضا نفع نہیں ہے (۱۲) لیکن اس کو وضو کر لینا مستحب و بہتر ہے (۱۳) احتلام والے شخص کو وطی کرنے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے اور اس کو غسل سے پہلے وطی کرنا جائز مگر مکروہ ہے (۱۴) بلکہ احتلام والے کا حکم بھی جنبی کی مانند ہے کیونکہ جنابت خواہ جماع سے ہو یا احتلام سے دونوں کا حکم یکساں ہے اور بیتان میں ہے کہ ابن مقفع نے کہا ہے کہ اگر احتلام والا شخص غسل سے پہلے جماع کرے گا اس سے پیدا ہونے والا بچہ مجنون یا بخیل ہوگا۔ (۱۵)

۵۔ کوئی عورت جنبی ہوئی پھر اس کو حیض آ گیا تو اس کو اختیار ہے کہ جنابت کا غسل ابھی کر لے یا اس کو حیض سے پاک ہونے تک مؤخر کر دے اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ حیض والی عورت کو احتلام ہو جائے یا اس سے جماع کیا جائے تو اس کو اختیار ہے کہ جنابت کا غسل

- | | | | | | |
|-------------------|------------------------|---------------------|-------------------------------|-------------|-----------------|
| (۱)۔ م و طور | (۲)۔ ش | (۳)۔ ط | (۴)۔ ط و ش مطلقاً | (۵)۔ در | (۶)۔ ش |
| (۷)۔ حاشیہ النواع | (۸)۔ ش | (۹)۔ ع کبیری | (۱۰)۔ در و ش کبیری و ع مطلقاً | (۱۱)۔ کبیری | (۱۲)۔ کبیری و ع |
| (۱۳)۔ کبیری | (۱۴)۔ ش و حاشیہ النواع | (۱۵)۔ ش و تمامہ قید | | | |

ابھی کر لے یا محض سے پاک ہونے تک موخر کرے۔ (۱)

۶۔ ظاہر الروایات کے مطابق حسل کے لئے کم سے کم ایک صاع (تقریباً چار سیر) پانی اور وضو کے لئے ایک مٹہ (تقریباً ایک سیر) پانی کافی ہوتا ہے۔ بعض مشائخ کا قول یہ ہے کہ حسل کے لئے ایک صاع پانی اس وقت کافی ہوتا ہے جب حسل میں وضو کو ترک کر دے اور اگر حسل کے ساتھ وضو بھی کرے تو ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے حسل کرے اور اکثر مشائخ کا مذہب ہے کہ ایک صاع پانی حسل اور وضو دونوں کے لئے کافی ہے اور یہی اسح ہے۔ بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ یہ پانی کے کافی ہونے کی کم سے کم مقدار بہان کی گئی ہے اور یہ مقدار لازمی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کو اس سے بھی کم کافی ہو جائے تو کم کر لے اور اگر کافی نہ ہو تو اس پر اور زیادہ کر لے کیوں کہ لوگوں کی طبیعتیں اور حالات مختلف ہوتے ہیں لیکن اسراف نہ ہو اور حد سے کمی بھی نہ ہو، پس اگر مد سے کم پانی میں اچھی طرح وضو کر لے تو ہائزہ ہے اور وضو کے لئے ایک مد کی مقدار اس وقت ہے جبکہ استنجا نہ کرنا ہو اور اگر استنجا بھی کرنا ہو تو ایک رطل (تقریباً نصف سیر) پانی سے استنجا کرے اور ایک مد سے وضو کرے اور اگر موزے (خفین) پہنے ہوئے ہو اور استنجا بھی نہیں کرنا ہو تو وضو کے لئے ایک رطل پانی کافی ہے اگر موزے پہنے ہوئے ہو اور استنجا کرنا ہو تو ایک رطل پانی سے استنجا کرے اور ایک رطل پانی سے پاؤں دھونے کے علاوہ وضو کرے اور یہ سب مقداریں لازمی نہیں ہیں اس لئے کہ انسانوں کے اجسام و طبائع مختلف ہوتے ہیں (۲) شرعی صاع آٹھ رطل بغدادی کا ہوتا ہے اور یہ عراقی صاع ہے جو کہ چار مد کا ہوتا ہے اور ایک مد دو رطل ہوتا ہے، امام ابو حنیفہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۳) رطل بیس مثقال یعنی ۱۳۰ درہم کا اور مثقال ساڑھے چار ہاشہ کا اور ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے اور مد کی مقدار ۲۶۰ درہم یعنی ۶۸ تولہ ۳ ماشہ ہے من کا بھی یہی وزن ہے (۴) عام فہم صاب سے حسل کے لئے تقریباً چار سیر اور وضو کے لئے تقریباً ایک سیر پانی کافی ہو جاتا ہے۔ (۵)

حسل کا مسنون و مستحب طریقہ جو شخص حسل کرنا چاہے اس کو چاہے کہ کپڑا اتہ بند و غیرہ باندھ کر نہائے اور اگر ننگا ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کوئی نہ دیکھے، اگر ایسی جگہ نہ ملے تو زمین پر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بسم اللہ پڑھ کر نہائے، عورت کو اور ہر ننگا نہانے والے کو پیش کرنا نا اہل فعل ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اور ننگا نہانے والا قبلے کی طرف منہ کر کے نہنہائے۔ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ کلائیوں (پیشوں) تک دھوئے پھر استنجا کرے اور خواہ استنجا کی جگہ پر نجاست ہو یا نہ ہو ورنہ بدن پر جہاں کہیں نجاست حقیقی ہو اس کو بھی دھو ڈالے، پھر پورا وضو کرے یعنی پہلے دونوں کلائیوں تک تین بار دھوئے پھر تین بار انگلی (غرارہ) کرے اور تین بار ناک میں پانی ڈالے اگر روزہ دار نہ ہو تو غرارہ کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو ان دونوں میں مبالغہ نہ کرے اور سر کا مسح بھی کرے اگر چہ کی یا پھر وغیرہ پر حسل کرنا ہو تو وضو کرنے وقت پاؤں بھی دھو لے پھر بعد میں دھونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسی جگہ کھڑا ہو کر نہاتا ہو جہاں نہانے کا پانی جمع رہتا ہو تو وضو کرنے میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ حسل سے فراغت کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر پاؤں دھوئے، وضو کرنے کے بعد تمام بدن پر تھوڑا پانی ڈال کر ہاتھ سے مٹے پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے کہیں سوکھانہ رہے اور پہلی دفعہ پانی ڈال کر بدن کو طے یعنی سارے بدن پر ہاتھ پھیرے، بدن پر پانی اس ترتیب سے ڈالے کہ پہلے اپنے سر پر پھر دایے کندھے پر پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالے اور اسی طرح تین مرتبہ کرے اور سر اور ڈاڑھی کے بالوں کا خلال کرے۔ اگر حسل فرض ہو تو بسم اللہ کے علاوہ کوئی دعا نہ پڑھے اور بسم اللہ بھی کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھ لے، حسل کے بعد اگر چاہے تو اپنے جسم کو توبہ وغیرہ مولے کپڑے سے پونچھ ڈالے اور اپنے پاؤں دھونے سے پہلے کپڑے پہن لے اور حسل سے فارغ ہو کر درگت نقل پڑھے جیسا کہ وضو کے بعد پڑھنا مستحب ہے نہاتے وقت شدید

ضرورت کے بغیر کسی سے کوئی بات نہ کرے اور ہم اللہ کے علاوہ کوئی دعاؤں کر بھی نہ پڑھے نہ کہہائے کی صورت میں قبلے کی طرف منہ کر کے نہ نہائے اگر تہجد وغیرہ باندھ کر نہائے تو قبلے کی طرف منہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور وضو غسل کے تمام سنن و مستحبات و آداب کی رعایت ملحوظ رکھے اور محرمات سے بچے۔ (۱)

پانی کا بیان

پانی کی تعریف اور اقسام: ۱۔ پانی ایک لطیف اور بہنے والا جسم ہے جس سے ہر بڑھنے والی چیز یعنی حیوانات و نباتات کی زندگی ہے۔ (۲) ۲۔ پانی کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ مطلق، ۲۔ مقید۔ مطلق پانی وہ ہے کہ جس کو حرف عام (محاورے) میں اردو میں پانی فارسی میں آب اور عربی میں ماء کہتے ہیں اور جب پانی کا لفظ اضافت کے بغیر مطلق طور پر بولا جائے تو وہ جلدی ذہن میں آجائے اور کسی خصوصیت کے بغیر عام لوگ بھی سمجھ جائیں جیسے ہادش، چشموں، دریاؤں، کنوؤں وغیرہ کا پانی (۳) ان میں بھی اگرچہ اضافت ہے لیکن یہ اضافت تعریفی (معرفہ کرنے کے لئے) ہے قید لازم کے طور پر نہیں ہے (۴) مقید پانی ہے وہ جس کو حرف عام (محاورے) میں پانی نہ کہتے ہوں جیسے گلاب، کیڑا، رس، سرکہ وغیرہ یا اس میں قید لازم کے ساتھ اضافت پالی جائے اور قید یعنی کسی خصوصیت کے بغیر نہ بولا جائے مثلاً تاریل کا پانی، تر بوز کا پانی وغیرہ (۵) مطلق پانی کے علاوہ جتنی مائعات یعنی سیال چیزیں ہیں اصطلاح مقید پانی کہلاتی ہیں درندہ راصل وہ پانی نہیں بلکہ مائعات ہیں۔ (مؤلف) ۳۔ مطلق پانی سے نجاست حکی و حقیقی دونوں کو دور کرنا یعنی وضو غسل کرنا اور بدن اور کپڑے کو حقیقی نجاست سے پاک کرنا درست ہے اور مقید پانی سے نجاست حکی (حدیث) کو دور کرنا یعنی وضو و غسل کرنا درست نہیں ہے البتہ اس کے ساتھ بدن اور کپڑے کو نجاست حقیقی سے پاک کرنا درست ہے (۶) ۴۔ مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں: ۱۔ اول طاہر مطہر غیر مکروہ یعنی وہ مطلق پانی جو خود پاک ہو اور ہلا کر اہت پاک کرنے والا ہو اس سے وضو و غسل وغیرہ کراہت کے بغیر درست ہے (۷) اور وہ یہ ہے: ہادش، دریا، ندی، نالہ، نہر، سمندر، تالاب، چشمہ، کنوئیں وغیرہ کا پانی، شبنم، پگھلی ہوئی برف یا اولوں کا پانی، یہ سب پانی پاک ہیں خواہ ان کا پانی بیٹھا ہو یا کھری ہو اور ان سب سے وضو اور غسل کرنا اور نجاست حقیقی دور کرنا درست ہے (۸) دوم طاہر مطہر مکروہ، یعنی مطلق پانی جو خود پاک ہے مگر طاہر مطہر غیر مکروہ پانی موجود ہونے ہوئے اس سے وضو و غسل وغیرہ صحیح قول کی بنا پر مکروہ حیز بھی ہے لیکن اگر غیر مکروہ پانی موجد نہ ہو تو مکروہ نہیں (۹) اور یہ وہ پانی ہے جو صوب سے گرم ہو گیا ہو یا وہ قلیل پانی ہے جس میں آدی کا تھوک پاناک کی رعایت مل گئی ہو (۱۰) (مزید تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ مولف) سوم طاہر غیر مطہر یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود پاک ہے مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں اور یہ مستعمل پانی ہے (۱۱) چہارم مفلوک یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود پاک ہے مگر اس کا مطہر یا غیر مطہر ہونا جتنی نہیں جتنی اگر اس سے وضو یا غسل کیا جائے تو اس وضو یا غسل کو نہ جائز کہہ سکتے ہیں نہ جائز (۱۲) اور یہ گندھے اور غیر کا مجموعہ پانی ہے۔ (۱۳) (تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ مولف)

- (۱)۔ مرعائین کتب الفقہ (۲)۔ درود محرم (۳)۔ درود و کبیری وغیرہ تصرفا (۴)۔ درودش و عاید الاطراف تصرفا (۵)۔ درود و کبیری وغیرہ (۶)۔ کبیری وغیرہ (۷)۔ م متصرفا (۸)۔ درودش و بدائع و کبیری مطلقا (۹)۔ م و م متصرفا (۱۰)۔ علم الفقہ وغیرہ (۱۱)۔ و (۱۲)۔ م (۱۳)۔ عامہ کتب

فائدہ

مطلق پانی کی یہ چاروں قسمیں ناپاک کو پاک کر دیتی ہیں مذکورہ بالا فرق صرف وضو اور غسل کے احکام میں ہے (۱) منجم غصہ وہ یہ مطلق پانی ہے جو ناپاک ہے اس سے وضو و غسل جائز نہیں ہے اور ناپاک چیزیں اس سے پاک نہیں ہوتیں بلکہ وہ پاک چیزوں کو ناپاک کر دیتا ہے (۲) اور وہ یہ ٹھہرا ہو قلیل پانی ہے جس میں نجاست مگر جائے اگرچہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ بھی ہو جب بھی وہ ناپاک ہو جائے (۳) مطلق پانی کی قسم اول ظاہر مظہر غیر مکروہ یعنی جس سے وضو اور غسل بلا کراہت جائز و درست ہے تین قسم کا ہوتا ہے ۱۔ جاری پانی ۲۔ راکد یعنی ٹھہرا ہوا پانی ۳۔ کنوئیں کا پانی۔ اور ٹھہرا ہوا پانی بھی دو قسم کا ہوتا ہے ۱۔ ٹھہرا ہوا ۲۔ کثیر پانی ٹھہرا ہو قلیل پانی (۴) اب پانی کی ان سب اقسام کے مفصل مسائل و احکام عنوان دار درج کئے جاتے ہیں مولف

مطلق پانی، قسم اول ظاہر و مظہر غیر مکروہ ۱۔ جاری پانی، ۲۔ راکد (ٹھہرا ہوا) پانی، ۳۔ کنوئیں کا پانی

۱۔ جاری پانی: جاری پانی وہ ہے جو ٹھکے کو بہانے جائے یہ ایسی حد ہے جس سے جاری پانی کے پہنچانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جاری پانی وہ ہے جس کو لوگ جاری سمجھتے ہوں اور عام طور پر رخ اور وہ میں جاری پانی کہتے ہوں اور یہی اصح ہے (۵) پہلا قول مشہور تر ہے کیونکہ یہ اکثر کتب میں حتیٰ کہ متون میں مذکور ہے اور دوسرا قول ظاہر تر ہے۔ (۶)

۲۔ نہر کا ریزہ نالی وغیرہ کے جاری پانی کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں نجاست واقع ہو جائے تو جب تک اس نجاست کا اثر اس پانی میں ظاہر نہ ہو یعنی اس کا حرہ یا رنگ یا بو نہ بدلے اس وقت تک وہ پانی نجس نہیں ہوتا اسی پر فتویٰ ہے پس اگر جاری پانی میں کوئی نجس چیز مثلاً مردار یا شراب ڈال دی تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہیں بدلے گا اس وقت تک وہ پانی نجس نہیں ہوگا (۷) اور اگر ن میں سے ایک صفت بھی بدل گئی تو پانی نجس ہو گیا۔ (۸)

۳۔ اگر مردار کتا کسی چھوٹی نہر کی چوڑائی کو روک دے اور اس کے اوپر سے پانی گزرتا ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے اس مردار کے مقام سے نیچے کی طرف وضو کرنا جائز ہے یہ حکم امام ابو یوسف سے مروی ہے (۹) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے مردار اور ہر نجس کے لئے یکساں ہے خواہ وہ نجس چیز نظر آنے والی ہو یا نظر نہ آنے والی ہو، محقق کمال اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور نہر الفائق میں اسی کو قوی کہا ہے صاحب در مختار نے اپنی شرح انفار میں اسی کو ثابت رکھا ہے (۱۰) اور نعمانی میں مضمرات سے اور اس میں نصاب سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے (۱۱) لیکن مٹاوی قاضی خان و تجنیس رد الوالی و خلاصہ بدائع وغیرہ بہت سی کتب فقہ میں مذکورہ ہے کہ یہ حکم مردار (نظر آنے والی نجاست کے علاوہ ہے یعنی نظر نہ آنے والی نجاست کے لئے ہے لیکن مردار (نظر آنے والی نجاست) میں دیکھا جائے گا کہ اگر کل یا نصف سے زیادہ پانی اس نجاست کے اوپر سے گزرتا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نصف سے کم پانی اس کے جسم سے لگتا ہو تو وضو جائز ہے اور اگر نصف پانی نجاست سے لگتا ہو تو قیاس یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے اور استحسان یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور یہی احوط ہے (۱۲) یعنی اگر وہ پانی جو مردار (نجاست) سے لگ کر بہتا ہو اس سے کم ہے جو اس مردار سے نہیں لگتا تو اس نجاست کے مقام کے نیچے کی طرف سے وضو کرنا جائز ہوگا ورنہ جائز نہیں ہو اور اس کو فقہ ابو جعفر ہندوئی نے اختیار کیا ہے (۱۳) اور کہا ہے کہ

- (۱)۔ علم الفقہ (۲)۔ مولم الفقہ (۳)۔ م (۴)۔ س وغیرہ (۵)۔ س و درہ و بحر و بدائع وغیرہ
(۶)۔ مدش و کبیری نصرنا (۷)۔ س و کبیری ملتقطا (۸)۔ علم الفقہ و انواع وغیرہ (۹)۔ بحر و فتح و کبیری (۱۰)۔ دروش
(۱۱)۔ در و محمد و (۱۲)۔ بحر (۱۳)۔ کبیری و

میں نے اپنے مشائخ کو اسی قول پر پایا ہے اور جنہیں میں اس کو صحیح کہا ہے (۱) اور یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے، حاصل یہ ہے کہ ان دونوں اقوال کی تصحیح کی گئی ہے اور یہ دوسرا قول احوط ہے (۲) اور عنائیہ میں محیط سے منقول ہے کہ اگر جاری پانی میں نجاست گر جائے اور وہ نجاست نظر سے آنے والی ہو مثلاً پیچ شاپ ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بوند بدلے وہ پانی نجس نہیں ہوتا اور اگر وہ نجاست نظر سے آنے والی ہو مثلاً مردار یا پاخانہ اور گوبر وغیرہ ہو، اگر وہ نہر بڑی ہو تو جس طرف وہ مردار وغیرہ نجاست پڑی ہو اس سے نیچے کی طرف وضو نہ کرے اور اس نجاست والی جانب کے علاوہ کسی دوسری جانب سے وضو کرے اور اگر وہ نہر چھوٹی ہو اور اس کا اکثر پانی اس نجاست سے لگ کر بہتا ہو تو وہ پانی نجس ہے اور اگر اقل یعنی نصف سے کم پانی نجاست لگ کر بہتا ہے تو وہ پانی پاک ہے اور اگر نصف پانی نجاست سے لگ کر بہتا ہے تو اس سے وضو جائز ہے لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ اس سے وضو نہ کیا جائے (۳) اور اگر پانی کے صاف ہونے کی وجہ سے بلکہ پانی کے کم ہونے کی وجہ سے وہ مردار پانی کے نیچے سے نظر آتا ہو اور اس مردار نے چھوٹی نہر کا عرض روک لیا ہو تو اس نہر کا اکثر پانی اس لگ کر جاتا ہے (اور اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے، سولف) اور اگر اتنا پانی ہے کہ وہ مردار پانی میں نظر نہیں آتا یا اس نہر کے نصف سے کم عرض میں ہے تو اس نہر کا اکثر پانی مردار سے لگ کر نہیں جاتا (۴) (اور اس سے وضو جائز ہے سولف) اس مسئلے سے ظاہر کیا گیا ہے (کہ نجاست سے) اکثر پانی کا ملنا یا نہ ملنا کیونکر ہوتا ہے۔ (۵)

۴۔ چھت پر نجاست ہونے کا حکم پانی میں مردار ہونے کی مانند ہے (۶) پس اگر چھت پر پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست پڑی ہو اور اس پر بارش ہو جائے اور وہ پانی پر تالے سے بہے اور بارش کا اکثر پانی اس نجاست کے اوپر سے نہ گزرے اور نجاست پر تالے کے پاس نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے جبکہ اس پانی میں نجاست کا اثر (رنگ یا بو یا مزہ) ظاہر نہ ہوا ہو کیونکہ جو پانی نجاست سے لگ کر نہیں گذرنا اور وہ زیادہ ہے اور اعتبار طلبہ کا ہے لیکن اگر بارش کا کل یا اکثر یا نصف پانی اس نجاست سے لگ کر آتا ہے یا نجاست پر تالے کے پاس ہے وہ اس پر تالے سے گزرنے والا پانی نجس ہے اگرچہ اس کی کوئی صفت (رنگ یا بو یا مزہ) خیر نہ ہو (۷) اور اگر نجاست چھت پر متفرق طور پر پڑی ہے اور پر تالے کے سرے پر نہیں ہے اور اکثر پانی اس نجاست سے مل کر نہیں گزرتا بلکہ پاک جگہ سے گزرتا ہے تو اس پر تالے کا پانی پاک ہے (۸) یعنی وہ پانی نجس نہیں ہوگا اور جاری پانی کے حکم میں ہے (۹) اور نیز اگر بارش کا پانی بوجستوں کے اوپر سے گزرے اور کسی جگہ پر جمع ہو جائے تب بھی جواب اسی طرح ہے (۱۰) اور حلیہ میں ہے کہ محقق کمال رحمہ اللہ کی ترجیح کے مطابق چاہئے کہ چھت پر نجاست کے مسئلے میں بھی صرف کسی صفت یعنی رنگ یا بو یا مزہ کے خیر ہونے کا اعتبار کیا جائے کسی اور بات یعنی کم یا اکثر پانی کے نجاست کے ساتھ گفتے کا اعتبار نہ کیا جائے۔ (۱۱)

۵۔ بعض فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ کا یہ قول ہے کہ جب تک بارش برتی رہے اس وقت تک اس کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اگر وہ چھت پر پڑی ہوئی نجاستوں سے لگے پھر وہ کیزے کو لگ جائے تو جب تک اس پانی میں تغیر نہ ہو جائے کیزے نجس نہیں ہوگا (۱۲) پس اگر چھت پر بارش برسی و چھت پر نجاست پڑی تھی پھر چھت ٹپکی اور اس کا پانی کیزے پر پڑا تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی تک بند نہیں ہوئی تھی تو چھت کے سوراخ میں سے جو پانی گرا ہے وہ پاک ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ پانی نجاست سے خیر نہ ہوا ہو اور خواہ نجاست چھت کے اکثر حصے پر ہو یا اکثر حصے پر نہ ہو ہر صورت میں یہ حکم ہے لیکن اگر بارش بند ہو جانے کے بعد چھت کے سوراخ سے پانی نکلا اگر تم چھت پر یا اس کے اکثر حصے پر نجاست ہوگی تو اس سوراخ سے ٹپکنے والا پانی نجس ہوگا اور ہرے متاخرین مشائخ نے کہا

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ ش۔ (۳)۔ عنائیہ۔ (۴)۔ ع۔ (۵)۔ حاشیہ راور۔ (۶)۔ فتح

(۷)۔ کبیری، بحر و شوش و ملتقطا۔ (۸)۔ فتح و ملتقطا۔ (۹)۔ ع۔ (۱۰)۔ بحر و فتح۔ (۱۱)۔ ش۔ (۱۲)۔ ع۔

ہے کہ یہی عیار ہے (۱) فرضیکہ اگر نجاست غالب ہے تو نجس ہونے کا حکم ہے اور نجس ہونے کے بارے میں احتیاطاً نصف نجاست اکثر کے حکم میں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۲)

۶۔ جاری پانی کے لئے یہ شرط نہیں ہے اس کو اوپر سے مدد ملتی رہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ اوپر سے پانی آتے رہنے کا سلسلہ جاری ہے یہی صحیح ہے (۳) پس اگر نہر وغیرہ کو اوپر سے بند کر دیا جائے اور اس کا پانی اوپر سے آنا بند ہو جائے اور پانی کا بہنا باقی رہے تو اس کے جاری ہونے کا حکم نہیں بدلتا اور جب تک وہ پانی اوپر کے پانی کی اعداد کے بغیر نہر میں بہہ رہا ہے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ (۴)

۷۔ اگر مسافر کے ساتھ ایک بڑا پر تالہ اور پانی کا برتن ہو اور اس کو پانی کی ضرورت بھی ہو اور پانی ملنے کی امید بھی ہو مگر یقین نہ تو اس کو چاہئے کہ اپنے کسی ساتھی کو کہے کہ وہ ہرنالے کی ایک طرف میں پانی ڈالے اور خود اس پر نالے میں سے وضو کر لے اور ہرنالے کی دوسری طرف ایک پاک برتن رکھ دے تاکہ وہ پانی اس میں جمع ہو جائے تو جو پانی اس برتن میں جمع ہوا ہے وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور یہی صحیح کیونکہ پانی کا یہ استعمال جاری ہونے کی حالت میں ہوا ہے اور جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا (۵) اور اس پانی سے دوسرے آدمی کا وضو کرنا جائز ہے اور دوسری دفعہ بھی اسی طرح ہرنالے کے ذریعہ جاری کر کے وضو کرنے اور پھر پاک برتن میں اس کو جمع کر لینے سے تیسری دفعہ اور اسی طرح چوتھی اور پانچویں دفعہ اور ہفتی دفعہ چاہیں وضو کرنا جائز ہے۔ (۶)

۸۔ کسی شخص نے ایک چھوٹے حوض (یا چھوٹی نہر یا چھوٹے تالاب) میں سے نہر کھود کر اس میں اس حوض سے پانی جاری کیا اور اس نہر میں بہتے ہوئے پانی سے اس شخص نے یا کسی اور نے وضو کیا پھر وہ پانی کسی جگہ میں جمع ہو گیا پھر وہاں سے ایک اور شخص نے نہر کھود کر پانی جاری کیا اور اس جاری پانی سے وضو کیا اور وہ پانی دوسری جگہ جمع ہو گیا اور تیسرے آدمی نے اس میں سے ایک اور نہر کھود کر اس میں پانی جاری کیا اور اس جاری پانی سے وضو کیا تو ان سب کا وضو جائز و درست ہے جبکہ دونوں جگہوں میں کچھ فاصلہ ہو اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو اس لئے کہ ہر ایک نے جاری پانی ہونے کی حالت میں وضو کیا ہے اور جاری پانی نجس نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی کوئی مفت یعنی رنگ یا بو یا حرہ نہ بدل جائے (۷) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اعضائے وضو سے مستعمل پانی صرف جاری پانی میں ہی گرنے کیونکہ اس صورت میں وہ جاری پانی کے تابع ہوگا اور مستعمل کے حکم میں نہیں ہوگا۔ (۸)

۹۔ اگر دو گڑھوں (چھوٹے حوضوں) میں سے ایک گڑھ سے پانی نکل کر دوسرے گڑھ میں جا رہا ہو اور ان دونوں گڑھوں کے کنارے کی مٹی میں چھڑ کر کوئی شخص وضو کرے تو جائز ہے (جبکہ دونوں گڑھوں میں کچھ فاصلہ ہو) اس لئے کہ وہ پانی جاری ہے۔ (۹)

۱۰۔ اگر حوض چھوٹا ہو اس میں ایک طرف سے پانی آ رہا ہو اور دوسری طرف نکلتا ہو خواہ خود نکلتا ہو یا کسی دوسرے ذریعہ سے نکلتا ہو مثلاً کوئی شخص اس میں غسل کرتا ہو اور اس کے غسل کرنے کی وجہ سے دوسری جانب لگا تار پانی نکلتا ہو تو پانی جاری ہے اس لئے اس حوض کا پانی نجس نہیں ہوگا اور اس میں ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے خواہ وہ حوض چار در چار ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو اور اسی پر فتویٰ ہے (۱۰) اگرچہ بعض کے نزدیک چار در چار یا اس سے کم ہونے کی صورت میں ہر طرف سے وضو جائز ہے اور اسے بڑا ہونے کی صورت میں اس سے صرف پانی داخل ہونے یا پانی نکلنے کی جگہ سے وضو کرنا جائز ہے ہر طرف سے جائز نہیں۔ فقہاء کے اس کلام سے یہ بات ظاہر ہے کہ جس چھوٹے حوض میں ایک طرف سے پانی آ رہا ہو اور دوسری طرف سے اوپر کی سطح سے پانی باہر نکلتا ہو تب وہ جاری پانی کے حکم میں ہے لیکن اگر حوض کے نیچے

(۱)۔ کبیری دوع (۲)۔ کبیری (۳)۔ بحر حاشیش (۴)۔ فتح دوع و رد و بحر کبیری مطلقاً (۵)۔ فتح دوع و بحر دوع (۶)۔ در دوش

(۷)۔ بحر دوش و کبیری مطلقاً (۸)۔ کبیری دوش (۹)۔ فتح دوع و بحر دوش (۱۰)۔ کبیری دوش

کے سوراخ سے پانی نکلا ہو تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوگا کیونکہ حوض کے پانی کے قلیل و کثیر ہونے کا اعتبار صرف اس کی اوپر کی سطح کے طول عرض میں ہے اس کی گہرائی میں نہیں ہے (۱) اور یہی حکم اس چشمے کا بھی ہے جس سے پانی شدت کے ساتھ نکلا ہو کہ اس سے پانی نکلنے کی جگہ سے وضو کرنا تو ہر صورت میں جائز ہے اور اس کی باقی اطراف سے وضو کرنا بالاعتاق اس وقت جائز ہے جبکہ وہ چاروں طرف چاروں طرف سے کم ہو اور اگر وہ چشمہ اس سے زیادہ مثلاً پانچ درپانچ ہو اور پانی شدت کے ساتھ نکلا ہو تو اس میں اختلاف ہے اور فقہاء قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے (۲) لیکن اگر چشمہ کا پانی شدت کے ساتھ نہ نکلا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے (۳) پس فتویٰ کی رو سے حوض کی لمبائی چوڑائی کم یا زیادہ ہونے کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اگر مستعمل پانی اپنی شدت و کثرت کے باعث حوض یا چشمہ سے اسی وقت نکل جاتا ہے تو اس حوض یا چشمہ سے وضو جائز ہے اور نہ جائز نہیں ہے (۴) اور اسی پر فتویٰ ہے (۵) اور یہ حکم اور اس قسم کے دوسرے احکام اس پر مبنی ہیں کہ مستعمل پانی نجس ہوتا ہے (۶) لیکن صحیح اور فقہاء قول یہ ہے کہ مستعمل پانی نجس نہیں ہے اس کا یہاں جب تک اس کے گمان غالب میں مستعمل پانی مطلق طاہر و مطہر پانی پر غالب نہ ہو اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے لیکن اگر نجاست حقیقہ اس میں واقع ہو جائے تو حکم مذکور اپنی جگہ پر قائم ہے۔ (۷)

۱۱۔ حرام کے حوض کو بھی فقہاء چھوٹے حوض کی مانند جو کہ درود سے کم ہو جاری پانی کے حکم میں رکھا ہے کہ جب تک نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو یا حرہ ظاہر نہ ہو حرام کے حوض کا پانی پاک ہے بشرطیکہ اس حوض میں اوپر سے پانی آتا ہو اس حوض سے پانی کا لینا پے در پے ہو یعنی دوبارہ پانی لینے میں اتنا وقفہ نہ ہو کہ پانی کی سطح ساکن ہو جائے پس اگر کوئی شخص حرام کے حوض میں برتن یا ہاتھ ڈالے اور اس برتن یا ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہو اس حوض کا پانی طہر ہوگا، نہ اس میں گل کے ذریعہ اوپر سے پانی داخل ہوتا ہو اور نہ کوئی اس میں سے برتن وغیرہ کے ذریعہ لگا ہوا پانی نکلا ہو تو وہ حوض نجس ہو جائے گا اور اگر اس میں سے برتن وغیرہ کے ذریعہ لگا ہوا پانی نکلا جاتا ہو اور گل کے ذریعہ اس حوض میں پانی نہ آتا ہو یا اس کے برعکس ہو یعنی گل کے ذریعہ اوپر سے پانی داخل تو ہوتا لیکن برتن وغیرہ کے ذریعہ لگا ہوا پانی نہ نکلا جاتا ہو تو اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ وہ حوض پاک ہو جائے گا اور اگر لوگ اس سے برتن وغیرہ کے ذریعہ لگا ہوا پانی نکالتے ہوں اور اس حوض میں اوپر سے گل کے ذریعہ پانی آتا بھی ہو تو اکثر فقہاء کے نزدیک اس حوض کا پانی پاک ہے جب تک اس کی کوئی صفت نہ بدل جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۸)

۱۲۔ اگر بہت سے لوگ نہر کے کنارے پر صف بانٹ کر بیٹھیں اور وضو کریں تو ان کا وضو جائز ہے اور یہی صحیح ہے (۹) اور یہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (مؤلف)

۱۳۔ اگر پانی بہت آہستہ آہستہ بہتا ہو تو وضو کرنے والے کو چاہئے کہ جلدی جلدی وضو نہ کرے بلکہ تھہر تھہر کر اطمینان سے وضو کرے یہاں تک کہ مستعمل پانی استعمال کی جگہ سے گزر جایا کرے اور وہی مستعمل پانی ہاتھ میں نہ آ یا کرے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جس طرف سے پانی آ رہا ہو وضو کرنے والا اپنی دائیں جانب کو اس طرف کر کے یعنی اس طرف منہ کر کے بیٹھے تاکہ اس کا پانی پینا مستعمل پانی کرنے کی جگہ سے اوپر واقع ہو۔ (۱۰)

۱۴۔ جب کسی جاری پانی میں نجاست پڑنے سے اس کا کوئی وصف (رنگ یا بو یا حرہ) بدل جائے اور اس کی نجاست کا حکم کیا جائے تو ب تغییر کی موجودگی تک اس کی طہارت کا حکم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس میں اور پاک پانی مل کر اس کے وصف کے اس تغییر کو دور نہ

(۱)۔ ش	(۲)۔ کبیری و ش و غرور و غیرہ	(۳)۔ کبیری	(۴)۔ کبیر و ش	(۵)۔ ش و ش	(۶)۔ ش و ش و غیر
(۷)۔ ش	(۸)۔ کبیری و ش و غرور و ش و ملخصا	(۹)۔ مدیہ و ش	(۱۰)۔ کبیری		

کر دے (۱) وصف کے تخریر دور ہو جانے پر سب پانی پاک ہو جائے گا۔

۱۵۔ امام محمدؒ نے کتاب الاثر بہ میں کہا ہے کہ اگر شراب کا مٹکا (نہر) فرات میں اٹریل دیا جائے اور کوئی شخص اس سے پی لے کر جانب وضو کرے تو جب تک وہ اس پانی میں شراب کا حرہ یا یو یا رنگ نہ پائے اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ (۲)

۱۶۔ اگر کسی نہر میں ٹھہرا ہوا (بند) پانی تھا اور وہ نجس ہو گیا اور اس کے اوپر کی جانب سے پاک پانی اس نہر میں آیا اور اس نے اس بند کو جاری کر دیا اور بہا دیا تو وہ بند پانی پاک ہو جائے گا اب اس پانی سے جو شخص وضو کرے گا اس کا وضو جائز ہوگا جبکہ اس نجاست کے تینوں اوصاف (رنگ و بو و حرہ) میں سے کوئی وصف اس پانی میں نہ پایا جائے اس لئے کہ جاری پانی کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۳)

ٹھہرا ہوا بند پانی

۱۔ ٹھہرا ہوا (بند) پانی یا قلیل ہوتا ہے یا کثیر ہوتا ہے۔ (مولف)

۲۔ ہمارے فقہاء احناف کے نزدیک اصل یہ ہے کہ قلیل (تھوڑے) پانی میں نجاست واقع ہونے سے وہ پانی نجس ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں نجاست کا اثر یعنی رنگ وغیرہ ظاہر ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ قلعین ہو یا اس سے زیادہ (۴) اور بند پانی جب کثیر ہو تو جاری پانی کے حکم میں ہے اس کے ایک طرف نجاست پڑنے سے وہ پانی سب کا سب پاک نہیں ہوتا لیکن اگر نجاست سے اس کا رنگ یا حرہ یا بو بدل جائے تو وہ سب پانی نجس ہو جائے گا اسی پر سب علماء کا اتفاق ہے اور اسی کو تمام مشائخؒ نے لیا ہے۔ (۵)

۳۔ قلیل و کثیر پانی میں امتیاز یہ ہے کہ اگر استعمال کے وقت ایک طرف کا پانی مل کر دوسری طرف تک چلا جائے تو وہ پانی قلیل ہے اور اگر دوسری طرف تک نہ جائے تو کثیر ہے اور تحقیق یہ ہے اس کے لئے کوئی لمبائی چوڑائی متعین نہیں ہے بلکہ معتدل پر اس پر موقوف ہے پس اگر اس کے گمان غائب میں وہ پانی استعمال کے وقت ہٹے سے دوسری طرف تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر دوسری طرف تک نہیں پہنچتا تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ سے ظاہر المذہب اور لا ہر الروایت ہے اور امام محمدؒ نے پہلے کثیر پانی کے لئے وہ درود کا اندازہ مقرر کیا تھا پھر اس قول سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے طرف رجوع کر لیا تھا جیسا کہ شیعہ ائمہ سے منقول ہے اور یہی اصح ہے (۶) اور علامہ ابوسلیمان جوزجانی نے کہا ہے کہ اگر پانی وہ درود (۱۰ × ۱۰ شرعی گز) ہوئے سے دوسری طرف تک نہیں پہنچتا اور عام طور پر مشائخ رحمہم اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے (۷) عام متاخرین فقہانے لوگوں پر آسانی کے لئے ابوسلیمان جوزجانی کے اس قول کو اختیار کیا ہے اگر حوض وہ درود (۱۰ × ۱۰ شرعی گز) ہو تو اس کا پانی کثیر ہے یعنی اس کا طوں دس ذراع و عرض ذراع (شرعی گز) ہو پس اس کا رقبہ سومربع ذراع (شرعی گز) اور اس کے چاروں ضلعوں کا مجموعہ چالیس ذراع ہوگا جبکہ وہ حوض مربع شکل کا ہو اور اگر وہ جگہ گول ہو تو اس کا محیط (گھیرا) اکثر فقہاء کے نزدیک اڑتالیس ذراع کا ہونا چاہئے اور محیط سرخی میں ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور اہلن البہائم نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے چھیالیس ذراع کا ہو اور ظہیر یہ مطلقہ میں ہے کہ چھتیس ذراع ہونا چاہئے بعض نے اس کو اصح کہا ہے ظہیر یہ میں اسی کو ترجیح دی اور صحیح کہا ہے اور حساب کی رو سے یہی واضح ہے کیونکہ اس حساب سے اس کا رقبہ تقریباً سومربع گز ہو جاتا ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ چھیالیس ذراع والے قول پر غوثی دیا جائے (۸) اور اگر وہ جگہ مثلث (سہ گوشہ) ہو تو اس کا ہر ضلع تقریباً پانچ ذراع ہونا معتبر ہے اگر

(۱) ع۔ (۲) بخروج و کبیری (۳) ع۔ (۴) کبیری و درودش و بخروج و مطلقہ

(۵) ع۔ (۶) کبیری و درودش و بخروج و مطلقہ

دو جگہ مربع نہ ہو بلکہ مستطیل ہو لیکن وہ درودہ ذراع (شرعی گز) یعنی سومربع گز کو پہنچ جائے مثلاً ۲۰ ذراع × ۵ ذراع یا ۲۵ ذراع × ۴ ذراع یا ۵۰ ذراع × ۲ ذراع یا ۱۰۰ ذراع × ۱ ذراع ہو تو وہ کثیر ہے (۱) اور گہرائی کے متعلق معتبر ہے کہ کم سے کم اتنی ہو کہ چلو سے پانی پلنے میں اس کے نیچے کی زمین نہ کھلے یہی صحیح ہے (۲) یہاں تک کہ اگر چلو سے پانی لیتے وقت اس کے نیچے کی زمین کھل گئی اور اس کے بعد وہ پانی آپس میں مل گیا تو اس پانی سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (۳) ذراع (شرعی گز) کے بارے میں مشائخ فقہاء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک کپڑا تپنے کا شرعی گز ہے اور ہدایہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور وہ صرف سات منہ کی برابر ہوتا اور اس کے ساتھ انگلی کھڑی نہیں ہوتی اس کو امام اسحاق بن ابوبکر ولولاجی نے اپنے فتاویٰ میں اختیار کیا ہے اور درویشیہ یہ وظاہر و خزانہ وغیرہ میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے کہ اس صحیح یہ ہے کہ زمین کی پیمائش کا ہاتھ (گز) مراد ہے اور وہ سات منہ کا ہوتا ہے اور پر منہ کیساتھ ایک انگلی کھڑی ہوتی ہے یعنی منہ کیساتھ انگوٹھے کی لمبائی بھی شامل ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ سات منہ کیساتھ صرف ایک منہ کیساتھ انگوٹھے کی لمبائی ہوتی ہے۔ (۴) اور ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف چھ منہ کا گز ہے یعنی ہر منہ کیساتھ انگلی کھڑی نہ ہو اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف لی ثار کے مطابق چوبیس انگل کا ہوتا ہے اور ہر انگل چھ جو کا ہوتا ہے) اکابر متاخرین مثل صاحب ہدایہ و قاضی خان وغیرہ اہل ترجیح فقہاء نے وہ درودہ کو کثیر پانی ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس تعیین کو اختیار کیا ہے اور وہ مذہب حنفیہ کو ہم لوگوں سے بہت زیادہ جاننے والے تھے اس لئے ہم پر ان کا اتباع لازم ہے۔ (۵)

خلاصہ جاننا چاہئے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب نجاست سے پانی کا کوئی وصف (یعنی رنگ یا بو یا مزہ) بدل جائے تو اس پانی سے وضو غسل کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر ہو اور خواہ جاری ہو یا جاری نہ ہو اور نجاست سے پانی کا کوئی وصف متغیر نہیں ہو تو علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نجاست سے اس صورت میں قلیل پانی نجس ہو جاتا ہے اور کثیر پانی نجس نہیں ہوتا لیکن قلیل و کثیر کی حد فاصل میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالکؒ کے نزدیک اگر نجاست سے پانی کے وصف (رنگ یا بو یا مزہ) میں تغیر آجائے تو وہ پانی قلیل ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر تغیر نہ آئے تو وہ کثیر ہے اور امام اشاعریؒ نے کہا ہے کہ جب پانی کھنکھن کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ کثیر ہے اور اس سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر اس سے کم ہو تو قلیل ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے ظاہر الروایت میں کہا ہے اس بارے میں مجھے ہر دو کی غالب رائے کا اعتبار کیا جائے اگر اس کے گمان غالب میں وہ پانی اتنا ہے کہ پانی کے پلنے سے نجاست ایک جانب سے دوسری جانب پہنچ سکتی ہے تو وہ قلیل ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نہیں پہنچ سکتی تو وہ کثیر ہے اور اس سے وضو جائز ہے اور یہ ظاہر المذہب ہے اور یہی اصح ہے اور کثیر کی حد مقرر کرنے کے بارے میں فقہائے احناف کی روایت میں اختلاف ہے اور اکثر مشائخ متاخرین بلکہ عام مشائخ متاخرین نے وہ درودہ کا اعتبار کیا ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں منقول ہے اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو سمجھنی پہ کے گمان غالب پر چھوڑ دیا جائے لیکن چونکہ لوگوں کی رائے مختلف ہوتی ہیں اور بہت سے لوگوں کی کوئی رائے نہیں ہوتی یعنی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے اس لئے متاخرین مشائخ نے لوگوں پر توسع اور آسانی کی غرض سے کثیر پانی کے وہ درودہ ہونے کا اعتبار کیا ہے۔ (۶)

۳۔ اگر بڑے حوض (وہ درودہ یا اس سے زیادہ) میں نجاست واقع ہو جائے تو اگر وہ نجاست نظر آنے والی ہے جیسے مردار چلور وغیرہ تو ظاہر الروایت کے مطابق جس طرف نجاست واقع ہوئی ہے اس جانب سے وضو نہ کرے اس کے علاوہ کسی اور جانب سے وضو

(۱)۔ درویش تفرنا (۲)۔ کبیری دغ و دغ و دغ و دغ وغیرہ (۳)۔ بحرہ دجال

(۴)۔ کبیری۔ بحرہ درویش و فیہرہ مستطی (۵)۔ ش (۶)۔ بحرہ ملصا

کر لے اس کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے حوض کی مقدار یعنی نجاست کے ہر طرف سے چار چار گز شرمی (نوگرہ) تک جگہ چھوڑ کر وضو کر لے، اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جب تک پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ جاری پانی کے حکم میں ہے اگر نجاست حوض کے درمیان میں واقع ہو تو ظاہر الروایت پر قیاس کرتے ہوئے وہ درودہ جگہ چھوڑ کر اس میں وضو کرنا جائز ہے ورنہ نجاست نجاست نظر نہ آنے والی ہو مثلاً چیشاب یا شراب وغیرہ ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، مشائخ عراق کے نزدیک اس کا حکم نظر آنے والی نجاست کی مانند ہے پس نجاست واقع ہونے کی جگہ سے چھوٹے حوض یعنی چار در چار کی مقدار جگہ چھوڑ کر وضو کرنا جائز ہے اور مشائخ م اور انہو یعنی مشائخ طخ و بخارا نے دونوں قسم کی نجاستوں میں فرق کیا ہے اور عموم بلوئی کے باعث اس میں توسع کیا ہے کہ نظر نہ آنے والی نجاست کے بڑے حوض میں واقع ہونے کی صورت میں اس کی ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے (یعنی نجاست گرنے کے مقام سے بھی وضو کرنا جائز ہے جب تک اس کے کسی وصف میں تغیر نہ ہو جائے) جیسا کہ جاری پانی کے لئے حکم ہے اور یہی اصح ہے (۱) پس خلاصہ یہ ہے کہ نظر نہ آنے والی نجاست کے حوض کبیر میں واقع ہونے کی صورت میں نجاست کے چاروں طرف چار چار گز جگہ چھوڑ کر وضو کرنا چاہئے اور نظر نہ آنے والی نجاست کی صورت میں دو قول نقل کئے ہیں ایک قول کے مطابق یہی حکم ہے جو نظر نہ آنے والی نجاست کا مذکور ہوا ہے بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس حوض سے ہر طرف سے وضو کرنا جائز ہے حتیٰ کہ موضع نجاست پر بھی وضو کرنا جائز ہے اور بعض نے اس کو صحیح کہا ہے اور خزن تن میں ہے کہ اگر کسی حوض کے وصف میں تغیر نہ آئے تو عموم ہوئی کی وجہ سے مطلق طور پر پانی نجس نہ ہونے پر فتویٰ ہے خواہ وہ نجاست نظر نہ آنے والی ہو یا نظر نہ آنے والی ہو ورنہ القدر میں ہے کہ یہی قول صحیح قرار دیا جانا چاہئے اور نظر نہ آنے والی نجاست کے علم میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے بلکہ میں اسی کو مستحسن قرار دیتا ہوں۔ (۲) لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔ (۳)

۵۔ اگر لوگ صحن بنا کر بڑے حوض سے وضو کریں تو مشائخ بخارا کے قول کے مطابق جائز ہے اور اسی پر عمل ہے اور اس میں الحائضی میں یہاں ہے کہ اگر کسی شخص نے بڑے حوض میں غسل کیا تو دوسرے شخص کو اسی جگہ سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ بڑا حوض مستقل پانی کو نیست و نابود کرنے میں جاری پانی کے حکم میں ہے۔ (۴)

۶۔ اگر بانس کے درختوں کے گنجان جھنڈ میں یا ایسے کھیت میں جس کی رراعت یا گھاس گنجان اور آہن میں ملی ہوئی ہو یا پانی جمع ہو اور وہ درودہ گز ہے اگر اس کے درخت و گھاس وغیرہ اس قدر گنجان ہوں کہ اس کا پانی بدلنے سے حرکت نہ کرنا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ مستقل پانی پھر استعمال میں آتا رہے گا اور اگر اس کا پانی ہلانے سے حرکت کرنا ہو تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مستقل پانی کثیر پاک پانی میں مل کر نیست و نابود ہو جائے گا اور بانسوں (۱) اور گھاس اور فصل وغیرہ) کا باہم ملا ہوا ہونا پانی کے باہم ملا ہوا ہونے کا مانع نہیں ہے اور اس سے اس تالاب کے بڑا ہونے میں کوئی نقص نہیں آتا۔ (۵)

۷۔ اگر ایسے حوض میں وضو کیا جس میں پانی کی تمام سطح پر کالی جلی ہوئی ہے اگر وہ کالی ہلانے سے ٹل جائے (یعنی پانی نظر آ جائے) تو اس میں وضو جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ (۶)

۸۔ اگر ایسے حوض میں وضو کیا جس کے پانی کے اوپر کا حصہ جم کر برف ہو گیا ہے اگر وہ برف ایسی تیلی ہے کہ پانی کے حرکت کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے تو اس میں وضو کرنا جائز ہے اور اگر حوض کے پانی پر برف جدا جدا ٹکڑے ٹکڑے ہو اور اتنی زیادہ ہو کہ پانی ہلانے سے نہ ٹلے

(۱)۔ بدائع و کبریٰ وغیرہ مستطاب (۲)۔ شریعہ و فروعہ مستطاب (۳)۔ ع (۴)۔ کبریٰ

(۵)۔ کبریٰ و ع و فروعہ مستطاب (۶)۔ کبریٰ و ع

تو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اگر برف تھوڑی ہو اور پانی کے ملنے سے مل جائے تو اس میں وضو جائز ہے۔ (۱)

۹۔ اگر کسی بڑے حوض کی سطح پر پانی جم گیا اور کسی نے اس میں سوراخ کر لیا اگر اس سوراخ کے اندر کی طرف بھی برف پانی سے ملی ہوئی ہے تو اس میں وضو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے (۲) اور اگر پانی اس سوراخ میں سے نکل کر اس برف کے اوپر اس قدر پھیل گیا کہ اگر اس میں چلو کے ذریعہ پانی لیا جائے تو اس کے نیچے کی برف کھل جاتی اور وہ پانی وہ درودہ ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر چلو بھرنے سے اس کے نیچے کی برف کھل جاتی ہے یا وہ پھیلا ہوا پانی وہ درودہ سے کم ہے تو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اگر وہ پانی (اوپر تو نہیں آیا بلکہ) اس سوراخ میں اس طرح ہے جیسے طشت میں پانی ہوتا ہے تب بھی اس میں وضو جائز نہیں لیکن اگر وہ سوراخ وہ درودہ ہوگا تو اس میں وضو جائز ہوگا۔ (۳)

۱۰۔ اگر حوض کا پانی جم گیا ہو اور اس میں کسی جگہ سوراخ کر لیا گیا ہو اور پانی برف کے نیچے اس کے ساتھ ملا ہوا ہو اور وہ سوراخ اس گز سے کی، نند ہو جس کے نیچے پانی ہو اور اس سوراخ میں نجاست واقع ہو جائے یا اس میں کوئی کتا پانی پے یا اس پانی میں جو سوراخ کی تہ میں ہے کوئی شخص وضو کرے تو نصیر بن یحییٰ اور ابو بکر اسکاف نے کہا کہ وہ پانی نجس ہو جائے گا کیونکہ وہ پانی برف سے متصل ہونے کے باعث آپس میں متحرک نہیں ہوتا جس نجاست یا مستعمل پانی کا ہونا قلیل پانی میں ہوگا اور وہ اس کو فاسد کر دے گا اور عبد اللہ بن مبارک و ابو حفص کبیر بخاری نے کہا کہ اگر برف کے نیچے کا پانی وہ درودہ ہو تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اور فتویٰ نصیر و ابو بکر رضی اللہ عنہم کے قول پر ہے اور برف کے نیچے کا پانی برف کے ساتھ ملا ہوا نہ بلکہ اس سے الگ ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور پانی ناسد نہیں ہوگا اور نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی نجاست کے حکم میں جو اختلاف اوپر بیان ہو ہے اس کی وہی تفصیل یہاں بھی جاری ہوگی ورنہ یہی تفصیل اس وقت بھی جاری ہوگی جبکہ حوض چھتا ہوا ہو ورنہ اس چھت میں سوراخ ہو پس اگر پانی اس چھت کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور وہ سوراخ وہ درودہ سے کم ہوگا تو اس سوراخ کا پانی نجاست کے واقع ہونے سے نجس ہو جائے گا اور اگر چھت سے جدا ہوگا تو نجس نہیں ہوگا اور اسی لئے نجد حوض بھی مستحق حوض کی، نند ہے اگر نجد حوض کی برف میں سوراخ کیا گیا ہو جو وہ درودہ سے کم ہو اور پانی اس سوراخ کے اوپر آ کر برف کی سطح پر پھیل گیا ہو یا پانی اس سوراخ میں پیالے کے پانی کی مانند ہو پس اس میں کسی کہنے نے پانی پیایا اس میں کوئی نجاست واقع ہوئی تو وہ پانی جہور علماء کے نزدیک نجس ہو جائے گا اور برف کے نیچے کے پانی کا اعتبار نہیں ہوگا اور جب وہ سب پانی نجس ہو گیا تو جب تک وہ تمام پانی نہیں نکلے گا جو نجاست گرنے کے وقت تھا اس وقت تک وہ پانی پاک نہیں ہوگا اور اگر کسی نے حوض کی سطح پر جمی ہوئی برف میں سوراخ کیا اور کسی شخص نے اس سوراخ میں اس طرح وضو کیا کہ مستعمل پانی (دھوون) اس سوراخ کے پانی میں نہیں گرنے دیا تو اس کا وضو ہر حال میں جائز ہے خواہ وہ سوراخ بڑا یعنی وہ درودہ ہو یا اس سے چھوٹا ہو اور اگر مستعمل پانی اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور وہ سوراخ وہ درودہ سے چھوٹا ہے تو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس سوراخ میں کوئی بکری وغیرہ گر کر مری گئی تو اگر برف کے نیچے کا پانی وہ درودہ ہے تو وہ کثیر ہونے کی وجہ سے نجس نہیں ہوگا (جب تک کہ اس کا کوئی وصف نہ بدل جائے) اور سوراخ کے اندر جو پانی تھا اور اب نیچے اتر گیا ہے وہ بھی نجس نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی موت غالب طور پر اس پانی کے نیچے اتر جانے کے بعد واقع ہوگی لیکن اگر اس کی موت اس پانی کے نیچے اترنے سے پہلے واقع ہوئی ہو یا وہ حیوان جو اس میں گرنا ناپاک ہو تو اس سوراخ کے اندر کا پانی نجس ہو جائے اور اسی طرح اگر برف کے نیچے کا پانی وہ درودہ کم ہوگا تو وہ تمام پانی نجس ہو جائے گا۔ (۴)

۱۱۔ چھت والے حوض کی چھت میں پانی لینے کے طاق کا طم حوض کی مانند ہے جبکہ اس طاق (سوراخ) کا پانی جم جائے اگر پانی گھٹ کے تختوں سے جدا ہے اگر چہ کم ہو تو اس میں وضو کرنا جائز ہے اور اگر پانی طاق کے تختوں سے ملا ہوا ہو تو اس میں وضو جائز نہیں ہے یہی

نکار ہے (۱) اگر بڑے حوض یعنی وہ درودہ حوض میں پانی لینے کے طاق (سوراخ) بنے ہوئے ہوں اور کسی شخص نے کسی طاق سے وضو یا غسل کیا اور پانی گھاٹ کے تختوں سے ملا ہوا ہے اور ہلانے سے ہلتا نہیں تو اس جگہ سے دوسرے شخص کو وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر پانی تختوں سے نیچے ہے تو اس جگہ سے وضو کرنا جائز ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں وہ جگہ چھوٹے حوض کی مانند ہے کہ اس کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے لیکن اس کے مستعمل پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور دوسری صورت میں چھت والے بڑے حوض کی مانند ہے۔ (۲)

۱۲۔ اگر چھوٹا حوض یعنی جو درودہ سے کم ہو لیکن گہرا ہو نجی ست پڑ جانے سے ناپاک ہو جائے اس کے بعد اس حوض کا پانی پھیل کر وہ درودہ ہو جائے تو اس حوض اب بھی ناپاک ہے کیونکہ پھیلنے والا وہی نجس پانی ہے اور اس طرح اگر اس میں تھوڑا تھوڑا ناپاک پانی داخل ہوتا رہے یہاں تک کہ وہ حوض درودہ ہو جائے تب بھی وہ پانی وہ ناپاک ہے (۳) اس لئے کہ پانی کا استعمال سچ سے ہوتا ہے نہ کہ گہرائی سے اور ہمارے فقہانے لہجہ کی چوڑائی کا اہتمام کیا ہے گہرائی کا نہیں۔ (۴)

۱۳۔ اگر حوض میں نجاست واقع ہو جائے اور اس وقت وہ حوض درودہ بھرا اس کا پانی کم ہو جائے اور وہ حوض درودہ سے کم ہو جائے تو اس حوض کا پانی پاک ہے۔ (۵)

۱۴۔ اگر حوض اوپر سے درودہ ۱۰×۱۰ ہوا اور نیچے سے درودہ سے کم ہوا اور وہ پانی سے بھرا ہوا ہو اور اس میں اوپر سے نجاست گر جائے تو اس میں وضو اور غسل کرنا جائز ہے پھر اگر اس کا پانی کم ہو جائے اور نیچے اتر جائے یہاں تک کہ وہ درودہ سے کم رہ جائے تو وہ پانی اب بھی پاک ہے اور اس سے وضو و غسل کرنا جائز ہے اور نجاست کے واقع ہونے کے وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور وہ درودہ سے کم رہ جانے کے بعد اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا ورنہ اس میں وضو کرنا جائز نہیں ہوگا اس کے بعد اگر اس قلیل پانی میں اور اپنی آ کر مل جائے یہاں تک کہ وہ حوض پر ہو جائے (یعنی پانی درودہ ہو جائے) اور پر ہونے کے بعد اس میں سے کچھ پانی نہ نکلے تو وہ حوض اب بھی ناپاک ہے جیسا کہ قلیل ہو۔ نے کی صورت میں ناپاک تھا کیونکہ جس وقت اس میں نیا پانی داخل ہو وہ نیا پانی بھی اس سے مل کر نجس ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس صورت میں وہ پانی نجس نہیں ہوگا لیکن پہلے قول اسح ہے دوسرے قول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے اور مستعمل پانی کی نجاست کے قس کے مطابق اگر اس قلیل پانی میں مستعمل پانی شامل ہوگا تب بھی یہی حکم ہے، اسی بنا پر بحر الرق میں کہا ہے کہ اگر حوض کا پانی درودہ سے کم رہ جائے تو اس پانی میں وضو نہ کرے بلکہ اس میں سے چلو کے ذریعہ پانی لے کر حوض سے باہر وضو کرے۔

۱۵۔ اور اگر مذکورہ بالا صورت کے برعکس حوض اوپر سے درودہ سے کم ہوا اور نیچے سے درودہ یا اس سے زیادہ ہو اور اس میں اوپر سے نجاست واقع ہو جائے تو وہ نجس ہو جائے گا اور اس سے وضو جائز نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ درودہ کی حد تک پہنچ جائے۔ پس اگر اس کا پانی اوپر سے کم ہوتے ہوئے وہاں تک پہنچ گیا جہاں سے حوض درودہ ہو جاتا ہے تو اسح یہ ہے کہ اب اس میں وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔ (۶)

۱۶۔ اگر بڑا حوض خشک ہو گیا اور اس میں نجاستیں پڑی ہوئی ہیں اس کے بعد وہ حوض پانی سے بھر گیا تو بعض نے کہا کہ وہ پانی نجس ہے کیونکہ اس میں تھوڑا تھوڑا پانی آتا رہا ہے اور نجاست سے مل کر نجس ہوتا رہا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ نجس نہیں ہے کیونکہ وہ پانی سے بھرا ہو حوض بڑا یعنی درودہ یا اس سے زیادہ ہے پس یہ ایسا ہو گیا گویا کہ حوض بھرا ہوا ہونے کے بعد اس میں نجاست واقع ہوئی ہے اس کے نجس نہ ہونے کو مشائخ بخاری نے اختیار کیا ہے اور خلاصہ اور قاضی خان کے نزدیک مختار یہ ہے کہ جب پانی نجس جگہ میں تھوڑا تھوڑا داخل ہو کر نجاست

(۱)۔ ع (۲)۔ فتح و بحر و مستطفا (۳)۔ بدائع و فتح و مستطفا (۴)۔ بدائع (۵)۔ ع و بدائع و مستطفا

(۶)۔ بحر و در و ش ۱، نو کبیری و فتح و مستطفا

سے ملتا رہا تو وہ سب پانی ناپاک ہے (اگر چہ جمع ہو کر وہ درودہ ہو جائے) اور اگر پاک جگہ میں پانی داخل ہوا اور نجاست سے سنے سے پہلے اس پاک جگہ میں جمع ہوا یہاں تک کہ وہ درودہ ہو گیا اس کے بعد وہ پانی نجاست سے ملا تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا (۱) پس اگر ایک بڑا تالاب ہے، گرمیوں میں اس میں پانی نہیں ہوتا اور جانور اور آدمی اس میں گوبر و پاخانہ کرتے ہیں پھر سردی کے موسم میں اس میں پانی بھر جاتا ہے اور اس پر برف بھی جمتی ہے تو جو پانی اس تالاب میں داخل ہوتا ہے اگر وہ نجس جگہ داخل ہو کر جمع ہوتا ہے تو وہ پانی اور جو برف اس پر جم جاتی ہے دونوں نجس ہیں اگر چہ وہ پانی جمع ہو کر کثیر (وہ درودہ) ہو جائے اور اگر پانی پیسے پاک جگہ میں داخل ہوتا ہے اور وہاں ٹھہر کر اور جمع ہو کر وہ درودہ ہو جاتا ہے پھر وہاں سے نجاست والی جگہ میں پہنچتا ہے تو پانی اور برف دونوں پاک ہیں۔ (۲) ان مسائل مذکور کا حاصل یہ ہے کہ جب پانی وہ درودہ سے کم ہونے کی صورت میں نجس ہو جائے تو وہ درودہ ہو جانے کی صورت میں بھی پاک نہیں ہوتا (جب تک وہ جاری نہ ہو جائے) اور اگر پاک پانی وہ درودہ ہو پھر اس میں نجاست گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا اگر چہ نجاست گرنے کے بعد وہ درودہ سے کم ہو جائے۔ پس پانی کی قلت و کثرت کا اعتبار نجاست کے ملنے کے وقت ہے خواہ نجاست پانی پر وارد ہوئی ہو یا پانی نجاست پر وارد ہوا ہو یہی مختار ہے۔ (۳)

۱۷۔ اگر کسی حوض کا پانی ناپاک ہو گیا پھر اس کا ناپاک پانی جذب ہو گیا اور وہ اندر سے خشک ہو گیا تو اس حوض کے پاک ہونے کا حکم کیا جائے گا اب اگر اس میں دوبارہ پانی داخل ہو جائے تو اس کی نجاست کے دوبارہ لوث آنے میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں اور اظہر یہ ہے کہ وہ نجاست دوبارہ عود نہیں کرے گی۔ (۴)

۱۸۔ اگر چھوٹا (وہ درودہ سے کم) حوض ناپاک ہو جائے پھر اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو جائے اور اس پانی کے داخل ہوتے وقت دوسری طرف سے پانی باہر نکلے تو حوض پاک ہو جاتا ہے لیکن اس بارے میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے کہ کس قدر پانی نکلنے سے حوض پاک ہو جاتا ہے بعض نے کہا کہ جس قدر پانی نجاست واقع ہونے کے وقت اس میں تھا جب تک اس قدر پانی باہر نہ نکلے وہ حوض پاک نہیں ہوگا اور بعض نے کہا کہ جب تک نجاست کے وقت موجود پانی کی مقدار کا تین گنا پانی نہ نکلے اس وقت تک وہ حوض پاک نہیں ہوگا۔ اور ابو حنیفہؒ ہندوائی نے کہا کہ ایک جانب سے داخل ہونے اور دوسری جانب سے پانی نکلنا شروع ہوتے ہی وہ حوض پاک ہو جائے گا اگر چہ بہت تھوڑا سا پانی نکلنا ہو یعنی نجاست کے وقت کی مقدار نہ نکلنا ہو، صدر الشہید حسام الدینؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے محیط میں اسی کو صحیح کہا ہے ورنہ اوائل میں ہے کہ ہم، جی کو لیتے ہیں اور یہی حکم کنوئیں اور حمام کے حوض کا ہے کہ یہ بھی پانی جاری ہوتے ہی پاک ہو جاتے ہیں (کنوئیں کے جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنواں لباب ہو کر جاری ہو گیا، دوسری صورت یہ ہے کہ کنوئیں کے چشمے (سوت) نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا (۵) چلوں کے ذریعے حوض سے لگتا پانی لینے سے جاری پانی کے حکم میں ہو کر وہ ناپاک چھوٹا حوض پاک ہو جاتا ہے جس کے ایک طرف سے پانی داخل ہو رہا ہو (۶) جیسا کہ حوض حمام کے بیان میں مذکور ہے (مؤلف) اور یہ ضروری نہیں ہے کہ نجس پانی کا چھوٹا حوض ایک طرف سے پانی داخل ہونے سے پہلے سے بھرا ہوا ہو بلکہ اگر وہ نجس حوض نہ تک بھرا ہوا نہیں تھا پھر اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوا اور پورا بھر جانے کے بعد دوسری طرف سے پانی باہر نکلنے لگا تو شروع سے بھرے ہوئے حوض کی مانند ہو گیا اس صورت میں بھی صحیح قول کی بنا پر پانی کے باہر نکلنے ہی وہ حوض پاک ہو جائے گا اور اس کا جو پانی اس وقت پہلے باہر نکلے گا وہ بھی پاک ہو گا حتیٰ کہ اگر کسی نے اس پانی کو لے کر وضو کیا تو اس کا وضو جائز ہے۔ (۷)

۱۹۔ اگر بڑے حوض کا پانی بہت عرصہ تک ٹھہرا رہنے کی وجہ سے بدبودار ہو جائے یا اس کا رنگ دھڑل جائے اگر اس میں نجاست

کا واقع ہونا مطلق نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے (۱) لیکن اگر اس میں نجاست کا واقع ہونا اور اس کی وجہ سے اس کا متغیر ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر نجاست واقع ہونے میں شک ہو اور اس کو اس کا یقین نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور اس کے بارے میں اس کو کسی سے پوچھنا واجب نہیں ہے۔ (۲)

۳۰۔ اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس تینوں اوصاف میں سے یعنی مزہ، رنگ اور بو میں سے کوئی وصف بدل جائے اور وہ ٹپ ہوئی چیز مغلوب اور پانی غالب ہو تو ۱۲ رے فقہاء کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مغلوب پاک چیز کے ملنے سے پانی مطلق ہونے کے حکم میں ہی رہتا ہے۔ (۳) (اس مسئلے کی تفصیل عقیدہ پانی کے بیان میں درج ہے مؤلف)

۳۱۔ قلت کثرت کے بارے میں تمام مائعات کا حکم پانی کی مانند ہے یعنی پانی کی جو مقدار نجاست ملنے سے نجس ہو جاتی ہے ہر مائع چیز کی اتنی مقدار نجاست ملنے سے نجس ہو جاتی ہے۔ (۴)

۳۲۔ حوض سے وضو کرنا برخلاف معتزلہ نہر سے وضو کرنے سے افضل ہے کیونکہ معتزلہ حوض سے وضو کرنے کو جائز نہیں کہتے (کیونکہ ان کے نزدیک حوض کبیر نجاست واقع ہونے سے نجس ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو) (۵) ان کی یہ مخالفت اس وقت ہے جبکہ معتزلہ موجود ہوں اور جہاں وہ لوگ نہیں ہیں وہاں حوض کی بہ نسبت نہر سے وضو کرنا افضل ہے۔ (۶)

کنوئیں کا پانی۔ کنوئیں سے مراد یہاں وہ کنواں ہے جو درودہ (۱۰×۱۰) سے کم ہو اور جو کنواں وہ درودہ ہو نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پانی کی کوئی صفت یعنی رنگ، بو یا مزہ نہ بدل جائے۔ چھوٹا درودہ سے کم کنواں ہمارے ائمہ کے نزدیک چھوٹے حوض کے حکم میں ہے پس جن چیزوں کے گرنے سے چھوٹے حوض کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے انہی چیزوں کے کنوئیں میں گر جانے سے کنوئیں کا پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ (۷) درودہ یا اس سے بڑا کنواں یعنی جس کا محیط اربعین گز شرعی ہو بڑے حوض کے حکم میں ہے مگر ایسے کنوئیں شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں عام کنوئیں چھوٹے حوض کے حکم والے ہی ہیں لیکن ان کنوؤں کے حکم میں چھوٹے حوض کے برخلاف یہ خصوصیت ہے کہ ان چھوٹے کنوؤں کا ناپاک پانی بھی شرعی مقدار کے مطابق نکال دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے بخلاف دوسرے قلیل پانی کے کہ وہ جب تک جاری نہ ہو جائے پاک نہیں ہوتا۔ چنانچہ چھوٹے کنوؤں کے مسائل قیاس پر مبنی نہیں ہیں بلکہ آثار صحابہ پر مبنی ہیں قیاس کا مقتضی تو یہ ہے کہ یا تو کنوئیں کا پاک ہونا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو کیونکہ اس کی کچڑ اور دیواروں سے بھی نجاست لگی ہوئی ہوتی ہے اس میں تھوڑا تھوڑا پانی آتا ہی رہتا ہے اور یا کنواں کبھی ناپاک ہی نہ ہو کیونکہ اس میں پانی نیچے سے سوت (چشمہ) کے ذریعہ آتا ہی رہتا ہے اور اوپر سے نکالا جاتا ہے اس لئے وہ حمام کے حوض کی مانند جاری پانی کی مانند ہو گیا (۸) اور ہمارے فقہاء کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ کنوؤں کے مسائل میں رائے کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ کنوئیں کا پانی نکالنے سے کنوئیں کا پاک ہونا اصول ضرورت کے تحت قیاس خلل یعنی استحسان سے ثابت ہے اور آثار صحابہ سے ماخوذ ہے (۹) جن چیزوں کے گرنے سے کنوئیں کا پانی نکالا جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں۔ اول وہ کہ جس کے گرنے سے پانی نکالنا واجب ہوتا ہے دوسری وہ جس کے گرنے سے پانی نکالنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے (۱۰) اور وہ ناپاک چیز جس کے گرنے سے کنوئیں کا پانی نکالنا واجب ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ چیزیں ہیں جن کے واقع ہونے سے جس ڈول نکالنا واجب ہیں، دوسری وہ ہیں جن کے واقع ہونے سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہیں، تیسری وہ ہیں جن کے واقع ہونے سے تمام پانی نکالنا واجب

(۱)۔ ع۔ بحر دفع درود۔ (۲)۔ بحر درود دفع۔ (۳)۔ بحر دفع۔ (۴)۔ بحر۔ (۵)۔ غایۃ الاوطار۔ (۶)۔ فتح و درودش

(۷)۔ بحر۔ (۸)۔ بحر دفع و حلیۃ و بدائع و منہاج و منہاج۔ (۹)۔ بحر منہاج و منہاج۔ (۱۰)۔ ع

ہوتا ہے (۱) ان سب قسم کے احکام کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

جن صورتوں میں تمام پانی نکالنا واجب ہے:۔ اگر کنوئیں میں نجاست گر جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور باجماع سلف اس پانی کا نکالنا اس کنوئیں کی طہارت ہے۔ (۲) پانی کو ناپاک کر دینے میں نجاست حقیقہ وظیطہ دونوں کا حکم یکساں ہے۔ (۳)

۴۔ چاند ار کے علاوہ کوئی اور نجاست کنوئیں میں گرنے سے اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر کوئی چاند یعنی جس جانور میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے اور وہ خشکی کا رہنے والا (غیر دریائی) ہو کنوئیں میں گر کر مر جائے یا مر کر کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا پانی نکالنے کے حکم کے تحت درجہ ہیں (اول) اگر وہ جانور چاہا یا اس کی مثل ہے تو میں ڈول نکالنا (دوم) اگر وہ مرغی یا اس کی مثل ہے تو چالیس ڈول نکالنا (سوم) اگر وہ بکری یا اس کی مثل (یا اس سے بڑا) ہے تو کل پانی نکالنا واجب ہے (۴) ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے۔ مؤلف (۳)۔ اگر کنوئیں میں مینگی اور کوبرو وغیرہ کے علاوہ تھوڑی اسی نجاست بھی گر جائے مثلاً ایک قطرہ پیشاب گر جائے اگر چہ وہ حلال جانور کا پیشاب ہو لیکن جن جانوروں کے پیشاب سے بچنا ممکن نہیں ہے ان کا پیشاب معاف ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ یا شراب یا خون کا ایک قطرہ گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہوتا ہے کیونکہ کنوئیں تھوڑے پانی اور چھوٹے حصے کے حکم میں ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور قلیل پانی میں نجاست گرنے سے وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے خواہ اس سے اس کی کوئی بھی مفت مغیرہ ہوئی ہو۔ (۵) ۴۔ نجاست خواہ بلا واسطہ یعنی براہ راست گرے یا بلا واسطہ مثلاً جوتی یا لکڑی یا کپڑے پر نجاست لگی ہو اور وہ کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا، ۵۔ اگر انٹ یا بکری کی شینگیاں کنوئیں میں گریں تو جب تک وہ کثیر یعنی بہت زیادہ مقدار میں نہ ہوں اس وقت تک کنوئیں نجس نہیں ہوتا۔ کثیر کی حد میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں جن میں سے دو اقوال کی تصحیح کی گئی ہے ان دو اقوال میں بھی راجح قول یہ ہے کہ کثیر وہ ہے جن کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہے جن کو دیکھنے والا قلیل سمجھے، یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ کی عادت ہے کہ ایسی چیزوں میں جن کی کوئی تعداد یا مقدار معین کرنے کی ضرورت ہو اور اس میں کوئی نمس وارد نہ ہوئی ہو تو اس میں اپنی رائے سے کچھ مقرر نہیں فرماتے تھے بلکہ مینگی یہی رائے پر چھوڑ دیتے تھے۔ بدائع و کافی اور بہت سی کتابوں میں اس کو صحیح کہا ہے اور معراج الدراہم میں ہے کہ کچھ قول مختار ہے، ہدایہ میں ہے کہ اسی پر اعتقاد ہے، فیض میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول شینگی سے خالی نہ آتا ہو تو کثیر ہیں ورنہ قلیل ہیں اور یہی صحیح ہے، نہایہ میں اسی کو صحیح کہا ہے اور اس کو بمسوط کی طرف منسوب کیا ہے، درمجمیع یہ ہے کہ سالم ورنوٹی ہوئی اور تر اور خشک میں کچھ فرق نہیں ہے اور حکم لید، گوہر اور مینگی سب کے لئے یکساں ہے اور اس بارے میں جنگل اور شہر کے کنوؤں میں یعنی چار دیواری اور بغیر چار دیواری والے کنوئیں میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ شہر میں بھی اس کی ضرورت واقع ہوتی ہے جیسا کہ حماموں اور مسافر خانوں میں ضرورت پڑتی ہے۔ (۶) ۶۔ اگر کنوئیں میں حبشہ میں بکری کے برابر کوئی جانور مر جائے مثلاً بکری یا کتیا آدی مر جائے تو اس کا تمام پانی نکالنا جائز ہے خواہ گرتے وقت اس کا جسم پاک ہو یا ناپاک ہو اور خواہ وہ جانور پھولا یا پھن نہ ہو اور خواہ باہر سے مر کر گرے تب بھی یہی حکم ہے۔ (۷) ۷۔ دو یا زیادہ بلیاں یا ایک بلی اور تین چوہے یا چھ یا زیادہ صرف چوہے کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مر کر گر جائیں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ ان میں سے کوئی پھولا یا پھن نہ ہو۔ (۸) (اس کی تفصیل آگے تھوڑا پانی نکالنے کی صورتوں کے بیان میں

(۱)۔ بحر (۲)۔ ہدایہ و نہایہ و معیہ (۳)۔ بدائع و کافی (۴)۔ بحر و زیادہ عن در (۵)۔ درش و بکری و مینگی و مینگی

(۶)۔ ہدایہ و بحر و درش و غیرہ مستطاف (۷)۔ بحر و ہدایہ و درش و نہایہ و معیہ (۸)۔ بحر و عن درش و درش و غیرہ

مذکور ہے مؤلف) ۸۔ اگر کوئی جاندار کنوئیں میں گر کر مرنے کے بعد پھول یا پھٹ جائے یا باہر سے پھول یا پھٹ کر کنوئیں میں گرے تو اس کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے اس لئے تمام پانی نکالنا واجب ہوتا ہے خواہ وہ جانور جھوٹا یعنی چوہا وغیرہ ہو یا بڑ یعنی آدمی یا تھل وغیرہ ہو کیونکہ اس جانور کی نجس رطوبت پانی میں مل جائے گی۔ اسی طرح اگر اس کے بال یا پاؤں یا دم یا جسم کا کوئی حصہ جدا ہو کر کنوئیں میں گر پڑے یا جانور کے کنوئیں میں گرے وقت کٹ جائے تو اس کے گرے ہی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۱) پھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جسم متورم ہو جائے اور اصلی حجم سے بڑھ جائے اور پھٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جسم پھٹ گیا اور پارہ پارہ ہو گیا ہو یا اس کے اعضا الگ الگ ہو گئے ہوں۔ (۲) ۹۔ خنزیر (سور) کے کنوئیں میں گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مردہ ہو یا نکلے یا زندہ نکل آئے اور اگر چہ اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہوا ہو اس لئے کہ خنزیر نجس العین ہے (۳) یعنی اس کا تمام بدن اور بدن کا ہر ایک جزو پیشاب پاخانے کی طرح ناپاک ہے۔ (۴) ۱۰۔ اگر کتا کنوئیں میں گر کر مر جائے (یا باہر سے مر کر گر جائے) تو اس کا تمام پانی نکالا جائے گا اور اگر مرنا نہیں بلکہ کنوئیں سے زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی میں داخل نہیں ہوا (اور اس کے جسم پر کوئی نجاست بھی معلوم نہیں ہے) تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ صحیح قول کی بنا پر کتا نجس العین نہیں ہے اور یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک کتا نجس العین ہے جیسا کہ خنزیر نجس العین ہے فتویٰ اور امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے (۵) اور اس کا منہ پانی میں داخل ہو گیا (یا اس کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہے) تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۶) اور بنی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے وحشی درندے اور پرندے کہ اگر وہ زندہ نکل آئیں اور اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ پانی نجس نہیں ہوتا (۷) (جب تک ان کے پیشاب یا پامانہ کر دینے کا یقین نہ ہو جائے لیکن اس کا امکان قوی ہونے کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی نکالنا ہی مناسب ہے مؤلف) اور حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کنوئیں سے زندہ نکلے والا جانور نجس العین ہے یا اس کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۸) اگر خنزیر کے علاوہ جاندار کنوئیں میں گرنے کے بعد زندہ نکال دیا جائے اگر اس کے جسم پر نجاست معلوم نہیں تھی اور نہ ہی اس کا منہ پانی میں داخل ہوا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر اس کے جسم پر نجاست تو معلوم نہیں تھی لیکن اس کا منہ پانی میں داخل ہو گیا ہو تو اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو وہ پانی بھی پاک ہے لیکن اس پانی سے احتیاطاً وضو نہ کیا جائے گا کیونکہ اس جانور پر نجاست ہونے کا احتمال ہے یا یہ احتمال ہے کہ کنوئیں میں گرتے وقت اس کو حدیث ہوا ہو اس کے باوجود اگر اس سے وضو کر لیا تو جائز ہے اور اگر اس جانور کا جھوٹا نجس ہے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور تمام پانی نکالا جائے گا، اگر اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا اور اگر اس جانور کا جھوٹا مردہ ہے تو وہ پانی مکروہ ہے اور اس میں سے دس ڈول نکالنا مستحب ہے۔ اور بعض نے کہا کہ احتیاطاً میں ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو وہ پانی مشکوک ہے اور وہ تمام پانی نکالا جائے گا جیسا کہ جھوٹا نجس پانی تمام نکالا جاتا ہے کیونکہ مشکوک پانی اور نجس دونوں عدم طہوریت میں مشترک ہیں۔ (۹) ۱۱۔ مردہ کا فر غسل سے پہلے بھی اور غسل دینے کے بعد بھی نجس ہے (۱۰) پس کافر کی میت کے کنوئیں میں گرے سے کنوئیں کا تمام پانی مطلق طور پر ناپاک ہو جائے گا خواہ وہ غسل دینے سے پہلے گرے یا غسل دینے کے بعد گرے کیونکہ مردہ کا فر غسل دینے سے پاک نہیں ہوتا (۱۱) اور مسلمان کی میت اگر غسل دینے سے قبل کنوئیں میں گر پڑے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر غسل دینے کے بعد گرے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا یہی مختار ہے (۱۲) یعنی مسلمان کی میت غسل دینے سے پہلے اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک کر دیتی ہے

(۱)۔ عروش دوح و بدایہ و طہارۃ (۲)۔ ش و بحر (۳)۔ کبیری و طہارۃ وغیرہ (۴)۔ علم الفقہ تقریفاً (۵)۔ طہارۃ

(۶)۔ کبیری (۷)۔ طہارۃ (۸)۔ طہارۃ (۹)۔ کبیری و عروش دوح (۱۰)۔ طہارۃ (۱۱)۔ عروش دوح (۱۲)۔ عروش دوح

اور اس میت کو اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نجاست حقیقی ہے چھٹی نہیں ہے اس لئے میت کے غسل کا مستعمل پانی نجس ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (۱) ۱۲۔ ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بچہ کنوئیں میں گر کر مر جائے (یا مرکز کرے) تو تمام پانی نکالا جائے گا (۲) بچہ اگر پیدا ہوتے ہی رویا (جس سے اس کے زندہ پیدا ہونے کا ثبوت ملتا ہے) اور پھر مر گیا تو اس کا حکم مسلمان بڑے آدمی کی میت کا ہے (خواہ وہ کافر ہی کا بچہ ہو) اگر وہ غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گرے گا تو اس کا پانی ناپاک نہیں ہوگا (اور اگر غسل دینے سے قبل گرے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۳) اور اگر پیدا ہوتے ہی مردہ (یعنی مردہ پیدا ہوا) تو اگر چکنی یا غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گرے تب بھی اس کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا (۴) اگر صرفی کے پیٹ سے تازہ نکلا ہوا اٹا یا بکری کا بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی پانی میں گر جائے اگرچہ اس پر رطوبت لگی ہوئی ہو وہ پانی نجس نہیں ہوتا (۵) جب تک ان دونوں پر نجاست کا لگا ہوا معلوم نہ ہو اس لئے کہ مخرج کی رطوبت نجس نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ رطوبت نجس مخرج سے نکلتی ہے اس لئے وہ پانی کو نجس کر دے گی، پہلا قول امام صاحب کے قول کا قیاس ہے اور دوسرا قول صاحبین کے قول کا قیاس ہے اور پہلے قول کو کاخانی نے اختیار کیا ہے اور دوسرے قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہے۔ (۶) ۱۳۔ اگر شہید تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا لیکن اگر اس سے خون ہے گا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۷) (اس کی تفصیل کنوئیں بالکل ناپاک نہ ہونے کے بیان میں مذکور ہے مؤلف) ۱۴۔ اگر چوہے کی دم کاٹ کر کنوئیں ڈال دی جائے یا کت کر خود گر جائے اور کٹی ہوئی جگہ پر سوس وغیرہ نہ لگایا گیا ہو جس کی وجہ سے اس دم سے رطوبت کا نکلنا بند ہو جائے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا (۸) اسی طرح بڑی چھٹکی جس میں بہتا ہوا خان ہوتا ہو اس کی دم گرنے سے بھی سب پانی نکالا جائے گا (۹) اور اگر کتاؤ کی جگہ سوس وغیرہ لگا دیا گیا ہو جس کی وجہ سے رطوبت نہ نکلے تو اسی قدر پانی نکالنا واجب ہوگا جس قدر چوہے کے مرنے سے نکالنا واجب ہوتا ہے (۱۰) یعنی اگر چوہا پھول یا پھن سے ہو تو جس ڈول نکالنا واجب ہے (۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بچے والے خون والا جانور یعنی خشکی کا جانور زخمی ہو کر یا اس کا کوئی عضو کٹ کر کنوئیں میں گر جائے تو اس کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اسی لئے خانیہ میں کہا ہے کہ مردہ جانور کے گوشت کا ٹکڑا کنوئیں میں گرنے سے اس کو ناپاک کر دے گا (۱۲) اگر بلی نے چوہے کو پکڑا اور وہ اس کے دانت لگنے سے زخمی ہو گیا پھر اس سے چھوٹ کر اسی طرح خون میں بھرا ہو کنوئیں میں گر پڑا تو اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا (۱۳) اسی طرح چوہا ناپدان (گندی سوری یا تالی) سے نکل کر بھاگا اور اس کا جسم نجاست سے ملوث ہو گیا پھر وہ کنوئیں میں گر گیا تو سارا پانی نکل جائے گا خواہ چوہا زندہ نکلا آئے یا مر جائے دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔ (۱۴) ۱۵۔ اگر چوہا ٹکڑے میں پھول یا پھٹ جائے پھر اس ٹکڑے کے پانی میں سے ایک قطرہ کنوئیں میں ڈال دیا جائے تو اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔ (۱۵) ۱۶۔ کتا بلی، گائے بکری پیشاب کر دے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے گا چوہے اور بلی کے پیشاب کر دینے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک محاف ہے اور اس سے کنوئیں نجس نہیں ہوگا بھی قول صحیح ہے اور سی پر فتویٰ ہے، اور بعض کے نزدیک اس سے کنوئیں نجس ہو جائے گا اسی قول کی بنا پر جوہر سے منقول ہے کہ اگر چوہا بلی سے بھاگ کر پانی کتے سے بھاگ کر یا بکری درندے سے بھاگ کر (یا کوئی اور جانور دوسرے جانور سے بھاگ کر) کنوئیں میں گرے تو مطلق طور پر اس کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا خواہ اس کا منہ پانی میں داخل ہوا ہو یا داخل نہ ہوا ہو کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کا پیشاب نکل جانے کا ظن غالب ہے،

(۱) ش۔ (۲) در۔ (۳)۔ انوع (۴)۔ ع۔ (۵) ش۔ دم (۶)۔ م

(۷)۔ ع۔ (۸)۔ ع۔ (۹)۔ ع۔ (۱۰)۔ ع۔ (۱۱)۔ ش۔ (۱۲)۔ ش۔ (۱۳)۔ ع۔ (۱۴)۔ ع۔ (۱۵)۔ ع۔

(۱۳)۔ ع۔ (۱۴)۔ ع۔ (۱۵)۔ ع۔

لیکن نہر الفائق میں بہتی ہے کہ فتویٰ اس کے برخلاف ہے یعنی اس کا پانی نکالنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ ان کے پیشاب کر دینے میں شک ہے اور شک سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی اور یہ جواب اس قول کی بنا پر ہے کہ بلی اور چوہے کا پیشاب گرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور اس میں کلام ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس کی مزید تفصیل نچاستوں کے بیان میں مذکور ہے۔ (۱)۔ اگر مرے ہوئے جانور کی ہڈی کنوئیں میں گر جائے اگر وہ ہڈی خنزیر (سور) کی ہو تو ہر حال میں اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کی ہو اور اس پر گوشت یا چربی (چکنائی) لگی ہو تو اس کی وجہ سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس پر کچھ لگا ہوا نہیں تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ خنزیر کے علاوہ ہر جانور کی ہڈی فی نفسہ پاک ہے۔ (۲)۔ اگر کنوئیں میں ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑے کا ٹکڑا گر گیا اور اس کا نکالنا ممکن نہ ہو یا وہ غائب ہو جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکال دینے سے کنوئیں کے پاک ہونے کے ساتھ وہ لکڑی یا کپڑے کا ٹکڑا بھی پاک ہو جائے گا۔ (۳)

جن صورتوں میں تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے کنوئیں کا سارا پانی ناپاک نہیں ہوتا: جن صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ اس کا کچھ حصہ ناپاک ہوتا اور نکالا جاتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں اول وہ صورتیں جن میں بیس ذول نکالنا واجب ہے۔ دوم وہ صورتیں جن میں چالیس ذول نکالنا واجب ہے، ان دونوں قسموں کے مسائل کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ (مؤلف)

۱۔ اگر چوہا یا اس کی مثل کوئی جانور چڑیا وغیرہ کنوئیں میں گر کر مر جائے اور پھولنے یا پھٹنے سے پہلے اس کو کنوئیں سے باہر نکال دیا جائے تو بیس سے تیس تک ذول نکالے جائیں اور پانی نکالنے کا یہ حکم اس مردہ چوہے یا چڑیا وغیرہ کو کنوئیں سے باہر نکالنے کے بعد ہے کنوئیں میں گرے ہوئے اس مردہ جانور کو نکالنے سے پہلے جس قدر پانی نکالا جائے گا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا (۴) اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ چوہا کنوئیں کے اندر مرے یا کنوئیں کے باہر مرے پھر اس میں ذول دیا جائے اور تمام حیوانات کا یہی حکم ہے (۵) سوائے اس میت کے جس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ کسی مسلمان کی غسل دی ہوئی میت یا شہید (۶) اور بیس سے تیس تک ذول نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ بیس ذول نکالنا واجب ہے اس سے زائد تیس ذول تک نکالنا مستحب ہے (۷) بعض نے کہا کہ یہ حکم جانور کے چھوٹا ہونے کے لحاظ سے پس چھوٹے جانور میں کم مقدار اور بڑے جانور میں زیادہ مقدار ذول نکالنے جائیں۔ (۸)

۲۔ جو جانور جسم کے اعتبار سے چوہے کے برابر ہے وہ چوہے کے حکم میں ہے (۹) پس اگر کنوئیں میں بڑی چھپکلی (جس میں بیس والا خون ہوتا ہے) گر کر مر جائے تو خاہر المردیت میں بیس ذول نکالے جائیں گے اور مولہ چوہے کے حکم میں ہے (۱۰) اگر کنوئیں میں بڑی چھڑی گر کر مر گئی (جس میں بیس والا خون ہوتا ہے) تو ایک روایت میں بیس یا تیس ذول نکالے جائیں گے۔ (۱۱)

۳۔ اگر کنوئیں میں مرغی یا بلی یا کبوتر یا بلحاظ جسم ان کی مانند کوئی اور جانور گر کر مر گیا اور وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو تو اس کنوئیں سے چالیس یا پچاس ذول نکالے جائیں، یہ جامع صغیر مذکور ہے اور یہی اظہر ہے اور کتاب الاصل کی روایت یہ ہے کہ ساٹھ تک ذول نکالے جائیں، شرح الجمع میں ہے کہ یہ احوط ہے (۱۲) یعنی چالیس ذول نکالنا واجب ہے اور پچاس یا ساٹھ ذول نکالنا مستحب ہے (۱۳) اور در شان ایک جانور کا نام ہے وہ بلی کے حکم میں ہے اس کے کنوئیں میں گر کر مر جائے سے چالیس یا پچاس ذول نکالے جائیں گے۔ (۱۴)

(۱)۔ دروش و غلیہ الاطوار وغیرہ مستطاب (۲)۔ بدائع و فتح (۳)۔ بحرہ دور (۴)۔ دم و دھواہ و بحرہ غیر مستطاب (۵)۔ بحرہ دور

(۶)۔ بحر (۷)۔ بحرہ دور (۸)۔ بدائع و بحر (۹)۔ بحرہ دہایہ (۱۰)۔ بحر (۱۱)۔ بحر

(۱۲)۔ دم و دھواہ و بحرہ غیرہ مستطاب (۱۳)۔ درودہایہ (۱۴)۔ بحر

۴۔ جو جانور جتنے میں چہ ہے، مرغی یا بلی کے درمیان کے ہیں وہ چہ ہے کے حکم میں ہیں اور جو جانور مرغی اور بکری یا بلی اور کتے کے درمیان کے ہیں وہ مرغی اور بلی کے حکم میں ہیں اور یہ ظاہر روایت ہے اور اسی طرح بیٹھ چھونے اور بڑے کا درمیان جانور چھونے جانور کے حکم میں ہوتا ہے (۱) اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تین چہ ہے سے پانچ چہ ہے تک ایک بلی کے حکم میں ہیں اور چہ ہے ایک بکری اور کتے کے حکم میں ہیں اور یہ ظاہر روایت ہے جیسا کہ مسوط کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی قول کو ترجیح ہے اور مواہب میں امام محمد کے قول پر اعتماد کیا گیا ہے اور وہ بلیاں بالاجماع ایک بکری کے حکم میں ہیں پس وہ بلیوں کے کنوئیں میں مرجانے سے اس کا سارا پانی نکالنا واجب ہے اور دو چہ ہے ایک چہ ہے کے حکم میں ہے اگر چہ وہ دونوں حکم میں مرغی کی مانند ہوں لیکن امام محمد کی ایک روایت میں ہے کہ اگر دو چہ ہے جسم میں مرغی کی مانند ہوں تو چالیس ذول نکالے جائیں گے، ایک بلی کے ساتھ ایک چہ ہے یا ایک بلی کے حکم میں ہے اور اقل (چھوٹے) کو اکثر (بڑے) میں داخل کیا جائے گا (۲) (پس اگر دو یا زیادہ بلیاں یا ایک بلی اور تین یا چار یا پانچ چہ ہے یا چہ یا زیادہ صرف چہ ہے کنوئیں میں گر کر مرجائیں یا مرکز کریں تو اس کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ ان میں سے کوئی پھولا یا پھن نہ ہو اور اگر تین یا چار یا پانچ صرف چہ ہے کنوئیں میں مرجائیں یا مرکز کریں تو اس کنوئیں سے چالیس تا پچاس یا ساٹھ ذول نکالے جائیں اور اگر صرف دو چہ ہے مرجائیں یا مرکز کریں تو بیس تا تیس ذول نکالے جائیں۔ (مؤلف)

۵۔ اور کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے چالیس یا بیس ذول نکالنے کا یہ حکم چشمہ دار اور غیر چشمہ دار دونوں قسم کے کنوئیں کے لئے ہے، خلاف حوض اور بڑے مکے (مشہور) کے کہ اس کا تمام پانی بہا دیا جائے گا جبکہ اس میں بلی چہ ہے کی مانند جانور گر کر مرجائے اس لئے کہ کنوئیں کا ناپاک ہونا اور پھر چند ذول نکالنے سے ان کا پاک ہو جانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار یعنی اقوال و افعال سے بالخصوص ثابت ہے (۳) یعنی کنوئیں سے کچھ مقررہ ہے تعدا و ذول پانی کا نکالنا خلاف قیاس آثار صحابہ سے ثابت ہے پس حوض اور بڑے مکے (مشہور) وغیرہ کنوئیں کے ساتھ ملحق نہیں کیا جاسکتا۔ (۴)

۶۔ مردہ چہ ہے وغیرہ کے کنوئیں سے نکالنے کے بعد کنوئیں کے پانی کی نجاست غلیظ ہوتی ہے اس میں سے جس قدر نکال دیا جائے اسی قدر پانی اس نجاست میں تخفیف ہو جاتی ہے پس جس کنوئیں سے بیس ذول نکالنا واجب تھا اگر اس میں سے پہلا ذول نکال کر کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس دوسرے کنوئیں سے بھی بیس ذول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر پاک کنوئیں میں دوسرا ذول ڈالا تو انیس ذول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر تیسرا ذول ڈالا ہے تو اٹھارہ ذول نکالے جائیں اور اسی طرح اگر آخری یعنی بیسواں ذول پاک کنوئیں میں ڈالا ہے تو اس دوسرے کنوئیں سے صرف ایک ذول نکالا جائے گا کیونکہ اس وقت پہلے کنوئیں کا پاک ہونا بھی اس ایک ذول پر ہی موقوف تھا اور اس مسئلے میں اصل یہ ہے کہ دوسرا کنواں بھی اسی قدر ذولوں سے پاک ہوتا ہے جس قدر ذولوں سے پہلا کنواں اس وقت پاک ہوا تھا، اس میں سے وہ ذول نکالا گیا تھا جو دوسرے کنوئیں میں ڈال دیا اور اگر دوسرا ذول ڈالا گیا ہے تو امام ابو حنیفہ کی روایت کے بموجب گیارہ ذول نکالے جائیں گے اور یہی اصح ہے، اور اگر ایک کنوئیں سے چوبیس ذول کر دوسرے (پاک) کنوئیں میں ڈال دیا گیا اور پہلے کنوئیں سے بیس ذول بھی نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو اب دوسرے کنوئیں میں سے اس چہ ہے کو نکال کر بیس ذول نکالنے واجب ہوں گے جیسا کہ پہلے کنوئیں کا حکم تھا (۵) اگر ناپاک کنوئیں کا پانی کسی دوسرے کنوئیں میں ڈالا اور دوسرا کنواں پہلے بھی ناپاک تھا تو یہ دیکھا جائے گا کہ دوسرے کنوئیں سے کس قدر ذول نکالنے واجب تھا اور پہلے کنوئیں سے جس کا پانی اس میں ڈالا گیا ہے کس قدر ذول نکالنے

واجب تھے ان دونوں میں سے جو تعدد اکثر ہوگی وہی نکل جائے گی اور اکثر اقل سے مستثنیٰ کر دے گا اور اگر دونوں سے نکالے جانے والے ڈولوں کی تعداد یکساں ہے تو دونوں میں سے کسی ایک کی تعداد کا نکالنا کافی ہے (۱) یعنی برابر تعداد ہونے کی صورت میں ایک کی تعداد دوسرے کی تعداد میں داخل ہو جائے گی اور اگر ان میں سے ایک کی تعداد دوسرے کی تعداد سے زیادہ ہے تو قلیل کثیر میں داخل ہو جائے گی (۲) (یعنی برابر تعداد ہونے کی صورت میں کسی ایک کنوئیں کے ڈولوں کی تعداد نکالنی واجب ہوگی اور کم و بیش ہونے کی صورت میں جو تعداد زیادہ ہے وہ نکالنی واجب ہوگی) (مؤلف) اس کی مثال یہ ہے کہ دو کنوئیں میں سے ہر ایک میں ایک ایک چوہا مر گیا جس کی وجہ سے ہر ایک میں سے بیس ڈول نکالنے واجب ہوئے پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے دس ڈول کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو دوسرے کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور اگر اس ایک کنوئیں سے ایک ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیا گیا تب بھی یہی حکم ہے کہ دوسرے کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہوگا۔ (۳) اگر دو کنوئیں میں سے ہر ایک سے بیس ڈول نکالنا واجب ہو پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو دوسرے کنوئیں سے بھی بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور اگر ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہو اور دوسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہو پھر ان میں سے ایک کنوئیں سے اس قدر ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے جتنے اس سے نکالنے واجب تھے تو اس دوسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالے جائیں (۴) اور اسی طرح اگر تین کنوئیں میں سے ہر ایک میں مثلاً ایک چوہا مر گیا جس کی وجہ سے ہر ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہے پس ان میں سے دو کنوئیں سے قدر واجب یعنی بیس بیس ڈول پانی نکال کر تیسرے کنوئیں میں ڈال دیا تو تیسرے کنوئیں سے چالیس ڈول نکالے جائیں۔ (یہ اب ہو گیا کہ تیسرے کنوئیں میں تین چوہے مرے ہیں اور تین چوہے ایک مرغی یا بلی کے حکم میں ہیں اس لئے تیسرے کنوئیں سے چالیس نکالنے واجب ہوں گے بخلاف پہلی صورت کے جس میں ہے کہ دو کنوئیں سے بیس ڈول نکالنا واجب ہو ان میں سے ایک کنوئیں سے بیس ڈول نکال کر دوسرے کنوئیں میں ڈال دیئے تو دوسرے سے بھی بیس ہی ڈول نکالنا واجب ہوگا اس لئے کہ یہ ایسا ہوا گویا دوسرے کنوئیں میں دو چوہے مرے ہیں اور دو چوہے ایک چوہے کے حکم میں ہیں، واللہ اعلم بالصواب مؤلف) اور اگر ان دونوں کنوئیں میں سے کسی ایک کنوئیں سے بیس ڈول اور دوسرے کنوئیں سے دس ڈول نکال کر تیسرے میں ڈالے گئے تو تیس ڈول نکالے جائیں، اور مہم جو شخص کی روایت کے مطابق مناسب یہ ہے کہ پہلے اپنے ڈول نکالے جائیں جو پہلے کنوئیں سے اس میں ڈالے گئے ہیں پھر اتنے ڈول نکالے جائیں جو اس میں سے نکالنے واجب تھے اور اگر دو کنوئیں میں سے ایک سے بیس ڈول نکالنا اور دوسرے سے چالیس ڈول نکالنا واجب ہو اور ان دونوں کنوئیں سے قدر واجب پانی نکال کر تیسرے پاک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس تیسرے کنوئیں سے مذکورہ بالا اصول کے مطابق چالیس ڈول نکالنا واجب ہوگا اور اگر ایک کنوئیں سے چالیس ڈول نکالنا واجب تھے اس میں سے ایک ڈول نکال کر اس کنوئیں میں ڈال دیا جس میں سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے اب اس سے بھی چالیس ڈول نکالے جائیں گے اس لئے کہ اگر وہ ڈول کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا جاتا تو اس سے بھی چالیس ہی ڈول نکالنا واجب ہوتا جس اسی طرح یہاں بھی ہے۔ اور یہ سب امام محمدؒ کے قول کے مطابق ہے، اور امام ابو یوسفؒ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق اس کا تمام پانی نکالا جائے گا اور ایک روایت کے مطابق بقدر واجب، اور جس قدر اس میں دوسرے کنوئیں سے پانی ڈالا گیا ہے دونوں کا مجموعہ نکال جائے گا (۵) اگر چہ پاکی منکے میں کر کر مر گیا تو اس منکے کا تمام پانی گرا دیا جائے اور اگر اس منکے کا پانی کسی پاک کنوئیں میں ڈال دیا گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جس قدر پاک پانی اس میں ڈالا گیا ہے وہ اور بیس ڈول

نکال دیئے جائیں اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر منکے کا پانی میں ڈول یا اس سے زیادہ ہے تو کنوئیں سے اسی قدر پانی نکالا جائے اور اگر منکے میں ڈول سے کم پانی ہے تو اس کنوئیں سے میں ڈول نکالے جائیں کیونکہ کنواں چوبے کی نجاست سے ناپاک ہوا ہے، (۱) اور بحر المراقب میں ہے کہ محیط میں نوادری طرف منسوب کرتے ہوئے مذکور ہے کہ اگر منکے میں چوبہ مر گیا اور اس منکے کا پانی کنوئیں میں ڈال دیا گیا تو امام محمدؒ نے کہا کہ جس قدر پانی اس میں ڈال دیا گیا ہے اس میں اور میں ڈول میں سے جو مقدار زیادہ ہے اسی قدر پانی نکالا جائے اور یہی اصح ہے اس لئے کہ اگر چوبہ کنوئیں میں گر کر مر جاتا ہے تو اس سے جس ڈول نکالے جاتے ہیں اسی طرح جب کسی کنوئیں میں وہ پانی ڈال دیا گیا جس میں چوبہ مر رہے تب بھی میں ہی ڈول نکالے جائیں گے لیکن اگر کنوئیں میں ڈال دیا ہوا ناپاک پانی میں ڈول سے زائد ہو تو وہ زیادتی مع میں ڈول نکالی جائے گی، و امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ پاک کنوئیں میں ڈال دیا ہوا ناپاک پانی اور میں ڈول نکالے جائیں اس لئے کہ یہ ایسا ہو گیا ہو گیا کہ اگر کنوئیں میں دو چوبے گر کر مر جاتے تو اس میں سے ان دونوں چوبوں کو نکالنا اور میں ڈول نکالنا واجب ہوتا ہے اسی طرح یہاں ہے۔ (۲)

۷۔ اگر پانی کے کسی پاک کنوئیں کے قریب کوئی نجاست کا کنواں یا گڑھ یا ناپاک کوڑی وغیرہ ہو تو اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ دونوں میں کس قدر فاصلہ نجاست کے پاک کنوئیں میں سرایت کرنے کا مانع ہے، امام حلوائیؒ نے کہا ہے کہ اتنا دور ہونا معتبر ہے کہ اس نجاست کا اثر یعنی مزہ یا رنگ یا بو ظاہر نہ ہو پس اگر کنوئیں کے پانی کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلتے تو اس کا پانی پاک ہے اور اگر اس کی کوئی صفت بدل جائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک ہے خواہ فاصلہ کتنا ہی ہو، خلاصہ اور قوی قاضی خاں میں کہا ہے کہ اسی پر اعتماد ہے اور محیط میں اسی کو صحیح کہا ہے (۳) پس کنوئیں کا پانی نجاست کے گڑھے کے قریب ہونے کی وجہ سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کنوئیں کے پانی کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلتے اور اس بارے میں گزروں کے فاصلے اعتبار نہیں ہے حتیٰ کہ اگر نجاست کا گڑھ پانی کنوئیں سے دس گز کے فاصلے پر ہو اور وہاں سے اس گڑھے کی نجاست کا اثر کنوئیں میں آجائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر دونوں میں ایک گز کا فاصلہ ہو اور وہاں سے نجاست کا اثر کنوئیں میں نہ آئے تو کنوئیں کا پانی پاک ہے اور یہی صحیح ہے۔ (۴) (اس لئے کہ زمین کی سختی وزمی کے باعث نجاست کے سرایت کرنے کا فاصلہ مختلف ہوتا ہے جیسا کہ ثامی و دیگران وغیرہ میں مذکور ہے مؤلف)

۸۔ اگر کنوئیں میں مرنے والے جانور کے کنوئیں میں گرنے کا وقت معلوم ہو تو اس جانور کے گرنے کے وقت سے اس کنوئیں کے ناپاک ہونے کا حکم کیا جائے گا خواہ وہ علم خود دیکھ کر یا ظن کے ذریعہ سے حاصل ہو یا دو گواہوں سے گواہی دی ہو کہ لدن وقت یہ جانور گر اٹھا، اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس کا گمان غالب ہو تو اگر وہ جانور پھولا اور پھٹا نہیں ہے تو ایک دن رات سے اس کنوئیں کی ناپاکی کا حکم کیا جائے گا اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا ہو تو استسنا تین دن رات سے اس کنوئیں کی ناپاکی کا حکم کیا جائے گا، یہ حکم وضو غسل اور اس آنے کے بارے میں ہے جو اس پانی سے گوشت ہا گیا ہو کہ اس آنے کو کتوں کو کھلا دیا جائے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے، و یہ خود ہے اور یہی معتد ہے، صاحبین کے نزدیک جس وقت لوگوں کو معلوم ہوگا اسی وقت سے پانی کی نجاست کا حکم ہوگا اسے پہلے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی بعض نے اسی قول کو مفتیٰ کہا ہے۔ (۵) پس اگر کنوئیں میں چوبہ یا کوئی در جانور مر اہوا پایا گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کب گر اٹھا اور وہ پھولا یا پھٹ بھی نہیں تو ایک دن رات کی نمازیں یا جو نمازیں اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہیں لونائی جائیں اور اس عرصے میں جس چیز کو وہ پانی نکالے اس کو دھویا جائے اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا تھا تو تین دن رات کی نمازیں یا جو نمازیں اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہیں لونائی جائیں اور اس عرصے میں جس چیز کو وہ پانی لگا ہے اس کو دھویا جائے، یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے و یہ استسنا ہے اور امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کا

قول یہ ہے کہ کسی نماز کو نہیں لوٹائیں گے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب گرا تھا (یعنی جس وقت معلوم ہو اس وقت سے ہی اس کی نجاست کا حکم ہوگا) یہ قیاس ہے (۱) اور اگر اس کے کرنے کا وقت معلوم ہو جائے تو اس پر اجماع ہے کہ اس وقت سے وضو اور نمازیں لوٹائیں گے کیونکہ اب معلوم ہو گیا کہ ناپاک پانی سے وضو کیا گیا تھا اور اس پانی سے آنا گوندھا گیا تھا تو امتحان یہ ہے کہ اگر وہ جانور جو کنوئیں سے مرا ہو نکلا پھولا یا پھنا ہوا تھا تو تین دن سے جو آنا اس کنوئیں کے پانی سے گوندھا گیا ہے وہ نہ کھائیں گے اور اگر وہ پھولا یا پھنا نہیں تھا تو ایک دن رات سے جو آنا اس کنوئیں کے پانی سے گوندھا گیا ہے وہ نہ کھائیں گے، امام ابو حنیفہؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (۲)

کنواں پاک کرنے کا طریقہ

۱۔ جس شخص چیز کے کرنے سے کنواں ناپاک ہو ہے پہلے اس چیز کو نکالنا چاہئے، جس چیز کے نکالنے سے پہلے جو پانی نکالا جائے وہ بے فائدہ ہے کیونکہ کنوئیں کی ناپاکی کا سبب وہ شخص چیز ہے کنوئیں میں اس کے موجود ہوتے ہوئے کنوئیں کی پاکی کا حکم لگانا ممکن نہیں، مگر اس صورت میں جبکہ اس شخص چیز کا نکالنا دشوار ہو جائے۔ (۳) (جیسا کہ آگے مذکور ہے مؤلف)۔

۲۔ اگر کنوئیں میں مری ہوئی شخص چیز کا نکالنا دشوار ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس چیز کی ناپاکی خارجی نجاست کی وجہ ہو یعنی وہ چیز خود تو ناپاک نہ ہو بلکہ نجاست لگنے سے ناپاک ہو گئی ہو مثلاً ناپاک نلکڑی یا ناپاک کپڑا (اور جوتی وغیرہ) اگر کنوئیں میں گر کر غائب ہو گئی اور اس کا نکالنا دشوار ہو گیا تو اس صورت میں اسی حالت میں بقدر واجب پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا کنوئیں کو کچھ مریے یونہی چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہے اور کنوئیں کے پاک ہونے ہی وہ ناپاک چیز نلکڑی یا کپڑا (یا جوتی وغیرہ) بھی پاک ہو جائے گی (۴) اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ناپاک چیز بذات خود ناپاک ہو مثلاً مردہ جانور کا گوشت اور خنزیر (سور) یا وہ جانور جو کنوئیں میں گر کر مر گیا ہو (اور اس کا نکالنا دشوار ہو جائے تو اس کے بارے میں قہستانی میں جو اہر سے منقول ہے کہ اگر کوئی چیز یا کنوئیں میں گر کر مر گئی اور لوگ اس کے نکالنے سے عاجز ہو گئے تو جب تک وہ نجاست کنوئیں میں ہے اس وقت تک کنواں ناپاک ہے اس صورت میں کنوئیں کو اتنی مدت تک یونہی چھوڑ دینا چاہئے جس میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ ناپاک چیز گل سر کر مٹی ہو گئی ہے جس کی مقدار بعض فقہاء نے چھ مہینے لکھی ہے پھر اس مدت کے بعد بقدر واجب پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا۔ (۵)

۳۔ جب کنوئیں میں چوبایا اس کی، نہ کوئی جانور گر کر مر جائے کی وجہ سے (چوبہ وغیرہ کو سے نکالنے کے بعد) جس سے تیس تک ڈول نکال دیئے تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ڈول رسی چھنی کنوئیں کے اندر کے ٹکڑے دیوار وغیرہ پانی کھینچنے والوں کے ہاتھ پر بھی پاک ہو جائیں گے اور اسی طرح ہر صورت میں مقدار واجب پانی نکال دینے سے کنوئیں کے ساتھ ساتھ مذکورہ تمام چیزیں پاک ہو جائیں گی۔ یہ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے (۶) اور کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے چالیس یا تیس ڈول نکالنے کا حکم عام ہے خود وہ کنواں چشمہ دار ہو یا غیرہ چشمہ دار ہو۔ (۷)

۴۔ جن صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان میں کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا تمام پانی نکال دیا جائے پس اگر وہ کنواں چشمہ دار نہیں ہے یعنی اس کا پانی ٹوٹ سکتا ہے تو اس قدر پانی نکال دیا جائے کہ اس کا پانی ٹوٹ جائے اور اس قدر رہ جائے کہ اب آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ڈول رسی چھنی، کنوئیں کے اندر کی دیوار اور

(۱)۔ بدایہ و دیکیری و بدائع ملتقطا (۲)۔ ع و بدائع (۳)۔ بحروش ملتقطا (۴)۔ بحروش و دیکیری و بدائع ملتقطا

(۵)۔ ش و منہ و تھرقا (۶)۔ کبیری (۷)۔ درش

کنکریاں وغیرہ اور پانی کھینچنے والوں کے ہاتھ پیر بھی پاک ہو جائیں گے (ان کو انگ دھونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ان اشیاء کی نجاست کنوئیں کی نجاست کے ساتھ ہے جب کنوئیں پاک ہو گیا تو یہ اشیاء بھی پاک ہو گئیں جیسا کہ شراب کے مشکے میں جب شراب سرکہ بن جائے تو وہ مشکا بھی اس کے تابع ہونے کی وجہ سے پاک ہو جاتا ہے اور پانی سے استنجا کرنے سے استنجا کرنے والے کا ہاتھ بھی اس کے ساتھ ہی پاک ہو جاتا ہے۔ (۱)

۵۔ اگر کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے اور کنواں چشمہ دار ہو یعنی اس کا پانی ٹوٹ نہ سکتا ہو بلکہ جتنا پانی نکالتے جائیں ساتھ ساتھ اتنی ہی یا اور زیادہ پانی اس میں آتا رہے اگر ممکن ہو تو اس میں پانی آنے کے تمام دور۔ (سوراخ) بند کر دینے چاہئیں اس کے بعد اس کا تمام نجس پانی نکال دیا جائے (یہاں تک کہ نصف ڈول نہ بھرا جاسکے) اور اگر پانی کے نیچے کے باعث اس کے ستون (پانی آنے کے سوراخوں) کا بند کرنا ممکن نہ ہو تو پانی نکالنا شروع کرتے وقت اس میں جس قدر پانی موجود ہے اس قدر پانی اس کنوئیں سے نکال دیا جائے اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس میں اس وقت موجود پانی کی مقدار کس طرح معلوم کی جائے بعض نے کہا کہ کنوئیں میں موجود پانی کی گہرائی اور لمبائی چوڑائی (محیط) کے برابر اس کے قریب ایک گڑھا کھودا جائے اور بعض نے کہا کہ اس کو چونا گچ کیا جائے پھر اس کنوئیں سے اس قدر پانی نکال جائے کہ وہ گڑھا بھر جائے، پس جب وہ گڑھا بھر جائے گا تو کنواں پاک ہو جائے گا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کنوئیں کی یہ تک ایک بانس (یا وزن بندھی ہوئی رسی) ڈال کر تپ لیا جائے اور پانی کی اوپر کی سطح تک اس پر نشان لگایا جائے پھر اس کنوئیں میں سے کچھ ڈول نکالے جائیں اور دوبارہ اس میں بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا جائے کہ کتنا پانی کم ہوا پس اس سے حساب لگائے کہ کل پانی کے لئے کتنے ڈول نکالے جائیں گے اور اسی حساب سے کواں کا پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا مثلاً بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا تو دس ہاتھ پانی ہے سو ڈول نکالنے کے بعد پھر بانس (یا رسی) ڈال کر دیکھا تو ایک ہاتھ پانی کم ہوا یعنی نو ہاتھ باقی رہ گیا اب اگر اس حساب سے نو سو ڈول اور نکال دیئے جائیں تو کنوئیں کا کل نجس پانی نکل جائے گا اور کنواں پاک ہو جائے گا یہ دونوں قول امام ابو یوسف سے مروی ہیں اور جو امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ پانی اس قدر نکالا جائے کہ نیا پانی اس پر غالب آجائے اور اس بارے میں فقہ کے زیادہ موافق وہ قول ہے جو امام ابو نصر محمد بن محمد بن مسلم سے مروی ہے اور امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور وہ یہ ہے کہ دستی دیندار مسلمان آدمیوں سے جن کو پانی کی مقدار پچھانے اور اندازہ کرنے میں مہارت ہو اندازہ کرایا جائے درجتنے ڈول وہ بتائیں اتنے ڈول نکال دیئے جائیں یہی صحیح اور فقہ کے زیادہ مشابہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی صحیح ہے، اور معراج لداریہ میں ہے کہ یہی مختار ہے اور اس کو ایک جماعت نے صحیح کہا اور اسی کو اختیار کیا ہے، پس اگر ان دو آدمیوں نے مثلاً یہ کہا کہ اس میں ایک ہزار ڈول پانی ہے تو اسی قدر پانی نکال دیا جائے (۲) بعض نے کہا کہ آدمی پانی کھینچنا شروع کر دیں تو جب وہ تھک جائیں تو کل پانی نکل جائے گا اور کنواں پاک ہو جائے گا (۳) بعض علماء نے کہا کہ کنوئیں کے پانی میں کوئی رنگ مثلاً لال دوائی گھول دی جائے اس کے بعد پانی نکالا جائے جب رنگ منقطع ہو کر بے رنگ پانی آنے لگے تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کو احوط کہا گیا ہے (۴) اور ایک قول جو امام محمد سے مروی ہے یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئیں سے دوسو سے تین ڈول تک نکال دیئے جائیں، کنز اور منقول میں اس پر اعتماد کیا گیا ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور یہ قول بھی مختار ہے اور اس میں زیادہ آسانی ہے پس صحیح فتویٰ میں اختلاف ہے اور علیہ و بحر الرائق میں اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے فقہاء نے کہا ہے کہ امام محمد نے جب بغداد کے کنوؤں کو دیکھا کہ (چشمہ دار ہونے کے باوجود) ان میں زیادہ سے زیادہ اس قدر پانی ہے اس سے زیادہ نہیں ہے تب یہ فتویٰ دیا یہ مسوط میں مذکور ہے اور امام

ابو حنیفہ سے بھی روایت اصول کے علاوہ ایک روایت میں ہے کہ چشمہ دار کنوئیں سے سو ڈول نکال دے جس میں وہ رہے اس بنا پر ہے کہ کوفہ کے کنوئیں میں پانی کی مقدار کم تھی یعنی اس مقدار سے زیادہ نہیں تھی جیسا کہ کفایہ میں مذکور ہے (۱) وہی امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے منقول یہ دونوں قول بھی اس طرف راجع ہیں کہ ایسے آدمی سے اس کنوئیں کے پانی کا اندازہ کر لیا جائے جس کو اس علاقہ کے کنوئیں کے پانی کا تجربہ ہو نہ یہ کہ ہر جگہ کے کنوئیں کے لئے یہ قول لازمی قرار دے جائے (۲) پس اس بنا پر دو سو ڈول نکالنے پر مطلقاً فتویٰ نہیں دینا چاہئے بلکہ اس شہر کے اکثر کنوئیں کے پانی کی مقدار کو مد نظر رکھا جائے اور یہی لوگوں کے لئے زیادہ آسان ہے اور ہر کنوئیں کے لئے پانی کی مقدار کا علیحدہ اعتبار کرنا ہی احوط ہے۔ (۳)

۶۔ اگر کوئی کنواں ایسا ہے کہ اس پانی نوٹ تو جائے گا مگر ایسا کرنے سے اس کنوئیں کی دیوار کے پھٹ جانے وغیرہ نقصان کا شائبہ غالب ہے تو اس صورت میں اس کا پانی توڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جتنا پانی اس وقت اس میں موجود ہے بطریق مذکور اندازہ کر کے اتنا ہی پانی ایک ساتھ یا متفرق طور پر نکال دیا جائے تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا۔ (۴)

۷۔ ناپاک کنوئیں سے جتنے ڈول پانی نکالا واجب ہے اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ ان کو متواتر ایک دم نکالا جائے (خواہ ایک دم متواتر نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ میں نکالیں ہر طرح سے کنواں پاک ہو جائے گا خواہ اس وقت میں وہ مریض پانی کنوئیں میں آجائے تو اس کا مضائقہ نہیں ہے) حتیٰ کہ اگر کسی نے ہر روز ایک ڈول نکالا تب بھی جائز ہے (اور مقررہ تعداد پانی نکل جانے سے کنواں پاک ہو جائے گا) پس اگر ایک روز میں کنوئیں کا کچھ پانی نکالا گیا اور دوسرے روز اس میں وہ پانی آگیا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اب اس کا (بقدر واجب) کل پانی نکالا جائے اور بعض نے کہا کہ جو مقدار نکالنی باقی رہ گئی ہے صرف اسی قدر نکالا جائے یہی مختار ہے۔ (۵)

فائدہ: مذکورہ بالا فروعات سے معلوم ہوا کہ جس صورت میں پانی کا توڑنا مقصود ہو اس صورت میں تو کنوئیں کا پانی لگا تار ایک دم سے نکالا جائے اس کے بغیر پانی کا توڑنا مقصود نہیں ہوگا اور اس کے علاوہ باقی سب صورتوں میں یعنی صورتوں میں ڈولوں کی تعداد مقرر ہے یا کنواں چشمہ دار ہے تو پانی کا لگا تار ایک دم سے نکالنا ضروری نہیں ہے بلکہ متفرق وقتوں میں وہ تعداد پوری کر سکتے ہیں پس غور کر لیجیے۔ (۶)

۸۔ کنوئیں کا پانی اوسط درجے کے ڈول سے نکالنا چاہئے اور اس سے مراد وہ ڈول ہے جو اس کنوئیں پر عموماً استہساں ہوتا ہے اور یہ لگا تار روایت ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ ڈول بہت بڑا (یا بہت چھوٹا) نہ ہو، اگر اس کنوئیں پر کوئی خاص ڈول نہ ہو یا کنوئیں کا ڈول بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو تو ان صورتوں میں درمیانی ڈول کا اعتبار ہے یعنی جس میں ایک صاع پانی آتا ہو اور صاع تھوڑا کم ہوتا ہے (اور صاع (مگر بڑی) اسی روپے پھر کے حساب سے تقیاً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے) (۷) اگر ڈول متوسط سے بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو تو اوسط ڈول کے ساتھ اس کا حساب کر کے پانی نکالا جائے، اگر بہت بڑا ایک ہی ڈول مقدار واجب کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول نکالنا کافی ہے اور اگر اس پاک ہو جائے گا کیونکہ مقصود یعنی قدر واجب پانی کا نکالنا حاصل ہو گیا (۸) یعنی ساڑھے تین سیر کے حساب سے مقدار واجب کے بہت بڑے یا بہت چھوٹے ڈول جس قدر نہیں اتنے نکال دے چائیں مثلاً اس ڈول میں متوسط دو ڈول کی برابر پانی آتا ہے تو اس ایک ڈول کو دو ڈول سمجھیں اور جس ڈول نکالنے کی صورت میں دس ڈول اور چالیس ڈول نکالنے کی ضرورت میں بیس ڈول نکالیں، یہی اور اگر وہ ڈول متوسط چار ڈول کی برابر ہو تو اس ایک ڈول کو چار ڈول سمجھیں حتیٰ کہ اگر ایک ڈول میں چالیس ڈول کے برابر کا ہو تو اتنا ہی سمجھیں اسی طرح

(۱) ش۔ بحر و کبریٰ وغیرہ مستقلاً (۲) ش۔ (۳) کبریٰ (۴) بہار شریعت

(۵) بحر (۶) مستقلاً عن علم الفقہ وغیرہ (۷) درویش و بحر و بدیع مستقلاً و مختصاً (۸) ش۔ بحر مستقلاً

اگر وہ ڈول بہت چھوٹا ہو مثلاً ایک ڈول متوسط نصف ڈول کی برابر ہو تو اس کے دو ڈول ایک شمار کریں (تیس علی ہذا - مؤلف)

۹۔ ڈول کا پیمانہ ہونا ضروری نہیں بلکہ نصف سے زیادہ ہونا کافی ہے جس اگر ڈول چھٹا ہوا تھا) (اور اس سے کچھ پانی فک کر کل گیا یا چھلک کر گر گیا مگر چھٹا بچا وہ آدھے ڈول سے زیادہ ہے تو وہ پورا ڈول ہی شمار کیا جائے گا اور اگر نصف ڈول یا اس سے بھی کم رہ گیا تو وہ ڈول شمار نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

۱۰۔ اگر کنوئیں میں قدر واجب سے کم پانی ہے تو جس قدر موجود ہو اسی کا نکالنا کافی ہے (مثلاً چالیس ڈول نکالنا واجب ہوا اور کنوئیں میں فقط بیس ڈول پانی ہے تو وہی بیس ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا) اس کے بعد اگر اور پانی آجائے تو حریہ کچھ نکالنا واجب نہیں ہے۔ (۲)

۱۱۔ ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہو جائے اور اس کی تہ میں تری نہ رہے تب بھی کنواں خود بخود پاک ہو جائے گا اس کے بعد اگر اس کنوئیں میں دوبارہ پانی فک آجائے تو اس کی ناپاکی خود نہیں کرے گی (یعنی اب وہ پہلی ناپاکی کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوگا اور اگر کنوئیں کی تہ پوری طرح خشک نہیں ہوئی بلکہ اس میں تری باقی ہے تو اس مع یہ ہے کہ دوبارہ پانی آنے سے وہ کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ (۳)

۱۲۔ اگر کنواں ناپاک ہو جائے تو اس کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے اس کے پانی کا جاری ہو جانا کافی ہے مثلاً اگر اس کنوئیں میں سرنگ کی طرح سوراخ کھودا جائے اور اس سرنگ سے کچھ پانی جاری ہو کر نکل جائے، مگر چہ تھوڑا ہی ہو تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اس لئے کہ اس طرح طہارت کا سبب یعنی پانی کا جاری ہونا پایا گیا ہے اور وہ کنواں اس حوض کی مانند ہو گیا جو ناپاک ہو گیا ہو کہ اگر اس کا پانی جاری ہو کر اس حوض میں سے کچھ پانی نکل گیا ہو تو وہ حوض پاک ہو جاتا ہے (۴) کنوئیں کا پانی جاری ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس کنوئیں میں دو جگہ ہوں ایک سے پانی کنوئیں میں آتا ہو اور دوسرے کے ذریعے کنوئیں سے باہر نکلتا ہو تب بھی وہ کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ (۵)

۱۳۔ کنواں پاک کرنے کی مذکورہ تمام صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی کنوئیں کی مٹی کا نکالنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ آثار صحابہ شرف پانی کے نکالنے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ (۶)

۱۴۔ جس کنوئیں کا پانی نکال کر اس کو پاک کیا گیا ہے احتیاطاً اس کے گارے سے مسجد کو نہ لیجا جائے۔ (۷)

۱۵۔ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس وقت تک کنوئیں کے پاک ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا جب تک آخری ڈول کنوئیں کے منہ (دہانہ) سے باہر نہ آجائے کیونکہ ڈول نکالنے کا حکم پانی اور کنواں دونوں کے ساتھ متصل ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب آخری ڈول پانی کی سطح سے جدا ہونے ہو جائے اسی وقت سے کنواں پاک ہو جائے گا اگرچہ اس ڈول سے کنوئیں میں پانی فک آجائے اس لئے ضرورت کی وجہ سے اس سے پانی کے ٹپکے کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اگر آخری ڈول کے کنوئیں کے منہ سے باہر آنے سے پہلے کسی نے اس کنوئیں سے پانی نکال کر کپڑا دھو یا تو شیخین کے نزدیک وہ کپڑا پاک ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ (۸)

جن صورتوں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا اور جن میں پانی نکالنا مستحب ہے: ۱۔ پاک چیز کے کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا (۹) پس مسلمان میت کی لاش اگر حوض دینے کے بعد کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہ ہوگا یہی بخاری ہے (۱۰) بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست نہ ہو اور راش پھولی یا پیشی نہ ہو (۱۱) اس کی تفصیل قلم ناپاک ہونے کے بیان میں مزرعکی ہے،

(۱)۔ دروش (۲)۔ فتح و بحر (۳)۔ بحر ملخص و فتح (۴)۔ فتح و بحر و وفاتہ الاوطار (۵)۔ غایۃ الاوطار

(۶)۔ فتح و بحر (۷)۔ بحر و ملقطا (۸)۔ فتح و بحر و ملقطا (۹)۔ عم الفقہ (۱۰)۔ ع و غیرہ (۱۱)۔ علم الفقہ

(مؤلف)

۲۔ شہید اگر (مسل دینے سے پہلے، انواع) تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی نجس نہیں ہوگا جبکہ اس کے جسم پر اور کوئی نجاست نہ ہو اور اس سے خون نہ بہہ رہا ہو لیکن اگر اس سے خون بہے گا (اور پانی میں مل جائے گا) تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا (۱) پس شہید جو پہلے والے خون سے پاک (اصاف ہے جو خون اس کے بدن پر شہادت کے وقت کا لگا ہوا ہے وہ صاف ہے) خواہ کتنا ہی ہو) اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا (یعنی اگر شہید کے بدن پر لگا ہوا خون بہنے کے قابل نہیں تھا تو اس کے بدن سے دھل کر پانی میں مل جائے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا اور اگر اس کے بدن پر پہلے کے قابل خون لگا ہوا تھا اور خشک ہو گیا تھا اور شہید کے پانی میں گرنے سے اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں نہیں ملا تب بھی پانی پاک رہے گا کیونکہ شہید کا خون جب تک اس کے بدن پر ہے خواہ کتنا ہی ہو پاک ہے لیکن اگر یہ خون اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں مل گیا تو اب وہ پانی ناپاک ہو گیا (بہار شریعت) اور اگر (اب) اس سے بہتا ہوا خون نکلا اور پانی میں ملا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر اب لگنے والے خون میں پہلے کی قوت نہیں ہے تب بھی اس کے ملنے سے پانی نجس نہیں ہوگا اور اگر پہلے والا خون شہید سے الگ نہیں ہوا تب بھی پانی نجس نہیں ہوگا غور کر لیجئے (۲) اگر شہید کے جسم پر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست ہے تو شہید کی لاش کے گرنے سے ہی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ (۳)

۳۔ مردہ آدمی کنوئیں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے یا ڈول وغیرہ نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور اس نے پانی سے استنجا کیا ہو اور خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان اور مرد ہو یا عورت اور چنبی ہو یا حیض یا نفاس والی عورت ہو، بشرطیکہ گرتے وقت حیض والی عورت کا خون بند ہو، اس حکم میں یہ سب برابر ہیں، البتہ اگر ان کے کپڑے یا جسم پر نجاست چھپے ہوگی یا اس نے پانی سے استنجا نہیں کیا ہوگا تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اس کے کپڑے یا جسم پر نجاست ہونے کا شک ہو جب بھی کنواں پاک سمجھا جائے گا لیکن دل کی تسلی کے لئے بیس یا بیس لول نکال دینا مستحب ہے نجاست حکم دالے شخص یعنی ہے وضو یا چنبی مرد و عورت یا حیض و نفاس والی عورت کے گرنے اور زندہ نکل آنے سے کنوئیں کا ناپاک ہونا ان فقہاء کے قول کی بناء پر ہے جن کے نزدیک وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا اور اسی طرح جن کے نزدیک وہ پانی مستعمل تو ہو جاتا ہے لیکن ان کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے پس ان کے نزدیک بھی کنواں ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ مستعمل پانی (یعنی جو اس آدمی کے بدن سے ملا ہے) تھوڑا ہے اور غیر مستعمل پانی زیادہ ہے اور جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو وہ پانی پاک ہے لیکن جن فقہاء کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور ان کے نزدیک مستعمل پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو ان کے نزدیک اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے جیسا کہ خون یا شراب کا ایک قعرہ کنوئیں میں گر جانے سے اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ کہا کافر اگر کنوئیں کے پانی میں داخل ہو جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے اس لئے کہ اس کا جسم نجاست حقیقہ یا حکم سے خالی نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر اس (کے بدن اور کپڑے) کے پاک ہونے کا یقین ہو مثلاً اس نے غسل کیا ہو اور اسی وقت وہ کنوئیں میں داخل ہوا ہو تو اس کی وجہ سے کچھ پانی نہیں لگتا چائے گا (بدائع وغیرہ) (کافروں کا جسم اور کپڑا عموماً اور اکثر ناپاک ہی رہتا ہے اس لئے ان کے نہائے اور پاک کپڑا پہنے بغیر اپنے انہی ہی کپڑوں سمیت کنوئیں میں اترنے یا گرنے سے تمام پانی ناپاک ہونے کا حکم کیا جائے اور یہی حکم غیر محتاط بے نمازی شخص کے لئے بھی ہونا چاہئے واللہ اعلم مؤلف)

(اس مسئلے کی مزید تفصیل مستعمل پانی کے بیان میں درج ہے مؤلف)

۳۔ کہنے کے بغیر احنیٰ ہونے میں خلاف ہے سب سے صحیح روایت یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک کتا نجس احنیٰ ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نجس احنیٰ نہیں ہے پس محیط میں ہے کہ جب کتا کونیں میں گر جائے اور زندہ نکال دیا جائے اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو کونیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور اگر اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے تو صاحبین کے قول کے مطابق اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اس کا کوئی منہ نہ نہیں ہے یعنی اس کا کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں ہے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کتا نجس احنیٰ نہیں ہے ورنہ ایہ میں کہا ہے کہ کتا نجس احنیٰ نہیں ہے (۱) پس خنزیر کے سوا کئی جانوروں کا حکم یہ ہے کہ اگر کونیں میں گرنے کے بعد وہ جانور (نداکل) آئے اور اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا اور اس کا جسم پاک ہو تو کنواں پاک ہے اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو اس کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا (جیسا کہ پہلی قسم میں بیان ہو چکا ہے اور مزید تفصیل جانوروں کے جھوٹے کے بیان میں مذکور ہے مؤلف) اور اگر اس کے جسم پر نجاست لگی ہوگی تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور اس کا تمام پانی نکالنا واجب ہوگا (۲) پس خنزیر کے سوا تمام جانوروں کا یہ حکم ہے کہ اگر یقین (یا گمان غالب) کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ ان کے بدن یا ان کے عجز پر نجاست لگی ہے تو اس نجاست کے پانی میں مل جائے کی وجہ سے کونیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس جانور کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ اگر نجاست کا لگنا (یقین یا گمان غالب کے ساتھ) معلوم نہ ہو تو اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس جانور کے حلال یا حرام ہونے کا اعتبار ہے اگر اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور کچھ بھی پانی نہیں نکالا جائے گا خواہ اس کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے اور اگر اس کا گوشت کھانا حرام ہے تو پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس کے بدن یا عجز پر نجاست ہو یا نہ ہو، اور بعض فقہانے کہا کہ اس جانور کے جھوٹے کا اعتبار ہے پس اگر اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو اس کونیں سے کچھ بھی پانی نہیں نکالا جائے گا اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ گیا تو اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے، ورنہ اس میں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو پانی ناپاک ہے، ورنہ کونیں کا تمام پانی نکالا جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا مکروہ ہے تو اس کا نکالنا مستحب ہے اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اور اس کونیں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے فتاویٰ ابو یوسفؒ میں اسی طرح مذکور ہے (۳) اس سے معلوم ہوا کہ حلال و حرام تمام جانوروں اور پرندوں کا بھی حکم ہے کہ ان کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا (مؤلف) پس اگر ایسا جانور کونیں میں گرا اور زندہ نکال لیا گیا جس کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً لوت یا گائے یا بکری اور اس کے بدن پر نجاست کے ہونے کا یقین یا گمان غالب نہیں ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا اور بظہر ان کی رانوں وغیرہ پر پیچہ شاپ لگا ہونے کو نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ کثیر پانی میں ان کے داخل ہونے کی وجہ سے ان کے پاک ہونے کا احتمال ہے (۴) اور اگر خچر یا گدھا یا کوئی شکاری پرندہ خلا شکرہ یا شاہین یا قیل وغیرہ کونیں میں گرا اور زندہ نکال آیا یا صحیح قول کے مطابق کوئی درندہ اور ہندو وغیرہ جنگلی جانور کونیں میں گر کر زندہ نکال آیا تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ ان جانوروں کے بدن پاک ہیں اور یہ موت سے ناپاک ہوتے ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس جانور کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو اور اگر اس کا منہ پانی تک پہنچ گیا تو اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے مطابق پانی نکالنے یا نہ نکالنے کا حکم کیا جائے گا۔ (۵) (اس کی تفصیل جانوروں کے جھوٹے کے بیان میں مذکور ہے مؤلف) اور اگر جانور کے بدن پر نجاست کا ہونا معلوم ہو (یا اس بات کا گمان غالب ہو) تو پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ اس جانور کا منہ پانی تک نہ پہنچے (۶) (لیکن عام طور پر جانوروں کے جسم ناپاک ہی رہتے ہیں اور خوف و دہشت کے باعث ان کا پیچہ شاپ یا پاناہ نکال جانے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے

(۱)۔ کبیری ملخصاً (۲)۔ کبیری دم و دغیرہ ملخصاً و ملقطاً (۳)۔ ہائج (۴)۔ دم و دغیرہ ملقطاً

(۵)۔ دم و دغیرہ ملقطاً (۶)۔ بحر

کنوئیں کے پانی کے ناپاک ہونے کا ہی حکم کیا جائے اور تمام پانی ہی نکالا جائے، نیز ان کا منہ پانی تک پہنچنے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے ہر حال میں اس کے جھولے کا احتیاط کرنا ضروری ہے، (مؤلف)

۵۔ خزیر (سور) کے علاوہ تمام جانوروں کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی مردہ جانور کی ہڈی یا ٹانھ یا بال کنوئیں میں گر جائیں اور ان پر گوشت یا پھنسی لگی ہوئی نہ ہو تو کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ یہ چیزیں پاک ہیں لیکن اگر ان میں گوشت یا پھنسی لگی ہوئی ہو تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۱) (جیسا کہ پہلی قسم میں بیان ہو چکا ہے اور مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں مذکور ہے مؤلف)

۶۔ مرغی یا کسی درحلال پرندہ کا تازہ انڈا جس پر ابھی رطوبت لگی ہوئی ہو اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں پاک ہے اسی طرح اگر بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی کنوئیں میں گرے اور مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر نجاست لگی ہوئی ہے اگرچہ اس کو ابھی رطوبت لگی ہوئی ہے اس لئے کہ انڈے اور بچے کی پیدائش کے ساتھ نکلنے والی رطوبت ناپاک نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ ناپاک مخرج سے نکلنے کی وجہ سے وہ رطوبت بھی ناپاک ہے، پہلا قول امام ابو حنیفہ کے قول پر قیاس ہے، درودوسرا قول صاحبین کے قول پر قیاس ہے اور پہلے قول کو قاضی خان نے لیا ہے اور دوسرے قول کو صاحب غلامہ نے لیا ہے (۲) چنانچہ خانہ میں ہے کہ اگر مرغی کا تازہ انڈا یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا (۳) عورت زندہ بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنوئیں میں گر جائے اور زرعہ نکال لیا جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر خون یا کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ (۴)

۷۔ جن جانوروں میں بہتا ہو خون نہیں ہوتا جیسے مچھر، بکھی، بجز، بھو، جو تک، نڈی پنوئوں اور اس قسم کے دوسرے جانور مثلاً برساتی پتھے اور جھولے حشرات الارض، اگر ایسا جانور پانی یا کسی اور مائع میں گر کر مر جائے یا سر کر جائے (یا پھول یا پھٹ جائے) تو وہ پانی یا مائع ناپاک نہیں ہوتا (اس سے وضو اور غسل جائز و درست ہے) (۵) لیکن ایسا جانور اگر پانی میں پھٹ کر زہر یزہ ہو گیا ہو تو اس پانی کا چینا کروہ تحریمی ہے البتہ غسل اور وضو اس سے بھی جائز ہے کیونکہ اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا (۶) مگر اگر دال سالن وغیرہ میں گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر نکال دیں اور سالن وغیرہ کو استعمال کر لیں (۷) (جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے مؤلف) خشکی کا کچھوا، سانپ جس میں بہتا ہو خون نہیں ہوتا اگر وہ تھوڑے پانی میں مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا، اور جس سانپ میں بہتا ہو خون ہو اس کے تھوڑے پانی میں مرنے سے وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۸)

۸۔ پانی کا جانور (دریائی جانور) مثلاً مچھلی، دریائی مینڈک اور کچھوا اور کیکڑا، دریائی سانپ، دریائی کتا۔ دریائی خزیر وغیرہ اگر پانی میں مر جائے یا مرا ہو پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ مچھلی کے پانی یا دیگر مائعات اور غذاؤں مثلاً سرکہ، شیرہ، دودھ وغیرہ میں مرنے سے بالا جماع وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی مچھلی کے علاوہ کسی اور دریائی جانور کے بارے میں اختلاف ہے اور اصح راایت کے مطابق مچھلی کے علاوہ کسی اور دریائی جانور کے پانی یا دیگر مائعات یا غذاؤں میں مرنے سے وہ چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں (۹) مینڈک، کچھوا وغیرہ اگر پانی میں مر کر بالکل گل جائے اور زہر زہر ہو کر پانی میں مل جائے تب بھی پانی پاک ہے لیکن اس کا چینا اور اس سے کھانا پکانا درست نہیں البتہ وضو اور غسل اس سے کر سکتے ہیں (۱۰) دریائی اور خشکی کے جانور میں حدفاصل یہ ہے کہ جو جانور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وہ پانی کا (دریائی) جانور ہے اور جو جانور خشکی ہے علاوہ زندہ نہیں رہ سکتا وہ خشکی کا جانور ہے اور جو جانور خشکی اور پانی دونوں جگہوں میں رہتا ہے اس

(۱)۔ بدائع وغیرہ تصریفاً (۲)۔ م (۳)۔ ش (۴)۔ علم الفقہ (۵)۔ موطا و کبیری ملاحظا (۶)۔ درو علم الفقہ و ہشتی زیور

(۷)۔ بہار شریعت وغیرہ (۸)۔ کبیری (۹)۔ کبیری تصریفاً (۱۰)۔ درو ہشتی زیور

کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ اس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور چھٹی وجہ ہے (۱) یعنی پھل کے علاوہ ہر وہ جانور جو پانی میں یا خشکی اور پانی دونوں جگہ میں زندگی گزارتا ہے اس کے پانی میں مرنے سے بھی اصح روایت کے مطابق ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ جانور میں پہنے والا خون نہیں ہوتا کیونکہ بہتے خون والا جانور پانی میں نہیں رہتا اور ان جانوروں میں جو خون کا گمان ہوتا ہے وہ حقیقت میں خون نہیں ہوتا یعنی وہ غیر حقیقی خون ہے (۲) خشکی کے مینڈک میں اگر پہنے والا خون ہو تو اس کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اگر اس میں پہنے والا خون نہ ہو تو اس کا اور پانی کے مینڈک کا حکم یکساں ہے کہ پانی میں اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ خشکی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی نہیں ہوتی اور پانی کے مینڈک کی انگلیوں کے درمیان جھلی ہوتی ہے۔ (۳) جس جانور کی پیدائش خشکی کی ہو مگر پانی میں رہتا ہو جیسے بچ اور مرغابی اور اس کے قلیل پانی میں مرنے سے اصح روایت کے مطابق پانی ناپاک ہو جائے گا (۴) اسی طرح اگر اگلی مر کر پانی میں گرے تب بھی پانی نجس ہو جاتا ہے۔ (۵)

۹۔ مرغی، بچ اور خانگی مرغابی وغیرہ جو پردالے جانور ہوا میں نہیں اڑتے ان کی بیٹ نجس ہوتی ہے اور ان کی بیٹ سے بچنا ممکن ہے، اگر ان کی بیٹ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے ان کے علاوہ کسی پرندے کا چیشاب یا بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا پس ان کے علاوہ کبوتر اور چڑیا وغیرہ جن پر پردوں کا گوشت کھانا حلال ہے ان کی بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں ہوتا اس لئے ہمارے فقہاء کے نزدیک ان کی بیٹ نجس نہیں ہے اور استسنا اس کی طہارت کا حکم ہے۔ (۶) کیونکہ مذکورہ جانوروں کی بیٹ سے بچنا مشکل ہے اور اس تعلیل کا مفاد یہ ہے کہ یہ نجس ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے صاف ہے پس اس بارے میں مشارح کا اختلاف ہے اور ہدایہ اور بہت سی کتب فقہ میں اس کو اختیار کیا ہے کہ ان کی بیٹ ہمارے فقہاء کے نزدیک نجس نہیں ہے کیونکہ علمی طور سے اس پر اجماع ہے کہ مسجد حرام میں کبوتر بیٹ کرتے رہتے ہیں اور اس علم کے باوجود بغیر کسی تکبر کے سب لوگ اس جگہ پر نماز پڑھتے ہیں (۷) اور فقہاری پرندے یعنی جن پر پردوں کا گوشت کھانا حرام ہے (مثلاً ہار، شکرہ، قلیل وغیرہ) ان کی بیٹ کا بھی اصح روایت کے مطابق نجس حکم ہے کہ اگرچہ ان کی بیٹ نجاست خفیفہ کے ساتھ ناپاک ہے لیکن عموم بلوئی کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ جنگلی مرغابی جو ہوا میں زندہ رہتی ہے اس کی بیٹ سے بھی ضرورت کی وجہ سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہوا میں اڑتی ہوئی بیٹ کر دیتی ہے اسی طرح چکاؤڑ کی بیٹ اور اس کے چیشاب سے بھی ضرورت کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور اسی طرح جس پرندے کا گوشت حلال نہیں ہے اس کی بیٹ بھی پاک ہے (۸)

۱۰۔ اگر بکری یا گائے وغیرہ حلال جانور نے کنوئیں میں چیشاب کر دیا تو کنواں ناپاک ہو جائے گا کیونکہ ان جانوروں کے چیشاب سے کنوئیں کو بچنا ناممکن ہے بخلاف پردوں کے کہ وہ ہوا میں اڑتے ہوئے چیشاب کرتے ہیں ان سے کنوئیں کو بچنا ممکن نہیں ہے اس لئے ان کے چیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ (۹)

۱۱۔ اصح روایت کے مطابق جو ہے کے چیشاب کر دیتے سے کنوئیں کا پانی نہ نکالا جائے (۱۰) (یعنی اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا) اور جو ہے کی پیچھی سے بھی جب تک اس کا اثر ظاہر نہ ہو کنواں (یا آٹا وغیرہ) ناپاک نہیں ہوتا اور ملی کا چیشاب پانی کے برتنوں میں معاف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور فتاویٰ خانہ میں ہے کہ ملی اور جو ہے کا چیشاب اور ان دونوں کا پاخانہ اظہار الروایات میں نجس ہیں ان سے

- | | | | |
|-----------------------------------------------------|--------------------------|------------|------------------|
| (۱)۔ موطا و کبیری تصرفاً (۲)۔ کبیری ملخصاً | (۳)۔ موطا و کبیری وغیرہا | (۴)۔ رد | (۵)۔ پیچھی و ریر |
| (۶)۔ موطا و بحر و روش و کبیری ملخصاً (۷)۔ بحر و روش | (۸)۔ کبیری | (۹)۔ کبیری | (۱۰)۔ رد |

پانی اور کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے شاید فقہانے معاف ہونے کے قول کو ضرورت کی وجہ سے ترجیح دی ہے (۱) (یعنی ضرورت کی وجہ سے بعض چیزوں میں معاف کیا گیا ہے اس کی مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

۱۲۔ اونٹ یا بکری کی ہڈیاں یا گائے وغیرہ کا گوشت یا گھوڑے، گدھے وغیرہ کی لید اگر کنوئیں میں گر جائے تو جب تک وہ کثیر نہ ہوں کنواں نجس نہیں ہوتا اور کثیر وہ ہیں جن کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہیں جن کو دیکھنے والا قلیل سمجھے (یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے) اور اسی پر امام ربیع (۲) اس مسئلے کی تفصیل کل پانی نکالنے کی صورتوں میں بیان ہو چکی ہے مؤلف

۱۳۔ آدمی کی کھال یا گوشت اگر ناخن کی برابر یا زیادہ پانی میں گر جائے تو کنواں یا حوض وغیرہ ناپاک ہو جائے گا اگر ناخن سے کم گرے تو کنواں وغیرہ ناپاک نہ ہوگا اور اگر ناخن بذات خود پانی میں گر جائے تو کنوئیں وغیرہ کا پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۳)

۱۴۔ پیشاب کے جو پھینٹے سوئی کی ٹوک کے برابر چھوٹے ہوں، ان کے کنوئیں وغیرہ میں ٹپکنے سے اس کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح ناپاک غبار پڑنے سے بھی ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں معاف ہیں (۴) اور فیض میں اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے تھمائی نے نجاستوں کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ اگر یہ پانی میں واقع ہو جائے تو اصح قول کے مطابق وہ پانی ہے نجس ہو جائے گا اور اسی طرح حدادی نے کفایہ سے ذکر کیا ہے کہ پانی کی طہارت زیادہ مؤکدہ ہے۔ در پانی کے معاملے میں یہ حرج میں داخل نہیں بخلاف بدن اور کپڑے کے (۵) (اس مسئلے کی مزید تفصیل نجاستوں کے بیان میں مذکور ہے مؤلف)

۱۵۔ جس چیز کے ناپاک ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اگر وہ کنوئیں میں گر پڑے یا ادا دی جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، مثلاً انگریزی دوا پرینکیمٹ آف پوٹاس (لال دوا) کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اس میں شراب ہو تو محض اتنے خیال سے کنواں ناپاک نہ ہوگا تا وقتیکہ اس میں شراب ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو۔ (۶)

۱۶۔ اگر زردہ چوہا (وغیرہ) کنوئیں میں سے نکلے تو میں ڈول نکالنا مستحب ہے، در اگر لمبی یا مرفی جو آزاد پھرتی ہو (وغیرہ) کنوئیں میں سے زردہ نکلے تو چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے اس لئے کہ ان جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی گرنے والے جانور کے منہ تک پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ اگر یہ یقین ہو جائے کہ پانی ان کے منہ تک نہیں پہنچا ہے تو کچھ پانی نہیں نکالا جائے گا اور اگر مرفی آزاد نہ پھرتی ہو جب بھی کچھ پانی نہیں نکالا جائے گا، یہ سب کچھ جس کا ذکر ہوا ظاہر لروایت ہے۔ (۷)

۱۷۔ اور بدائع میں فتاویٰ سے منقول ہے کہ اگر بکری (وغیرہ) کنوئیں میں گر جائے اور عمدہ ہا ہر نکل آئے تو میں ڈول نکال دیئے جائیں، یہ اطمینان قلب کے لئے ہے پاک کرنے (یعنی رجوب) کے لئے نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کچھ نہ نکالے اور وضو کر لے تو جائز ہے کہ انی فتاویٰ قاضی خاں (۸) اور اسی طرح مکہ حیا فخر اگر کنوئیں سے زردہ نکل آئے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے جب بھی یہی حکم ہے، در اسی طرح جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے یعنی اونٹ و گائے و بکری اور پرندے اور بند کی ہوئی مرفی ان سب کا بھی یہی حکم ہے (۹) (ان سب کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ مؤلف)

۱۸۔ جن صورتوں میں پانی نکالنا مستحب ہے ان میں مستحب یہ ہے کہ میں ڈول سے کم نہ نکالے جائیں اور مکروہ پانی میں سے دس ڈول نکالنا مستحب ہے (۱۰) اور بعض نے کہا کہ احتیاطاً میں ڈول نکالنا مستحب ہے۔ (۱۱)

(۱) ش۔ (۲) م وغیرہ (۳) ط و شکی النحر (۴) د۔ (۵) ش۔ (۶) م و ط۔ (۷) ع و د۔

(۸) ع و ش۔ (۹) ش۔ (۱۰) ع و ط و ش۔ (۱۱) ش و ط۔

خلاصہ بیان: جانتا ہے کہ کنوئیں میں واقع ہونے والی چیز یا نجاست ہوگی یا کوئی جاندار ہوگا اور نجاست کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اس تمام پانی کو گرادیا جائے گا اور اگر نجاست تھوڑی سی بھی کنوئیں میں گر جائے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور نجاست سے مراد جاندار کے علاوہ ہے مثلاً خون و پیشاب و شراب وغیرہ اور جاندار یا آدمی ہوگا یا غیر آدمی اور غیر آدمی یا نجس العین ہوگا یعنی خنزیر یا غیر نجس العین ہوگا یعنی خنزیر کے علاوہ دیگر حیوانات اور غیر نجس العین یا ایسا جانور ہوگا جس کا گوشت کھانا حلال ہے یا ایسا جانور ہوگا جس کا گوشت کھانا حرام ہے اور ان میں سے ہر ایک یا کنوئیں سے زائدہ نکال دیا گیا ہوگا یا کنوئیں میں مر گیا ہوگا اور مرنا ہو جانور یا پھول یا پھٹ گیا ہوگا یا پھولا پھٹا نہیں ہوگا اور جو جانور پھولا یا پھٹا نہیں ہوگا ظاہر الروایت میں اس کے تین درجے کئے ہیں اول چوہا اور اس کی مانند، دوم مرغی اور اس کی مانند سوم بکری اور اس کی مانند اور ان سب اقسام کے احکام بیان ہو چکے ہیں۔ (۱)

ظاہر غیر مطہر یعنی مستعمل پانی: - جانتا ہے کہ مستعمل پانی کے بارے میں چار امور کا بیان ہوتا ہے:

اول استعمال کے سبب کے بارے میں، پس اگر پانی قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے یا رفع حدث کے لئے استعمال کیا جائے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و حماد اللہ کے نزدیک صرف قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے استعمال کیا جائے تو مستعمل ہوتا ہے اور صرف رفع حدث کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا (۲) پس شیخین کے نزدیک مستعمل پانی وہ ہے جس سے حدث اصغر یا حدث اکبر کو در کیا جائے یا قربت کی نیت سے بدن پر استعمال کیا جائے اور ان دونوں سببوں میں عموم و خصوص کا ایک لحاظ ہے پس یہ دونوں جمع بھی ہو سکتے ہیں اور منفرد بھی، دونوں کے جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ کوئی بے وضو شخص وضو کرے اور وضو کرنے کی نیت بھی کرے تاکہ ثواب حاصل کرے (اس صورت میں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ مولف) اور دونوں کے منفرد ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک فقط ازالہ حدث بلا قربت، اس کی مثال یہ ہے کہ بے وضو شخص نیت کے بغیر وضو کرے اور اس صورت میں ازالہ حدث تو ہوگا مگر قربت یعنی ثواب نہیں ہوگا کیوں کہ نیت کے بغیر ثواب نہیں ہوتا (اس صورت میں شیخین کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہوگا امام محمد کے نزدیک مستعمل نہیں ہوگا، مولف) دوسری صورت فقط قربت بلا ازالہ حدث، اس کی مثال یہ ہے کہ با وضو آدمی دوسرا وضو نیت وضو کے ساتھ کرے یا پاک آدمی نیت غسل کے ساتھ غسل کرے، اس صورت میں تو پانی نیک لیکن ازالہ حدث نہیں ہوا (اس صورت میں بھی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا، مولف) (۳) پانی کے مستعمل ہونے کا تیسرا سبب بھی ہے اور وہ اسقاط فرض ہے اور رفع القدر میں اس کی تصریح کی ہے اور اسقاط فرض پانی کے مستعمل ہونے کا اصل سبب ہے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ قربت بھی اصل سبب ہے بخلاف رفع حدث کے اس لئے کہ رفع حدث قربت یا اسقاط فرض یا ان دونوں کے ضمن میں ثابت ہو جاتا ہے پس یہ ان دونوں کی فروغ ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ ان دونوں کے ساتھ رفع حدث سے بے نیاز ہو سکتے ہیں پس پانی کے مستعمل ہونے میں صرف یہ دو اصلیں ہی موثر ہوں گی یعنی پانی کا استعمال قربت کے لئے ہوا خواہ اس کے ساتھ رفع حدث یا اسقاط فرض پایا جائے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں نہ پائے جائیں یا اسقاط فرض کے لئے پانی استعمال کیا جائے خواہ اس کے ساتھ قربت یا رفع پایا جائے یا کوئی ایک یا دونوں سبب پائے جائیں (۴) بدن پر اس کے استعمال کی قید سے معلوم ہو گیا کہ اگر بدن کے علاوہ کپڑے وغیرہ میں نیت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (۵) پس پاک کپڑا یا دیگر جامہ چیزوں مثلاً برتن، پیالے اور پھل کے دھونے یا حلال جانوروں یا دیگر جانوروں مثلاً گدھا چوہا

دور دور سے کے دھونے یا ان کے پانی میں واقع ہونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جب کہ ان کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو (۱) (اور گران کا منہ پانی تک پہنچ جائے گا تب بھی پانی مستعمل نہیں ہوگا بلکہ ان کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا مولف)

دوم اس کے ثبوت کے بارے میں ہدایہ میں کہا ہے کہ حجج پر ہے کہ جب پانی عضو سے جدا ہو جاتا ہے تو مستعمل ہو جاتا ہے اس لئے عضو سے جدا ہونے سے قبل ضرورت کی وجہ سے مستعمل ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور عضو سے جدا ہونے کے بعد ضرورت اتنی نہ رہنے کی وجہ سے اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگ جائے گا (۲) اور اسی لئے عید میں ہے کہ مستعمل پانی کے لئے کسی جگہ میں جمع ہونا شرط نہیں ہے اور یہ ہمارے صحاب کا مذہب ہے (کبیری) پس حج مذہب کی بنا پر اگر عضو سے پانی جدا ہو گیا تو مستعمل ہو گیا اگرچہ وہ کسی چیز میں قرار نہ پکڑے (۳) اول قول ضعیف کے مطابق شرط یہ ہے کہ جب پانی عضو سے جدا ہو کر کسی جگہ یا زمین یا اہلی یا کپڑے میں ٹھہر جائے اور حرکت کرنے سے روک جائے تب مستعمل ہوگا، یہ قول سفیان ثوری و ایراجیم غنی اور بعض مشائخ طبع کا ہے اور طحاوی و غیرہ الاسلام بزدوی وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے ظہیر الدین مرفیانی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور غلامہ میں اسی کو مختار کہا ہے (۴) لیکن عام مشائخ پہلے قول پر ہیں اور وہی اصح ہے، اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جبکہ پانی عضو سے جدا ہو اور ابھی کہیں نہ ٹھہرا ہو بلکہ وہ ہوا میں ہو پھر وہ کسی آدمی کے عضو پر گر جائے اور پھر اس کے کہ اس نے اس کو اپنی ہتھیلی میں لیا ہو اس عضو پر ہے تو پہلے قول کی بنا پر اس کا وضو صحیح نہیں اور دوسرے قول کی بنا پر صحیح ہے (۵) اور کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی داڑھی سے تری لے کر اپنے سر کا مسح کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ وہ پانی کسی جگہ میں ٹھہرا نہ ہو اور اسی طرح اگر موزوں کا مسح کرنے کے بعد باقی تری سے اپنے سر کا مسح کیا تو جائز نہیں ہے (۶) اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اعضاء غسل ایک عضو کی مانند ہیں اگر غسل کرتے وقت کسی عضو سے پانی جدا ہو کر دوسرے اعضاء غسل پر گر اور اس شخص نے اس عضو پر اس کو بہا یا تو دونوں قول کی بنا پر اس کا غسل درست ہے (۷) پس حجج یہ ہے کہ جب غسل کرتے ہوئے بدن سے پانی جدا ہو یا وضو کرتے ہوئے اس عضو وضو سے جس پر وہ پانی استعمال ہوا ہے جدا ہوا تو مستعمل ہو گیا اور جدا ہونے کے بعد اس کا کسی جگہ میں ٹھہرنا شرط نہیں ہے۔ (۸) سوم: مستعمل پانی کی صفت کے بارے میں، اور وہ یہ ہے کہ وہ پانی پاک ہے اور چہارم مستعمل پانی کے بارے میں اور وہ یہ ہے کہ وہ پانی غیر مطہر ہے یعنی پاک کرنے والا نہیں ہے (۹) (مستعمل پانی کے ان مع اور امور کے متعلق احکام آگے آتے ہیں، مولف)

۲۔ ہمارے ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مستعمل پانی پاک کرنے والا نہیں ہے اور اس سے وضو جائز نہیں ہے اس کے پاک ہونے میں اختلاف ہے، امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (۱۰) مشائخ طبع کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے اور امام محمد کے نزدیک پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے اور مشائخ عراق کی تحقیق یہ ہے کہ ان تینوں اماموں میں کوئی اختلاف نہیں ہے یعنی ان تینوں اماموں کے نزدیک پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور ہمارے مشائخ ماوراء النہر میں سے متفقین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۱۱)

۳۔ جس پانی سے چھوٹا یا بڑا حدث دور کیا جائے (یعنی اس سے وضو یا غسل کیا جائے) یا وہ قربت یعنی ثواب کی نیت سے استعمال کیا جائے تو صحیح یہ ہے کہ جس وقت وہ پانی عضو سے جدا ہوگا مستعمل ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر کسی بے وضو شخص نے اپنے دونوں بازو دھوئے اور کسی دوسرے آدمی نے اس کے بازوؤں کے نیچے پناہ چھ ٹھہرا کر اس کے مستعمل پانی سے ہاتھ دھوئے یا وضو کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ (۱۲)

(۱)۔ درویش و عمر متعظا (۲)۔ ہدایہ کبیری (۳)۔ رد (۴)۔ ش و عمر و کبیری متعظا (۵)۔ ش و عمر و متعظا (۶)۔ رد (۷)۔ ش (۸)۔ کبیری (۹)۔ رد (۱۰)۔ رد (۱۱)۔ ہدایہ و عمر (۱۲)۔ رد

- ۴۔ اگر بے وضو شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے یا کسی کو سکھانے کے لئے وضو کیا تو شیخینؒ کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل نہیں ہوگا۔ (۱) کیونکہ پانی کا استعمال قربت (ثواب) کے لئے نہیں کیا گیا۔ (۲)
- ۵۔ اگر بے وضو شخص نے قربت (ثواب) کی نیت سے وضو کیا تو بالاجماع وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ (۳)
- ۶۔ اگر با وضو آدمی نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے وضو کیا تو بالاجماع پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اگر با وضو آدمی نے قربت کی نیت سے وضو کیا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔ (۴)
- ۷۔ اگر بے وضو یا جنبی یا نفاس والی عورت نے جو کہ حیض یا نفاس سے پاک ہو چکی ہے پانی لینے کے لئے اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا یعنی چلو بھر کر پانی نکالا تو ضرورت کی وجہ سے وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا (۵) اور اگر عورت نے حیض یا نفاس سے پاک ہونے سے پہلے چلو بھرنے کے لئے پانی میں ہاتھ داخل کیا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو ایسا ہے جیسا کہ پاک آدمی نے داخل کیا ہو پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا، (۶) اور سی طرح اگر منکے میں کوزے گر گیا اور اس کوزہ کو نکالنے کے لئے کہنی تک ہاتھ اس منکے میں ڈالا تب بھی پانی مستعمل نہیں ہوگا لیکن اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہاتھ یا پاؤں پانی کے برتن میں ڈالا تو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے وہ پانی مستعمل ہو جائے گا (۷) جانتا چاہئے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے پانی میں ہاتھ یا پاؤں داخل کرنے سے پانی اس وقت مستعمل ہوتا ہے جبکہ وہ شخص بے وضو ہو لیکن اگر با وضو ہو تو پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (۸)

- ۸۔ امام ابو یوسفؒ سے مشہور روایت کے مطابق پانی کے مستعمل ہونے کے لئے پورے عضو کا داخل ہونا ضروری ہے اور ہتھیلی کے بغیر ایک یا دو یا زیادہ انگلیاں داخل کرنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا اور ہتھیلی کے داخل کرنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ (۹)
- ۹۔ اگر بے وضو آدمی اعضائے وضو کے علاوہ کسی اور عضو مثلاً ران یا پہلو (پیٹ یا پچڑی) کو دھوئے تو اس سے یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا اگر اعضائے وضو کو دھوئے گا تو اپنی مستعمل ہو جائے گا (۱۰) اور ظاہر یہ ہے کہ اعضائے وضو سے مراد وہ اعضا بھی ہیں جن کا دھونا سنت ہے جبکہ ان کو سنت ہونے کی نیت سے دھویا جائے (۱۱) پس اگر بے وضو آدمی نے بعض اعضائے وضو کو دھویا یا جنبی شخص نے بعض اعضائے وضو کو دھویا یا اپنا ہاتھ یا پاؤں منکے میں پانی لیے وغیرہ کے لئے داخل کیا تو فرض ساقط ہوئیگی وجہ سے بالاتفاق وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ معتقد قول کی بنا پر اس کا حدث یا جنابت اس وقت تک دور نہیں ہوگا جب تک کہ ہاتھ اعضا کو دھو کر وضو یا غسل پور نہ کر لے اور بقیہ اعضا کو دھوئے وقت اس عضو کے دھونے کا اعادہ لازمی نہیں ہے۔ (۱۲)

- ۱۰۔ اگر کسی پاک شخص نے مٹی یا آ یا یا میل چھڑانے کے لئے وضو کیا یا پاک شخص ٹھنڈا ہونے کے لئے لہایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا (۱۳)
- اور اگر با وضو شخص نے میل چھڑانے کے لئے اپنا ہاتھ دھویا تو عدم ازالہ حدث و عدم اقامت قربت کی وجہ سے وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (۱۴)
- ۱۱۔ اگر بال منڈانے کے لئے سر کو بھگایا اور وہ با وضو تھا تو وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (۱۵)

- ۱۲۔ اگر کسی لڑکے نے پانی کے طشت میں وضو کیا تو مختار یہ ہے کہ اگر وہ لڑکا بچہ دار ہے تو پانی مستعمل ہو جاتا ہے ورنہ مستعمل نہیں ہوتا (۱۶) اور مستعمل ہونے کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس بچہ دار لڑکے نے پاک ہونے کی نیت سے وضو کیا ہو جیسا کہ خانیہ میں اور اس سے

(۱)۔ عروق (۲)۔ بحر	(۳)۔ بحر	(۴)۔ بحر	(۵)۔ عروق و بحر بزیادہ	(۶)۔ بحر و ش
(۷)۔ عروق و بحر وغیرہ	(۸)۔ بحر	(۹)۔ عروق و ش ملتصقا	(۱۰)۔ عروق و بحر	(۱۱)۔ ش (۱۲)۔ دروش تصرفا
(۱۳)۔ ع	(۱۴)۔ بحر	(۱۵)۔ ع	(۱۶)۔ بحر و ملتصقا	

ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس نے وضو کے ساتھ پاک ہونے کی نیت نہیں کی تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا فوراً لیجئے۔ (۱)

۱۳۔ اگر کسی ہادھو شخص نے کھانا کھانے کے لئے یا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو پانی مستعمل ہو گیا (۲) کیونکہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت ہے اس لئے اس کے ساتھ قربت یعنی ثواب قائم ہوا اور اس سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے سنت ادا کرنے کی نیت سے دھوئے ہوں اور اگر یہ نیت نہیں کی تو پانی مستعمل نہیں ہوگا (۳) اور اس بنا پر ہر سنت کے ادا کرنے مثلاً منہ اور ناک وغیرہ کے دھونے میں بھی نیت کا پایا جانا شرط ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر کسی غیر جنسی شخص نے تقرب حاصل کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ صرف صفائی کے قصد سے منہ اور ناک وغیرہ کو دھویا تو وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ (۴)

۱۴۔ حیض والی عورت کے وضو کرنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے مسح ہے کہ نماز کے لئے وضو کرے (۵) اور جائے نہ زپر پھرنے کو صحیح و قہیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے (۶) اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ پانی اس وقت مستعمل ہوگا جبکہ اس نے مستحب کو ادا کرنے کی نیت سے وضو کیا ہو۔ (۷)

۱۵۔ اگر کسی نے وضو میں اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا پھر اس پر زیادہ کر دیا تو اس نے سرے سے وضو کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اور اگر پہلے وضو پر زیادہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس میں شائع کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ یہ زیادتی نص سے تجاوز کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ مستعمل ہو جائے گا اس لئے کہ زیادہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ وضو پر وضو کرنا پس یہ قربت یعنی ثواب ہے (۸) بجز اراکتی میں مذکور ہے کہ اس میں کلام سے اور مثلیہ غسل کی بحث سنن وضو میں گزر چکی ہے جس کا مختصی یہ ہے کہ وضو پر وضو کرنا اس وقت قربت (ثواب) ہے جبکہ مجلس مختلف ہو اور اس صورت میں پانی مستعمل ہو جائے گا لیکن اگر مجلس متحد ہو تو قربت نہیں بلکہ مکروہ ہے پس پانی مستعمل نہیں ہوگا (۹) اور رد المحتار شامی میں ہے کہ وضو کا کرر ہونا اس وقت مکروہ ہے جبکہ متعدد دلدہ کیا جائے اور نیز اس میں ہدایہ کے قول لیکن اگر اس زیادتی سے نیا وضو کرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو گیا کے تحت کہا ہے یعنی جبکہ پہلے وضو سے لارغ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو ورنہ (یعنی درمیان وضو میں تین دلدہ سے زیادہ دھونا) بدعت ہے جیسا کہ اس کے اپنے مقام پر بیان ہو چکا ہے پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا (۱۰) لیکن اگر کسی دوسری مجلس میں وضو پر وضو کیا اور اس میں قربت کی نیت نہیں کی تو یہ اسراف ہوگا پس وہ پانی مستعمل شمار نہیں ہوگا۔ (۱۱)

۱۶۔ اگر عورت نے کسی اور کے ہال اپنے ہالوں کے ساتھ ملائے مثلاً کسی آدمی کے ہال اپنی چوڑی کے ساتھ ملائے اور پھر دوسرے کے ملائے ہوئے ہالوں کو دھویا تو پانی مستعمل نہیں ہوگا (اور اگر اپنے ہال دھوئے تو مستعمل ہو جائے گا (۱۲) اور اگر کسی نے کسی مقتول انسان کا سر دھویا جو اس کے بدن سے جدا ہو گیا تھا تو پانی مستعمل ہو جائے گا (۱۳) اس لئے کہ جب سر اور بدن دونوں پائے جائیں تو اس کو بدن کے ساتھ ملا کر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی پس وہ سر ہنزلہ بدن کے ہے اور ہالوں کو بدن کے ساتھ نہیں مدیا جائے گا اس لئے بدن سے جدا ہونے کے بعد ان ہالوں کے لئے بدن کا حکم نہیں رہا پس ان کا دھون مستعمل نہیں گا اور یہ فرق اس اعتبار و روایت کی بنا پر ہے کہ آدمی کے ہال نجس نہیں ہیں لیکن دوسرا روایت کی بنا پر جس کے آدمی کے ہال نجس ہیں یہ حکم نہیں ہوگا بلکہ پانی نجس ہو جائے گا۔ (۱۴)

۱۷۔ اگر جنسی شخص نے غسل کیا اور اس کے غسل کا کچھ پانی (دھوون) اس کے پانی کے برتن میں ٹپک گیا تو وہ پانی خراب نہیں ہوگا

(۱)۔ ش (۲)۔ مردع و دروش (۳)۔ حر (۴)۔ ش و ص (۵)۔ فتح و حر (۶)۔ غایۃ الاوطار (۷)۔ حر (۸)۔ بدائع و حر و دروش (۹)۔ مردع و دروش (۱۰)۔ ش (۱۱)۔ ط (۱۲)۔ الاوانع (۱۳)۔ مردع و دروش (۱۴)۔ حر

لیکن اگر غسل کا مستعمل پانی اس کے برتن پر خوب بہ کر برتن میں پہنچا تو وہ سارا پانی خراب ہو جائے گا (یعنی جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہو وہ پانی پاک ہے اسی طرح وضو کرتے وقت مستعمل پانی وضو کے ہاتھ میں پھینکے سے اس کا پانی اس وقت تک پاک ہے جب تک مستعمل پانی اس پر غالب نہ ہو جائے) یعنی اور اسی طرح حمام کا حوض بھی امام محمد کے قول کے بموجب خراب نہیں ہوتا جب تک مستعمل پانی اس پر غالب نہ ہو جائے وہ پاک ہی رہتا ہے (۱) جب (مستعمل پانی غالب آ جائے تو سب پانی خراب اور مستعمل کے حکم میں ہو جائے گا، مولف)

۱۸۔ اگر اپنے اعضائے وضو و غسل کو رومال سے پونچھا اور رومال خوب بھیگ گیا یا اس کے اعضائے قطرے ٹپک کر کسی کپڑے پر بہت زیادہ لگ جائیں تو (بالافتاق) اس کپڑے کے ساتھ نماز جائز ہے اس لئے کہ مستعمل پانی امام محمد کے نزدیک پاک ہے اور یہی عقار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخین کے نزدیک اگر چہ وہ پانی مستعمل اور نجس ہے لیکن یہاں ضرورت اور دفع حرج کے لئے معاف ہے اور نجاست کا اعتبار ساقط ہو جائے گا (۲) پس جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے کپڑے پر ٹپک کر لگ جاتا ہے وہ بالافتاق معاف ہے۔ (۳)

۱۹۔ میت کے غسل کا مستعمل پانی (وحدون) نجس ہے اور امام محمد نے کتاب الاصل میں اس کی نجاست کو مطلق بیان کیا ہے (یعنی خواہ میت پر نجاست ہو یا نہ ہو) اور اصح یہ ہے کہ اگر اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو پانی مستعمل نہیں ہوگا مگر امام محمد نے اس کے مطلقاً اس واسطے کہا ہے کہ میت اکثر نجاست سے خالی نہیں ہوتی، (۴) لیکن بحرارائق میں ذکر کیا ہے کہ میت کی نجاست کے حقیقی یا عکسی ہونے میں اختلاف ہے صاحب محیط نے اس کے نجاست حقیقی ہونے پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اگر میت قلیل پانی میں گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص میت کو اٹھائے ہوئے نماز ادا کرے تو نماز جائز نہیں ہوگی اس سے صاحب محیط نے استدلال کیا ہے کہ میت کی نجاست حقیقی ہے مگر نجاست نہیں ہے اس لئے کہ انسان بھی ایک ایسا جاندار ہے جس میں پنے والا خون ہوتا ہے پس وہ موت سے اسی طرح نجس ہو جاتا ہے جیسا کہ دوسرے حیوانات موت سے نجس ہو جاتے ہیں۔ کافی اس کو صحیح کہا ہے اور بدائع میں اس کو عام مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ یہ تفصیل بحرارائق کی کتاب الجنائز میں مذکور ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قول کی صحیح ضعیف ہے اور امام محمد کا کلام یہاں پر کسی تاویل کے بغیر اپنے اطلاق پر ہے۔ (۵)

۲۰۔ اگر کسی نے عقیدہ پانی مثلاً عرق گلاب یا سرکہ وغیرہ سے وضو (یا غسل) کیا تو وہ سب کے نزدیک یعنی باجماع مستعمل نہیں ہوگا، (۶) اس لئے کہ اس سے وضو و غسل کرنا جائز نہیں ہے پس اس سے ازالہ حدیث و قربت (ثواب) کا قیام نہیں پایا گیا۔ (۷)

۲۱۔ اگر کسی نے منہ میں پانی لیا اور اس سے کلی کرنے کا ارادہ نہیں کیا تو امام محمد کے نزدیک وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر اپنے منہ میں پانی لے کر اس کے ساتھ اپنے اعضا کو دھو یا جب بھی یہی حکم ہے (کہ امام محمد کے نزدیک منہ میں لیا ہو یا پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اس سے اعضا کا دھونا جائز ہے، مولف) اور امام بو یوسف نے کہا کہ وہ پاک کرنے والا نہیں رہے گا اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ یا تو فرض ساقط ہونے کی وجہ سے وہ مستعمل ہو گیا ہے یا اس لئے کہ اس کے ساتھ تھوک مل گیا ہے اس لئے وہ پاک کر لے والا نہیں رہا (۸) بدائع میں کہا ہے کہ کسی جنبی کے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی تھی پس اس نے اپنے منہ میں پانی لیا اور ہاتھ پر ڈالا اعلیٰ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ وہ ہاتھ پاک نہیں ہوگا اس لئے کہ منہ سے حدیث کا ازالہ ہونے کے باعث وہ پانی مستعمل ہو گیا اور مستعمل پانی سے ہالہ جہاں نجاست دور نہیں ہو سکتی اور امام محمد نے کتاب الجنائز میں نقل کیا ہے کہ وہ ہاتھ پاک ہو جائے گا اس لئے کہ اس کے منہ میں لینے سے قربت قائم نہیں ہوئی

(۱)۔ ع کبیری (۲)۔ بدائع و مجرد مستحطا (۳)۔ بحر (۴)۔ مجرد

(۵)۔ محدث من بیان النہاء المستعمل من ادل فصل البیر مستحطا (۶)۔ بدائع و مجرد مستحطا (۷)۔ بدائع (۸)۔ کبیری

پس وہ مستعمل نہیں ہوا۔ واللہ اعلم (۱)

۲۲۔ اگر مستعمل پانی پاک قلیل (وہ درود سے کم) پانی کے ساحل میں گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک جب تک مستعمل پانی کثیر نہ ہو یعنی قلیل مطلق پانی پر غالب نہ آجائے، اس وقت تک اس قلیل پانی کی پاک کرنے کی صفت تبدیل نہیں ہوتی اور وہ بدستور پاک کرنے والا ہے جیسا کہ درود کے بارے میں حکم ہے لیکن شیخین کے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ تمودے مستعمل پانی کے مطلق پانی میں مل جانے سے بچنا مشکل ہے اسنے معاف ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل کثیر پانی وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور شیخین کے نزدیک وہ ہے کہ برتن میں اس کے چکنے کے مواقع نہ پائیں ہوں (۲) پس مستعمل پانی اگر کنوئیں میں واقع ہو جائے تو جب تک وہ کنوئیں کے پانی پر غالب نہ آجائے کنوئیں کا پانی خراب نہیں ہوگا اور یہی صحیح ہے (۳) قاضی خاں میں ہے کہ اگر وضو کا مستعمل پانی کنوئیں میں ڈالا تو امام صاحب کے قول پر اس میں سے نہیں ڈول نکالے جائیں (۴)

۲۳۔ اس محدث کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے جس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا جبکہ اس نے پانی سے استنجا کیا ہوا ہو اور اس کے بدن یا کپڑوں پر نجاست طہیہ بھی نہ ہو اور نہ اس نے وضو یا غسل کی نیت کی ہو اور نہ بدن کو طہا ہو اور اس قول پر ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور کنوئیں کا پانی مستعمل ہے اس لئے کہ پانی کے مستعمل ہونے کے لئے پانی کا اعضا سے جدا ہونا شرط ہے اور جب وہ شخص پانی سے باہر نکلا تو پانی کا اعضا سے جدا ہونا پایا گیا ہے (۵) محدث حدیث اصغر و اکبر دونوں کو شامل ہے اور حدیث اکبر خواہ جناب سے ہو یا حیض یا نفاس سے ہو جبکہ عورت حیض یا نفاس منقطع ہونے کے بعد کنوئیں کے پانی میں داخل ہو لیکن اگر حیض یا نفاس منقطع ہونے سے پہلے داخل ہوگی اور اس کے اعضا (اور کپڑوں) پر نجاست نہیں ہوگی یہ دونوں حیض و نفاس سے نہ نکلنے کے باعث اس پاک آدمی کی مانند ہیں جو کہ کنوئیں میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غوطہ لگائے پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا (۶) پس اگر کسی جگہ شخص نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا اور اس کے بدن پر کوئی نجاست نہیں ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آدمی اور پانی دونوں ناپاک ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آدمی اپنی اسی حالت پر چلتی ہے اور پانی اسی حالت پر پاک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے اپنے بعض اعضا کو پانی میں داخل کیا اور وہ اعضا پانی سے ملے تو اس سے اعضا کے دھونے کا فرض ساقط ہو گیا کیونکہ فرض ساقط ہونے کے لئے نیت شرط نہیں ہے جب فرض ساقط ہو گیا تو وہ پانی امام صاحبؒ کے نزدیک مستعمل ہو کر ناپاک ہو گیا اور چونکہ اس کے باقی اعضا میں حدیث باقی رہا اس لئے وہ شخص اپنی جنابت کی حالت پر باقی رہا اور بعض نے کہا کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس شخص کی نجاست مستعمل پانی کی نجاست کی وجہ سے ہے اور شروع ہدایہ میں اس کو صحیح کہا ہے کہ وہ شخص امام صاحبؒ کے نزدیک جنابت کی وجہ سے نجس ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک فرض کو ساقط کرنے کے لئے غیر جاری پانی کی صورت میں پانی کا اپنے اوپر ڈالنا جو اس کے حکم میں ہے اس کا کرنا شرط ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ان کے نزدیک اس وقت شرط ہے جبکہ اس نے غسل کی نیت نہ کی ہو تاکہ پانی کا اپنے اوپر ڈالنا نیت کا قائم مقام ہو جائے اور چونکہ کنوئیں میں غوطہ لگانے کی صورت میں پانی کا اپنے اوپر ڈالنا نہیں پایا گیا اس لئے آدمی اسی طرح نجس ہے اور جب فرض ساقط نہیں ہوا ورنہ رفع حدیث پایا گیا اور نہ ہی قربت کی نیت پائی گئی تو پانی مستعمل نہیں ہوگا اور اپنی سابق حالت پر یعنی پاک ہوگا اور امام محمدؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک پانی کا اپنے اوپر ڈالنا شرط نہیں ہے پس ان کے نزدیک آدمی پاک ہو گیا اور پانی مستعمل نہیں ہوا اس لئے کہ قربت کی نیت

نہیں پائی گئی جو کہ ان کے نزدیک پانی کے مستعمل ہونے کی شرط ہے۔ اور اس مسئلے میں علما رندہ ب یہ ہے کہ صحیح قول کی بنا پر آدمی پاک ہے اور پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو جنہی کے بارے میں بیان کیا ہے اس لئے کہ اگر پاک آدمی نے ڈول نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگایا اور اس کے اعضا پر نجاست نہیں ہے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں نہ ازالہ حدث پایا گیا اور نہ ہی اتامت قربت پائی گئی اور اگر کوئی بے وضو یا جنہی شخص غسل کرنے کی نیت سے کنوئیں میں داخل ہوا تو بالاتفاق پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ قنات قربت (ثواب کی نیت) پائی گئی اور یہی حکم حیض و نفاس والی عورت کا ہے جبکہ وہ انقطاع حیض و نفاس کے بعد کنوئیں کے پانی میں اترتی ہو یعنی اس کا اور محدث و جنہی کا حکم یکساں ہے لیکن اگر حیض و نفاس منقطع ہونے سے پہلے کنوئیں میں داخل ہوئی ہو اور اس کے اعضا پر نجاست نہ ہو تو وہ اس پاک آدمی کی مانند ہے جو وضو تک حاصل کرنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے اس لئے کہ وہ اس حالت میں کنوئیں میں اترنے سے حیض سے باہر نہیں ہو جاتی پس وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ ڈول نکالنے یا وضو تک حاصل کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر نماز کے لئے نہانے کے قصد سے کنوئیں میں غوطہ لگایا تو فقہانے کہا ہے کہ ازالہ حدث و نیت قربت کے پائے جانے کی وجہ سے پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اور یہ جو فقہانے کہا کہ وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی جو اس کے بدن سے ملے گا وہ مستعمل ہو جائے گا کنوئیں کا تمام پانی مستعمل نہیں ہوگا پس امام محمد کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کنوئیں کا تمام پانی مستعمل نہیں ہوگا اس لئے جو پانی اعضا سے جدا ہو کر کنوئیں کے دوسرے پانی میں ملا ہے وہ اس پانی کی بہ نسبت مغلوب ہے جو مستعمل نہیں ہوا ہے پس اس کو یاد رکھئے اور اس کے اعضا پر نجاست حقیقیہ نہ ہونے کی قید اس لئے ہے کہ اگر اس کے اعضا پر نجاست حقیقیہ لگی ہوگی تو بالاتفاق کنوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے گا اور محیط میں اس مسئلے میں یہ قید بیان کی ہے کہ اس نے کنوئیں میں اترنے کے بعد اپنے بدن کو ملانہ ہو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ شخص کنوئیں میں ڈول نکالنے کے لئے اترتا اور اس نے پانی میں اپنے بدن کو ملنا تو بالاتفاق وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اس لئے کہ بدن کا ملنا اس کا ایک ایسا فعل ہے جو غسل کرنے کی نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے پس وہ ایسا ہو گیا جیسا کہ وہ غسل کرے کی نیت سے کنوئیں میں اترتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے بدن کو میل اتارنے کی نیت سے نہ ملا ہو جیسا کہ شرح منیۃ المصلیٰ میں مذکور ہے اور بعض فقہانے اس مسئلے میں یہ قید لگائی ہے کہ اس نے صرف پتھروں (دھبیوں) سے استنجانہ کیا ہو (بلکہ پانی سے بھی استنجانہ کیا ہو) تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس نے صرف پتھروں سے استنجانہ کیا ہوگا (اور پانی سے استنجانہ نہیں کیا ہوگا) تو بالاتفاق کنوئیں کا پانی نجس ہو جائے گا ورنہ اس قول پر مبنی ہے کہ پتھروں سے استنجانہ کرنا نجاست کو ہلکا کرنے والا ہے پاک کرنے والا نہیں ہے اور یہی مختار ہے۔ (۱)

غلام یہ ہے کہ کنوئیں میں غوطہ لگانے والا شخص یا پاک ہوگا یا اس کے بدن پر نجاست حقیقیہ یا حکمیہ مثلاً جنابت و محدث ہوگی اور ان سب صورتوں میں یا وہ ڈول نکالنے کے لئے کنوئیں میں اترتا ہوگا یا وضو تک حاصل کرنے کے لئے یا غسل کرنے کے لئے اور اس مسئلہ میں دو قسم کے احکام ہیں یعنی اس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور پانی میں داخل ہونے والے کا حکم کہ وہ پاک ہو لیا نہیں۔ (۲)

۲۳۔ مستعمل پانی اگر چہ ظاہر مذہب میں پاک ہے لیکن اس کو پینا ورنہ اس سے آگاہ گونا گونا طبی نفرت کی وجہ سے مکروہ تزکی ہے ورنہ جن فقہانے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے ان کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ (۳)

۲۵۔ مسجد کے اندر وضو کرنا امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اور امام محمد کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں جبکہ اس شخص

(۱)۔ بڑا ملخصاً و زیادہ عن منہ

(۲)۔ بدائع و قناتہ ان سب احکام کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے اور مزید تفصیل بدائع جلد اول صفحہ ۲۲۵ اور ۲۲۶ سے منہوم کریں (۳)۔ درو و غیرہ

کے اعضا پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور قیوٹی قاضی خاں میں ہے کہ اگر مسجد میں کسی برتن (تگن وغیرہ) میں دھو کرے تو ان تینوں ماموں کے نزدیک جائز ہے (۱) در اگر برتن کے بغیر دھو کرے تو وہی اختلاف ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ (۲)

۲۶۔ مستعمل پانی نجاست بھی کو پاک کرنے والا نہیں ہے لیکن راج اور معتدل قول کی بنا پر نجاست حقیقی کو پاک کرنے والا ہے۔ (۳)

۲۷۔ اگر یہ چاہیں کہ مستعمل پانی کا استعمال جائز ہو جائے تو اس میں مطلق طہر مستعمل پانی اس سے زیادہ حادیں دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو جاری کر لیں جس طرح ناپاک پانی کو پاک کرنے کے طریقے میں مذکور ہے۔ (۴)

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی اور پسینے کے احکام

۱۔ جو پانی برتن یا حوض میں پہنچنے کے بعد باقی رہ جائے اس کو جھوٹا پانی کہتے ہیں اور اسی طرح کھانے والے کے آگے کا پچا ہوا کھانا جھوٹا کھانا کہلاتا ہے۔ (۵)

۲۔ جھوٹے پانی یا کھانے کے پاک و ناپاک و مکروہ و مکھوک ہونے میں جھوٹا کرنے والے جانور کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے کہ جھوٹی چیز میں اس جاندار کا لعاب مل جاتا ہے اور لعاب جاندار کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے پس جس جانور کا گوشت پاک ہے اس کا جھوٹا پاک ہے اور جس جانور کا گوشت نجس ہے اس کا جھوٹا نجس ہے اور جس کا گوشت مکروہ ہے اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور جس کا گوشت مکھوک ہے اس کا جھوٹا مکھوک ہے۔ (۶)

پس جانوروں کے جھوٹے کی چار قسمیں ہوں گی:

۱۔ جس کا بلا کراہت پاک ہونا متعلق علیہ ہے جیسا کہ آدمی اور حلال جانوروں کا جھوٹا، ۲۔ جس کی نجاست و طہارت میں اختلاف ہے جیسے خنزیر اور کتا اور چوپایہ درندے، ۳۔ مکروہ جیسے بلی کا جھوٹا، ۴۔ مکھوک جیسے گدھے اور غر کا جھوٹا (۷) بعض مشائخ نے جھوٹے کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں چار قسمیں تو یہی ہیں جو بیان ہو چکی ہیں اور پانچویں قسم جھوٹا نجس متعلق علیہ بتائی ہے اور وہ خنزیر کا جھوٹا بتایا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ خنزیر کے جھوٹے پانی میں بھی امام مالک کا اختلاف ہے جیسا کہ کتب کے جھوٹے کے بارے میں اختلاف ہے اور ان کے نزدیک ان دونوں کا اور چوپایہ درندوں کا جھوٹا پاک ہے پس صحیح یہ ہے کہ جھوٹے پانی وغیرہ کی قسمیں چار ہی ہیں (۸) (ان سب کے احکام کی تفصیل آگے آتی ہے، مولف)

۳۔ آدمی کا جھوٹا بار تفاق بلا کراہت پاک ہے اور پاک کرے والا ہے اس لئے کہ جھوٹے میں لعاب کا اعتبار کیا جاتا ہے جو اس میں مل جاتا ہے اور انسان کا لعاب پاک ہے کیونکہ وہ پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے (۹) اور انسان کا گوشت کھاناس کے احترام و اکرام کی وجہ سے ممنوع ہے اس کے نجس ہونے کی وجہ سے نہیں اس حکم میں نجس و پاک اور حیض و نفاس و لی عورت، چھوٹا اور بڑا مسلم و کافر مذکر و مؤنث میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ اس کا منہ پاک ہو لیکن اگر کسی نے آدمی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا مثلاً اگر شراب پینے والا شخص شراب پی کر اسی وقت پانی پئے تو اس کا جھوٹا ناپاک ہو جائے گا، یہ حکم اس کے گوشت کے نجس ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے منہ کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے جیسا کہ اگر کسی شخص کے منہ سے خون آتا ہو اور تھوک سرخ رنگ کا ہو جاتا ہو یا اس نے کوئی نجس چیز کھائی یا پی ہو یا

(۱)۔ حرّوش (۲)۔ مخ (۳)۔ درّوش (۴)۔ بہار شریعت ملخصاً (۵)۔ کبیری و حرّوش ملخصاً (۶)۔ درّوش

(۷)۔ مدائع دم و محتایہ کبیری تعریفاً (۸)۔ بدیع (۹)۔ کبیری دم و طبرہ

اس کو نہ بھر کرتے ہوئی ہو تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہو جائے گا لیکن مردہ شخص اتنی دیر کے بعد پانی پینے کے کئی بار تھوک نکلنے سے اس کا منہ محل جائے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے مذہب پر صحیح قول کے بموجب وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا (۱) پس اگر وہ چند بار اپنا تھوک نکلے گا تو صحیح قول کی بموجب اس کا منہ پاک ہو جائے گا (۲) لیکن امام محمد کے قول کے بموجب یہ مردہ تنزیہی سے کیونکہ ان کے نزدیک تھوک سے نجاست پاک نہیں ہوتی (۳) اگر شراب پینے والی کی موٹھیں لمبی ہوں تو جب تک ان کو پانی سے نہ دھوئے اس کے پانی پینے سے وہ پانی نجس ہو جائے گا اگرچہ اس نے چند ساعت (کچھ دیر) کے بعد پانی پیا ہو (۴) اس لئے کہ جب سوٹھوں کے بال بے ہوں تو وہ صرف زبان بھیرنے سے پاک نہیں ہوتے (۵) (کیونکہ زبان ان پر سب جگہ نہیں پہنچ سکتی اور منہ کا لعاب سب جگہ سے شراب کی ناپاکی کو نہیں دھو سکتا، شرابی کے جھوٹے سے ہر حال میں پچھتاہی چاہئے مولف) میاں بیوی، آقا اور باندی اور محرم مرد و عورت کے علاوہ عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے لیکن وہ ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے پس اگر یہ مظلوم نہ ہو کہ کس کا جھوٹا ہے یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو مکروہ نہیں خصوصاً جبکہ جھوٹے سے نفرت کی جاتی ہو تو بدرجہ اولیٰ مکروہ نہیں ہے۔ (۶)

۲۔ اصح قول کے بموجب مرد مادہ گھوڑے کا جھوٹا ہلا جامع بلا کراہت پاک ہے (۷) پس امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے کیونکہ اس کا گوشت پاک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں دور وائشیں ہیں بلکہ محیط میں ان سے چار روایتیں منقول ہیں اور ظاہر الراایت میں اس کا جھوٹا اس کے گوشت کی طرح پاک ہے اور یہ امام ابو حنیفہ سے امام ابو یوسف کی روایت ہے درہمیں ان کے مذہب کی صحیح روایت ہے اور اسی کو بعض مشائخ بلکہ تمام متاخرین نے اختیار کیا ہے اس لئے کہ گھوڑے کے گوشت کی کراہت ان کے نزدیک اس کے احترام کی وجہ سے ہے اس لئے کہ وہ چہرے کے آلات میں سے ہے یہ کراہت اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے یہ کراہت اس کے جھوٹے پر اثر انداز نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے۔ (۸)

۵۔ حلال چرندوں اور پرندوں کا جھوٹا ہلا حلال پاک ہے (خواہ نہ ہوں یا مادہ) اس لئے کہ ان کا لعاب پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے پس اسی کا حکم اختیار کر لیتا ہے (۹) لیکن اس حکم سے وہ لونٹ اور گائے اور بھیڑ بکری جو نجاست کھاتے ہیں اور آزاد پھرنے والی مرغی جو نجاست کھاتی ہے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔ (ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے یعنی جو نجاست نہیں کھاتے ان کا دودھ اور گوشت پاک ہے اور جو نجاست کھاتے ہیں ان کا دودھ و گوشت مکروہ ہے) (۱۰) لیکن جس مرغی کو گھر میں بند رکھا جاتا ہو اور وہ اس کی خوراک اس کو دی جاتی ہو تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے کیوں کہ اس کو نجاست نہیں ملے گی اس لئے وہ نجاست نہیں کھائے گی اور مرغی اپنی نجاست نہیں کھاتی بلکہ اس میں دانہ تلاش کرتی ہے اور مل جائے تو اس کو نکال کر کھالیتی ہے جیسا کہ اس کو فتح القدیر میں لکھا ہے اور اس کی تمام بحث بحر الرائق میں مذکور ہے (۱۱) اور جن فقہاء کے نزدیک وہ پنا نجاست بھی کھاتی ہے ان کے نزدیک اگر مرغی کو گھر میں اس طرح بند رکھا جائے کہ اس کی چونچ اس کے پاؤں سے نیچے نہ پہنچے تو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کی چونچ اس کے پاؤں تک پہنچتی ہے تو وہ آزاد مرغی کے حکم میں ہے (۱۲) اگر مرغی یا گائے وغیرہ نے نجاست کھائی اور اس کے بعد کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے اس کے منہ کی طہارت ہو جاتی ہو تو اس کا جھوٹا نجس ہے (ناپاک) ہے (۱۳) یہ حکم اس گندگی کھانے والے جانور کے متعلق ہے جو صرف یا زیادہ تر گندگی ہی

(۱)۔ بخروط و کبریٰ وغیرہ مستحکم (۲)۔ ع (۳)۔ م و د (۴)۔ بخروط (۵)۔ ع (۶)۔ بخروط و د و غیرہ مستحکم

(۷)۔ ع و م مستحکم (۸)۔ بدائع و بخروط و کبریٰ و فتح مستحکم (۹)۔ بدائع و کبریٰ و بخروط و فتح مستحکم (۱۰)۔ انواع وغیرہ تقریفاً

(۱۱)۔ بخروط ملخصاً (۱۲)۔ ہدایہ و بدائع و فتح مستحکم (۱۳)۔ بہار شریعت

کھانا ہو جس اس کا جھوٹا مکروہ ہے لیکن اگر غلطاً غلو کھاتا ہو اور اس کی زیادہ تر خوراک پاک گھاس، دانہ وغیرہ ہو تو اس کے جھوٹے میں کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ جوہرۃ النیرہ میں مذکور ہے۔ (۱)

۶۔ جن جانوروں میں پیٹنے والا خون نہیں ہوتا خواہ وہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی میں ان کا جھوٹا پاک ہے۔ (۲)
 ۷۔ لیکن جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ جو جانور گھروں میں رہتے ہیں اور ان میں پیٹنے والا خون ہوتا ہے خواہ وہ حشرات الارض ہوں مثلاً سانپ، بھولا، چھپکلی، حشرات الارض کے علاوہ ہوں مثلاً چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے یہی اصح ہے (۳)
 بخلاف ان جانوروں کے جن میں پیٹنے والا خون نہیں ہوتا مثلاً گھریلا (گوبر کا سیاہ رنگ کا کتیرا، بھونڈا، جھنگر، بچھو، ان کا جھوٹا مکروہ نہیں ہے علانے صراحت کی ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ بلی کے جھوٹے کی کراہت کس قسم کی ہے بعض فقہانے اس کے گوشت کی حرمت پر نظر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے اور بعض نے اس بات پر نظر کرتے ہوئے کہ وہ نجاست سے پرہیز نہیں کرتی اس کے جھوٹے کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور علانے نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے اور کتاب الاصل کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ کسی دوسرے پاک پانی سے وضو کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے (۴) اگر بلی کسی شخص کی ہتھیلی یا پاؤں کے تلوے (یا منہ وغیرہ) کو چائے اور وہ شخص اس وضو کو دھونے سے پہلے نماز پڑھے تو یہ مکروہ (اور خلاف اولیٰ) ہے اور اگر کسی کا ہاتھ بلی نے چاٹا شروع کیا تو چاہئے کہ فوراً ہاتھ کھینچ لے یونہی چھوڑ دینا کہ چاہتی رہے مکروہ ہے (۵) اور یہ بھی مکروہ ہے کہ بلی کا جھوٹا کھانا کھائے اور یہ مالدار کے حق میں مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کی بجائے دوسرا پاک کھانا سپاہ کرنے پر قادر ہے لیکن فقیر کے لئے ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ (۶) اور کھانا وغیرہ جامہ چیزوں میں بلی کے جھوٹے سے مراد وہ حصہ ہے جس کو بلی کا منہ لگا ہے یا روٹی وغیرہ کا ٹکڑا جو اس کے منہ سے گر گیا ہے کیونکہ وہ حصہ اس کے لعاب سے بچا ہوا نہیں ہوگا اور جس جھے کو اس کا منہ نہیں لگا اور اس کا لعاب اس کے ساتھ نہیں ملا اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے بخلاف مانع (پینے والی مٹی، رقیق چیزیں) کے کہ وہ سب کی سب جھوٹے کے حکم میں ہے۔ (۷)

۸۔ اگر بلی نے چوہا کھایا اور اس نے کچھ دیر ٹھہرے اور اپنا منہ چالے بغیر اسی وقت پانی پیا تو وہ پانی نجس ہو جائے گا اور اگر ایک ساعت (کچھ دیر) ٹھہری رہی اور اپنا منہ چاٹ لیا پھر پانی پیا تو اب اس کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں ہوگا بلکہ مکروہ ہوگا کیونکہ اس کا منہ اس کے لعاب سے دھل گیا، یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے لہذا امام محمدؒ نے کہا کہ سب بھی وہ پانی ناپاک ہو جائے گا اس لئے کہ ان کے نزدیک نجاست پانی کے بغیر دور نہیں ہوتی (۸) اور امام محمدؒ کے قول پر بھی اس صورت میں وہ پانی نجس نہیں ہونا چاہئے جبکہ کچھ دیر وہاں سے عائب رہی ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کسی کثیر پانی سے اس نے پانی پیا ہو اس طرح اس کا منہ دھل گیا ہو۔ (۹)

۹۔ شکاری پرندوں مثلاً شکار، باز، شاہین وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے جبکہ ان کے پالنے والوں کو ان کی چوڑی کے پاک ہونے کا حکم نہ ہو کیونکہ یہ پرندے چوڑی سے پیتے ہیں اور وہ خشک پاک ہڈی ہے لیکن یہ غالب طور پر مردار خور ہیں اس لئے آزاد کو چہ گرد مٹی کی مانند ہوئے جس کراہت کا شہر پیدا ہو گیا بخلاف درندہ چوپایوں کے (۱۰) کیونکہ درندہ چوپائے اپنی زبان سے پانی چیتے ہیں اور ان کی زبان اس لعاب سے تر ہوتی ہے جو ان کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نجس ہے پس شکاری پرندوں اور درندہ چوپایوں کے جھوٹے کے حکم میں فرق ہے اور شکاری پرندوں کا جھوٹا نجس نہ ہونے اور صرف مکروہ ہونے کا حکم ضرورت اور عموم ہوئی کی وجہ سے بھی ہے کہ یہ ہوا (فضا) سے نیچے آ کر پانی

(۱) ط۔ (۲) ع۔ و کردوروش (۳) کبیری و شمع ملتقطا (۴) ع۔ (۵) بہار شریعت (۶) ع۔ و کردوروش وغیرہ

(۷) ش۔ (۸) کبیری و ع۔ و دہا پوش ملتقطا (۹) ش۔ (۱۰) ع۔ و دہا پوش و ع۔ و کبیری ملتقطا

پیتے ہیں اس لئے ان کے جھوٹے سے برتنوں کو محفوظ رکھنا ممکن نہیں ہے خاص طور پر میدانوں اور جنگلوں میں (۱) اور اگر ان کی چونچ کے پاک ہونے کا علم ہو تو کراہت جاتی رہے گی اس لئے کہ امام حسنؑ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر شکاری پرندہ مردار نہ کھاتا ہو جیسا کہ پالتوں باز وغیرہ تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں ہے اور مکروہ اس وقت ہے جبکہ وہ مردار کھاتا ہو اور امام ابو یوسفؒ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے (۲) پس امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر شکاری پرندے عجوس (پالتو) ہوں اور ان کا مالک جانتا ہو کہ ان کی چونچ پر کوئی نجات نہیں ہے تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہیں ہے اور متاخرین مشائخؒ نے اس روایت کو مستحسن کہا ہے اور اس پر فتویٰ دیا ہے (۳) اور اسی طرح جن پرندوں کا گوشت نہیں کھانا جاتا استسنا ان کا جھوٹا پاک اور مکروہ ہے (۴) کوئے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ (۵)

۱۰۔ مطلق غیر مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اگر مطلق غیر مکروہ پانی موجود نہ ہو تو مکروہ نہیں (۶) اس لئے کہ مکروہ پانی بذات خود پاک ہے اور اس کے موجود ہوتے ہوئے صرف تیمم کرنا جائز نہیں ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہا کہ مکروہ پانی کے ہوتے ہوئے وضو اور تیمم دونوں کرے۔

۱۱۔ جن چار نوروں کے جھوٹے کی نجاست و طہارت مختلف فیہ ہے وہ یہ ہیں۔ کتا، خنزیر اور چوپائے درندوں کا جھوٹا نجس ہے (۷) اور چوپائے درندے وہ ہیں جو اپنی کچلیوں (نوک دار دانتوں) سے شکار کرتے ہیں مثلاً شیر، بھیر، چیتا، تیلدوا، لومڑی، میڈر، ہاتھی، بھو، بندر وغیرہ کیونکہ ان کا عاب ان کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور ان کا گوشت ان کے دودھ کی طرح نجس ہے (۸) جس برتن میں کتے نے منہ ڈالا ہو (اس میں کھایا پیا یا اس کو چاٹا ہو) اس برتن کو تین بار دھونا واجب ہے (۹) جیسا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں مروی ہے (۱۰) یعنی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا۔ دھونے سے سب پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھوئے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر اچھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جائے (۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے سات بار دھونا اور پہلی یا آخری مرتبہ مٹی سے ملنا بھی مروی ہے یہ استحباب کے لئے ہے تاکہ اچھی طرح صاف ہو جائے اگر مٹی کے ٹکڑے سے پانی رستا ہو اور کتا اس کو چاٹے تو جو پانی اس ٹکڑے میں ہے پاک ہے (۱۲) جانا چاہے کہ خنزیر، کتا اور تمام چوپائے، درندوں کا جھوٹا نجس ہونے یا نہ ہونے میں ائمہ فقہاء کا اختلاف ہے عام علماء کے نزدیک ان کا جھوٹا نجس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک پاک ہے پس کتے کے جھوٹے کی طرح خنزیر کے جھوٹے میں بھی امام مالکؒ کا اختلاف ہے جیسا کہ اس کے نزدیک پاک ہے اور امام شافعیؒ نے کہا کہ سوائے کتے اور خنزیر کے تمام درندے چوپایوں کا جھوٹا پاک ہے۔ (۱۳)

۱۲۔ جھوٹا مملوک پانی وہ ہے جس کے پاک کرنے والا ہونے میں شک یعنی توقف ہے اور وہ پالتوں گدھے اور شجر کا جھوٹا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور شک اس میں ہے کہ وہ پاک کرنے والا ہے یا نہیں، پس اگر مملوک پانی کے سوا اور پاک یا مکروہ پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے، ورتیم بھی کرے ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے اس لئے ان میں سے کسی ایک پر اتکا کرنا جائز نہیں اور بازو درست ہے کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے مقدم کرے لیکن ہمارے فقہاء کے نزدیک افضل یہ ہے کہ وضو اور غسل مقدم کرے پھر تیمم کرے۔ مملوک یعنی گدھے و شجر کے جھوٹے پانی سے وضو کرے میں نیت کے بارے میں اختلاف ہے بعض

(۱)۔ بحر (۲)۔ ش (۳)۔ بحر و ہادیوع (۴)۔ ع (۵)۔ بہر شریعت (۶)۔ ع (۷)۔ موع و کنز و بدائع

(۸)۔ ش و م و بحر ملخصاً (۹)۔ ہادیوع وغیرہ (۱۰)۔ ہدیوع و بحر وغیرہ (۱۱)۔ بہشتی زیہر (۱۲)۔ ع (۱۳)۔ بدائع

کے نزدیک فرض ہے بعض کے نزدیک نیت فرض نہیں ہے اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ نیت کر لے (۱) اور اس کے بعد جب پاک پانی مل جائے تو مشکوک و مکروہ پانی کا اثر زائل کرنے کے لئے اس سے ان اعضا کو دھو لے جن کو مشکوک و مکروہ پانی لگا ہے (۲) جنگلی گدھے کا گوشت کھانا حلال ہے پس اس کا جھوٹا مشکوک و مکروہ نہیں ہے، اگر ٹھہر کر اس گھوڑی یا گائے ہو تو اس کا گوشت مکروہ نہیں ہے اس لئے اس کا جھوٹا بھی مشکوک نہیں بلکہ پاک ہے کیونکہ ایسے مسائل ہیں اولاد ماں کے تابع ہوتی ہے (۳) اور مشکوک پانی کی صورت میں وضو اور تیمم کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرنا ایک نماز میں پایا جائے اگرچہ دونوں کو جمع کرنا ایک حالت میں نہ پایا جائے حتیٰ کہ اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس کو حدث ہو گیا یعنی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے تیمم کیا اور پھر وہی نماز پڑھی تو جائز ہے کیونکہ وضو اور تیمم کا جمع کرنا ایک ہی نماز کے حق میں پایا گیا اور یہی صحیح ہے (۴) اگرچہ اس نے ادائے واحد میں جمع نہیں کیا (۵) اس لئے کہ ان دونوں میں ایک یعنی وضو یا تیمم اس کو پاک کرنے والا ہے نہ کہ دونوں پس اگر گدھے کا جھوٹا پانی پاک کرنے والا تھا تو اس کی وضو کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز صحیح ہو گئی اور تیمم سے پڑھی ہوئی نماز لغو ہو گئی اور اگر پانی پاک کرنے والا نہیں تھا بلکہ تیمم پاک کرنے والا تھا تو اس کے برعکس تیمم والی نماز صحیح ہو گئی اور وضو والی نماز لغو ہو گئی۔ اور یہ جو اوپر کہا ہے کہ وضو سے نماز پڑھنے کے بعد اس کو حدث ہو گیا تو یہ قید ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اس کو حدث نہیں ہوا اور اس نے تیمم کر کے دوبارہ وہی نماز پڑھی تب بھی بطریق اولیٰ اس کی نماز درست ہے اس لئے کہ اس کی دوسری نماز دونوں طہارتوں کے ساتھ ادا ہوئی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ادائے واحد میں بھی وضو اور تیمم کا جمع ہونا اولیٰ ہے۔ (۶)

۱۲۔ اگر گدھے کا جھوٹا پانی میں اچھے پانی مل جائے تو جب تک یہ مشکوک پانی اچھے پانی پر غالب نہ آجائے اس سے وضو جائز ہے اس لئے کہ وہ امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل پانی کی طرح پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے (۷) اگر دونوں مساوی ہوں تب بھی وہ مشکوک کے حکم میں ہے اور اسے وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرنا واجب ہے۔ (۸)

۱۳۔ ہر جاندار کا پسینہ اس کے جھوٹے کے ساتھ معتبر ہے، یعنی جھوٹے کے حکم میں ہے (۹) کیونکہ لعاب اور پسینہ دونوں اس کے گوشت سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے ایک نے دوسرے کا حکم لیا ہے (۱۰) پس جس کا جھوٹا پاک ہے اس کا پسینہ پاک ہے اور جس کا جھوٹا نجس ہے اس کا پسینہ نجس ہے اور جس کا جھوٹا مکروہ ہے اور اس کا پسینہ مکروہ ہے یعنی اگر اس کا بدن اور کپڑے مکروہ پانی سے ملوث ہیں تو اس حالت میں اس کا نماز پڑھنا مکروہ ہے سوائے گدھے اور خچر کے پسینے کے کہ امام ابو حنیفہؒ سے مشہور روایت کے مطابق ان دونوں کا پسینہ پاک ہے اور یہ اس قول کی بنا پر صحیح ہے کہ اس کی طہارت میں شک ہے (۱۱) چنانچہ گدھے اور خچر کے پسینے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ وہ طاهر ہے، قاضی خاں نے اس کو ظاہر الروایت کہا ہے اور یہ امام صاحبؒ سے مشہور روایت ہے اور ایک روایت میں نجس مغلظ اور ایک روایت میں نجس مخفف ہے اور امام حلاویؒ کے کلام میں آخری دونوں روایتوں کا احتمال ہے مگر انھوں نے بدن اور کپڑے میں نجاست کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط کر دیا ہے۔ (۱۲)

۱۵۔ گدھے اور خچر کا پسینہ و لعاب اگر قلیل (وہ درودہ سے کم) پانی میں گر جائے تو صحیح مذہب کی بنا پر اس کو خراب یعنی مشکوک کر دے گا اگرچہ تھوڑا گرے پس ایسی صورت میں وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے لیکن اگر کپڑے (یا بدن) کو لگ جائے تو وہ کپڑا (اور بدن)

(۱) بخروم و دروغیر مقتضا (۲) م (۳) دروغ لفرقا (۴) بخروش (۵) حایہ الاوطار عن الطحاوی

(۶) ش ملخصا و تمامہ فیرونی الخمر (۷) بخروش (۸) بخروش (۹) ہدایہ منیہ و ع (۱۰) ہدایہ و بحر

(۱۱) کبیری (۱۲) ش ملخصا

پاک ہے اور اس سے نماز جائز ہے خواہ کتنا ہی زیادہ لگا ہو۔ (۱)

مقید پانی:

۱۔ مطلق پانی (جس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے) کے بیان کے بعد مقید پانی (جس سے وضو و غسل جائز نہیں) کی تفصیل بیان کی جاتی ہے (مؤلف) مقید پانی وہ ہے کہ صرف پانی کہنے سے جس کی طرف ذہن جلدی منتقل نہیں ہوتا (جیسا کہ اس کی تعریف پہلے مثلاً بیان ہو چکی ہے مؤلف) اور یہ وہ پانی ہے جو درختوں اور پھلوں اور نباتات (سبزی پتے وغیرہ) سے نچوڑ کر نکالا جائے یا ان سے ٹپک کر لگے یا گلاب کا پانی وغیرہ اور اسی طرح جب مطلق پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے کسی وصف یعنی ذائقہ یا رنگ یا بو کو بدل دے یا اس میں کوئی پاک چیز اس طرح مل جائے کہ وہ پانی اس چیز سے مغلوب ہو جائے اور پانی کا نام اس سے زائل ہو جائے تو یہ مقید پانی کے معنی میں ہو جاتا ہے (۲) مقید پانی کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۲۔ مقید پانی ۱۔ طہارت حاکمہ (وضو و غسل) جائز نہیں ہے اور اس سے اور ہر پہننے والی پاک چیز سے جس سے نجات حقیقہ کا نچوڑا کر اور خشک کر کے دور کرنا ممکن ہو پکڑے اور بدن سے نجات حقیقہ کا دور کرنا جائز ہے۔ (۳)

۳۔ جو پانی نباتات یعنی درخت یا پھلوں یا سبزی پتے وغیرہ سے نچوڑ کر نکالا ہو مثلاً انگور کی تیل اور ریاس (ایک بوٹی جو دوائی کے کام آتی ہے) اور کاسنی وغیرہ کے پتوں یا (کیلے) سے یا انگور، سیب وغیرہ پھولوں سے نچوڑ گیا ہو اس سے وضو جائز نہیں ہے (۴) تمام پھولوں اور پھولوں سے نچوڑے ہوئے پانی کا بھی حکم ہے (۵) اور انگور کی تیل اور پھلوں اور سبزیوں سے جو پانی بغیر نچوڑے خود بخود نکلتا ہو، اظہر یہ ہے کہ اس سے بھی وضو جائز نہیں ہے (۶) یعنی جو پانی درخت یا پھل سے لوگوں نے نچوڑا اور پکا یا ہو اس سے حدث کا دور کرنا بالاحتاق جائز نہیں ہے اور جو پانی ان سے خود بخود پکا ہو اس میں اختلاف ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ اس سے حدث کا دور کرنا جائز نہیں ہے (۷) اور یہ بہت سی کتابوں میں مصرح ہے اور قاضی خاں و صاحب محیط اور کانی نے اسی قول پر اکتفا دیکھا ہے اور جلیہ شرح معنیہ میں ہے کہ یہی وجہ ہے رٹی نے کہا کہ اسی پر اعتماد ہے (۸) پس جو پانی درختوں اور پھلوں وغیرہ سے خود بخود پکا ہو اس سے بھی وضو جائز نہیں ہے اور یہی وجہ و احوط ہے (۹) اور اسی طرح تربوز، خربوزہ، گکڑی اور کھیرا وغیرہ کے پانی سے بھی جبکہ نچوڑ کر نکالا گیا ہو بالاحتاق وضو جائز نہیں ہے اور اگر پانی اس سے خود بخود نکلا ہو تو وہی اختلاف ہے جو انگور کی تیل وغیرہ سے خود بخود نکلنے والے پانی کا اور بیان ہوا اور ظاہر تر یہی ہے کہ اس سے بھی حدث کا دور کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱۰)

۴۔ مطلق پانی میں جب کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف بدل جائے یا وہ اس میں اس طرح سے مل جائے کہ اس پانی کا نام جاتا رہے تو وہ پانی مقید کے معنی میں ہو جاتا ہے (جیسا کہ بدائع سے بیان ہو چکا ہے) پس اس پانی سے حدث کا دور کرنا جائز نہیں ہے جو کسی پاک چیز کے مل جانے سے مغلوب ہو گیا ہو) یعنی پٹی طبیعت و اصل خلقت سے خارج ہو گیا ہو اور اگر پانی غالب ہو حدث کا دور کرنا جائز ہے (۱۱) اور پاک چیز کا غلبہ یا تو کمال احتراز سے ہوتا ہے یا ملنے والی چیز کے غلبے سے ہوتا ہے اور کمال احتراز یا نباتات نے پانی کو اس طرح سے پی لیا ہو کہ وہ پانی نچوڑے بغیر نہ لگل سکے یا کمال یا احتراز ایسی پاک چیز کے پانی میں پکانے سے

(۱)۔ ع۔ دور و ش۔ ملقطاً (۲)۔ بدائع بزیادۃ من بحر (۳)۔ کبیری (۴)۔ درویش و کبیری و ملقطاً (۵)۔ ط

(۶)۔ م۔ دور و ملقطاً (۷)۔ غایۃ الاوطار (۸)۔ ش (۹)۔ ع (۱۰)۔ دور و ش و ع۔ تصرفاً و ملقطاً (۱۱)۔ غایۃ الاوطار

حاصل ہوتا ہے جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو (۱) نباتات کے پانی کو پی لینے سے کمال احتراز حاصل ہونے کی مثال یہ ہے کہ فصل خریف (پت جھڑ کے موسم) میں درختوں کے پتے پانی میں گر جانے سے اگر پانی کے اوصاف یعنی رنگ و بو و مزہ بدل جائیں تو اسے روایت کے مطابق ہرے اصحاب رحمہ اللہ کے نزدیک اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس پانی کا پتلا پن اور اس کا نام باقی رہا ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے (۲) اس لئے کہ اساتذہ سے منقول ہے کہ وہ ان خصوصوں سے جن میں درختوں کے پتے گر جاتے تھے پانی کے اوصاف بدل جانے کے باوجود وضو کیا کرتے تھے اور کوئی کسی کو منع نہیں کرتا تھا (۳) اور ایسی پاک چیز کو پانی میں پکانے سے بھی کمال احتراز حاصل ہو جاتا ہے جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو پس بالآخر، پتے اور مسور کے پانی سے یعنی جس پانی سے ن چیزوں میں سے کسی چیز کو پکایا گیا ہو اور اسی طرح شوربہ سے یعنی جس پانی میں گوشت وغیرہ پکایا گیا ہو اس سے بھی طہارت حکمہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے (۴) پس جس پانی میں کوئی چیز پکائی گئی ہو وہ پکانے کے ذریعہ کمال احتراز حاصل ہونے کی وجہ سے مطلقاً قول کے مطابق مقید ہو جاتا ہے خواہ اس کے اوصاف بدل جائیں یا نہ بدلے اور خواہ اس پانی میں پتلا پن باقی رہے یا نہ رہے (۵) پس جب پانی میں کوئی ایسی چیز پکائی گئی جس سے میل صاف کرنا مقصود نہ ہو تو کمال احتراز حاصل ہونے کے باعث اس پانی سے حدث دور کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس پانی میں پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی رہے بخلاف اس پانی کے جس میں ایسی چیز پکائی گئی ہو جس سے اچھی طرح میل صاف کرنا مقصود ہو مثلاً اشطان وغیرہ تو اس سے حدث کو دور کرنا منع نہیں ہے یعنی جائز ہے۔ لیکن اگر اس سے پانی میں پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی نہ رہے تو اس سے بھی وضو غسل جائز نہیں ہے (۶) چنانچہ جس پانی میں بیری کے پتے پکائے گئے ہوں اس سے میت کو غسل دینا حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، لیکن اگر وہ چیز پانی پر غالب آ جائے تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے کیونکہ وہ پانی ملے ہوئے ستو کی مانند ہو گیا کہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا (۷) اور پانی میں پکائے بطیر ملائی جائے والی پاک چیز یا جامد ہوتی ہے یا مانع (بہنے والی) ہوتی ہے اور وہ مانع اوصاف میں پانی کے موافق ہوتی ہے یا مخالف جیسا کہ آگے تفصیلاً آتا ہے پس پاک جامد چیز کے پانی میں مل جانے سے اس کا غالب پانی کا مغلوب ہو جانا اس وقت پایا جاتا ہے جبکہ پانی کا پتلا پن جاتا رہے کہ وہ کپڑے سے نچوڑا نہ جاسکے اور اس کے بہنے کی صفت باقی نہ رہے کہ جس سے وہ اعضا پر پانی کی طرح بہ نہ سکے، لیکن اگر اس کا پتلا پن اور بہنے کی صفت باقی رہے تو وہ وضو کے جائز ہونے کا مانع نہیں ہے خواہ جامد چیز مثلاً زعفران یا پھل یا درختوں کے پتے مل جانے سے پانی کے تمام اوصاف بدل جائیں جب تک کہ اس پانی سے رنگا نہ جاسکے جیسا کہ زعفران کا پانی یا اس پانی کا دوسرا نام نہ ہو جائے (جیسا کہ شریعت وغیرہ) (۸) جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آتی ہے، مولف

خلاصہ یہ ہے کہ جامد پاک چیز کے پانی میں مل جانے سے پانی کے مقید ہونے کے لئے معجز یہ ہے کہ پانی کا پتلا پن اور اس کا اعضا پر بہنا ختم ہو جائے۔ مانع چیز کے پانی میں مل جانے سے اس کو پانی پر غلبہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ پانی میں اس مانع کا جس کے دو وصف ہوں کوئی ایک وصف مثلاً رنگ یا صرف ذات ظاہر ہو جائے جیسا کہ اگر اس مانع کا ایک ہی وصف ہو تو اس کے پانی میں ظاہر ہو جائے سے اس کو پانی پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور جس مانع میں تین وصف ہوں اس کے کوئی سے دو وصف پانی میں ظاہر ہو جانے سے اس چیز کو پانی پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور اس پانی سے وضو کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر اس کا صرف ایک وصف پانی میں ظاہر ہو تو قلت کے باعث وہ جواز وضو کا مانع نہیں ہے پس اگر پانی میں خوشبو والی پاک مانع چیز پانی سے صرف ایک وصف میں مخالف ہے تو صرف اس وصف کے لحاظ سے غلبے کا اعتبار

(۱) در (۲) - ر و در مستحق (۳) - ش و کیری (۴) - کیری و در و غیرہ مستحق (۵) - ش و در و غیرہ

(۶) - حد کیری و دبا و در و ش و غیرہ مستحق (۷) - دبا و ش و ش (۸) - م و د

کیا جائے گا جیسا کہ بعض قسم کا تربوز صرف ذائقے میں پانی کے مخالف ہوتا ہے تو اس میں صرف ذائقہ کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا اور جیسا کہ گلاب کا پانی کہ یہ مطلق پانی سے صرف خوشبو میں مخالف ہوتا ہے تو اس کے پانی میں مل جانے کی صورت میں خوشبو کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر وہ مانع دو وصف میں پانی کا مخالف ہے جیسا کہ دودھ رنگ اور ذائقہ میں پانی کا مخالف ہے تو دونوں وصفوں میں سے کسی ایک وصف کے لحاظ سے غلبہ کا ظہور معتبر ہوگا اگر دودھ کا رنگ یا ذائقہ پانی میں غالب ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں نہیں پائے گئے تو وضو جائز ہے اگر وہ مانع تمام اوصاف میں پانی کا مخالف ہے جیسا کہ سرکہ کہ اس میں رنگ، ذائقہ اور نوختیوں وصف ہوتے ہیں تو اس کے اکثر اوصاف کا غلبہ ہونا معتبر ہوگا پس اگر پانی کو تینوں اوصاف کے لحاظ سے یا ان میں سے اکثر یعنی دو وصفوں کے لحاظ سے متغیر کر دیا تو اس سے وضو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے پس اگر اس نے صرف ایک وصف کے لحاظ سے پانی کو متغیر کر دیا تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر وہ مانع تینوں اوصاف میں سے کسی وصف میں بھی پانی کا مخالف نہیں ہے جیسا کہ مستعمل پانی مفتیٰ بقول کی بنا پر کہ وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں ہے اور گلاب کا وہ پانی جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو، جب یہ مطلق پانی میں مل جائے تو اس کے اجزاء کا مطلق پانی کے اجزاء سے زیادہ ہونا معتبر ہے۔ پس اگر مطلق پانی زیادہ ہوگا تو اس تمام پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اگر مطلق پانی مغلوب ہوگا تو وضو جائز نہیں ہے یعنی وزن کے لحاظ سے غلبہ ہوگا پس اگر مثلاً دو رطل (پونڈ) مستعمل پانی یا گلاب کا وہ پانی جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو ایک رطل (پونڈ) مطلق پانی میں ملا دیا جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ متغیر پانی کا غلبہ ہے اور اس کے برعکس اگر مطلق پانی زیادہ ہو تو اس تمام پانی سے وضو جائز ہے اور مستعمل پانی کم ہونے کی وجہ سے مستهلك (معدوم) سمجھا جائے گا اور اگر دونوں برابر ہوں تو مشائخ نے کہا ہے کہ وہ احتیاطاً مغلوب کے حکم میں ہے حتیٰ کہ دونوں کے برابر ہونے کی صورت میں اگر اس کے علاوہ اور چھ پانی نہ ملے تو اس پانی کے ساتھ وضو کر کے اس کے ساتھ تیمم کو بھی ملائے۔ (۱)

اور یہ جو فقہاء نے کہا ہے کہ مثلاً دودھ رنگ اور ذائقہ دو وصفوں میں پانی کا مخالف ہے علامہ ربیع نے کہا ہے کہ دودھ کے بارے میں مشاہدہ یہ ہے کہ یہ بوس میں بھی پانی کا مخالف ہے اور اسی طرح تربوز کے بارے میں مشاہدہ یہ ہے کہ یہ خوشبو میں بھی پانی کا مخالف ہے پس فقہاء نے جو دودھ کو صرف دو وصفوں میں اور تربوز کو صرف ایک وصف میں پانی کا مخالف قرار دیا ہے اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے اور نیز بعض تربوز رنگ میں بھی پانی کے مخالف ہوتے ہیں کیونکہ بعض سرخ رنگ کے اور بعض زرد رنگ کے ہوتے ہیں پس غور کر لیجیے۔ (منہ) (اوپر پاک چیز کے پانی میں مخلوط ہونے کا ضابطہ بیان ہوا اب اس ضابطہ کے تحت فروعات و مباحات کے لئے درج کی جاتی ہیں موقوف)

۵۔ اگر مطلق پانی میں مٹی یا بالوریت یا گچ یا چونا مل جانے سے اس کا رنگ وغیرہ متغیر ہو جائے تو اس وضو جائز ہے (۲) یا مطلق پانی میں پتے یا پھل گر جانے سے یا بہت مدت تک پانی ظہر اسنے کی وجہ کے اس سے اوصاف (یعنی رنگ یا مزہ یا بو یا دوا عین اوصاف) میں تغیر آ جائے اور پانی اپنی طبیعت پر باقی رہے یعنی اس کا پتلا پن اور بہنا باقی رہے تو وہ پاک ہے اور اس میں پانی سے وضو جائز ہے کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا اور اس کے معنی بھی باقی ہیں کیونکہ وہ اپنی اصلی خلقت پر باقی ہے مع ہذا اس میں ضرورت کا ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ پانی کو ان چیزوں سے بچانا دشوار ہے (۳) اور اگر وہ پانی کاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے (۴) اور سیلاب کے پانی سے جس میں مٹی ملی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا رنگ بدلا ہوا ہوتا ہے وضو کرنا جائز ہے بشرطیکہ پانی غالب ہو (۵) پس اگر سیلاب کے پانی سے وضو کرے تو جائز ہے اگرچہ اس میں مٹی اور بالو (ریت) ملی ہوئی ہو جبکہ پانی غالب ہو اور پتلا ہو خواہ وہ پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو

اگر پانی بندہ جائے جیسے گیلی مٹی (گارا کچڑ) ہوتی ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ (۱)

۲۔ زعفران اور زردیچ اور کسم کے پانی سے جبکہ پتلا ہو اور پانی غالب ہو وضو جائز ہے اور اگر سرخی غالب ہو اور پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں (۲) اور زعفران اگر اپنی میں مل جائے اور پانی ایسا ہو جائے کہ اس سے کوئی چیز رنگی ہا سکے تو وہ مطلق پانی نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ اس میں گاڑھا پن ہے یا نہیں (۳) اور اسی طرح پھلری یا مازو پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ کھینے میں اس کے نقش ظاہر نہ ہوں اور اگر اس کے نقش ظاہر ہوں تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور وہ پانی مغلوب ہوگا (۴) کیونکہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا (۵) اور مستحکم میں مذکور ہے کہ جب پھلری کو پانی میں ڈال دیا حتیٰ کہ پانی سیاہ ہو گیا لیکن اس کا پتلا پن نہیں گیا تو اس کا رنگ و ذائقہ و بوبدل جانے کے باوجود اس سے وضو جائز ہے اور اسی طرح اگر مازو کو پانی میں ڈال دیا اور پانی کا رنگ سیاہ ہو گیا تو جب تک اس کا پتلا پن باقی ہے اس سے وضو جائز ہے اور اسی طرح جب چنے یا باقلا دفیہ کو پانی میں بھگو یا اور پانی کا پتلا پن رائل نہیں ہوا تو اس سے وضو جائز ہے اگرچہ اس کا رنگ یا ذائقہ یا بوبدل جائے کیونکہ اس قسم کی صورتوں میں پانی کے پتلے پن کا باقی رہنا معتبر ہے۔ (۶)

۷۔ اور اسی طرح گلاب اور تمام پھولوں کے پانی اور ہر قسم کے شربت (اور سونف کا سنی وغیرہ ہر قسم کی دوائی وغیرہ کے کشید کئے ہوئے عرق) اور سرکہ وغیرہ دیگر مائع سے وضو کرنا جائز نہیں ہے (۷) کیونکہ ان چیزوں سے پانی کا نام جاتا رہتا ہے یعنی ان کو عرف عام میں پانی نہیں کہا جاتا مولف)

۸۔ اگر روئی پانی میں بھگوئی جائے اور پانی کا پتلا پن باقی رہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر پانی گاڑھا (بست) ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہوگا۔ (۸)

۹۔ صابن یا اُشنان کا پانی (یعنی جس پانی میں صابن یا اُشنان کو بھگو یا گیا ہو) جب گاڑھا ہو جائے اور پتلا پن جاتا رہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس کا پتلا پن اور لطافت باقی ہو تو اس سے وضو جائز ہے (۹) (اُشنان ایک بوٹی ہے جو ہاتھ وغیرہ اور کپڑے دھونے کے کام آتی ہے اور اس کو جلا کر تکی بناتے ہیں اس کو خرض بھی کہتے ہیں، مولف)

۱۰۔ نبیہ تمر بھی مغلوب پانی کی قسم سے ہے کہ اس سے پانی کا نام جاتا رہا ہے اور اظہر یہ نبیہ تمر سے وضو کرنے کا حکم ہے کہ نبیہ تمر وضو غسل جائز نہیں ہے (۱۰) چنانچا ہے کہ نبیہ تمر کے بارے میں تین مور کا بیان مذکور ہے اول نبیہ تمر کی تفسیر و تعریف دوم اس کے استعمال کا وقت، سوم اس کا حکم۔

نبیہ کی تفسیر و تعریف یہ ہے کہ مطلق پانی میں کچھ کھجوریں یا جھوہارے بھگو دئے جائیں اور وہ پانی مینھا ہو جائے۔ اس میں پتلا پن اور اعضا پر بہنے کی صفت باقی رہے اس کے پینے سے نشہ پیدا نہ ہو اور اس کو آگ پر پکا یا نہ گیا ہو اور اس کے استعمال کے وقت امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے جن اوقات میں تیمم جائز ہے ان اوقات میں نبیہ تمر سے وضو کرنا جائز ہے اور جن میں تیمم جائز نہیں ان میں اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اس حکم کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے تین روایتیں ہیں ایک روایت جو امام صاحب کا پہلا قول ہے یہ ہے کہ نبیہ تمر سے وضو کرنا جائز ہے اور اس حکم کے طور پر اس کے ساتھ تیمم بھی کرے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نبیہ تمر کے ساتھ وضو اور تیمم دونوں کو احتیاطاً جمع کرنا واجب ہے جیسا کہ گدھے کے جھوٹے پانی کا حکم ہے ان دونوں میں سے کسی ایک کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جائز ہے کہ ان میں

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ ع۔ (۳)۔ ش۔ (۴)۔ فتح و مجرد۔ (۵)۔ ش۔ (۶)۔ کیری و مجرد و فتح مستحکم

(۷)۔ ع۔ کیری وغیرہ مستحکم۔ (۸)۔ ع۔ کیری۔ (۹)۔ ع۔ مجرد۔ (۱۰)۔ ش۔ تقریفاً

سے جس کو چاہے مقدم کرے اور جس کو چاہے مؤخر کرے ورامام محمد کا قول بھی یہی ہے۔ اور علیہ البیان میں اسی کو اختیار کیا ورتجیح دی ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ اگر نبیہ تر موجود ہو اور مطلق پانی موجود نہ ہو تو تیمم کرے اور کسی حالت میں نبیہ تر سے وضو نہ کرے اور یہ امام صاحب کا آخری قول ہے اور امام صاحب نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف ورامام شافعی اور امام مالک و امام محمد اور اکثر علماء کا قول بھی یہی ہے اور اس کو طحاوی نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ہمارے فقہاء کے نزدیک یہی صحیح و مختار مذہب ہے۔ اور نبیہ کے بارے میں جو اختلاف مذکور ہوا ہے یہ اس وقت ہے جبکہ کچھ گھوڑوں یا چھوہاروں کو پانی ڈال دیا گیا ہو یہاں تک کہ وہ پانی بیٹھا یا مکمل بہ ترشی ہو گیا ہو اور پتلا اور پانی کی طرح اعضا پر بہنے کے قابل ہو، اس کو آگ پر پکا یا نہ گیا ہو اور نہ ہی اس میں نشہ لانے والی کیفیت پیدا ہوئی ہو۔ پس اگر وہ گھوڑیں یا چھوہارے پانی میں مل نہ ہوئے ہوں اور پانی کے بیٹھا ہونے سے پہلے اس پانی سے وضو کیا ہو تو بلا خلاف وضو جائز ہے اور اگر وہ پانی نشہ آور ہو گیا ہو یعنی اس میں جوش آجائے یا وہ سخت ہو جائے یا اس پر جھاگ آجائے تو بلا خلاف اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا استعمال حرام ہے کیونکہ وہ نشہ آور ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ پانی کچا ہو یعنی آگ پر پکا یا نہ گیا ہو اور اس کو آگ پر تھوڑا سا پکا یا گیا ہو تو صحیح ہے کہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بلا خلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو آگ نے متغیر کر دیا ہے خواہ وہ بیٹھا ہو خواہ مطلق اور خواہ وہ نشہ لانے والا یعنی جوش و جھاگ والا ہو، یا نہ ہو جیسا کہ جس پانی میں بالکل پکا یا گیا ہو اس پانی کا حکم ہے (کہ اس سے وضو جائز نہیں ہے اگرچہ پانی کا پتلا پن باقی ہو مطلق) بمسوط اور محیط میں اسی طرح ہے (۱) کتاب المغنی والحریر میں ہے کہ جس پانی میں کچھ گھوڑیں یا چھوہارے ڈال دیئے گئے اور وہ پانی بیٹھا ہو گیا اور اس سے پانی کا نام زائل نہیں ہو اور وہ پتلا ہے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بلا خلاف اس سے وضو جائز ہے (۲) نبیہ تر کے علاوہ اور کسی قسم کی نبیہ (مثلاً کشمش وغیرہ کی نبیہ) سے عام عہا کے نزدیک وضو جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نبیہ تر سے وضو کا جائز ہونا خلاف قیاس حدیث شریف سے ثابت ہے اور اسی لئے مطلق پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نبیہ تر سے وضو کرنا جائز نہیں ہے پس دوسری قسم کی نبیہوں کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا (۳) جب معلوم ہو گیا کہ نبیہ تر سے وضو جائز نہیں ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحیح و مختار مذہب کی بنا پر اس سے غسل بھی جائز نہیں ہے اگرچہ جن مشائخ کے نزدیک نبیہ تر سے وضو جائز ہے اس سے غسل کرنے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے بمسوط میں غسل کے جواز کو صحیح کہا ہے کیونکہ دونوں حدیثوں میں سے جنابت کی ناپاکی زیادہ بڑھ کر ہے اور غسل کی ضرورت وضو سے کم ہوتی ہے پس غسل کو وضو پر قیاس نہیں کیا جائے گا ورنہ دونوں تصحیحوں کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے جبکہ صحیح و مختار مذہب کے مطابق دونوں حدیثوں کو دور کرنے کے لئے نبیہ تر کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ جب مجتہد نے اپنے ایک قول سے رجوع کر لیا ہو تو اب اس قول کو لینا جائز نہیں ہے (۴) جن مشائخ کے نزدیک نبیہ تر سے وضو و غسل جائز ہے ان کے نزدیک اس سے وضو یا غسل کرنے میں اس کی نیت کرنا شرط ہے جیسا کہ تیمم میں نیت شرط ہے کیونکہ یہ مطلق پانی کا بدلہ ہے (۵) اور مطلق پانی کے موجود ہوتے ہوئے نبیہ تر سے وضو جائز نہیں ہے اور اگر اس سے وضو کیا پھر مطلق پانی مل گیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا (۶) اب وہ مطلق پانی سے وضو کرے (۷) اگر مکروہ پانی اور نبیہ تر پر قادر ہو تو مکروہ پانی سے وضو کرے نبیہ تر سے وضو نہ کرے (۷) اور یہ بات نہیں ہے کہ صحیح مذہب کی بنا پر مکروہ کا جھوٹا نبیہ تر پر مقدم ہے اور پہلے قول کی بنا پر نبیہ کو اس پر مقدم کیا جائے گا اور امام محمد کے نزدیک ان دونوں کو تیمم کے ساتھ جمع کیا جائے گا (۸) پس اگر مشکوک پانی اور نبیہ تر اور مٹی پر قادر ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک (اول قول کی بنا پر) نبیہ تر سے وضو کرے اور کچھ نہ

(۱)۔ بخروج دس و فتح و بدائع مستقلا (۲)۔ ع۔ (۳)۔ بخروج (۴)۔ بخروج و فتح مستقلا (۵)۔ بخروج و فتح مستقلا

(۶)۔ بخروج مستقلا (۷)۔ ع۔ (۸)۔ بخروج

کرے یعنی مشکوک پانی سے وضو نہ کرے اور تیمم بھی نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشکوک پانی سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے اور
نیذہ تر سے وضو نہ کرے (اور یہی امام صاحب کا بھی آخری قول ہے اور یہی مذہب ہے) اور امام محمدؒ کے نزدیک تینوں کو جمع کرے اگر ایک کو
بھی چھوڑے گا تو جائز نہیں ہوگا اور ان تینوں میں سے کسی کا بھی مقدم و مؤخر ہونا یکساں ہے (۱) اور اگر کسی نے تیمم کے ساتھ نماز شروع کی پھر
نیذہ تر کو پایا تو وہ صحیح مذہب کی بنا پر نہ ہونے کی برابر ہے اور پہلے قول کی بنا پر اس نماز کو توڑ دے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس نماز کو پورا کرے اور
پھر نیذہ تر سے وضو کر کے اس نماز کو لوٹائے جیسا کہ اگر وہ (صورت مذکورہ ہے میں نیذہ تر کی بجائے) گدھے کا جھوٹا پانی پائے تو وہ بڑا نفاق
اس نماز کو پورا کرے اور گدھے کے جھوٹے (مشکوک) پانی سے وضو کر کے اس نماز کو لوٹائے۔ (۲)

۱۱۔ جس پانی سے نمک جتا ہے (یعنی نمکین پانی جس میں حم کر نمک ہو جانے کی استعداد ہے) اس سے وضو و غسل کرنا جائز ہے اور
نمک پکھل کر جو پانی بچے اس سے وضو و غسل جائز نہیں ہے (۳) اس لئے کہ نمک پکھل کر حاصل ہونے والا پانی عام پانی کی طبیعت کے برخلاف
گرمی میں جتا ہے اور سردی میں پکھلتا ہے اور صاحب بحر و علائم مقدسی نے اس کا قرار کیا ہے اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ نمک پکھل کر حاصل
ہونے والے پانی سے مطلقاً وضو جائز نہیں ہے خواہ پہلے نمکین پانی سے نمک بندھا ہوا اس کے بعد وہ نمک پکھل کر پانی بنا ہوا یا ایسا نہ ہو۔ (۴)

۱۲۔ پانی کے متعلق تمام احکام میں غسل کا حکم بھی وضو کی مانند ہے اس لئے اکثر وضو کے ساتھ غسل کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ (۵)
متفرقات ۱۰۔ جو مکا گھر میں رکھا ہوتا ہے اور مکے سے پانی نکالنے کے لئے اس کے دروازے میں پرکوزے رکھے ہوتے ہیں اس
مکے سے وضو کرنا اور پانی پینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ ان کوزوں پر نجاست لگی ہوئی ہے۔ (۶)

۱۲۔ ایسے حوض سے وضو (اور غسل) جائز ہے جس کے بارے میں یہ خوف ہو کہ شے اس میں نجاست پڑی ہو مگر اس بات کا یقین نہ
ہو اور اس پر واجب نہیں کہ کسی سے اس کے بارے میں پوچھے اور جب تک اس میں نجاست ہونے کا یقین نہ ہو اس سے وضو کرنا ترک نہ
کرے اس لئے کہ شرع سے یہ ثابت ہوا ہے (۷) سراج ہندی نے فقہ ابولیس سے ذکر کیا کہ پانی میں نجاست کا شک ہونے کی صورت میں
کس سے پوچھنا واجب نہ ہوتا بھرتی حکم ہے اور اگر وہ پوچھ لے تو اس کے دین کے لئے احوط ہے اور اسی بنا پر جب مہمان کے آگے
کھانا پیش کیا جائے تو اس کے بارے میں پوچھنا واجب نہیں ہے (۸) اور اسی طرح جس پانی کا رنگ اور بو خیر ہو گیا ہو جب تک یہ معلوم نہ
ہو کہ یہ خیر نجاست کی وجہ سے ہے اس پانی سے وضو کر لے میں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ کبھی پاک چیز کے پانی میں واقع ہونے سے بھی اس
کا رنگ بدلا جاتا ہے اور کبھی طویل عرصہ تک ٹھہرا رہنے سے بھی اس کی بو وغیرہ میں تغیر آ جاتا ہے (اور اس کی تفصیل ٹھہرے ہوئے پانی کے
بیان میں گذر چکی ہے مولف) اور اسی طرح چھوٹے لڑکے لڑکیاں اور غلام اور لونڈیاں پانی نکالنے کے لئے میلے کھیلے ڈول اور گھرے کوئیں
میں ڈالتے ہیں اور یہاں تو لوگ (جامل و کافر) میلے کھیلے ہاتھوں سے ڈول اور رسی کو ہاتھ لگاتے ہیں، جب تک ان کے ہاتھوں اور ڈول و رسی
وغیرہ پر نجاست کا ہونا یقین طور پر معلوم نہ ہو وہ ڈول اور رسی وغیرہ پاک ہے اور اس کوئیں کے پانی سے وضو اور غسل کرنے اور کھانے پینے
وغیرہ کے لئے استعمال میں لانے کا مضائقہ نہیں ہے اور چھوٹے بچوں اور دیہاتیوں وغیرہ کو خاص طور پر ذکر کیا ہے اس لئے کہ وہ احکام کو نہیں
جانتے ورنہ جو احکام جاننے کے باوجود اپنا کرے تو پانی کے پاک ہونے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہے۔ (۹)

۳۔ اگر پانی کو نجس گمان کیا اور اس سے وضو کر لیا پھر معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو اس کا وضو جائز ہے۔ (۱۰)

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ بحر۔ (۳)۔ در۔ (۴)۔ ش۔ (۵)۔ ط۔ (۶)۔ فتح و بحر دم و مطلقاً

(۷)۔ ع و فتح و بحر دم۔ (۸)۔ بحر۔ (۹)۔ فتح و بحر دم و مطلقاً۔ (۱۰)۔ فتح و در و ع

۴۔ اگر جنگل میں تھوڑا پانی پایا تو اس میں سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے اور اگر اس کا ہاتھ نجس ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جس کے ذریعے اس میں سے پانی نکالے تو اپنا پاک رد مال وغیرہ پانی میں ڈال کر تر کرے اور اس رد مال سے پانی ہاتھ پر گرائے تو ہاتھ پاک ہو جائے گا اور اگر اپنی پی کے کنارے پر کتے کے داخل ہونے کی علامت پائی گئی پس اگر وہ پانی سے اس قدر قریب ہو جس سے معلوم ہو کہ کتا یہاں سے پانی سکتا ہے تو اس سے وضو نہ کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے (۱) اور اگر کتے میں سے کسی جگہ پانی کے نزدیک کسی جنگلی جانوروں کے قدموں کے نشان پائے جانے کی صورت میں اس پانی سے وضو نہ کرے (۲) پس اگر کوئی درندہ جانور قلیل پانی (وہ درندہ) سے کم کے تالاب یا گڑھے وغیرہ پر ہو کر گزارا اور اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اس درندہ نے اس سے پانی پیا ہے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا ورنہ نجس نہ ہوگا (۳) پس پہلی صورت یعنی جنگلی جانوروں کے قدموں کے نشان پائے جانے کی صورت میں اس پانی سے وضو نہ کرنے کا حکم اس بات پر محمول ہونا چاہئے کہ اس کو جنگلی جانوروں کے پانی پینے کا گمان غالب ہو محض شک کی بنا پر وضو کرنا منع نہیں ہے اور یہ جو حوض کے مسئلہ میں اوپر کہا گیا ہے کہ جب تک اس پر یقینی طور پر نجاست کا ہونا معلوم نہ ہو اس سے مراد بھی غالب گمان کا ہونا ہے صرف شک اور وہم کی بنا پر اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں ہوگا (جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے)۔ (۴)

۵۔ جب کسی لڑکے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے گوزے میں ڈال دیا اگر یہ معلوم ہو کہ اس لڑکے کا ہاتھ (یا پاؤں) یقیناً پاک ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے اور اگر اس کا پاک یا ناپاک ہونا معلوم نہیں ہے تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے (پاک) پانی سے وضو کرے اور اس کے باوجود اگر اسی سے وضو کر لیا تو جائز ہوگا۔ (۵)

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے پاؤں دھو کر اس پانی میں داخل ہوا جو حرم کے صحن میں گرا ہوا ہے اور پھر ہر گھٹا پس، مگر حرم میں کسی جنبی کا نہ ہونا معلوم نہیں ہوا تو جائز ہے اگرچہ وہ پھر پاؤں نہ دھوئے اور اگر حرم میں کسی جنبی کا نہ ہونا معلوم ہوا تو امام محمد کی روایت کے بموجب پاؤں دھونا لازم نہیں اور یہی ظاہر ہے۔ (۶)

۷۔ اگر قلیل پانی میں نجاست گر جائے اور اس پانی کا کوئی وصف یعنی رنگ یا بو یا مزہ بدل جائے تو اس سے فائدہ اٹھانا کس حال میں بھی جائز نہیں ہے پس اس کو کسی طرح کام میں نہ لائے اور وہ پیشاب کی مانند ہوگا اور اگر پانی کا کوئی وصف بھی تبدیل نہیں ہوا تو اس سے فائدہ اٹھانا مثلاً مٹی بھگوتا (گاڑا بنانا) اور جانوروں کو پلا، ناجائز ہے (۷) اگر اس مٹی (گاڑا) کو مسجد میں نہ لگایا جائے۔ (۸)

۸۔ اگر کوئی شخص کسی پانی کی جگہ پر وارد ہوا اور اس کو کسی مسلمان شخص نے خبر دی کہ یہ پانی ناپاک ہے تو اس کو اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، فقہانے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ مسلمان شخص عادل ہو اور گروہ فاسق ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر وہ ایسا ہے جس کا حال پوشیدہ ہے یعنی اس کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہیں ہے تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ (۹)

۹۔ جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے بند پانی میں بھی پیشاب کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار ہے (۱۰) اور قادی قاضی خاں میں ہے کہ جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے اور بند پانی میں پیشاب کرنے کے بارے میں فقہاء ابوللیث سے منقول ہے کہ بالاجماع حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اور یہ کراہت تحریمی پر محمول ہے کیونکہ حدیث شریف سے زیادہ سے زیادہ کراہت تحریمی ہی کا افادہ ہوتا ہے پس اس بنا پر جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہونا چاہیے تاکہ دلوں میں فرق

(۱)۔ ع۔ (۲)۔ ع۔ (۳)۔ ع۔ (۴)۔ ع۔ (۵)۔ ع۔ (۶)۔ ع۔

(۷)۔ ع۔ (۸)۔ ع۔ (۹)۔ ع۔ (۱۰)۔ ع۔

(۱)۔ ہو جائے۔

۱۰۔ حوض میں کسی قسم کا شیرہ جمع ہے اس میں پیشاب پڑ گیا اگر وہ حوض وہ در درہ ہے تو وہ شیرہ ناپاک نہیں ہوگا اور اگر حوض اس سے کم ہے تو وہ شیرہ ناپاک ہو جائے گا جیسا کہ بند (ظہر اہوا) پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ (۲)

۱۱۔ دھوپ سے گرم شدہ پانی سے طہارت یعنی وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اگرچہ پانی خود بخود دھوپ سے گرم ہوا ہو کیونکہ اس سے برص کی بیماری لاحق ہونے کا اندیشہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور یہ کراہت حثرت کی ہے۔ (۳)

۱۲۔ جو ہاتھی سے بھاگ کر پانی کے پیلے پر ہو کر گزرا تو خمس الاثر ملوائی نے ذکر کیا ہے کہ اگر ہاتھی نے اس کو زخمی کر دیا تھا تو پیالہ نجس ہو جائے گا اس لئے کہ وہ ہاتھی کے خوف سے اکثر پیشاب کر دیتا ہے اور یہی مختار ہے (۴) لیکن نہراغہ کس میں بھتی سے منقول ہے کہ فتویٰ اس کے خلاف ہے، یعنی نجس نہیں ہوگا کیونکہ اس کے پیشاب کر دینے میں شک ہے۔ (۵)

تیمم کا بیان

تیمم وضو اور غسل کا قائم مقام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان بڑی نعمتوں میں سے ہے جو اسی امت کے ساتھ خاص ہیں انہی امتوں میں تیمم نہ تھا، خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے یا اسی طرح نجاست کی حالت میں نماز پڑھتے ہوں گے یا نماز وغیرہ ان کو چھوڑنی پڑتی ہوگی۔

تیمم کی تعریف: پاک مٹی یا کسی ایسی چیز سے جو مٹی کے حکم میں ہو بدن کو نجاست سے پاک کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

جو چیزیں تیمم میں ضروری ہیں

تیمم واجب ہونے کی شرطیں: وجوب تیمم کی شرائط آٹھ ہیں جیسا کہ وضو کے وجوب کی ہیں یعنی ۱۔ عاقل ہونا، ۲۔ بالغ ہونا، ۳۔ اسلام، ۴۔ پاک مٹی وغیرہ پر قادر ہونا، ۵۔ حدث کا پایا جانا، ۶۔ ۷۔ حیض و نفاس کا منتقع ہونا یعنی نہ ہونا، ۸۔ صاحب عذر کے لئے وقت کا ٹک ہونا۔ (قائدہ) مذکور شرائط میں سے بعض ایسی ہیں جو صحت تیمم اور وجوب تیمم دونوں میں مشترک ہیں۔

تیمم صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ نیت: (پس نیت کے تیمم جائز نہیں اور اس کا وقت مٹی وغیرہ پر ہاتھ مارنے کے وقت ہے) بعض کے نزدیک چہرے کے مسح کے وقت۔ نماز جائز ہونے کے لئے حدث اور جنابت کو دور کرنے (پاک ہونے) کی یا نماز جائز ہونے کی یا اس عہدوت مقصودہ (عبادت مقصودہ، عبادت ہے جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کسی دوسری عبادت کے ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو جیسے نماز، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ بخلاف وضو اور قرآن مجید کے چھونے اور مسجد میں جانے کے کہ ان سے صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دوسری عبادتوں کا ادا کرنا بھی منظور ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ عبادت بالذات مقصودہ ہو دوسری عبادت کا وسیع نہ ہو) کی جو عبادت کے بغیر جائز نہ ہو نیت کرے مثلاً نماز جنازہ یا مسجد تلاوت کی نیت سے تیمم کرے تو اس سے فرض نماز پڑھ لینا جائز ہے حدث اور جنابت کے تیمم میں فرق کرنا یا غسل اور وضو کے لئے دو تیمم کرنا فرض نہیں بلکہ دونوں میں سے محض کسی ایک کی نیت۔ سے تیمم کر لے تو دونوں ہو جائیں گے مثلاً اگر جہی نے وضو کے ارادہ سے تیمم کیا تو غسل اور وضو دونوں کے لئے جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر مسجد میں جانے (اس طرح کہ مسجد میں پانی ہے اور جہی تیمم کر کے غسل کے لئے مسجد میں داخل ہوا) یا مسجد سے باہر آنے کے لئے (اس طرح کہ مسجد میں با وضو داخل ہوا پھر وضو ٹوٹ گیا اور وہ تیمم کر کے باہر آیا) یا قرآن مجید صرف چھونے یا اس کو لکھنے کے لئے اذان یا اقامت (یہ سب عبادات مقصودہ نہیں ہیں) یا بغیر چھونے تلاوت کرنے یا غسل و دفن میت یا زیارت قبور یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا محض کسی کو سٹھانے یا خود سیکھنے کے لئے جب کہ نماز وغیرہ کی نیت نہ کی ہو (ان سب کے لئے طہارت شرط نہیں) یا کافر نے مسلمان ہونے کی نیت سے تیمم کیا اور مسلمان ہوا

(اس لئے کہ وہ اس وقت نیت کا اہل نہ تھا وغیرہ) (پس جو عمل اپنی صحت میں نیت کا محتاج ہے وہ کافر سے صحیح نہ ہوگا اور جس میں نیت ضروری نہیں جیسے وضو و صحیح ہوگا پس کافر اسلام لانے کے بعد سابقہ وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے اور تیمم سابق سے نہیں پڑھ سکتا) ان سب صورتوں میں اس تیمم سے نماز جائز نہیں بلکہ پانی پر قادر نہ ہونے کی حالت میں نئے سرے سے تیمم کرے کیونکہ یہ سب ایسی عبادات مقصودہ نہیں جن کے لئے طہارت شرط ہو بلکہ یہ بغیر طہارت کے بھی صحیح ہیں یا طہارت شرط ہے مگر وہ عبادت مقصودہ نہیں ہیں۔ اگر عبادہ شکر کے لئے تیمم کیا تو شیخیں کے نزدیک اس سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک بحد و شکر عبادت مقصودہ نہیں اور امام محمد کے نزدیک پڑھ سکتا ہے کیونکہ یہ ان کے نزدیک عبادت مقصودہ ہے۔ جنہی نے قرآن مجید پڑھنے کے لئے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ یا عیدین یا سنتوں کے لئے اس وجہ سے تیمم کیا ہو کہ وضو میں مشغول ہوگا تو یہ نمازیں فوت ہو جائیں گی تو اس تیمم سے اس خاص نماز کے سوا کوئی دوسری نماز جائز نہیں اور اگر نماز جنازہ کے لئے اس وجہ سے تیمم کیا کہ بیمار تھا یا پانی موجود نہ تھا تو اس سے فرض نماز اور دیگر عبادتیں سب جائز ہیں۔ بیمار یا معذور (یعنی بے دست و پا) کو کوئی دوسرا شخص تیمم کرائے تو جائز ہے اور نیت کرتا مریض پر فرض ہے تیمم کرانے والے پر فرض نہیں (جن عبادتوں کے لئے دونوں حدوں سے طہارت شرط نہیں جیسے سلام کرنا اور سلام جواب دینا وغیرہ ان کے لئے وضو اور غسل کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدیث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے قرآن پاک کی تلاوت اور اذان وغیرہ ان کے لئے صرف حدیث اصغر (وضو) کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور ان تیمموں سے وہی عبادتیں جائز ہیں، دوسری نہیں)۔

۲۔ عذر: جس شخص کے لئے تیمم جائز ہوتا ہے اور وہ پانی پر قادر نہیں ہوتا اس کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ پانی کا دور ہونا، پس جو شخص پانی سے ایک میل دور ہو خواہ شہر میں ہو یا باہر مسافر ہو یا متمم سفر قلیل ہو یا کثیر اس کو تیمم جائز ہے۔ مسافت (فاصلے) کی مقدار میں یہی مختار ہے صحیح قول یہ ہے کہ میل فرسخ کی تہائی ہے اور وہ چار ہزار گز ہے ہر گز چوبیس انگشت کا اور ہر انگشت کی چوڑائی چھ جو کے برابر ہوتی ہے اس طرح کہ مروجہ کا پیٹ دوسرے جو کی پیٹھ سے ملا ہو اور جو حجر کے بالوں کے برابر ہے (اور نہ کورہ بالا چار ہزار گز کا فاصلہ ہمارے زمانہ کے اعتبار سے دو ہزار گز کے برابر ہے یعنی انگریزی میل کے اعتبار سے ایک میل ایک فرلانگ ہیں گز یا ایک عشایہ آٹھ کلومیٹر ہوا) اور مسافت کا اعتبار ہے وقت چمنے جانے کا خوف نہیں، پس اگر آدمی میل پر پانی ہو اور وقت تنگ ہو تو وضو کر کے نماز پڑھے چاہے وقت قضا ہو جائے۔

۲۔ درندے یا دشمن کے خوف سے بھی تیمم جائز ہے خواہ خوف اپنی جان کا ہو یا مال کا خواہ وہ ماں اپنا ہو یا امانت کے طور پر ہو، اسی طرح سانپ یا آگ یا چور یا کسی اور بلا اور موزی کا خوف ہو تو تیمم کر لے۔ اگر قرضہ دار کو قرض کے قائلے کا اور جس کا خوف ہو جس کا قرض نہیں دے سکتا تو تیمم جائز ہے اور اگر مقرض مقدور والا ہو تو بذر نہیں اس لئے کہ وہ قرض ادا کرنے میں دیر لگانے کی وجہ سے ظالم ہے اگر عورت کو اپنا خوف ہو اس سبب سے کہ پانی فاسق کے پاس ہے تو بھی تیمم جائز ہے۔

۳۔ پیاس کا خوف۔ اسی طرح اگر اپنی پیاس کا یا اپنے ساتھی رفیق کی یا اہل قافلہ میں سے کسی اور شخص کی خواہ آشا ہو یا اجنبی یا اپنے سواری کے جانور کی یا اپنے لیے کتوں کی جو چوہ پاؤں کی حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے ہیں پیاس کا خوف ہو اسی وقت یا آئندہ اور اسی طرح اگر آگوندہ ہونے کی ضرورت ہو تو جائز ہے اور شور و پاکیانے کی ضرورت کے لئے جائز نہیں۔

۴۔ بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا خوف۔ جنہی کو اگر یہ خوف ہو کہ نہانے میں سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا درجہ جھل میں پانی گرم کرنے یا آگ تاپنے یا لحاف وغیرہ کا بھی انتظام نہیں ہے تو بالا جماع تیمم جائز ہے اور اگر شہر کے اندر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک

یہی حکم ہے اور صاحبین کا اختلاف ہے، اور یہ اختلاف جب ہے کہ اس کے پاس اسے دھو کر ہاتھ دھو کر پانی گرم کرنے کا سامان ہے اور نہ محفوظ مکان اور نہ ایسا لباس ہے، اور جو یہ ہو سکے تو تیمم بالا جماع جائز نہیں۔ اگر تندرست بے وضو کو یہ خوف ہو کہ اگر وضو کرے گا تو سردی سے مر جائے گا یا بیماری ہو جائے گا توئی اس پر ہے کہ اس کو تیمم جائز نہیں کیونکہ خوف محض وہم ہے جو عادتاً غالباً تحقق نہیں لیکن اگر خوف محقق ہو تو جائز ہے۔ اور اگر مریض کو پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جائے یا صحت دیر میں ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر لے اور اس میں فرق نہیں کہ حرکت سے مرض بڑھ جائے۔ جیسے رشہ (جانور، ناردا) کی بیماری ہو، یا پھوڑا۔ یا درست آتے ہو یا پانی کے استعمال سے مرض زیادہ ہو جائے مثلاً چپک نگی ہو یا اسی طرح کی کوئی اور بیماری ہو، یا کوئی وضو کرانے والا شخص نہ ملے اور بیمار خود وضو نہ کر سکے لیکن اگر کوئی خادم ملے یا دستور کے مطابق اجرت دے کر ملتا ہو اور وہ مزدور مقرر کرنے کی اجازت دے سکے ہو۔ یا اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو کہ اگر اس سے مدد لے گا تو وہ مدد کرے گا تو ظاہر مذہب کے بموجب تیمم نہ کرے اس لئے کہ وہ پانی پر قادر ہے اور یہ خوف اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اس کو علامت سے یا تجربہ سے گمان غالب ہو، یا کوئی طبیب کامل مسلمان جس کا فتنہ ظاہر نہ ہو خبر دے، طبیب فاسق و کافر یا غیر مازق یا شخص اپنے خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر چپک نگی ہو یا زخم ہوں تو اکثر کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس جنابت میں اکثر بدن کا اعتبار کریں گے (یعنی پائش کی راہ سے) اور حدث میں اکثر اعضائے وضو کا اعتبار کریں گے (یعنی شامی رہے) اگر بدن کتر صحیح ہو اور تھوڑے میں زخم ہو تو صحیح کو دھو لے ورنہ زخم پر اگر ہو سکے تو مسح کرے اور اگر اس پر مسح نہ ہو سکے تو ان نکلویں پر مسح کرے جو ٹوٹی ہڈی پر باندھتے ہیں یا منی کے اوپر مسح کرے اور غسل اور تیمم کو منع نہ کرے۔ اگر آدھے اعضائے وضو صحیح ہوں اور آدھے زخمی تو اعضائے صحیح کو دھو لے اور زخمی کو مسح کر لے۔ اگر آدھا بدن صحیح ہو اور آدھا زخمی ہو تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور اس میں یہ ہے کہ تیمم کرے ورنہ پانی کا استعمال نہ کرے اور اگر آدھے صحیح دھو لے اور زخمی کو مسح کرے۔ اگر چہ پانی پر مسح ہو جبکہ مسح ضرر کرنا ہو، اور اگر مسح ضرر کرنا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونوں ماقط ہیں، مسح عضو کے دھونے سے اگر زخمی عضو کو پانی پہنچتا ہو تو تیمم کرے۔ بیمار کو گرم پانی سے ضرر نہ ہو اور ٹھنڈے سے ہو تو گرم پانی سے وضو کرے اس کو تیمم جائز نہیں اور یہی حکم گرم اور ٹھنڈے وقت کا ہے۔

۵۔ ایسی نماز کے فوت ہونے کا خوف جس کا قائم مقام و بدل نہ ہو جیسے نماز عیدین خسوف (چاند گرہن) کسوف (سورج گرہن) نماز جنازہ اور سوکدہ سنتیں اگرچہ فجر کی سنتیں ہوں جبکہ فقط ان کے فوت ہونے کا اثر ہو تو ان سب صورتوں میں تیمم جائز ہے (اور اس کی صورت یہ ہے کہ پانی ایک میل سے کم فاصلے پر ہے، خادم پانی لینے گیا ہے لیکن اس کے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہے گا تو تیمم کر کے فجر کی سنتیں پڑھے پھر جب پانی آئے تو وضو کر کے فرض ادا کرے۔ لیکن اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہوئے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اس لئے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرے گا) اور جو اس طرح فوت ہو کہ اس کا کوئی قائم مقام اور بدل بھی ہو جیسے جمعہ کی نماز کہ ظہر اس کا قائم مقام ہے اور وقتی نماز کہ قضا اس کا قائم مقام ہے تو وہاں تیمم جائز نہیں۔ عید کی نماز میں اگر نماز شروع کرنے سے پہلے وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تو امام کے واسطے تیمم جائز نہیں اور اگر وقت چلے جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔ مقتدی کو اگر یہ خوف نہ ہو کہ وضو کرنے میں عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو تیمم جائز نہیں ورنہ جائز ہے اگر امام یا مقتدی نے تیمم سے عید کی نماز شروع کی پھر حدث ہو ورنہ تیمم کر کے اسی پر ہاتھ نماز کو بنا کیا تو بلا اختلاف جائز ہے اور یہی حکم بالا جماع اس صورت میں ہے کہ وضو سے نماز عید شروع کی تھی اور وقت کے جاتے رہنے کا خوف ہے تو تیمم کر کے بنا کرے اور اگر وقت جاتے رہنے کا خوف نہیں، پس اگر اس کو یہ امید ہے کہ امام کے نماز

پورا کرنے سے پہلے وضو کر کے شامل ہو جائے گا تو بالاجماع تیمم جائز نہیں اور اگر یہ امید نہیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تیمم کر کے بنا کر اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

۶۔ پانی نکالنے کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے عجز۔ مسافر جب کنوئیں پر پہنچے اور اس کے پاس ڈول درسی نہ ہو تو تیمم کرے اگر ڈول ہو درسی نہ ہو یا درسی ہو اور ڈول نہ ہو، یا ڈول تاپاک ہو تو بھی تیمم کرے (یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکال سکے ہو تو اس کو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پورا پورا وضو چند مرتبہ میں ادا ہو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں) اگر کسی کے پاس کپڑا تو موجود ہے مگر قیمتی ہے اس کو کنوئیں میں ڈالے تو کپڑا خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے مثلاً کچا رنگ ہونے کی وجہ سے بد رنگ ہو جائے گا یا نصف نصف باندھنے سے پانی تک پہنچتا ہے تو اگر بقدر ضرورت پانی کی قیمت سے زیادہ نقصان اس کپڑا کے تر ہونے یا پھاڑنے سے لازم آئے تو تیمم کرے ورنہ اس کپڑے کو کنوئیں میں ڈال کر اور نچوڑ کر وضو کرنا ضروری ہے اور تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر اس کے ساتھی کے پاس ڈول اس کی ملک ہو اور وہ ساتھی کہے کہ تو ظہر یہاں تک کہ میں پانی بھروں پھر تجھ کو دوں گا تو مستحب یہ ہے کہ اگر وقت فراخ ہو تو انتظار کرے اور اگر تیمم کر لیا اور انتظار نہ کیا تو جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کا انتظار واجب ہے کہ فارغ ہو کر دوں گا اور اگرچہ وقت نماز کا چلا جائے۔ اگر نہر کے اوپر پانی جم گیا ہے اور اس کے نیچے پانی ہے اور اس کے کانٹے کا آئینہ بھی موجود ہے یا فقط برف یا بست پانی ہے اور پگھلانے کا آلہ موجود ہے تو تیمم نہ کرے (بلکہ پانی نکال کر وضو کرے) یہی قول ظاہر ہے، اگرچہ بعض کے نزدیک تیمم کر لے تو جائز ہے، کوئی مسلمان شخص دار الحرب میں قید ہو گیا۔ اگر کفار اس کو وضو اور نماز سے منع کریں، یا کسی بھی قید خانے میں ہو اور قید خانے والے اس کو وضو اور نماز سے منع کریں تو تیمم کر لے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے پھر جب وہاں سے آزاد (رہا) ہو جائے تو اس کا اعادہ کرے اور یہی حکم اس شخص کا ہے جس سے کوئی یوں کہہ دے (مثلاً، لک غلام سے کہے) کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھ کو قید کر دوں گا یا قتل کر دوں گا تو وہ بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ قیدی کی طرح کرے اس نے کہ ان صورتوں میں عجز بندوں کے فعل سے واقع ہو ورنہ بندوں کے فعل سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط نہیں ہوتا پس عذر دور ہونے پر اعادہ کرے، اسی طرح فاسق مرد اور قرض خواہ وغیرہ کے خوف دلائل سے تیمم کر کے نماز پڑھی تو خوف رفع ہونے پر نماز کا اعادہ کرے اور اگر یہ خوف خود بخود پیدا ہو کر تیمم سے نماز پڑھی تو اعادہ نہ کرے اس لئے کہ اب عجز بندہ کی طرف سے نہیں پایا گیا۔ اور اگر سفر میں قید ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ عجز حقیقی کے ساتھ عذر سفر بھی مل گیا اور اکثر سفر میں پانی کا نہ ملنا ہوتا ہے پس ہر طرح سے عدم تحقق ہوا۔ اگر مریض وضو اور تیمم پر قادر نہ ہو اور اس کے پاس وضو کرانے والا اور تیمم کرانے والا نہ ہو تو امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نماز نہ پڑھے اور تندرست ہونے پر قضا پڑھے اور تندرست ہونے پر قضا پڑھے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز والوں سے مشابہت کرے اور ایسا ہی قیدی کا قید خانے میں حکم ہے جبکہ وہ پانی یا پاک مٹی نہ پاتا ہو اور زمیں یا دیوار سے بھی نہ کھود سکتا ہو۔ اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہلوں سے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک کئے ہوئے ہوں اور اس کے منہ پر زخم یا پھوڑے ہوں تو بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے اور تیمم نہ کرے اور پھر اس نماز کا اعادہ نہ کرے یہی اصح ہے۔ کسی شخص کا یہ حال ہے کہ اگر وضو کرتا ہے تو پیشاب جاری ہو جاتا ہے (یعنی سلس ابول ہے) اور جو وضو نہ کرے تو اب نہ ہوگا اس کے لئے تیمم جائز ہے۔

۳۔ مسح مٹی یا مٹی کی جنس پر کرنا۔ پاک مٹی پر یا جو چیز زمیں کی جنس سے ہے اور اس پر تیمم کرے، اگرچہ اس پر گرد و غبار نہ ہو، جو چیزیں جل کر راکھ ہو جائیں جیسے لکڑی اور گھس اور ان کے مثل اور جو چیزیں پتھر کر نرم ہو جائیں جیسے لوہا کانسی، تاجا شیش، سونا، چاندی

اور مثل ان کے وہ جنس جو زمین سے نہیں ہیں اور جو ایسی نہ ہوں وہ جنس زمین سے ہیں۔ پس مٹی، ریت، شورہ جو زمین سے بنا ہو پانی سے نہ بنا ہو (کچا چونا سرس، ہڑتال، گیر، گندھک، فیروزہ، حقیق، زمرد، زبرجد، یاقوت وغیرہ پتھر کی اقسام پختہ ایشہ اور مٹی کے کپے برتن یعنی مٹی کے گھڑے ابد ہونے وغیرہ سے خواہ اس میں پانی بھرا گیا ہو یا نہ بھرا گیا ہو تو تیمم جائز ہے لیکن اگر ان پر ایسی چیز کا رنگ ہو جو زمین کی جنس سے نہیں ہے تو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ چینی کے برتنوں سے تیمم جائز نہیں اس لئے کہ ان پر کاج کا رنگ کارونہ ہوتا ہے۔ ہاں اگر جنس زمین سے رنگ ہو جیسے گیر دے تو جائز ہے، پتھر پر تیمم جائز ہے خواہ اس پر غبار ہو یا نہ ہو، مثلاً دھلا ہو یا چمکا ہو، خواہ پتھر ہو یا بغیر پتھر ہو ہر قسم اور ہر رنگ کی مٹی پر مثلاً سرخ سیاه، سفید، زرد اور سبز پر تیمم جائز ہے، نیز تر زمین اور گیلی مٹی پر تیمم جائز ہے جبکہ مٹی غالب ہو، اگر پانی غالب ہو یا برابر ہو تو تیمم جائز نہیں۔ اس سردار رنگ پر جو کان سے لگے تیمم جائز ہے اور جو کسی اور چیز سے بنایا جائے اس پر جائز نہیں۔ نمک اگر پانی سے بنا ہو تو بالافاق اس پر تیمم جائز نہیں اور اگر نمک معدنی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور فقہانے نے دونوں کی صحیح کی ہے لیکن فتویٰ جو زہر ہے، زمین یا پتھر مل جائے اور اس کی مٹی پر تیمم کرے تو اس میں یہ کہ جائز ہے جبکہ دوسری گھاس وغیرہ کی راکھ اس سے نہ لے یا غالب نہ ہو ورنہ جائز نہیں، اگر پیسے ہوئے موتیوں پر یا بغیر پیسے پر تیمم کرے تو جائز نہیں مگر لکے سے بھی تیمم جائز نہیں کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہے جو پانی کی تہ میں جمتی ہے اور جو اس سے جواز کے قائل ہیں وہ اس کو اجزائے زمین سے سمجھتے ہیں۔ صاف کئے ہوئے سونے چاندی پر جائز نہیں اور کان سے لگے ہوئے پرجس میں مٹی ملی ہوئی ہو اور غلبہ مٹی کا ہو تو جائز ہے۔ راکھ، (مگر پتھر کی راکھ پر تیمم جائز ہے) منبر، کافور اور مشک پر تیمم جائز نہیں مگر پتھر کی راکھ پر تیمم جائز ہے، مے ہوئے پانی سے تیمم جائز نہیں اگر مٹی پر قدرت ہو جب بھی غبار تیمم جائز ہے۔ یہی صحیح ہے اور غبار سے تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کپڑے یا عمدہ یا تانبہ وغیرہ کے برتن پر یا مثل ان کے ظاہر (پاک) چیزوں پر جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں اور ان پر غبار ہے دونوں ہاتھ مارے پس جب غبار اس کے ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا اٹھا دے اور جب اس سے غبار اٹھے تو اپنے ہاتھ غبار کی طرف ہوا میں اٹھائے اور جب غبار اس کے ہاتھوں پر پڑے تو اس سے تیمم کرے۔ اگر غبار منہ اور ہاتھوں پر پڑ گیا اور اس نے تیمم کی نیت کر کے ان پر مسح کر لیا تو جائز ہے اور اگر مسح نہیں کیا تو جائز نہیں، مگر اپنے دونوں ہاتھ گھسیں یا جو یا کسی اور اناج کے دونوں پر رکھے اور اس کے ہاتھوں کو غبار لگ جائے اور اس کا اثر ظاہر ہو تو اس سے تیمم جائز ہے اگر ظاہر نہیں ہو تو جائز نہیں۔ اگر مٹی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جو زمین کی جنس سے نہیں ہے تو غائب چیز کا اعتبار ہوگا۔ اگر مسافر کچھ یا دلہل میں ہو اور وہاں خشک مٹی نہ ملے اور اسے کپڑوں اور زمین پر غبار بھی نہیں تو اپنے کپڑے یا سواری کی کاغذی پر، یا جسم کے کسی حصے پر کچھ لگائے اور جب وہ خشک ہو جائے تو اس سے تیمم کر لے لیکن جب تک وقت کے جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تب تک گیلی مٹی سے تیمم نہ کرے کیونکہ اس میں بلا ضرورت منہ پر مٹی بھرے گی اور یہ سورت مثلاً (تبدیل ہیئت) کی ہے یعنی اس حالت میں گلی مٹی سے تیمم جائز مگر خلاف اولیٰ ہے اور اگر وقت جاتا ہو تو بدرجہ مجبوری اسی کچھڑے تیمم کر لے جب کہ مٹی غالب ہو، نماز قضاء نہ کرے اور اگر مٹی پر پانی غالب ہے تو اس سے تیمم جائز نہیں، نجس کپڑے کے غبار سے تیمم جائز نہیں۔ لیکن اگر غبار کپڑے کے خشک ہو جانے کے بعد پڑا ہو تو جائز ہے، زمین پر جب نجاست لگ جائے پھر وہ خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر چارہ تار ہے تو وہ پاک ہوگی اس پر نماز پڑھنا درست ہے لیکن تیمم درست نہیں کیونکہ وہ پاک کرنے والی نہیں ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے جس زمین پر تیمم جائز نہیں مگر اس کا غبار کپڑے پر پڑے تو اس کی گرد سے تیمم جائز نہیں البتہ کپڑا پاک ہے، جس جگہ سے ایک شخص نے تیمم کیا دوسرا بھی کر سکتا ہے بلکہ خواہ کتنے ہی آدمی کر لیں یا ایک ہی آدمی کئی بار ایک ہی جگہ سے تیمم کرے تو بھی جائز ہے اور اس سے وہ جگہ مستعمل نہیں ہو جاتی یہاں تک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے ہاتھ کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اس مٹی پر بھی تیمم جائز ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ

مسکو کی دیوار باز مین سے ختم ہوا تھا۔ نیا مکروہ ہے وہ لفظ ہے، مگور وغیرہ کے خاک آلودہ ذروں کی گرد سے بھی ختم جائز نہیں۔

۴۔ استیجاب (یعنی پورا پورا کرنا) اس طرح مسح کرنا کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو حتم نہ ہوایس اگر کوئی شخص بیہودوں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اس کا مسح نہ کرے تو حتم صحیح نہیں ہوا اس کی احتیاط کرنی چاہئے۔ حتم میں رومن، چربی، موسم، جنگ، انگوٹھی، کنگن، چوڑیاں وغیرہ نکال دینا ضروری ہے تاکہ مسح پوری طرح ہو جائے۔ انگوٹھی، کنگن، چوڑی وغیرہ کو حرکت دے دینا کافی نہیں ہے بلکہ اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کے نیچے بھی مسح کرے، دونوں ہاتھوں کے بیچ میں جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کرے ورنہ نہ زانیہ ہوگی۔
نہوں کے اندر مسح کرنا درکار نہیں اگر انگلیوں کے بیچ میں غبار داخل نہ ہو تو ان کا خلال کرنا واجب ہے لیکن اتنی چربی ہوئی ہوں کہ ہونٹ چسپ جائیں تو انھیں اٹھا کر ہونٹوں کے باہر حصہ کا مسح کرے ورنہ حتم جائز نہ ہوگا۔ آنکھوں اور منہ کو عادت کے خلاف تکلف سے بند نہ کریں اگر ایسا کیا اور طہری حصہ (جو عادت کے مطابق منہ بند ہونے پر کھلا رہے) مسح سے رہ گیا تو حتم نہ ہوا۔

۵۔ پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے مسح کرے اور اکثر کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں یا زیادہ سے مسح کرے، ایک یا دو انگلیوں سے مسح جائز نہیں۔

۶۔ جو چیز حقیقہ کے منافی ہو اس کا منقطع ہونا جیسے حیض و نفاس وغیرہ۔

۷۔ اعضائے مسح پر جو چیز مسح کی مانع ہے اس کو دور کرنا جیسے موم چربی یا انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دے کر یا تار کر اس کے نیچے مسح کرنا۔

۸۔ پانی کا طلب کرنا جبکہ گمان ہو کہ پانی قریب ہے۔ جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب ہے گا شلابزہ نھر آئے یا ہندے مٹھتے ہوں یا کسی متقی آدمی نے خبر دی کہ پانی قریب ہے تو اس کو ایک تیر کے جانے کی مقدار چاروں طرف سے طلب کرنا واجب ہے اور یہ مقدار چھینٹنا چار سو گز شرعی ہے بعض نے کہا تین سو گز ہے صبح یہ ہے کہ اتنی دور طلب کرنے کہ اس کو خود جان و مال کا ضرر نہ ہو اور ساتھیوں کو انتظار کی مشقت نہ ہو، اگر ایسا ہو تو طلب نہ کرنا مباح ہے اور پھر طلب کا کام خود کرنا لازم نہیں بلکہ اگر دوسرے سے تلاش کر لیا تب بھی کافی ہے طلحاوی میں ہے کہ طلب کے لئے اوھر اوھر چلنا واجب نہیں بلکہ اسی جگہ سے ہر طرف نظر دوڑانی واجب ہے جبکہ درخت وغیرہ نظر سے مانع نہ ہوں ورنہ اونٹنی جگہ پڑھ کر دیکھے (لیکن اگر صرف وہاں سے دیکھنا کافی نہ ہو اور بوجہ موانعات حل واضح نہ ہو تو چلنا مافیہ ذی ہے پس اگر ایک ہی جانب میں گمان غالب ہو تو اسی طرف تلاش کرنا واجب ہے ورنہ چاروں طرف تلاش کر لے لیکن اگر پیچھے دوران سفر میں معلوم کر چکا ہے تو پیچھے جانا ضروری نہیں پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ چاروں طرف چار سو گز چلے یا ہر طرف سو گز اور یہی دوسرا قول ظاہر تر ہے۔ واللہ اعلم) اگر وہاں قریب میں پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو اور نہ کوئی خبر دے تو طلب کرنا واجب نہیں پس اگر پانی ملنے کا شک ہو تو طلب کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور شک بھی نہ ہو تو بغیر تلاش کے تیمم کرنے میں فضیلت و استحباب کا تارک نہ ہوگا۔ جس کو تلاش کرنا واجب ہے اگر اس نے تلاش کئے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی، پھر بعد میں تلاش کیا اور پانی نہ ملا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً عا دہ واجب ہے خواہ اس کے بعد کوئی پانی کی خبر دے یا نہ دے۔ امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے مگر پانی قریب ہو اور اسے خبر نہ ہو اور اس کے قریب کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جس سے پوچھ سکے تو اس کے لئے تیمم جائز ہے۔ اگر ایسا شخص وہاں تھا جس سے پوچھ سکتا تھا اور نہ پوچھا ورتیم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس سے پوچھا تو اس نے قریب پانی بتایا تو وہ نماز جائز نہ ہوگی۔ عا دہ کرنے (جیسے کوئی شخص آبادی میں اترے اور پانی طلب نہ کرے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو جائز نہیں) اور اگر قریب پانی کی خبر نہ دی تو عا دہ نہ کرے۔ اور اگر اول اس نے پوچھا اور اس نے بتایا پھر اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس کے بعد اس نے قریب پانی بتایا تو نماز جائز ہوگی کیونکہ ہو کچھ اس بردا واجب ہے وہ اس نے

۸۔ پانی کا طلب کرنا جبکہ گمان ہو کہ پانی قریب ہے۔ جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب ہے گا شلا سبزہ نصر آئے یا ہندے گھومتے ہوں یا کسی متقی آدمی نے خبر دی کہ پانی قریب ہے تو اس کو ایک تیر کے جانے کی مقدار چاروں طرف سے طلب کرنا واجب ہے اور یہ مقدار تین چار سو گز شرعی ہے بعض نے کہا تین سو گز ہے صبح یہ ہے کہ اتنی دور طلب کرنے کے اس کو خود جان و مال کا ضرر نہ ہو اور ساتھیوں کو انتظار کی مشقت نہ ہو، اگر ایسا ہو تو طلب نہ کرنا مباح ہے اور پھر طلب کا کام خود کرنا لازم نہیں بلکہ اگر دوسرے سے تلاش کر لیا تب بھی کافی ہے طلحاوی میں ہے کہ طلب کے لئے اوھر اوھر چلنا واجب نہیں بلکہ اسی جگہ سے ہر طرف نظر دوڑانی واجب ہے جبکہ درخت وغیرہ نظر سے مانع نہ ہوں ورنہ اونچی جگہ پڑھ کر دیکھے (لیکن اگر صرف وہاں سے دیکھنا کافی نہ ہو اور بھیجے موانعات حال واضح نہ ہو تو چلنا رازی ہے ہاں اگر ایک ہی جانب میں گمان غالب ہو تو اسی طرف تلاش کرنا واجب ہے ورنہ چاروں طرف تلاش کر لے لیکن اگر پیچھے دو راہیں سفر میں معلوم کر چکا ہے تو پیچھے جانا ضروری نہیں پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ چاروں طرف چار سو گز چلے یا ہر طرف سو گز اور یہی دوسرا قول ظاہر تر ہے۔ واللہ اعلم) اگر وہاں قریب میں پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو اور نہ کوئی خبر دے تو طلب کرنا واجب نہیں ہاں اگر پانی ملنے کا شک ہو تو طلب کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور شک بھی نہ ہو تو بغیر تلاش کے تیمم کرنے میں فضیلت و استحباب کا تارک نہ ہوگا۔ جس کو تلاش کرنا واجب ہے اگر اس نے تلاش کئے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی، پھر بعد میں تلاش کیا اور پانی نہ ملا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً عا دہ وجب ہے خواہ اس کے بعد کوئی پانی کی خبر دے یا نہ دے۔ امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے مگر پانی قریب ہو اور اسے خبر نہ ہو اور اس کے قریب کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جس سے پوچھ سکے تو اس کے لئے تیمم جائز ہے۔ اگر ایسا شخص وہاں تھا جس سے پوچھ سکتا تھا اور نہ پوچھا ورنہ تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس سے پوچھ تو اس نے قریب پانی بتایا تو وہ نماز جائز نہ ہوگی۔ عا دہ کرنے والے جیسے کوئی شخص آبادی میں اترے اور پانی طلب نہ کرے اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس نے قریب پانی کی خبر نہ دی تو عا دہ نہ کرے۔ اور اگر اول اس نے پوچھا اور اس نے بتایا پھر اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اس کے بعد اس نے قریب پانی بتایا تو نماز جائز ہوگی کیونکہ ہو کچھ اس بردا واجب ہے وہ اس نے

کر لیا۔ اگر اس کے ساتھی کے پاس پانی ہے اور اس کو یہ گمان ہے کہ مانگے گا تو وہ دیدے گا تو مانگنا واجب ہے اور تیمم جائز نہ ہوگا اور اگر وہ یہ سمجھتا ہو کہ وہ نہ دے گا تو مانگنا واجب نہیں اور تیمم جائز ہے اگر اس کے دینے میں شک ہو اور تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر نکلے اور وہ دیدے گا تو نماز پڑھے اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے مانگے اور وہ انکار کر دے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیدے گا تو نماز کا اعادہ نہ کرے۔ اگرچہ وقت باقی ہو اور اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر یہ کہے کہ بغیر معمولی قیمت کے نہ دوں گا اور اس کے پاس اس کی قیمت (رایہ وغیرہ) سے خرچ سے خالص (نہ ہوتو) تیمم کرے اور اگر خالص نہ ہو تو تیمم نہ کرے اور اگر اس کے لیے میں بہت نقصان ہو اور وہ یہ کہ معمول سے دو چند قیمت مانگتا ہو اور اس سے کم میں نہ بیچتا ہو تو تیمم کر لے۔ اور جس جگہ پانی کم یا بے ہو گیا ہے وہاں سے جو موضع قریب تر ہو وہاں کی قیمت سے حساب کیا جائے گا۔ اگر قرض مل سکتا ہو خواہ اس کی ادائیگی پر کا ور ہو یا نہ ہو تب بھی وہ معذور ہے۔ جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھتا ہے اس نے نماز کے درمیان ایک شخص کے پاس پانی دیکھا اب اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اس کو پانی دیدے گا تو اپنی نماز قطع کرے اور پانی طلب کرے اگر وہ دیدے گا تو وضو کرے اور اگر نہ دے تو اس کا حق تیمم باقی ہے اور اگر نہیں مانگا ورنہ نماز پوری کر لی اب اس نے خود یا اس کے نکلے پر پانی دیدیا تو اعادہ لازم ہے اور اگر نہ دے تو نماز ہو گئی عہد لازمی نہیں اور اگر اس میں شک ہو اور گمان غالب نہ ہو تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور جب نماز پوری کر چکے تب اس سے مانگے اگر وہ دیدے یا بغیر مانگے دیدے تو وضو کر کے نماز پڑھتا دے اور اگر انکار کر دے تو وہی نماز ہو گئی اور اگر انکار کرنے کے بعد پھر دیدے تو جو نماز پڑھ چکا ہے وہ نہ مٹائے البتہ اب تیمم ٹوٹ جائے گا اور اگر نہ اس نے خود یا نہ اس نے مانگا تا کہ حقیقت معلوم ہوتی تو نماز ہو گئی۔ ورنہ نماز پڑھتے میں خود اس نے کہا کہ پانی موجود نہ کر لو اور وہ کہنے والا مسلمان ہے تو نماز جاری رہی اس لیے تو رد یا فرض ہے اور اگر کہنے والا کافر یا نصرانی ہے تو نہ توڑے اسی طرح نماز پڑھتا رہے اس لیے کہ کافر نصرانی کا کلام کبھی بطور تمسخر کے بھی ہوتا ہے پس شک کی وجہ سے نماز قطع نہ کرنی چاہیے البتہ جب نماز سے فارغ ہو تو اس سے مانگے اگر وہ پانی دیدے گا تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نماز کا اعادہ نہ کرے۔

۹۔ اسلام

تیمم کے ارکان

تیمم کے دو رکن ہیں۔ ۱۔ وضو میں یا جوان کے قائم مقام ہو، ۲۔ مسح۔ یعنی دو دفعہ خشک و پاک مٹی یا مٹی کی جنس چیز ہر دووں ہاتھ مارنا، ایک ضرب سے منہ (چہرے) کا مسح کرے اور دوسری سے دونوں ہاتھوں کا کہیں تک مسح کرے، کہنیوں کا بھی مسح کرے، اپنے منہ کی کھلی ہوئی کھال پر اور بالوں کے اوپر اوپر مسح کرے، منہ کی حد وضو کے باب میں بیان کر دی گئی ہے، جو جگہ کانوں اور ڈاڑھی کے بیچ میں ہے اس کا مسح بھی شرط ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں، صحیح یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا مسح کرنا فرض نہیں بلکہ مٹی پر ہاتھ مارنا (ضرب) ہی کافی ہے، اگر ایک ہی ضرب سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرے تو جائز نہیں، اگر ایک ہاتھ سے منہ کا مسح کیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک ہاتھ کا مسح کیا تو منہ اور ہاتھ کا مسح جائز ہوگا اور دوسرے ہاتھ کے لئے دوسری ضرب لگائے مگر یہ خلاف سنت ہے۔ اگر تیمم کا ارادہ کرے اور زمین میں لوٹے اور تمام بدن کو ملے اگر مٹی اس کے منہ اور ہاتھوں اور ہتھیلیوں پر (یعنی اعضائے تیمم پر) کھینچ گئی تو جائز ہے اور اگر نہیں پہنچی تو جائز نہیں، جس کے دونوں ہاتھ پہنچوں سے کٹ گئے ہوں وہ اپنی ہاتھوں پر مسح کرے اور جس کی ہاتھیں بھی کٹ گئی ہوں وہ کئی ہوئی جگہ پر مسح کرے اور کہنیوں سے اوپر کٹنا تو مسح واجب نہیں صرف منہ کا مسح دیا اور غیرہ سے کر لے، اگر دونوں ہاتھ شل (خشک) ہو جائیں تو اپنے ہاتھ زمین پر پھیرے

اور اپنا منہ دبوچ کر لے لی کافی ہے اور نماز نہ چھوڑے مگر وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کر سکتا ہاں اگر اس جیسا ہی کوئی اور بھی ہو تو اس کی امامت کر سکتا ہے۔ اگر کسی نے تیمم کے لئے مٹی پر ہاتھ مارے اور مسح کرنے سے پہلے حدث ہو گیا تو قوی اس پر ہے کہ اس سے مسح جائز نہیں بلکہ پھر سے ضرب مارے۔ تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے۔

صفت تیمم

جس موقع پر وضو فرض ہے عذر کی حالت میں اس موقع پر تیمم بھی فرض ہے، جیسے نماز کے لئے اور جہاں وضو واجب ہے وہاں تیمم بھی واجب ہے اور جہاں وضو مستحب ہے وہاں تیمم بھی مستحب ہے جیسے پاک آدمی کو دخول مسجد کے لئے۔

تیمم کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

۱۔ جو چیز وضو کو توڑتی ہے وہ وضو کے تیمم کو بھی توڑتی ہے اور چرخس کو واجب کرتی ہے وہ غسل کے تیمم کو توڑتی ہے لیکن وضو کے توڑنے والی چیز سے غسل کا تیمم نہیں ٹوٹتا۔ پس اس مسئلہ کی تین صورتیں ہوں گی: اول وضو کے تیمم کا توڑنے والا وہ ہے جو وضو کا توڑنے والا ہے، دوم غسل کے تیمم کا توڑنے والا وہ ہے جس سے غسل ٹوٹ جاتا ہے یعنی غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ سوم جس نے وضو اور غسل دونوں کا اکٹھا تیمم کیا پھر اگر حدث ہوا یعنی وضو کا توڑنے والا امر واقع ہوا تو اس صورت میں وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمم بدستور باقی رہے گا پس وہ اب جنبی نہیں ہوا بلکہ محدث جنتی ہے وضو ہو گیا اب اگر بقدر وضو پانی پائے خواہ ایک ایک ہی دفعہ کے لئے ہو تو وضو کرے ورنہ نہ وضو کا تیمم کرے اور جب تک اتنا پانی نہ ملے جو غسل کے لئے کفایت کرے اس وقت تک ایسا ہی کرے اور جب غسل کے لئے پانی مل جائے تو اب غسل کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اگر اب بھی غسل نہ کیا اور پانی کی جگہ سے گزر گیا تو اب پھر سے غسل کے لئے تیمم کرے کیونکہ پہلا تیمم پانی پر قادر ہونے سے ٹوٹ گیا، جنابت کے تیمم کے ساتھ وضو کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ غسل کا تیمم دلوں کے لئے کافی ہے پس اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہو کہ وضو کے لئے تو کفایت کرتا ہے لیکن غسل کے لئے کفایت نہیں کرتا تو اس پر تیمم کرنا واجب ہے اور وضو واجب نہیں، اب اگر غسل کے تیمم کے بعد حدث اصغر واقع ہو جائے تو اب اس پر وضو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ بقدر کفایت وضو پانی پر قادر ہو گیا، اور اس کے غسل کا تیمم باقی ہے جب تک بقدر کفایت غسل پانی پر قادر نہ ہو، اسی طرح اگر غسل کے تیمم سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پانی گئی اور پھر غسل کا تیمم کیا تو یہی تیمم وضو و غسل دونوں کے لئے کافی ہے۔

۲۔ اگر کسی جنبی نے غسل کیا اور اس کا کچھ حصہ بدن خشک رہ گیا اور پانی ختم ہو چکا تو جنابت اس کا باقی رہ گئی ہے اس کے واسطے تیمم کرے پھر اگر حدیث ہو جائے تو وضو کے واسطے تیمم کرے پھر اگر پانی ملے تو خشک رہے ہوئے حصہ کو دھو لے اس کو پورا غسل کرنا ضروری نہیں اور وضو کر کے نماز پڑھے۔ پانی ملنے پر اس مسئلہ کی پانچ صورتیں بنتی ہیں اول اگر وہ پانی اس قدر ہے کہ خشک حصہ اور وضو دونوں ہی کے لئے کافی ہے تو غسل و وضو دونوں کا تیمم باطل ہو جائے گا پس خشک حصہ کو دھو لے اور وضو کرے۔ دوم یہ کہ دلوں میں سے کسی کے لئے بھی کافی نہیں ہوتا تو غسل و وضو دونوں کا تیمم باقی رہے گا لیکن اس پانی سے خشک حصہ میں سے جس قدر دھل سکے اس کو دھو لے تاکہ جنابت کم ہو جائے۔ سوم یہ کہ پانی صرف خشک حصہ کے لئے کافی ہوتا ہے اور صرف وضو کے لئے کافی نہیں ہوتا تو اس سے خشک حصہ کو دھو لے اور حدث (وضو) کا تیمم اس سے باطل نہیں ہوگا۔ چہارم یہ سوئم کے برعکس ہے یعنی صرف وضو کے لئے کافی ہے اور صرف خشک حصہ کے لئے کافی نہیں

ہے تو اس پانی سے وضو کرے اور غسل کا تیمم بدستور باقی رہے گا۔ پنجم یہ کہ بل قیصن دونوں میں سے ایک جس کو چاہے وہ کر سکتا ہے یعنی پانی صرف خشک حصے کو دھونے کے لئے کافی ہے یا صرف وضو کر سکتا ہے دونوں نہیں ہو سکتے تو جو حصے خشک رہ گیا تھا اس کو دھو لے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو کا تیمم بدستور باقی رہے گا اس کا اعادہ نہ کرے یہی وجہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اس لئے دوبارہ کرے اور اگر اس پانی سے وضو کر لیا تو جائز ہے اور اس صورت میں بلا اتفاق یہ حکم ہے کہ جنابت کے لئے دوبارہ تیمم کرے اور یہ حکم جو پانچوں صورتوں میں بیان ہوا اس وقت ہے جب کہ وضو کا تیمم کرنے کے بعد پانی پایا اور اگر وضو کے لئے تیمم کرنے سے پہلے پانی پایا یعنی پانی ملنے سے پہلے اس نے وضو کے لئے تیمم نہیں کیا تو اس کی بھی پانچ صورتیں ہیں۔ اول یعنی جبکہ پانی خشک حصہ اور وضو دونوں کے لئے کافی ہوتا ہے تو خشک حصہ کو دھو لے اور وضو کر لے۔ دوم جبکہ پانی دونوں میں سے کسی کے لئے کافی نہیں ہوتا تو وضو کے لئے تیمم کرے اور جس قدر خشک حصہ دھل سکتا ہے تو اس کو دھو ضروری نہیں احتیاری ہے کہ اگر چاہے تو اس کو دھو لے تاکہ جنابت کم ہو جائے۔ سوم یہ کہ پانی صرف خشک حصے کے لئے کافی ہے اور وضو کے لئے کافی نہیں ہے تو خشک حصے کو دھو لے اور وضو کے لئے تیمم کرے۔ چہارم جب کہ پانی صرف وضو کے لئے کافی ہے اور صرف خشک حصے کے لئے کافی نہیں تو وضو کرے اور غسل کا تیمم بدستور باقی ہے مزید کرنے کی ضرورت نہیں۔ پنجم جب کہ دونوں میں سے جس ایک کو چاہے کر سکتا ہے تو اس کا حکم سوم کی مانند ہے یعنی خشک حصے کو دھو لے کیونکہ جنابت اظہر ہے لیس ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کو وضو کے تیمم سے پہلے خشک حصے کو دھو لاری ہے تاکہ وہ پانی کا نہ پانے والا ہو جائے (اور یہ روایت امام محمدؒ سے ہے اور یہی اصح ہے) اور ایک روایت کے مطابق اس کو اختیار ہے (پس اگر پہلے وضو کا تیمم کر لے پھر دھوئے تو جائز ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے) اگر غسل میں اس کی پہنچ کا کوئی حصہ خشک رہ گیا اور وضو کرنے میں بعض اعضا کا دھونا بھول گیا اور پانی ان دونوں میں سے ایک کے لائق ہے تو ان دونوں میں سے جس میں چاہے اس پانی کو صرف کرے لیکن اعضائے وضو میں صرف کرنا بہتر ہے۔ مسافر بے وضو ہے اور کپڑے بھی اس کے درم سے زیادہ نجس ہیں اور اس کے پاس پانی اس قدر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے لئے کافی ہے تو پہلے اس سے نجاست دھوئے اور پھر حدث کے لئے تیمم کرے اور اگر پہلے تیمم کرے پھر نجاست دھوئے تو تیمم دوبارہ کرے اس لئے کہ اس نے جب تیمم کیا تھا تب وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کر سکتا تھا اور اگر اس پانی سے وضو کیا اور نجس کپڑوں سے نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر وہ اس میں گنہگار ہوگا۔

۳۔ جس عذر کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ عذر دور ہو جاتا ہے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے، تیمم جائز ہونے کے اسباب (پانی سے دور ہونا، خوف مرض، خوف دشمن، خوف پیاس، اور پانی ٹپکانے کے لئے اسباب کا نہ ہونا) عیضہ علیہ ہونے کی وجہ سے ایک عذر دوسرے عذر میں شامل نہیں ہو سکتا اس لئے پہلی اجازت بالکل ختم ہو جائے گی اور دوسری اجازت کا تیمم دوبارہ کرے۔ مثلاً مسافر نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اسی حالت میں اس کو ایسا مرض ہو گیا جس سے تیمم مباح ہوتا ہے پس اگر مقیم ہو گیا تو پہلا سبب یعنی سفر ختم ہو جانے سے اسی تیمم سے نماز جائز نہ ہوگی بلکہ (اب مرض کی وجہ سے) تیمم کا اعادہ کرے، یا مسافر کو تیمم کے بعد پانی مل گیا لیکن مرض ہو گیا جس سے تیمم مباح ہوتا ہے تو بھی تیمم دوبارہ کرے۔ اگر پانی پر سوتا یا اوٹھتا ہوا گزرا تو اصح یہ ہے کہ سب کے نزدیک تیمم نہیں ٹوٹے گا۔ (یعنی پانی پر سے سوتے ہوئے گزرتا ناقض تیمم نہیں ہوگا۔ البتہ وہ نیند جو وضو توڑنے والی ہوگی اس کی وجہ سے وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا) اونگھتے ہوئے پانی پر سے گزرنے والے کا تیمم نہیں ٹوٹا خواہ وہ تیمم وضو کا ہو یا غسل کا اور اونگھنے والا وہ ہوتا ہے جو ان باتوں کو جو اس کے قریب ہوتی ہیں اکثر کو یاد رکھتا ہو اور اس کی قوت ماسکہ داخل نہیں ہوتی، اور سوتے ہوئے گزرنے والے کا بھی جنابت کا تیمم مطلقاً اور وضو کا تیمم اس حالت میں جبکہ وہ مستحکم (یعنی سر پر جگر بیٹھا ہو) نہیں ٹوٹے گا اگر غیر مستحکم ہوگا تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ ایسا سونا ناقض وضو ہے جیسا کہ ناقض وضو میں بیان ہوا (مولف

از شامی) اگر پانی پر گزر مگر وہاں کسی درندے یا دشمن کے خوف سے یا ریل میں سفر کرنے کی وجہ سے اتر نہیں سکتا، یا کسی اور عذر کی وجہ سے جس کی موجودگی میں تیمم کر سکتا ہے، نہیں اتر سکتا تو تیمم نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر کنوئیں پر پہنچا اور اس کے ساتھ ڈول رسی نہیں، یا پانی ملا کر اس کو پیاس کا خوف ہے تو تمیم نہ ٹوٹے گا، (زمزم شریف) کا پانی ہے جو لوگوں کے لئے تبرکاً لے جا رہا ہے جب تک اپنی یا اہل قافلہ میں سے کسی کی پیاس وغیرہ سے خوف نہ ہو اس کو تیمم جائز نہیں اگرچہ لقمہ میں بند ہو اور ناکالگا ہو، ہوس کا حیلہ یہ ہے کہ کسی کو بہہ کر دے (بہہ کا حیلہ اچھا نہیں ہے) یا گلاب وغیرہ اس قدر مل دے جو پانی پر غالب ہو جائے اور اصل اس میں یہ ہے کہ جسم چیز کی موجودگی سے تیمم منع ہو جاتا ہے اسی چیز کے موجود ہو جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیز کسی نہیں اس سے تیمم نہیں ٹوٹتا، اگر پانی پر سے گزرا اور وہ تیمم کئے ہوئے تھا پس وہ اپنے تیمم کو بھوس گیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا اگرچہ دور جا کر یاد آئے۔ بہت سے آدمی تیمم والے تھے کسی شخص نے یہ کہہ کر اس پانی سے تم میں جو چاہے وہ وضو کر لے اور وہ صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہے تو ان سب کا تیمم باطل ہو جائے گا اور اگر وہ نماز میں تھے تو نماز بھی سب کی گئی اور اگر یہ کہا کہ یہ پانی تم سب کے لئے ہے اور اس پر انھوں نے قبضہ کر لیا تو تیمم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ سب کے حصے میں تھوڑا تھوڑا آئے گا جو وضو کے لئے کافی نہیں اور اگر وہ سب ایک کو اس پانی کی اجازت دے دیں تو صحیح یہ ہے کہ بلا جماع اس شخص کا تیمم ٹوٹ جائے گا، اگر مسافر کو جنگل میں ملنے وغیرہ میں پانی رکھ ملے تو اس کا تیمم نہیں ٹوٹے گا اور اس کو اس پانی سے وضو کرنا بھی جائز نہیں لیکن اگر پانی بہت ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ پانی پینے کے لئے بھی ہے اور وضو کے لئے بھی تو اس سے وضو جائز ہوگا وہاں کوئی آدمی ہو تو اس سے پوچھ کر وہ پینے کا تائید کرے تو اس سے وضو جائز نہیں تیمم کرے (خواہ کتنا ہی ہو)۔ کس شخص نے سفر میں تیمم کیا اور پانی اس قدر ملا کہ اگر ایک بار ان اعضا کو دھو لے جن کا وضو فرض ہے تو کافی ہوتا ہے لیکن اگر بطور سنت کے دھوئے گا تو کافی نہیں ہوگا لہذا اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا یہی عقار ہے۔ اگر کسی مسافر کے پاس پانی ہے مگر اس گمان سے کہ یہ پانی کافی نہیں ہے نماز تیمم کر کے پڑھ لی اور نماز کے بعد معلوم ہوا کہ پانی کافی ہے تو اب وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھے، اگر کوئی شخص تیمم کے بعد مرتد ہو گیا تو تیمم نہیں ٹوٹتا حتیٰ کہ اگر پھر مسلمان ہو گیا اور اسی تیمم سے نماز پڑھی تو جائز ہے، اگر ایک میل پانی کے دور ہونے سے تیمم کیا پھر چل کر کسی جگہ پہنچا کہ اب ایک میل سے کم فاصلے پر پانی ہے تیمم ٹوٹ جائے گا پانی پر پہنچنا ضروری نہیں۔ تیمم کر کے نماز پڑھتا تھا اور سے ریت چسکی ہوئی نظر آئی اور سے پانی سمجھ کر ایک قدم بھی چلا پھر معلوم ہوا کہ ریت ہے تو نماز فاسد ہوگئی مگر تیمم نہ گیا۔

تیمم کی سنتیں

تیمم کی سنتیں سات ہیں ۱۔ ہاتھوں کو منی پر رکھ کر آگے کو ۱، ۲۔ پھر پیچھے کو ۳، ۳۔ پھر ان کو جھاننا، ۴۔ انگلیوں کو کھل رکھنا تاکہ ان کے درمیان میں غبار آجائے، ۵۔ شروع میں بسم اللہ پڑھنا، ۶۔ ترتیب کا لحاظ رکھنا، ۷۔ پے در پے تیمم کرنا اور درمیان میں توقف نہ کرنا، اور سجدہ سے مراد یہاں مستحب ہے اور بعض کتب میں اور بھی مستحب درج ہیں مثلاً ہتھیلیوں کی اندرونی سطح سے تیمم کرنا نہ کہ اس کی پشت سے۔ پہلے دائیں عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا، منی سے تیمم کرنا، نہ اس کے ہم جنس سے، نہ کے سج کے بعد اڑھی کا خذل کرنا، مسنون طریقہ سے مسح کرنا، دونوں ہاتھوں کا منی پر مارنا تاکہ منی انگلیوں کے اندر پہنچ جائے، اب یہ کل تیرہ سنتیں ہو گئیں۔

تیمم کا طریقہ

تیمم کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں پھر دونوں

ہاتھوں کو پاک مٹی پر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے اندرونی جانب سے کشادہ کر کے مار کر مٹا ہوا آگے کو اسے اور پھر پیچھے لے جائے پھر ان کو اٹھ کر اس طرح جھڑے کہ دونوں ہتھیلیوں کو نیچے کی طرف مائل کر کے دونوں انگوٹھوں کو آپس میں ٹکڑے کر راند مٹی گر جائے اور اس طرح نہ جھڑے کہ دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں ملے کہ اس طرح ضرب باطل ہو جائے گی، اور اگر زیادہ مٹی لگ جائے تو پھونک مار کر اڑا دے پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر اوپر سے نیچے کو اس طرح مسح کرے کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے، ایک بار برابر بھی اگر جگہ چھوٹ گئی تو تیمم جائز نہ ہوگا، اذان می کا خلال بھی کرے، پھر پہلے کی طرح دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور جھڑے اور ہاتھیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوائے کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے سوا چاروں انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہیںوں تک کھینچ لائے اور اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی کچھ لگ جائے اور کہیںوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی دونوں انگلیوں (یعنی انگشت شہادت اور انگوٹھا) اور ہاتھ کی باقی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر کہیں کی طرف سے پہنچے (کلائی) تک کھینچا جائے اور انگوٹھے کے اوپر کی جانب بھی اس کے ساتھ ہی مسح کرے، مسح عضو تمام ہونے سے پہلے اگر ہاتھ اٹھا لیا تو ضرب باطل ہو جائے گی اسی طرح دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کا مسح کرے، پھر انگلیوں کا خلال کرے، ہاتھوں کے مسح کا دوسرا طریقہ اس طرح ہے کہ بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں کے اوپر یعنی پشت کی جانب انگلیوں کے سروں سے کہیںوں تک مسح کرے پھر صرف ہتھیلی سے یعنی بغیر انگلیوں کے کہیں سے کلائی تک دوسری یعنی اندر کی جانب مسح کرے پھر بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے سے دائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے سے دائیں انگوٹھے کے خارجی (پشت) کے حصے کا مسح کرے پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا مسح کرے، دونوں طریقے صحیح اور حوط ہیں۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اگر انگوٹھی وغیرہ ہو تو اس کو ہار دے یا ہلا کر اس کی جگہ بھی مسح کرے۔

متفرقات تیمم

مردقت کے داخل ہونے سے پہلے تیمم کر لے تو جائز ہے، ایک تیمم سے جب تک وہ ٹوٹے نہیں جس قدر چاہے فرض و نفل نماز پڑھے جائز ہے، اسی طرح فرض نماز کے لئے جو تیمم کیا ہے اس سے فرض نماز اور نفل نماز اور قرآن مجید کی تلاوت اور جنازے کی نماز اور سجدۂ تلاوت اور تمام عبادتیں جائز ہیں اور جب تک پانی نہ ملے یا عذر باقی رہے تیمم کرنا جائز ہے، اگر اسی حال میں کئی سال گزر جائیں تو آخر وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ رسی و ڈول کے آخر وقت تک ملنے کا اور جو شخص ریل وغیرہ پر سوار ہو اور گمان غالب ہو کہ آخر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے، آخر وقت سے بعض کے نزدیک جو اڑکا آخر وقت مراد ہے اور بعض کے نزدیک مستحب وقت کا اخیر، اور یہی صحیح ہے، اگر پانی ملنے کی امید نہ ہو تو تاخیر نہ کرے اور وقت مستحب میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے، اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کر لیا اور نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا تو اس کی نماز ہو گئی اب لوٹنے کی ضرورت نہیں خواہ وہ پانی وقت کے اندر ملا ہو یا وقت گزرنے کے بعد۔ سفر میں ایک جنبی ہے اور ایک حیض والی عورت ہے جو حیض سے پاک ہو چکی ہو اور وہاں ایک میت بھی ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ ایک کے لئے کافی ہو، پس اگر وہ پانی ان میں سے کسی کی ملک ہو تو اسی پر اس پانی کا صرف اولیٰ ہے اور اگر وہ پانی ان سب کی ملک ہے تو کسی پر صرف نہ کیا جائے اور سب کے لئے تیمم مباح ہے اور اگر وہ سب میت کو بخش دیں تو اس سے میت کو غسل دینا جائز ہے، اب وہ اور کسی کو جو نماز نہیں میت کے حصے میں آ گیا، اور اگر وہ پانی مباح ہے، یعنی کسی کی ملک نہیں تو جنبی اس کے صرف میں ادنیٰ ہے اور یہی اصح ہے اور اسی طرح اگر مسئلہ ہذا میں حیض والی عورت کی بجائے کوئی بے وضو ہو تو بھی اس مباح پانی کے صرف میں جنبی

اولیٰ ہے لیکن بے وضو کے حصہ کا پانی وضو کے لئے کافی ہو تو سے وضو کرنا فرض ہے اور تیمم جائز نہیں، اور اگر وہ پانی باپ اور بیٹے کا مشترک ہو تو باپ اس کے صرف کے واسطے اولیٰ ہے، اگر جنسی کے پاس اتنا پانی ہو کہ اس کے کچھ اعطائے غسل یا پودے وضو کو کفایت کرتا ہو، یا پانی تو کافی ہے مگر غسل کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمم کرے اور اس کو وضو یا بعض اعضائے غسل کے دھونے کی ضرورت نہیں پھر اگر تیمم غسل کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لئے تیمم نہ کرے بلکہ وضو کی جگہ وضو کرنا چاہئے کیوں کہ اب وہ بقدر کفایت پانی پر قادر ہے اور اگر تیمم غسل سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پانی مٹی اور پھر غسل کا تیمم کیا ہو تو یہی تیمم غسل وضو دونوں کے لئے کافی ہے، اگر محدث کے پاس وضو کے فرض اعضا کو ایک ایک بار دھونے کے لئے بھی پانی کافی نہیں تو تیمم کرے۔ بعض اعضا کو نہ دھوئے، کسی نے تیمم کر لیا اور اس کے سامان میں پانی تھا جو اس کو معلوم نہ تھا یا اس کو بھول گیا تھا اور نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے و امام ابو یوسف کا اس میں خلاف ہے اور وہ اس صورت میں ہے کہ وہ پانی اس نے خود رکھا ہو یا کسی دوسرے نے اس کے حکم سے رکھا ہو یا بغیر حکم کے رکھا ہو مگر اس کو معلوم ہو اور اگر اس کو معلوم نہیں تو بامعاذ اللہ نماز کا اعادہ نہ کرے خواہ وقت کے اندر یاد آئے یا وقت کے بعد یاد آئے برابر ہے۔ اگر اپنی خیر ایسے کو نہیں پر قائم کیا کہ جس کا منہ ڈھکا ہوا ہے حالانکہ اس میں پانی ہے مگر اس کو معلوم نہیں ہوا یا نہر کے کنارے پر تھا اور وہ واقف نہ تھا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے، امام ابو یوسف کا اس میں خلاف ہے، جب شک ہو یا گمان غالب ہو کہ پانی ختم ہو چکا اور نماز پڑھ لی اور پھر پانی پایا تو بالاجماع اس نماز کو لوٹائے گا، اگر اس کی پیٹھ پر پانی ہے یا اس کی گردن میں لٹک رہا ہے یا اس کے سامنے ہے اور اس پانی کو بھول کر تیمم کر لیا تو باجماع جائز نہیں کیونکہ اس بھول کا اعتبار نہیں۔ پالان میں پانی لٹک رہا تھا اگر اس پر سوار تھا اور پانی پالان کے پیچھے تھا اور اس کو بھول کر تیمم کر لیا تو جائز ہوگا اور اگر پانی پالان کی اگلی طرف تھا تو جائز نہیں، اگر سو نہیں تھا بلکہ پیچھے سے ہانک رہا تھا اور پانی سامان کے پیچھے تھا تو جائز نہیں اور اگر آگے تھا تو جائز ہے اور اگر آگے سے کھینچ رہا تھا تو اگلی اور پچھلی دونوں صورتوں میں جائز ہے، اگر جنازہ حاضر ہو اور ولی اس کے سوا کوئی دوسرا ہو اور خوف ہے کہ اگر وضو کرے گا تو نماز فوت ہو جائے گی تو تیمم جائز ہے اگر اگر وضو کر کے ایک تکبیر بھی مل جائے تو تیمم جائز نہیں، اور ولی کے واسطے تیمم جائز نہیں یہی صحیح ہے اور ولی جس کو وضو کی اجازت دے س کو بھی تیمم جائز نہیں، ایک ولی جو دوسرے پر مقدم ہے اگر وہ حاضر ہو تو دوسرے ولی کو بالاتفاق تیمم جائز ہے س لئے کہ اس کو بھی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہے اور اسی طرح ولی کو اس وقت بھی تیمم جائز ہے جب وہ کسی اور کو نماز کی اجازت دے دے اور اب اس مجاز کو تیمم جائز نہیں، ایک جنازے کی نماز تیمم سے پڑھ چکا پھر دوسرا جنازہ آیا اگر پہلے اور دوسرے کے درمیان میں اتنی مہلت ہے کہ جائے اور وضو کرے پھر آئے اور نماز پڑھے لیکن اس نے اس وقت میں وضو نہیں کیا تو تیمم کا اعادہ کرے گا، اور اگر اتنا وقف نہیں ملا کہ جتنی دیر میں یہ سب کام کر سکے تو اسی تیمم سے نماز پڑھے، اسی پر فتویٰ ہے، جنہی کو جنازے اور عیدین کی نماز کے لئے تیمم جائز ہے، جس شخص کو تیمم کا یقین ہو وہ اپنے تیمم کی حالت پر ہے جب تک اس کو حدث کا یقین نہ ہو اور جس شخص کو حدث کا یقین ہے اس کا حدث باقی ہے، جب تک تیمم کا یقین نہ ہو تیمم پر حجت کرنا عبادت نہیں اس لئے کرنا نہیں چاہئے اور وضو پر وضو کرنا عبادت اور مستحب ہے، اور مسافر کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ یا باندی کے ساتھ وطنی کرے اگر چہ جانا ہو کہ پانی نہ ملے گا جو حکم وضو یا غسل کا ہے وہی اس کے تیمم کا ہے پس فرض کا تیمم فرض، واجب کا واجب، سنت کا سنت اور مستحب کا مستحب ہے وغیرہ۔ جہاں جہاں تیمم جائز ہے کچھ خیال اور دوسرے نہ لائے اور نہ یہ سمجھے کہ تیمم سے اچھی طرح پاکی نہیں ہوتی بلکہ وضو اور غسل کی طرح پاک ہو جاتا ہے، عورت کو پانی کے ہوتے ہوئے، سفر میں پانی لینے نہ جانا اور تیمم کر لینا درست نہیں، ایسا پردہ جس میں شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے ناجائز اور حرام ہے، برقعہ اوڑھ کر یا

سارے بدن سے چادر لپیٹ کر پانی کے لئے جانا واجب ہے۔ (بشرطیکہ اس جگہ جانے میں اپنی جان و مال یا عزت و آبرو و عصمت کا خوف نہ ہو، اور اگر خوف ہو تو تیمم کرنا جائز ہے) البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور ہاتھ منہ نہ کھولے، جس پر نہانا فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم جائز نہیں، ہاں اگر مجبوری اور سخت ضرورت ہو مثلاً ڈول، رسی یا کنوئیں کا منہ اندر ہو اور کوئی آدمی نہ ہو جو ادا دے تو تیمم کر کے جائے اور جلدی لے کر نکل آئے، مسجد میں سویا تھا اور نہانے کی ضرورت ہوئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا ہاں فوراً تیمم کر کے نکل آئے تاخیر کرنا حرام ہے، اگر دو برتنوں میں پانی بھرا ہے اور ان میں ایک کا پانی پاک ہے اور دوسرے کا ناپاک اور نمازی نہیں جانتا کہ نجس کونسا ہے اور پاک کونسا تو اس صورت میں تیمم کرے، ریل میں سیٹوں اور گدوں پر جو گرد و غبار جم جاتا ہے اس پر تیمم جائز ہے، یہ وہیم نہیں کرنا چاہئے کہ شاید یہ غبار پاک ہے یا ناپاک۔ ریل میں جہاں مسافر جوتے پہن کر چلتے ہیں وہ مٹی یا ناپاک ہے اس سے تیمم درست نہیں۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

موزوں پر مسح کرنا رخصت ہے اور پاؤں کا دھونا عزیمت ہے اگر اس کو جائزہ جان کر عزیمت اختیار کرے تو اولیٰ ہے ابستہ اگر مسح نہ کرنے میں اس کی طرف رافضی یا خارجی ہو۔ نہ کا شک کیا جائے تو مسح کرنا افضل ہے، جو مسح موزہ کو جائز نہیں رکھتا وہ امام صاحب کے نزدیک بدعتی ہے، نیز جس کے پاس صرف اسی قدر پانی ہو کہ موزوں پر مسح کے ساتھ دھو کر سکا ہے، یا وقت جاتے رہنے کا خوف ہو یا نجس میں دقوب عرفات جاتے رہنے کا خوف ہو تو مسح واجب ہونا چاہئے۔

جو چیزیں موزوں پر مسح جائز ہونے میں ضروری ہیں

۱۔ موزہ یہ ہو کہ اس کو پہن کر سزا کر سکے در مسلسل تین میل (یعنی بارہ ہزار قدم) چل سکے اور تختے ڈھک جائیں، تختوں سے اوپر ڈھلکا شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایسا موزہ پہنا کہ جس میں ساق نہیں تو اگر تختے چھپ جاتے ہیں تو اس پر مسح جائز ہے، (موزے میں چار وصف ہوں) ۱۔ ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہرے رہیں، ۲۔ ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چل سکیں، ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے، یعنی آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ دکھائی نہ دے، ۳۔ پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔) اور جلد اور متصل جراب پر مسح بالاحاق جائز ہے اور مجلد جراب وہ ہے کہ جس کے اوپر اور نیچے چڑا لگا ہو اور متصل وہ ہے کہ جس کے فقط تالے میں مردانہ جوتے کی شکل پر چڑا ہو، جیسے پاؤں کے لئے اہل غرب کی جوتی، اور جراب ٹھٹھیں (یعنی گاؤمی) پر مسح جائز ہے اور یہ وہ ہے کہ مجلد اور متصل نہ ہو صرف سوت یا بالوں وغیرہ کی بنی ہوئی ہو لیکن پنڈلی پر بغیر باندھے تھم رہے اور مسلسل تین میل چل سکے اور جو اس کے نیچے ہو وہ نظر نہ آتا ہو اور ہانی اس میں سے نہ چھنے اسی پر فتویٰ ہے، اگر ٹخنوں تک کی ٹھٹھیں جراب پہنی اور اس میں سے اس کے تختے یا قدم فقط ایک یا دو انگشت کی مقدار نظر آتے ہیں تو اس پر مسح جائز ہے اور وہ بمنزہ اس موزہ کے ہے جس پر ساق نہ ہو، اگر جرموق پہنے ہیں اگر چہا پہنے اور ناٹ کے یا مثل اس کے اور کسی چیز کے بٹے ہوئے ہوں تو ان پر مسح جائز نہیں اور اگر احوڑی وغیرہ چیزے یا مثل اس کے ہوں تو جائز ہے، اگر ان کو موزوں کے اوپر پہنے تو اگر وہ ناٹ کے یا مثل اس کے اور کسی چیز کے ہوں تو ان پر مسح جائز نہیں لیکن اگر ایسے پتلے ہوں کہ ان کے نیچے تری پہنچتی ہو تو جائز ہے اگر وہ احوڑی وغیرہ چیزے یا مثل اس

۳۔ مسح تین مشت سے کرے یہی صحیح ہے، اگر ایک ہی انگلی سے تین دفعہ تین انگ انگلہ مسح کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے تو جائز ہے اور نیا پانی نہ لے تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ایک انگلی کو ایک بار تر کر کے بقدر تین انگلی کے مسح کیا تو جائز نہیں، اگر انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے مسح کرے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں تو جائز ہے اس لئے کہ ان کے درمیان میں ایک انگلی کی جگہ ہے۔ اگر مسح اس طرح پر کرے کہ تین انگلیاں رکھ دے کھینچے نہیں تو جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے، اگر انگلیوں کے سرے سے موزوں پر مسح کرے اور انگلیوں کی جڑوں کو موزے سے جدا رکھے یعنی انگلیوں کو کھڑا رکھے تو اگر پانی ٹپکتا ہوا ہو اور اس سے موزہ تین انگلیوں کی مقدار تر ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ اگر مسح کرنا بھول گیا اور مسح کرنے کی جگہ پر پانی یا مینہ بقدر تین انگشت کے پڑا یا ایسا گھاس پر چلا جو مینہ (بارش) کے پانی میں بھیگی ہوئی ہو تو کافی ہے اور اس (شبنم) بھی بارش کے حکم میں ہے۔ یہی اصح ہے۔ دھونے کی جو تری باقی ہو اس سے مسح جائز ہے پانی ٹپکتا ہو یا نہ ٹپکتا ہو برابر ہے۔ مسح کے بعد جو تری ہاتھ پر باقی ہو اس سے مسح جائز نہیں۔

مسح کا مسنون طریقہ

مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے بھگو کر اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں دابھنے موزے کے اگلے حصے پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصے پر رکھے انگلیاں پوری پوری، کئے صرف سرے نہ رکھے۔ اور انگلیوں کو کھولے ہوئے پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے وپر تک کھینچے مگر پنڈلیوں کی طرف سے انگلیوں کی طرف کو کھینچے یا دونوں موزوں پر عرض میں مسح کرے تو مسح موباجاتا ہے مگر خلاف مسنون (مکروہ بدعت) ہے اور اگر تھیلی کو رکھ کر یا صرف انگلیوں کو رکھ کر کھینچے تو یہ دونوں صورتیں حسن ہیں اور احسن یہ ہے کہ سارے ہاتھ سے مسح کرے۔ اگر تھیلی یا انگلیوں کی پنڈلی کی جانب سے مسح کرے تو جائز مگر مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ ہاتھ کے اندر کی جانب سے مسح کرے مسح میں خطوط کا ظاہر ہونا شرط نہیں البتہ سنت ہے، اسی پر فتویٰ ہے، مسح کئی بار کرنا سنت نہیں، موزوں پر مسح کرنے کے واسطے نیت شرط نہیں ہے، یہی صحیح ہے، اگر کسی نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور سیکھانے کی نیت کی طہارت کی نہ کی تو صحیح ہے، غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں خواہ غسل فرض ہو یا سنت، مثلاً پیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود پیٹھ جائے اور پیروں کے علاوہ باقی جسم کو دھو لے اس کے بعد پیروں پر مسح کرے تو یہ درست نہیں۔

۴۔ جواز مسح کے لئے ضروری ہے کہ موزہ پہننے کے بعد جو حدث کا اثر ہو وہ پوری طہارت پر ہو جو موزہ پہننے سے پہلے یا اس کے بعد کامل ہو چکی ہو (یعنی جواز مسح کے لئے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضروری نہیں بلکہ حدث کے وقت طہارت کا کامل ہونا ضروری ہے) پس اگر پہلے دونوں پاؤں دھوئے پھر دونوں موزے پہنے یا ایک پاؤں دھو کر اس پر موزہ پہن لیا پھر دوسرا پاؤں دھو کر اس پر موزہ پہنا پھر حدث سے پہلے وضو پورا ہو گیا تو بعد حدث اس پر مسح جائز ہے اور اگر دونوں پاؤں دھو کر دونوں موزے پہن لے پھر وضو پورا ہونے سے پہلے حدث ہوا تو مسح جائز نہیں اگر حالت حدث میں موزے پہنے اور پانی میں گھس گیا اور موزوں کے اندر پانی داخل ہو گیا اور دونوں پاؤں دھل گئے پھر اور احصا کا بھی وضو کر لیا پھر حدث ہوا تو اس پر مسح جائز ہے، مگر گدھے کے جھولے پانی سے وضو کیا اور تیمم کیا اور اس پر موزے پہنے پھر حدث ہوا اور پھر گدھے کے جھولے پانی سے وضو کیا اور تیمم کیا تو موزوں پر مسح کر لے اور گدھے کے جھولے کی بجائے نیچے تہر ہو اور باقی مسئلہ اسی حالت پر ہو تو موزہ پر مسح نہ کرے، اگر گدھے کے جھولے پانی سے وضو کیا اور موزے پہنے اور تیمم نہ کیا یہاں تک کہ حدث ہو گیا تو وہ گدھے کے جھولے پانی سے وضو کرے اور موزوں پر مسح کرے پھر تیمم کرے اور نماز پڑھ لے اور جب مطلق پانی میسر آ جائے تو وہ وضو و مسح

دونوں قاسد ہو جائیں گے۔ جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہو اس کو موزے پر مسح جائز نہیں خواہ وہ تیمم غسل کا ہو یا وضو کا یا دونوں کا۔ جس کو موزے پہننے کے بعد یا قبل جنابت ہوگئی اس کو موزوں پر مسح جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ جنابت کے واسطے مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرے اور حدث کے واسطے وضو کرے اور دونوں پاؤں دھوئے پھر موزے پہنے پھر دست و مسح تک جب وہ وضو کرے اس کو مسح جائز ہوگا پھر اگر پانی کے ملنے سے اس کی جنابت لوٹ آئے تو یہ حکم ہوگا کہ گویا اب جنبی ہوا ہے۔ جنبی نے غسل کیا اور اس کے جسم پر کچھ حصہ خشک رہ گیا پھر اس نے موزے پہنے پھر اس حصے کو دھویا پھر حدث ہوا تو مسح کرنا جائز ہے اور اگر اس کے دھونے سے قبل حدث ہوا تو مسح جائز نہیں۔ اسی طرح اگر اعتنائے وضو میں سے کوئی مقام خشک رہ گیا پھر اس کے دھونے سے قبل حدث ہوا تو مسح جائز نہیں اور بعد دھونے کے حدث ہوا تو مسح جائز ہے اس لئے کہ حدث کا اثر طہارت کا مل پر ہو۔

۵۔ مدت مسح میں مسح ہو۔ تیمم کے لئے مدت ایک دن رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور ان کی راتیں ہیں خواہ وہ سفر طاعت ہو (یعنی نیک مقصد کے لئے ہو) یا سر معصیت (یعنی گناہ کے لئے) اس حکم میں برابر ہے، موزہ پہننے کے بعد جب حدث ہوا اس وقت سے مدت کی ابتدا ہوگی، موزہ پہننے یا وضو کرنے کے وقت سے نہیں، حتیٰ کہ کسی نے فجر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے پھر عصر کے وقت اس کو حدث ہوا پھر اس نے وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو مقیم کے لئے دوسرے دن کی عصر کے وقت کی اسی ساعت تک اس کے لئے مسح کی مدت باقی رہے گی جس ساعت میں اولیٰ روز حدث ہوا تھا اور اگر مسافر ہے تو چھ گھنٹے روز کی اسی ساعت تک مسح کی مدت باقی رہے گی، پس مقیم بھی چھ نماز میں مسح کرتا ہے مثلاً ظہر کی تاخیر یا وضو موزہ پہننے ہوئے آخر وقت تک کی پھر وضو نہ کرے اور مسح کر کے آخر وقت میں ظہر کی لڑ پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن اول وقت میں پڑھی اور کبھی مسح کے ساتھ صرف چار نماز پر قادر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے وضو کیا اور صبح صادق ہونے سے پہلے موزہ پہنا پھر طلوع فجر کے بعد نماز پڑھی اور جب التیمم پڑھ چکا تو وضو ٹوٹ گیا اس شخص کو اگلی فجر کی نماز مسح کے ساتھ پڑھنا ممکن نہیں اس لئے کہ حدث اس کے آخر نماز میں واقع ہوا پس یہ شخص ظہر، عصر، مغرب اور عشا چار نمازوں کے لئے مسح کرے گا۔ مقیم نے مدت مسح میں (یعنی آٹھ پہر کے اندر) سفر کیا تو سفر کی مدت پوری کرے یعنی تین دن رات تک مسح کرتا رہے اور اگر اقامت کا مسح پورا ہو چکا یعنی مسح کو آٹھ پہر گزر چکے پھر سفر کیا تو موزہ نکال کر دونوں پیر دھوئے، مدت مسح اقامت (یعنی آٹھ پہر) پوری ہونے کے بعد مسافر نے اقامت کی یا گھر واپس آ گیا تو وہ اپنے موزے نکالے اور پاؤں دھوئے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی اور اگر مدت مسح اقامت کے پورا ہونے سے پہلے نیت اقامت کرے یا گھر واپس آ جائے تو مدت اقامت (یعنی آٹھ پہر) مسح کے ساتھ پورا کرے۔ معذور نے اگر وضو کیا اور موزے پہنے اس حالت میں کہ اس کا عذر اس وقت موجود نہ تھا تو اس کو تندرستوں کی مانند مدت معلومہ تک مسح جائز ہے اور اگر وضو کرتے وقت یا ایک موزہ پہننے وقت عذر موجود تھا یا پیدا ہوا تو مسح وقت میں جائز ہے خارج وقت میں جائز نہیں (کیوں کہ جس طرح معذور کو ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کا وقت جاتے رہنے سے اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے) مثلاً کسی نے عذر کے موجود ہونے سے قبل ظہر کا وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کی سبب سے نوتا جب تک ظہر کا وقت موجود ہے مسح جائز ہے ظہر کے وقت کے بعد عصر کے وقت مسح جائز نہیں مگر دوبارہ کامل وضو کرنے کے بعد۔

۶۔ موزہ بہت پہنا ہوا نہ ہو، بہت پہنا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چوٹی انگلیاں ہیں یہی صحیح ہے اور شرط یہ ہے کہ بقدر پوری تین انگلیوں کے ظاہر ہو جائے برابر ہے کہ سوار رخ موزے کے نیچے ہو یا اوپر یا ایڑی کی طرف اور اگر سورخ موزے کی پٹلی میں (ٹخنے سے اوپر) ہے تو مسح کا مانع نہیں کیوں کہ یہ مسح کی حد سے باہر ہے، اور چھوٹی انگلیوں کا وہاں اعتبار ہے جبکہ انگلیوں کے سوا کوئی جگہ کھل

جائے اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو مستحب یہ ہے کہ وہی تین انگلیاں کھلیں خو کوئی سی ہوں حتیٰ کہ اگر انگوٹھا در اس کے برابر کی انگلی کھل گئی حالانکہ کہ یہ دونوں بل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں تو بھی مسح جائز ہے اور اگر انگوٹھا در اس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل گئیں تو مسح جائز نہیں اور جس شخص کی انگلیاں کٹ گئی ہوں اس کے موزے کے سوراخ کا اعتبار دوسرے شخص کی انگلیوں سے کیا جائے گا۔ ایک موزے کے سوراخ جمع کئے جائیں گے دونوں کے جمع نہ کئے جائیں گے حتیٰ کہ اگر ایک موزے میں بقدر ایک انگشت کے شکاف ہو اور دوسرے میں بقدر دو انگشت کے تو مسح ان دونوں پر جائز ہوگا اس شرط سے کہ فرض مسح کا لمس موزے پر واقع ہو نہ کہ اس مقام پر جو تھوڑا پیشا ہوا ہو اور اگر ایک ہی موزے میں سوراخ آگے کی جانب ایک انگشت ہو اور اڑی پر ایک انگشت ہو اور کسی اور طرف اسی قدر ہو تو مسح جائز نہ ہوگا پھر وہ سوراخ جو جمع کئے جاتے ہیں کم سے کم اس قدر بڑے ہوں کہ جس میں ایک بڑی سوئی (ٹاٹ وغیرہ سینے کا سوا) جاسکے اور جو اس سے بھی چھوٹا ہو وہ معتبر نہ ہوگا اور سیون کے سوراخوں میں شامل ہوگا۔ مانع مسح وہ چیز سوراخ ہے جس کی وجہ سے اس کے نیچے کا بدن کھل جائے یا ملا ہو لیکن چلے وقت کھل جائے اور پاؤں ظاہر ہو جائے لیکن جب اندر کا بدن نہ کھلے تو مانع مسح نہیں اگرچہ بڑا سوراخ ہو۔ اگر موزہ اوپر سے کھل جائے اور اس کے اندر ہنڈے کا ستر ہے یا کپڑے کا ستر موزے میں ملا ہوا ہے تو مانع مسح نہیں، اور موزہ اور جراب اور چاروقی جو پاؤں کے اوپر کی طرف سے جڑے ہوئے ہوں اور اس میں گھنڈیاں اور سوراخ ہوں جن کے لگانے سے موزہ پاؤں کو ڈھک لے وہ بے جڑے موزوں کے حکم میں ہے، اور اگر پشت قدم ان سے کچھ ظاہر ہوتی ہو تو وہ موزے کے سوراخوں کے حکم میں ہے، اگر پہنے ہوئے موزے پر دوسرا درست موزہ یا جرموق ہو تو اس پر مسح کرے اس لئے کہ اوپر والے کا اعتبار ہے نیچے والے کا نہیں۔ موزے پر مسح کے حکم میں مرد و عورت برابر ہیں۔ دستانے جو ہاتھوں میں پہنے جاتے ہیں ان پر مسح جائز نہیں، عمامہ اور ٹوپی اور برقعے اور نقاب (گھونگھٹ) پر بھی مسح جائز نہیں۔

مسح توڑنے والی چیزوں کا بیان

۱۔ جو چیزیں وضو توڑتی ہیں وہ مسح موزہ کو بھی توڑتی ہیں۔

۲۔ دونوں موزوں یا ایک موزے کا پاؤں سے لگانا یا لکھنا۔

۳۔ مدت مسح کا گزرنا، اگرچہ اس نے اس مدت میں مسح نہ کیا ہو، در یہ حکم اس وقت ہے جب پانی ملتا ہو لیکن اگر پانی نہ ملے تو مدت کے گزرنے سے مسح نہیں ٹوٹے گا بلکہ اسی مسح سے نماز جائز ہوگی یہاں تک کہ اگر مدت گزر گئی اور وہ نماز کے اندر ہے اور پانی نہیں ملتا تو نماز اسی طرح پڑھتا رہے، یہی اصح ہے (اس کی صورت یہ ہے کہ اول وقت وضو کر کے موزے پہنے اور ظہر کے وقت حدیث ہو اس نے وضو کر کے مسح کیا اور دوسرے روز اسی وقت جب پہلے روز اس کو حدیث ہوا تھا نماز میں داخل ہوا اور اس کو یاد آیا کہ یہ وقت مسح کے ختم ہو جانے کا ہے لیکن جانتا ہے کہ اس جنگل میں پانی نہیں ہے تو اس اصح قول کی بنا پر نماز پوری کر لے۔ اس قول کی بنا پر صحیح یہ ہے کہ نئے سرے سے جبیرہ کی طرح کل یا اکثر پاؤں کا مسح کرے۔ (مؤلف) اور بعض مطائخ سے یہ منقول ہے کہ نماز قاسد ہو جائے گی اور یہی اشد ہے (یعنی روایت وفہم کے مناسب ہے) یوں کہ مدت گزر جانے سے حدیث نے پاؤں میں سرایت کی اور پانی کا نہ ہونا مانع سرایت کا نہیں، اس لئے ان کے نزدیک تیمم کرے اور نماز پڑھے جس طرح ہر وہ شخص کہ اس کے اعضاء وضو میں کچھ خشک باقی رہا اور پانی نہیں ہے جو اس کو دھوئے تو اس کو تیمم کرنا چاہئے، کذا فی الطحاوی وغیرہ) اگر دونوں موزے ٹکالے یا ایک موزہ ٹکالا اور وہ پاؤں وضو سے تو صرف دونوں پاؤں دھونا اس پر واجب ہے

نئے سرے سے سارا وضو کرنے کی ضرورت نہیں اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب مسح کی مدت گزر جائے۔ (اور پورا وضو کر لینا مستحب ہے) جس شخص کو اپنے موزے نکالنے میں یہ خوف ہو کہ اس کے پاؤں سردی کی وجہ سے رہ جائیں گے تو موزہ پٹی کے حکم میں ہو جائے گا پس اس کو مسح جائز ہے اگرچہ مدت ارار ہو جائے لیکن اوپر نیچے غل غل اور ایڑیوں پر یعنی پورے یا اکثر موزے کا مسح کرے جیسے ان ٹکڑیوں پر مسح جائز ہو جاتا ہے جو ٹوٹی ہڈی پر باغ بھی جاتی ہیں۔ (اس میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں ہے اور تتم کرنے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔) اکثر پاؤں (یعنی آدھے سے زیادہ) نکل آئے تو پورے پاؤں کے نکل آنے کے حکم میں ہے یہی صحیح ہے۔ اگر موزہ چوڑا ہے جب پاؤں اٹھاتا ہے تو ایڑی موزہ سے نکل جاتی ہے اور جب پاؤں رکھتا ہے تو پھر اپنی جگہ پر آ جاتی ہے تو اس پر مسح جائز ہے، جس کے پاؤں ٹیڑھے ہو جائیں اور وہ پنچوں کے بل چلتا ہو اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ گئی ہو تو اس کو بھی موزوں پر مسح جائز ہے جب تک اس کا پاؤں پنڈلی کی طرف کو نکل نہ جائے۔ اگر دو تہ کے موزے پہنے اور اوپر مسح کیا پھر ایک تہ اتار لی تو دوسری تہ پر مسح کا اعادہ نہ کرے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب موزوں پر ہال ہوں ان پر مسح کرے پھر ہال اتار ڈالے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب کہ موزے پر مسح کیا پھر اس کے اوپر کا پوست چھیل ڈالا۔ اگر جرموق کے اوپر مسح کیا پھر جرموق اتار ڈالے تو موزوں پر مسح کا اعادہ کرے اگر صرف ایک جرموق نکالا تو اسی موزہ پر مسح کرے جو ظاہر ہو گیا اور دوسری جرموق پر مسح کا اعادہ نہ کرے۔

۴۔ موزے میں پاؤں کا پانی سے بھیگ جانا۔ اگر پوری طہارت کے بعد موزے پہنے اور ان پر مسح کیا پھر اس کے ایک موزہ میں پانی داخل ہوا، اگر نئے تک پانی پہنچا اور سارا پاؤں یا اکثر پاؤں (آدھے سے زیادہ) دھل گیا تو اس پر دوسرے پاؤں کا دھونا بھی واجب ہے۔ اگر وضو کیا اور کسی عضو وضو کو ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے پھنسیا (بچھیاں) باندھیں یا زخم پر پٹی باندھی اور ان پر مسح کیا اور دونوں پاؤں دھونے اور موزے پہنے پھر حدیث ہوا تو وضو کرے اور ان ٹکڑیوں (بچھیوں) پر اور موزوں پر مسح کرے، اور اگر وہ زخم اس طہارت کے ٹوٹنے سے پہلے اچھا ہو جائے جس پر موزے پہنے ہیں تو وہ اس زخم کی جگہ کو دھو لے اور موزوں پر مسح کرے اور اگر اس طہارت کے ٹوٹنے کے بعد اچھا ہو تو موزوں کو نکالنا چاہئے، اپنے موزے پر اگر کسی دوسرے شخص سے مسح کرائے تب بھی جائز ہے، موزے کا تین انگلی یا اس سے زیادہ پھنسا اور معذور کے حق میں وقت کا نکل جانا بھی موزے کے مسح کو باطل کر دیتا ہے۔

جبیرہ و عصابہ پر مسح کرنے کا بیان

جبیرہ ان بچھیوں کو کہتے ہیں جو کھڑی یا رسل (بانس) وغیرہ سے چڑ کر ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں، اور عصابہ کپڑے کی پٹی کو کہتے ہیں جو پھوڑے پھنسی، دنل اور زخم وغیرہ پر باندھتے ہیں، امام ابو حنیفہ کے نزدیک جبیرہ اور عصابہ پر مسح فرض نہیں بلکہ واجب ہے، صاحبین کے نزدیک ان پر مسح فرض ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام صاحب نے بھی انہی کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے (اور یہ فرض عملی ہے) اور یہ مسح اس وقت کرے جب ان کے نیچے دھونے یا مسح کرنے پر قادر نہ ہو، اس طرح پر کہ پانی پہنچنے سے یا ان کے کھولنے سے ضرر ہوتا ہو، اور مسح ایک ہی دفعہ کافی ہے مگر ضروری نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ اور وہ شخص بھی مسح کرے جس کو کھولنے میں اس وجہ سے ضرر ہو کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ پھر ان کو خود نہیں باندھ سکتا اور نہ اس کے پاس کوئی اور باندھنے والا ہے۔ اگر ٹھنڈے پانی سے دھونا نقصان کرتا ہو اور گرم پانی سے دھونا نقصان نہ کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا لازم ہے اور اس کو مسح جائز نہیں۔ مگر جبیرہ اور عصابہ پر مسح کرنے سے ضرر ہو تو بالا جماع ترک جائز ہے۔ اگر ضرر نہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک تب بھی ترک جائز ہے یعنی فرض ادا ہو جائے گا مگر اس کا لوٹنا واجب ہوگا، اور صاحبین کے

نزدیک ترک جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے اور امام صاحبؒ نے بھی اسی کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ اگر جبیرہ و عصا بہ زخم سے زیادہ جگہ پر ہو تو اگر اس کو کھولنا اور زخم پر مسح کرنا دونوں نقصان کریں تو جس قدر زخم کے مقابل اور جس قدر صحیح بدن کے مقابل ہے سب پر مسح کرے اور اگر مسح نقصان کرے اور کھولنا نقصان نہ کرے تو کھولنا واجب ہے، پس کھول کر اس قدر پٹی پر مسح کرے جو زخم کے اوپر ہے اور اس کے آس پاس دھو لے اور اگر کھولنا اور مسح دونوں نقصان نہ کریں تو زخم پر مسح کرے اور اس کے آس پاس دھو لے۔ زخم ہو یا داغ ہو یا ہڈی نوٹ گئی ہو سب کا حکم ایک ہے، اگر اکثر جبیرہ پر (آدمی سے زیادہ) مسح کر لیا تو کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ آدمی جبیرہ یا اس سے کم پر بال جماع مسح جائز نہیں۔ اگر قصد کھلوانے والے نے پٹی پر مسح کیا چاہے پر مسح نہ کیا تو کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ پٹی کی دونوں گہروں کے درمیان میں جو ہاتھ یا کبھی یا بدن کی کوئی اور جگہ کھل رہی جاتی ہے اس پر بھی مسح کرنا کافی ہے، یہی مسح ہے کیونکہ اس کے دھونے میں پٹی تر ہو کر زخم کو نقصان پہنچنے کا خوف ہے اور اس پر فتویٰ ہے، اگر زخم اچھا نہیں ہوا اور بغیر اس کے جبیرہ گر پڑے تو دھونا لازم نہیں اور مسح بھی باطل نہیں ہوگا، اور اگر اچھا ہونے کے بعد گرے یا زخم اچھا ہو جائے اور ابھی پٹی نہ گرے تو مسح باطل ہوگا اور خاص اس جگہ کا دھونا واجب ہوگا (اور یہ جب ہے کہ پٹی کا کھلنا ضرر نہ کرے پس اگر ضرر کرے مثلاً زخم اچھا ہو گیا اور پانی اس کو ضرر نہیں کرے گا لیکن پٹی اس طرح چپکی ہے کہ گوشت سے جدا کرنے میں تازگی زخم کا احتمال ہے تو اس صورت میں مسح باطل نہ ہوگا) اور اگر نماز میں گرا، یا مقام اچھا ہو گیا تو اسی جگہ کو دھو کر نماز کو نئے سرے سے پڑھے، وضو کیا اور دعا گئی ہوئی تھی اس کے اوپر پانی بہا لیا پھر اس جگہ کے اچھا ہو جانے کے بعد دعا کر گئی تو دھونا لازم ہوگا اور اگر بغیر اچھا ہوئے گر گئی تو دھونا لازم نہ ہوگا، اگر تاخنہ نوٹ جائے اور اس پر دعا لگائی جائے اور اس کا چھڑانا نقصان کرتا ہو، اگر ہو سکے تو اس کے اوپر پانی بہائے اگر اس پر قادر نہ ہو تو اس کے اوپر مسح کرے اور اگر مسح بھی نقصان کرتا ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی عذر کی وجہ سے دونوں ساقط ہو گئے۔ اعضا پھٹے ہوئے ہوں (یعنی بوائیاں پھٹی ہوں) اگر ہو سکے تو ان کے شکافوں پر پانی بہا دے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان پر مسح کرے اور اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو ان کو چھوڑ دے اور ان کے آس پاس دھو لے یہی حکم اس وقت ہے جبکہ پانی لگنے سے خون جاری ہو جائے۔ زخم کی پٹی پر مسح کیا پھر وہ گر گئی اور دوسری تبدیل کی تو بہتر یہ ہے کہ وہ بارہ مسح کرے اور اگر وہ بارہ مسح نہ کرے تب بھی جائز ہے، اسی طرح اگر اوپر کی پٹی دور ہو جائے تو نیچے کی پٹی پر مسح کا اعادہ واجب نہیں مستحب ہے۔ کسی شخص کی انگلی میں زخم ہے اور اس پر مرہم لگائے یا بکری کا پتہ لگائے اور زخم سے زیادہ جگہ پر لگ جائے پھر وضو کرنے میں اس پر مسح کرے تو ساری جگہ پر مسح کرے تو جائز ہے اور قصد کھلوانے والے کے حق میں بھی یہی حکم ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ کسی شخص کی ہاتھوں پر زخم ہے اور پٹی بندی ہوئی ہے اور اس کو مسح کی نیت سے پانی کے برتن میں ڈبو یا تو مسح جائز نہیں اور پانی فاسد ہو جائے گا لیکن اگر ہاتھ کی انگلیوں یا پتھلیوں پر پٹی بندی ہو تو وہ محل جائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا جبکہ اوپر نجاست نہ ہو اگر چہ اس نے مسح کا ارادہ کیا تھا، جبیرہ اور عصا بہ پر مسح کرنا اس کے نیچے کے بدن کے دھونے کے حکم میں ہے، مسح موزہ کی طرح خلیفہ اور بدل نہیں ہے اور جبیرہ اور عصا بہ کا مسح موزے کے مسح سے انکس احکام میں مخالف ہے:

- ۱۔ بدل اخیفہ نہیں، مسح موزہ بدل اور خلیفہ دھونے کا ہے، ۲۔ جبیرہ اور عصا بہ کے لئے مدت مقرر نہیں، ۳۔ اگر پہلے جبیرہ اور عصا بہ کو بدل ڈالے تو دوسرے پر مسح کا لوٹنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، ۴۔ اگر اوپر نیچے دو جبیرہ باندھے ہوئے ہو اور ایک کو کھول ڈالے تو دوسرے پر مسح لوٹنا مستحب ہے واجب نہیں، ۵۔ اگر ایک پاؤں میں جبیرہ باندھا ہو تو دوسرے پاؤں کو دھو لے بخلاف موزہ کے کہ ایک پاؤں میں موزہ پہنے اور مسح کرے اور دوسرے کو دھو لے تو جائز نہیں، ایک پاؤں کے جبیرہ کا مسح دوسرے پاؤں کے جبیرہ کے موزہ کے مسح کے ساتھ یا دوسرے تندرست پاؤں کے موزہ کے مسح کے ساتھ جمع نہیں کیا جاتا، مثلاً ایک شخص کے ایک پاؤں میں زخم ہے اور اس پر جبیرہ یا پٹی بندی ہے

پھر اس نے وضو کیا اور جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے پاؤں کو دھویا اور اس میں موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا تو صحیح یہ ہے کہ موزہ پر مسح جائز نہیں اور اگر جبیرہ پر مسح کر کے دونوں پاؤں میں موزے پہنے پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا تو دونوں موزوں پر مسح جائز ہے، ۶۔ کسی شخص کے ایک پاؤں میں پھوڑا ہو اور اس نے دونوں پاؤں دھو کر دونوں میں موزے پہنے پھر اس کو حدث ہوا اور دونوں موزوں پر مسح کیا اور اسی طرح بہت سی نمازیں پڑھیں پھر موزوں کو نکالا تو یہ معلوم ہوا کہ پھوڑا پھوٹ گیا اور اس سے خون بہا مگر یہ نہیں معلوم کہ کب پھوڑا تو اگر زخم کا سراغ ملے ہو گیا ہو اور اس شخص نے موزہ مثلاً طلوع فجر کے وقت پہنا تھا اور عشا کے بعد نکالا تو فجر کا اعادہ نہ کرے باقی نمازوں کا اعادہ کرے، اور اگر زخم کا سراغ خون میں تر ہو تو کسی نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر کسی نے زخم کو باندھ اور وہ بندھن تر ہو گیا اور وہ تری یا ہریک آگئی تو وضو ٹوٹ گیا اور نہ نہیں ٹوٹا اور اگر وہ بندھن دوہرا تھا ایک حصہ میں سے تری یا ہری آگئی اور دوسری میں سے نہ آئی تو بھی وضو ٹوٹ جائے گا کیوں کہ وہ خون جاری ہو گیا ہے اس لئے منہ وضو ہے، ۷۔ جبیرہ کا طہارت کی حالت پر باندھنا شرط نہیں، پس اگر جبیرہ بھیر وضو اور بغیر اس جگہ کے دھونے کے باندھی گئی ہو تو بھی اس پر مسح جائز ہے، ۸۔ اگر جبیرہ پر مسح ضرر کرے تو ترک کرنا جائز ہے (اور ضرر نہ کرے تو ترک جائز نہیں) ضرر سے مراد اعتبار کے لائق ہے مطلق ضرر نہیں، ۹۔ جبیرہ کا مسح عضو کے نہ دھو سکنے کے عذر پر جائز ہے بلا عذر جائز نہیں، ۱۰۔ مسح جبیرہ دھوا ہوا داغ و فصد کی پٹی وغیرہ میں حدیث اور جنابت برابر ہے یعنی غسل میں بھی جبیرہ پر مسح جائز ہے، ۱۱۔ اگر جبیرہ زخم اچھا ہو جانے پر گر جائے تو مسح باطل ہو جائے گا ورنہ نہیں، سورے میں تین انگلیوں کی مقدار تک مسح کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے، ۱۲۔ جبیرہ کے مسح میں نیت بالاتفاق شرط نہیں، موزہ کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے، ۱۳۔ زخم اچھا ہونے پر جبیرہ گر پڑے تو فقط اسی جگہ دھونا لازم آتا ہے اور ایک موزہ کے تین انگلی است اندھنٹنے پر دونوں پاؤں کا دھونا ضروری ہوتا ہے، ۱۴۔ اگر جبیرہ میں مسح کرنے کے بعد کسی طرح پانی داخل ہو جائے تو مسح باطل نہ ہوگا موزہ کا باطل ہو جائے گا، ۱۵۔ ٹوٹے ہوئے عضو پر جبیرہ باندھ کر مسح جائز ہے اگرچہ عضو تین انگلی سے کم باقی رہا ہو مسح موزہ میں تین انگلی کی مقدار کا باقی رہنا شرط ہے، ۱۶۔ بعض روایات میں جبیرہ دھوا ہونے کے مسح کا ترک کرنا جائز ہے، ۱۷۔ جبیرہ دھوا ہونے کے لئے پاؤں میں ہونا شرط نہیں، ۱۸۔ اکثر حصہ جبیرہ کا مسح شرط ہے موزہ میں تین انگلی کی مقدار شرط ہے، ۱۹۔ جب عضو ماؤف کو مسح نہ کر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے مثلاً پانی ضرر کرتا ہو، یا ہندھی ہوئی پتی کا کھولنا ضرر کرتا ہو پس اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو جبیرہ پر مسح صحیح نہیں، ۲۰۔ مسح جبیرہ دھوا ہونے پر فرض عملی ہے، اور مسح موزہ رخصت و جائز ہے، ۲۱۔ مسح جبیرہ کی مدت متعین نہیں کیوں کہ وہ دھونے کی مثل ہے اور جب تک وہ زخم وغیرہ اچھا نہ ہو مسح کرے گا اور تندرستوں کو امامت کرے گا بخلاف صاحب عذر کے اور مسح موزہ کے لئے مدت متعین ہے۔

حیض و نفاس اور استحاضہ کا بیان

عورت کی فرج سے جو خون نکلتا ہے وہ تین قسم کا ہوتا ہے ۱۔ حیض، ۲۔ نفاس، ۳۔ استحاضہ

حیض کا بیان

حیض وہ خون ہے جو رحم سے بغیر ولادت یا بیماری کے ہر مہینے فرج کے راستے سے نکلتا ہے، اگر پانچ دن کے مقام سے نکلے تو حیض نہیں اور جب وہ یعنی پانچ دن کے مقام سے نکلنے والا خون بند ہو جائے تو غسل مستحب ہوگا، زمانہ حیض کے علاوہ اور دنوں میں کوئی ایسی دوا استعمال کی جس سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں، مثلاً کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض آتا ہو اس کو حیض کے پندرہ دن بعد دوا کے استعمال سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں ہے، پندرہ دن کے بعد کی قید اس لئے ہے کہ پندرہ دن کے اندر تو بغیر دوا کے بھی آجائے تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

شرائط حیض

حیض کا خون چند باتوں پر قوف ہے:

۱۔ وقت، اور وہ نو سال کی عمر سے ایاس (نامیدی) کی عمر تک ہے نو برس سے پہلے جو خون نکلے وہ حیض نہیں ہے، ایاس کا وقت بچپن برس کی عمر کے بعد ہوتا ہے یہی صبح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، ورنہ بعض کے نزدیک پچاس برس کی عمر محدود مختار ہے اور اس پر فتویٰ ہے، پھر اس کے بعد جو خون آئے گا وہ ظاہر نہ ہوگا میں حیض نہیں ہوگا اور مختار یہ ہے کہ اگر خون قوی ہوگا یعنی زیادہ سرخ و سیاہ ہوگا تو حیض ہوگا اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، البتہ اگر اس عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا سبز یا خاکی رنگ کا خون آتا ہو تو بچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض کے سمجھے جائیں گے اگر عادت کے خلاف ایسا ہو تو استحاضہ ہے۔

۲۔ خون کا فرج خارج تک نکلتا اگرچہ گدی کے گر جانے سے ہو پس جب تک کچھ گدی یا روئی خون اور فرج خارج کے درمیان میں حائل ہے تو حیض نہ ہوگا، ایک عورت حیض سے پاک تھی اور اس نے گدی پر خون کا اثر دیکھا تو جس وقت سے گدی اٹھائی اور خون کا اثر نہ پایا تو اسی وقت سے خون بند ہونے کا حکم ہوگا جس وقت سے گدی رکھی تھی، پس اگر کوئی عورت سوکر ٹھننے کے بعد حیض دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے ہوگا جب سے بیدار ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر عارضہ عورت سوکر اٹھنے کے بعد اپنے کو ظاہر پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے ظاہر سمجھی جائے گی، اور جبکہ عشاء پڑھے بغیر سو گئی وہ عشا کی نماز ان دنوں صورتوں میں غسل کر کے پڑھے۔ حیض کے خون میں سیلان (بہا) شرط نہیں۔

۳۔ حیض کا خون ان چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہو، سیاہ، سرخ، زرد، حیرہ (سرخ مائل سیاہ یعنی گدلا)، سبز، خاکستری

(نہال) پس جبکہ تک بالکل سفید نہ ہو جائے وہ حیض ہے اور گدی کے اوپر کے رنگ کا اعتبار اسی وقت ہے جب اس کو اٹھائیں اور وہ تر ہو، اس وقت کا اعتبار نہیں جب وہ خشک ہو، اگر ایسا ہو کہ جب تک کپڑا تر ہے تب تک غائص سفیدی ہو اور جب وہ خشک ہو جائے تو زرد ہو جائے تو وہ سفیدی کے حکم میں ہے (جو انظار حیض کی علامت ہے) اور اگر سرخی یا زردی دیکھی اور خشک ہونے کے بعد وہ سفید ہو گئی تو جس حالت میں دیکھا تھا اس حالت کا اعتبار کیا جائے گا اور تغیر کے بعد جو حالت ہوئی اس کا اعتبار نہیں۔

۴۔ مدت حیض، حیض کی کم سے کم مدت ظاہر روایت میں تین دن اور تین راتیں ہیں خواہ انہی دنوں کی راتیں ہوں یا نہ ہوں اور تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے پس اگر کسی عورت نے دن کے اولیٰ حصے میں خون دیکھا تو ہر دن اور اس کے بعد والی رات کو ملا کر تین دن پورے کرے اس ساعت تک جس سے شروع ہوا تھا یعنی شروع ہونے کے وقت سے بہتر سمجھنے پورے ہو جائیں، اور اکثر مدت دس دن اور دس راتیں ہیں خواہ انہیں دنوں کی ہوں یا نہ ہوں۔

۵۔ رحم حمل سے خالی ہو

۶۔ طہر کی کامل مدت اس سے پہلے ہو چکی ہو، اگر دو خونوں کے درمیان طہر آ جائے اور سب خون حیض کی مدت کے اندر ہوں تو حیض ہوگا اس لئے کہ اس کے اول و آخر کا اعتبار ہے اور درمیان کی خشکی کا اعتبار نہیں، اور اگر ایک خون حیض کی مدت سے باہر ہو جائے مثلاً ایک روز خون آیا اور نو دن تک طہر رہا اور پھر ایک روز خون آیا تو حیض نہ ہوگا اس لئے کہ آخر کا خون مدت حیض کے اندر نہیں اور اس روایت کے بموجب حیض کی ابتدا اور انتہا طہر سے نہیں ہوئی اور یہ روایت امام محمدؒ کی ہے امام ابو حنیفہؒ سے، اور امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر دو خونوں کے درمیان میں طہر آ جائے تو اگر وہ پندرہ روز سے کم ہے تو ان کو جدا نہیں کرے گا اور اکثر متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اس لئے کہ اس میں فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے والے دونوں پر آسانی ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے پس اگر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ طہر اور خون سب حیض ہوں گے برابر ہے کہ اس عورت کو پہلی بار ہی حیض آیا ہو یا عادت مقرر ہو اور اگر دس دن سے زیادہ ہو تو اگر عورت کو اول بار ہی حیض آیا ہے تو دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور اگر اس کی عادت مقرر ہو تو حیض کی جو مدت معلوم ہے وہ حیض سمجھی جائے گی اور طہر کی جو مدت معلوم ہے وہ طہر سمجھی جائے گی اور ابتدا حیض کی طہر سے جائز ہے اگر اس سے پہلے خون ہو اور اس کا ختم ہونا بھی طہر پر جائز ہے اگر اس کے بعد خون بند ہو، اگر پندرہ روز یا اس سے زیادہ کا طہر ہو تو ان دونوں خونوں کو جدا کرنے والا سمجھا جائے گا، پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو یا صرف ایک کو جیل سمجھیں گے جس طرح ممکن ہوگا طہر (دو حیض کے درمیان پاک رہنے) کی کم سے کم مدت پندرہ روز اور ان کی راتیں ہیں اور اکثر کی کچھ انتہا نہیں جتنے مہینے تک خون نہ آئے پاک ہے اگرچہ تمام عمر نہ آئے (تمام عمر خون نہ آنے کی نین صورتیں ہیں)۔ عورت عمر کے لحاظ سے بالغ ہو جائے اور تمام عمر اس کو خون نہ آئے تو وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھتی رہے اس کو ہمیشہ شوہر سے قربت کی اجازت ہے اور اس کی مدت مہینوں سے پوری ہوگی، ۲۰۔ بلوغ کے نزدیک یا اس کے بعد تین دن سے کم خون دیکھے پھر ہمیشہ کو منقطع ہو جائے، اس کا حکم بھی پہلی صورت کا سا ہے، ۳۰۔ ایسا خون دیکھے جو حیض ہو سکتا ہے یعنی تین دن سے زیادہ، پھر دائمی بند ہو جائے، اس کا حکم بھی پہلی صورت کی مانند ہے، مگر یہ کہ اس کی مدت حیض سے پوری ہوگی جبکہ سن ایسا ہے پہلے حیض جاری ہوا اور اگر جاری نہ ہو تو اس کی مدت ابتدائے سن ایسا والے مہینوں سے پوری ہوگی، (از شامی - مؤلف) لیکن اگر عادت مقرر کرنے کی ضرورت ہو، مثلاً کوئی عورت ایسی حالت میں بانٹ ہوئی کہ اس کو ہمیشہ خون آتا ہے تو ہر مہینے کے دس دن حیض سمجھے جائیں گے اور باقی بیس دن استحاضہ ہے، اسی طرح برابر دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا، کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور اس کو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کتنے دن

خون آیا تھا تو اس قسم کے مسئلے بہت دقیق ہیں جن کو سمجھنا مشکل ہے اور ایسا اتفاق بھی بہت کم پڑتا ہے اس لئے اس کے مسئلے یہاں درج نہیں کئے گئے جب کہ ضرورت پڑے تو کسی جید عالم سے پوچھ لینا چاہئے۔ غیر مستند مولوی سے ہرگز نہ پوچھیں۔

نفاس کا بیان

نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے نکلے، اگر بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا اور امام محمدؒ سے بھی یہی روایت ہے، یہی صحیح ہے لیکن بچے کے ساتھ نجاست نکلنے کی وجہ سے اس پر (احتیاطاً) وضو واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک احتیاطاً غسل واجب ہوگا اس لئے کہ ولادت تھوڑے خون سے خالی نہیں ہوتی، اکثر مشائخ کا یہی مذہب ہے اور یہی معتد ہے، اگر اکثر (نصف سے زیادہ) بچہ باہر نکل آیا تو نفاس ہوگا اور نہ نہیں اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ بچہ رحم کے اندر نکلے نکلے ہو جائے اور اکثر باہر نکل آئے، اگر بچہ کی تھوڑی خلقت ظاہر ہو گئی جیسے ہاتھ یا پاؤں یا انگلی یا ناخن یا بال (اگرچہ بھی پورا نہیں بنا کہ اسقاط ہو گیا) (گرہیں) خواہ دو، یا غیرہ سے مراد سے یا خود ہی گر جائے تو وہ بچہ ہے اس سے نکلنے کے عورت کو نفاس ہوگا اور اگر اس کی خلقت میں سے کچھ ظاہر نہیں ہوا (بلکہ صرف خون کا تو تھوڑا نکلا) تو نفاس نہ ہوگا اور جو کچھ خون وغیرہ اس کے ساتھ نکلا ہے اگر ہو سکے گا (یعنی رت وغیرہ کے اعتبار سے جبکہ تین دن سے کم نہ ہو ورنہ اس کے پہلے پورا طہر یعنی چند دن گزر جائیں) تو حیض ہوگا ورنہ استحاضہ ہوگا (عضو بننے کے لئے مدت کے لحاظ سے ایک سو بیس دن (چار ماہ) کا گزرنا ہے یعنی مدت کے لی ظ سے اس سے پہلے ظہور اعضا نہیں ہوتا) اگر بچہ نکلنے سے پہلے بھی خون آیا اور بعد میں بھی آیا اور بچہ کی خلقت ظاہر ہو گئی تھی تو جو خون اس بچہ کے نکلنے سے قبل آیا وہ حیض نہ ہوگا (بلکہ استحاضہ ہوگا) اور جو بعد میں آیا وہ نفاس ہوگا اور اگر اس کی خلقت ظاہر نہ ہوئی تھی تو جو خون نکل، اسقاط کے آیا اگر وہ حیض ہو سکے گا (یعنی مدت حیض کو پہنچ جائے گا) تو حیض ہوگا، اگر بچہ ناف کی طرف سے پیدا ہوا اس طرح کہ اس (حاملہ) کے پیٹ میں دھم تھا وہ پھٹ گیا اور اس طرف سے بچہ نکل آیا تو کہ وہ خون رحم سے آیا ہے تو نفاس ہے اور رحم سے نہیں آیا تو اس کا وہ حکم ہوگا جو رحم سے خون جاری ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور نفاس نہ سمجھا جائے گا (مگر بچے کے حق میں بچہ ہونے کے احکام ثابت ہوں گے حتیٰ کہ طلاق جو بچہ پیدا ہونے پر معلق ہوگی واقع ہو جائے گی اور طلاقِ حمل میں اس کی ماں کی عدت پوری ہو جائے گی اور وہ ام ولد ٹھہرے گی وغیرہ) لیکن اگر ناف سے بچہ نکلنے کے بعد فرج کی طرف سے بھی خون آجائے تو نفاس ہوگا۔ (قرنوام) بچہ پیدا ہوں تو نفاس اول بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور دو تو ام بچوں کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہو مثلاً کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے تو پہلا ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائے گا، پس اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے بچہ کی پیدائش سے چالیس دن تک نفاس ہے پھر استحاضہ ہے اور اگر چالیس دن کے بعد دوسرا بچہ پیدا ہوا تو اس کو پچھلے کے بعد جو خون آیا وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں مگر دوسرے بچے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا، یعنی دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے، اور اگر دونوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہوں گے۔ اور اگر تین بچے پیدا ہوں اور پہلے اور دوسرے کی ولادت میں اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے کی ولادت میں چھ مہینے سے کم وقفہ ہو لیکن پہلے اور تیسرے کی ولادت میں چھ مہینے سے زیادہ کا وقفہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ ایک حمل سمجھا جائے گا اور پہلے کی پیدائش کے بعد سے زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ ہے۔ نفاس کی کم سے کم مدت کچھ مقرر نہیں نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد بس خون آجائے اگرچہ ایک ہی ساعت ہو، اور اسی پر

فتویٰ ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہیں اگر خون چالیس دن سے زیادہ رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ ہے (یہی حکم اس کا ہے جس کو یا نہیں کہ اس سے پہلے بچہ ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا) اور جس عورت کو نفاس کی عادت مقرر ہے اس کے لئے عادت معمولہ کے دنوں تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ، مثلاً کسی کی عادت تیس دن کے نفاس کی ہے اور خون پچاس دن جاری رہا تو تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی تیس دن استحاضہ ہے (اور اگر چالیس دن سے کم رہا تو عادت بدل جانے کا حکم ہوگا اور وہ سب نفاس کہلائے گا) چالیس دن کے درمیان میں جو دو خونوں کے درمیان میں طہر (پاکی) آجائے وہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نفاس سمجھا جائے گا، مگر چہ پندرہ دن یا اس سے بھی زیادہ ہو اسی پر فتویٰ ہے صاحبین کے نزدیک پندرہ دن یا اس سے زیادہ پاک رہے تو وہ طہر ہے اور اس کے بعد جو خون آئے وہ حیض ہے، اور اگر پندرہ دن سے کم وقفہ ہو تو وہ بالاتفاق نفاس ہے، نفاس کی عادت اس کے ایک بار خلاف ہونے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدل جاتی ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک دفعہ کے خلاف ہونے سے وہی پہلی عادت باقی رہے گی اور وہ دفعہ خلاف ہونے میں عادت بدل جائے گی، اس کا فائدہ جب ہوگا جب خون آئے اور وہ چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو وہ عادت پر قیاس کرے مثلاً جس عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد تیس روز خون آنے کی عادت تھی ایک دفعہ خلاف عادت پانچ روز خون آیا اور پھر پاک رہ کر دوبارہ خون آنا شروع ہوا یہاں تک کہ چالیس دن سے زیادہ ہو گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں عادت بدل جائے گی اور پانچ روز نفاس کے ہوں گے اور طرفین کے نزدیک وہی قدیم عادت یعنی تیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ ہوگا، فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔

استحاضہ کا بیان

اکثر مدت حیض (دس دن) اور اکثر مدت نفاس (چالیس دن) کے بعد کم سے کم مدت طہر (پاکی) کے درمیان جو خون ظاہر ہوا اگر اس کو پہلی مرتبہ خون آیا ہو، جس قدر خون اکثر مدت حیض یا نفاس کے بعد ظاہر ہوا وہ استحاضہ ہے اور اگر اس کی عادت مقرر ہے تو عادت معمولہ کے بعد جس قدر ظاہر ہوا وہ استحاضہ ہے، وراہی طرح وہ خون جو کم سے کم مدت حیض سے کم ہو، اور جو خون بہت بوڑھی عورت سے خارج ہو، یا بہت چھوٹی لڑکی سے (نوسال سے قبل) ظاہر ہو، اور وہ خون جس کو حاملہ عورت دورانِ حمل میں دیکھے چاہے جتنے دن آئے یا ولادت کی حالت میں بچہ نکلنے سے قبل دیکھے وہ استحاضہ ہے، مختصر یہ ہے کہ جو خون حیض اور نفاس کی صفت سے باہر ہو وہ استحاضہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی اور حیض کے خون میں بدبو ہوتی ہے اور اس کی مندرجہ ذیل بارہ صورتیں ہیں

- ۱۔ جو اقل مدت حیض (تین دن) سے کم ہو، ۲۔ جو اکثر مدت حیض (دس دن) سے زیادہ ہو، ۳۔ اکثر مدت نفاس (یعنی چالیس روز) سے زیادہ ہو، ۴۔ حیض و نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور دورانِ حمل کی اکثر مدت سے تجاوز کر جائے، ۵۔ حاملہ کا خون دورانِ حمل میں چاہے جتنے دن آئے، ۶۔ صغیرہ یعنی نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے، ۷۔ آنکھ یعنی جو عورت بچپن برس سے زیادہ عمر کی ہو جائے اور اس کو جو خون آئے (بشرطیکہ وہ قوی نہ ہو یعنی زیادہ سرخ و سیاہ نہ ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، ۸۔ مدت طہر (یعنی پندرہ روز) سے کم وقفہ ہو (اگر کسی عورت کو چالیس دن نفاس ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اور پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں ہے اس لئے نفاس بند ہونے کے بعد پندرہ دن سے کم تک حیض نہیں ہوتا بلکہ پورے پندرہ دن کا وقفہ ہے)، ۹۔ بچھے راستہ (ذہر) سے جو خون آئے، ۱۰۔ جو خون ولادت کے وقت بچہ ظاہر ہونے سے پہلے آئے اگر آدھا بچہ باہر آ گیا ہو تب بھی استحاضہ ہے، آدھے سے زیادہ باہر آنے

پر نفاس ہو جائے گا ۱۲۔ بالغ ہونے پر پہلی دفعہ حیض آیا اور وہ بند نہیں ہوا تو ہر مہینے میں پہلے دس روز حیض کے شمار ہوں گے اور بیس روز استحاضہ کے شمار ہوں گے اسی طرح جس کو پہلی دفعہ نفاس آیا اور خون بند نہیں ہوا تو پہلے چالیس روز نفاس کے شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ۔

حیض، نفاس اور استحاضہ کے احکام

حیض نفاس اور استحاضہ کا حکم جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ خون نکلے اور ظاہر ہو جائے، ظاہر مذہب یہی ہے، وہاں ہی پرفوتی ہے، اور جو احکام حیض و نفاس میں مشترک ہیں وہ آٹھ ہیں:

۱۔ حیض و نفاس والی عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے خواہ رکوع و سجود والی نماز ہو یا نماز جنازہ، ورنہ اس کی قضا بھی نہیں، اول مرتبہ جو خون نظر آئے اسی وقت عورت نماز چھوڑ دے۔ یہی صحیح ہے، پس گروہ حیض کی حد کو نہ پہنچے تو ان نمازوں کی قضا کرے، اسی طرح عورت والی عورت کو عادت کے بعد خون آئے تو نماز نہ پڑھے اور غسل بھی نہ کرے بلکہ دس دن تک انتظار کرے، اگر اس مدت کے اندر بند ہو گیا تو سب نہ ہو، ورنہ پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضا کرے، جس نماز کے وقت میں حیض یا نفاس آئے اس وقت کا فرض اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا خواہ نماز پڑھنے کے لئے وقت رہا ہو یا نہ رہا ہو، پس اگر نماز کا وقت آخر ہو گیا اور نماز ابھی تک نہیں پڑھی کہ حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا یا فرض نماز پڑھنے میں حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا تو وہ نماز صحاف ہے اور اس پر اس نماز کی قضا لازم نہیں لیکن اگر وہ شروع کی ہوئی نماز نفل و سنت ہے تو قضا لازم ہوگی، حیض والی عورت کے لئے یہ مستحب ہے کہ جب نماز کا وقت ہو تو وضو کرے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ میں آ بیٹھے اور جتنی دیر میں نماز ادا کرتی اتنی دیر تک سُبْحَانَ اللّٰہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور درود شریف اور استغفار وغیرہ پڑھتی رہے تاکہ عادت قائم رہے۔ حیض و نفاس والی عورت جب سجدہ کی آیت سے تو اس پر سجدہ واجب نہیں اور اس حالت میں سجدہ شکر و سجدہ تلاوت حرام ہے۔

۲۔ حیض و نفاس والی عورت پر اس حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے مگر اس کی قضا ہوگی فرض کی قضا فرض اور واجب کی قضا واجب ہے گروہ کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جا تا رہا اس کی قضا رکھے، نقلی روزہ شروع کیا اور حیض آگیا تو وہ روزہ قضا کرے۔

۳۔ حیض و نفاس والی عورت پر جنبی کی طرح مسجد میں داخل ہونا حرام ہے خواہ وہ اس میں بیٹھنے کے لئے ہو یا اس میں سے گزر جانے کے لئے ہو اور حیض یا نفاس والی عورت کو اس وقت مسجد میں داخل ہونا جائز ہے جب مسجد میں پانی رکھا ہو، یا کنواں ہو اور کہیں اور پانی نہ ملے، اسی طرح جب درندے یا چور یا سردی کا خوف ہو تو مسجد میں داخل ہونے میں مضائقہ نہیں اور ایسے وقت اولیٰ یہ ہے کہ مسجد کی تعظیم کے لئے تیمم کرے۔ مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے جس کے پیٹ میں ریح کا زور ہو تو وہ اس کو خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے یہی قول اصح ہے، اور اگر کسی کو مسجد میں احتلام ہو جائے تو وہ تیمم کر کے جلد باہر نکلے، یہ تیمم جائز ہے واجب نہیں، اور اگر دشمن یا جانور کے خوف کی وجہ سے جلد نہ نکلے اور وہیں ٹھہرا رہے تو تیمم کر کے ظہرے یہ تیمم واجب ہے، ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد سے لینا جائز ہے، عید گاہ اور جنازہ گاہ (یعنی وہ مکان جو جنازہ کی نماز کے لئے بنایا جائے) اور جو جگہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے خاص کر لی جائے اور خانقاہ و مدرسہ ان احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں یعنی ان کے اندر جانے میں مضائقہ نہیں

۴۔ حیض و نفاس والی عورت کو خانہ کعبہ و مسجد الحرام کے اندر جانا اور خانہ کعبہ کا طواف حرام ہے (یعنی مکہ و تحریم ہے کیونکہ طواف کے لئے طہارت واجب ہے از شامی۔ مؤلف) اگرچہ مسجد کے باہر سے کریں جنبی کا بھی یہی حکم ہے، اگرچہ مسجد الحرام میں داخل ہونے اور

طواف شروع کرنے کے بعد حیض یا نفاس عارضی ہو۔

۵۔ قرآن مجید پڑھنا بھی ان تینوں (جنبی، ورحیض ونفاس والی) کو حرام ہے، تلاوت کے مقصد سے ذر بھی نہ پڑھیں۔ پوری آیت ہو یا کچھ حصہ، صبح قول کے موافق دونوں حرام ہونے میں برابر ہیں لیکن اگر قرأت کا قصد نہ کریں مثلاً کام شروع کرنے یا دعا کے ارادے سے چاہیں مثلاً شکر کے ارادے سے الحمد للہ کہیں یا کھانا کھاتے وقت یا اور وقت بسم اللہ پڑھیں تو مضائقہ نہیں اور ایسی چھوٹی آیتیں پڑھنا جو باتیں کرنے میں زبان پر آجایا کرتی ہیں حرام نہیں جیسے لَعْنَةُ نَظْمٍ وَلَعْنَةُ يُؤَلَّدُ اور جنبی یا حیض ونفاس والی عورت قرآن پڑھنے کے واسطے کلی کرے تو قرآن پڑھنا حلال نہ ہوگا، یہی صحیح ہے۔ نیز ان تینوں کو تورات اور انجیل اور زبور کا پڑھنا جن میں رد و بدس واقع نہیں ہوا مکروہ ہے، اگر مطلقہ یعنی پڑھانے والی عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو اس کو چاہئے کہ بچوں کو وہاں پڑھانے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک کلمہ سکھائے اور دکھوں کے درمیان میں توقف کرے اور سانس توڑ دے اور قرآن کے سچے کرانا اس کو مکروہ نہیں، ظاہر روایت کے بموجب قنوت کی قرأت بھی مکروہ نہیں، اسی پر فتویٰ ہے، نیز ان تینوں کو وہ دعائیں جو قرآن شریف میں آئی ہیں دعا کی نیت سے پڑھنا جبکہ تلاوت کی نیت نہ ہو، مثلاً الحمد شریف کی پوری سورت بد نیت دعا اور بُسْمِ اللّٰہِ یَا رُبَّنَا اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ سَئِئُ الْمَخْلُوٰتِ وَغَیْرہ پڑھنا، اذال کا جواب دینا اور مثل اس کے اور چیزیں مثلاً کلمہ شریف، ورد و شریف، اللہ تعالیٰ کا نام، استغفار لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا منع نہیں ہے، یہ سب بیکراہت جائز و درست ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر ہے اور اگر ویسے ہی پڑھ لے جب بھی حرج نہیں اور ان کا چھونا اور ساتھ رکھنا بھی منع نہیں ہے۔

۶۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنبی اور بے وضو کو قرآن مجید کا چھونا جائز نہیں لیکن اگر قرآن شریف ایسے غلاف میں ہو جو اس سے جدا ہو جیسے تھیلی یا رد مال یا ایسی جلد جو اس میں کسی ہوئی نہ ہو تو چھونا جائز ہے اور جو اس سے متصل ہو چولی ہو یا جلد تو جائز نہیں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرآن شریف کے حاشیوں اور اس سفیدی کا جہاں قرآن لکھا ہوا نہیں ہے چھونا بھی جائز نہیں ہے، در وضو نہ ہونے کی صورت میں اعضائے وضو کے علاوہ دیگر اعضاء سے چھونے میں، نیز وضو پورا نہ ہونے کی صورت میں جو اعضائے وضو دھو لئے ہیں ان سے وضو کے پورا ہونے سے قبل چھونے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ منع ہے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں جیسے رستے کا دامن، آستین اور دوپٹہ کا آٹھل وغیرہ ان سے بھی قرآن شریف کا چھونا جائز نہیں البتہ بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رد مال وغیرہ اس سے ہٹ کر ٹھکانا جائز ہے اور ان کو تفسیر، فقہ اور حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ تحریمی ہے اور ان کو تورات و انجیل اور زبور (جن میں رد و بدس نہیں ہوا) اور قرآن کا چھونا بھی مکروہ ہے مگر آستین سے چھونے میں مضائقہ نہیں، اور ہر اس کتاب کا جس میں آیات قرآنی لکھی ہوئی ہوں یہی حکم ہونا چاہئے جیسے شروع نمود وغیرہ اور ان سب کا آستین سے چھونا بھی صحیح یہ ہے کہ بدن کے دوسرے کپڑوں سے چھونے کی طرح مکروہ تحریمی ہے اور یہی احوط ہے، در ہم یا روپیہ پیسہ یا پٹری یا تختی یا کسی اور کاغذ کے پرچے (تھوڑے وغیرہ) پر یا دیوار وغیرہ کسی اور چیز پر قرآن شریف کی کوئی پوری آیت لکھی ہوئی ہو تو اس خاص لکھی ہوئی جگہ کا چھونا بھی ان لوگوں کے لئے درست نہیں، البتہ اگر کسی تھیلی میں یا کسی برتن میں یا کاغذ وغیرہ میں رکھے ہوئے ہوں تو اس تھیلی یا برتن وغیرہ کا چھونا در اٹھانا درست ہے۔ آیت سے کم ہو تو اس کا چھونا مکروہ نہیں۔ اگر قرآن محض اردو یا فارسی میں (یعنی صرف ترجمہ) لکھا ہوا ہو تو اس سب کو اس کا چھونا، ام ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے، ورنام محمد و امام ابو یوسف کا بھی صحیح قول یہی ہے نیز اس کا چھونا جس میں قرآن شریف کے سوا اللہ کا ذکر لکھا ہوا ہے ان سب پر عامہ مشائخ نے ایک ہی حکم کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔ جنبی اور حیض ونفاس والی عورت کو قرآن شریف کا دیکھنا مکروہ نہیں، اور ایسی عبارت لکھنا جس کی بعض سطروں میں

قرآن شریف کی آیت ہو مکروہ ہے اگرچہ وہ اس کو پڑھے نہیں، قرآن شریف کا لکھنا اگرچہ کتب پر زمین پر رکھی ہو اور وہ اس پر ہاتھ بھی نہ رکھے ان تینوں کے لئے فتویٰ کی رو سے جائز نہیں اگرچہ آیت سے کم ہو، بچوں کو قرآن شریف دے دینے میں مضائقہ نہیں اگرچہ وہ بے وضو رہتے ہوں یہی صحیح ہے۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنسی کو عاؤں کے پڑھنے، چھونے اور ٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور سبحان اللہ کہنے میں مضائقہ نہیں، ان چیزوں کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے اور ترک وضو خلافِ دلی ہے۔

۷۔ حیض ونفاس والی عورت سے جماع حرام ہے اور اس کو جائز و حلال جاننا کفر ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مرد کو جائز ہے کہ ایسی بیویوں سے بوس و کنار کرے اور ان کو پاس لٹائے اور سوائے اسے بدن کے جو گھٹنے اور ناف کے درمیان میں ہے اور تمام بدن سے لذت حاصل کرے اور ساتھ کھائے پئے، اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو خواہ شہوت سے ہو یا بے شہوت، اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو مساس میں کچھ حرج نہیں، اگر ہمراہ سونے میں غلبہ شہوت اور اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوائے اور اگر غلبہ شہوت کا گمان غالب ہو تو ساتھ سونا منع اور گناہ ہے، اور عدم غلبہ شہوت میں حلال نہ جان کر ساتھ نہ سونا یا اس کا اختلاط سے بچنا مکروہ ہے، حائضہ عورت سے کھانا پکوانا اور اس کی معملہ چیزوں کا استعمال جائز ہے، اسی طرح نفاس کی حالت میں عورت کو زچہ خانے سے نکلنا جائز ہے۔ اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا چھونا کھانے میں حرج نہیں، ایسی بیوہ رسولوں سے جو کہ خود اور یہود سے مشابہ ہیں بھٹالا زہم ہے۔ اگر کسی نے ایسی عورت سے اپنے اختیار سے جماعت کی اور جانتا ہے کہ حرام ہے تو گناہ کبیرہ کے ساتھ سخت گنہگار ہوا اور اس پر توبہ اور استغفار کے سوا اور کچھ نہیں، اور مستحب یہ ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے، یعنی اگر جماع شروع حیض میں اسکی حالت میں کیا ہے جبکہ خون سرخ آ رہا ہے تب تو ایک دینار (سڑھے چار ماشہ) سونا صدقہ دے اور اگر خیر حیض یعنی خون کی زردی کی حالت میں جمع کیا ہے تو نصف دینار (سوا دو ماشہ) سونا دے، ظاہر عورت کے لئے یہ حکم نہیں ہے، اور اگر اس کی حرمت نہ جانتا ہو یا کسی کے جبر کرنے سے بے اختیار ہو یا حیض کو بھول کر جماع کیا تو گناہ کبیرہ نہیں یعنی اس کے لئے معافی ہے۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنسی کو کھانے پینے کے لئے ہاتھ دھو لینا اور کلی کرنا مستحب و ادلی ہے اور ترک مکروہ تنزیہی ہے اور پورا وضو کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

۸۔ خون بند ہونے کے وقت غسل واجب ہوتا ہے اگر اکثر مدت حیض جو دس دن ہیں گزر چکی تو غسل سے پہلے بھی دلی حلال ہے یعنی اس کو دلی کے لئے غسل واجب نہیں خواہ پہلی ہی بار حیض آیا ہو یا عادت والی عورت ہو اور مستحب یہ ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے دلی نہ کرے اور اس کو قبل غسل دلی کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو جب تک وہ نہانہ لے یا تیمم جائز کرنے والے عذر کی حالت میں تیمم نہ کرے یا اس کے ذمے ایک وقت کی نماز قضا نہ ہو جائے یعنی اس پر نماز کا آخری وقت اس قدر نہ گزرے کہ جو تحریمہ (یعنی ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا) اور غسل و کپڑے پہننے کو کافی ہو تب تک اس سے دلی جائز نہیں اس لئے کہ اس پر نماز اسی وقت واجب ہوتی ہے کہ جب نماز کا آخری وقت اس قدر موجود ہو کہ نہ کر اور کپڑے پہن کر ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکے پس اس نماز کی قضا پڑھے گی اور اس سے دلی بھی جائز ہو جائے گی، اگر حیض چاشت کے وقت منقطع ہوا اور اس نے نہ غسل کیا اور نہ تیمم، تو تا وقتیکہ ظہر کا وقت نہ گزر جائے اس سے دلی حلال نہیں، اس لئے کہ زوال سے پہلے کا وقت مہل وقت ہے، اسی طرح اگر طلوع آفتاب سے اتنے قبل حیض منقطع ہوا کہ وہ غسل اور تحریمہ پر قادر نہیں تو تا وقتیکہ ظہر کا وقت نہ نکل جائے اس سے دلی حلال نہیں۔ ورنہ اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو نماز معاف ہے اور، مگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اور نہانے کی محجباتیں نہیں تو

بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اس کی قضا پڑھنی چاہئے۔ پورے وقت کا گزرنا یعنی خون نماز کے اوس وقت میں بند ہونا اور اسی بند ہونے کی حالت میں تمام وقت گزر جانا شرط نہیں۔ اگر خون عادت کے دنوں سے کم میں بند ہو تو اس سے وطی کرنا بھی حلال نہیں، اگرچہ دن بھرے جب تک اس کی عادت کے دن پورے نہ ہو جائیں لیکن اس پر بطور احتیاط کے غسل اور نماز و روزہ لازم ہے اور اس کو نماز کے آخری وقت مستحب تک تاخیر کرنا واجب ہے مثلاً اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن میں آکر بند ہو گیا تو نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا واجب ہے لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں تب تک جماعت کرنا درست نہیں، شاید کہ پھر خون آجائے۔ اقل مدت کے بعد اگر دس دن سے کم میں (عورت کی عادت پر) خون بند ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہے تو اس سے جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا اس لئے کہ وہ احکام شرع کے مخاطب نہیں اور غسل اس پر واجب نہیں اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہیں جب تک وہ غسل نہ کرے، اور اس کو نماز کے آخری مستحب وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے، مثلاً اگر عشاء کے وقت میں منقطع ہوا تو اس وقت تک تاخیر کرے کہ جس کے بعد غسل کر کے آدمی رات سے پہلے نماز پڑھ لے اس کے بعد مکروہ ہے اور اگر اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تم کیا تو امام بخاریؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس سے وطی حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھے یہ بھی صحیح ہے، صبح یہ ہے کہ بالجماع یہی حکم ہے، پھر اگر پانی ملا تو (غسل سے پہلے) قرآن پڑھنا حرام ہو جائے گا اور وطی حرام نہ ہوگی یہی صبح ہے۔ جس عورت کو پہلی ہی دفعہ حیض آیا ہو اور دس دن سے کم میں وہ پاک ہو جائے یا عادت والی عورت اپنی عادت سے کم دنوں میں پاک ہو جائے تو وضو اور غسل میں اس قدر تاخیر کرے گی کہ نماز کے لئے وقت مکروہ نہ آجائے۔ کسی عورت کو تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں، یہ ہوا کہ تیس دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو بھی غسل نہ کرے اور نہ نماز پڑھے، اگر دس دن رات پورے ہونے پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں صحاف ہیں کچھ بھی قضا نہیں پڑھنی پڑے گی، اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے، اور اگر گیارہ دن (یعنی دس دن رات سے ذرا بھی اوپر) خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن تھے ورنہ باقی سب استحاضہ ہے پس گیارہویں دن نہائے اور (عادت کے دن چھوڑ کر باقی) سات دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب نمازیں نہ چھوڑے۔ اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا درست نہیں، شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزے میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کی بھی قضا رکھنی پڑے گی اور اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا تو اگر اتنی ذرا اتنی رات باقی ہے جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکے تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر دس دن سے کم حیض آیا اور اتنی رات باقی ہے کہ پھر قی سے غسل تو کر لے گی لیکن غسل کے بعد ایک مرتبہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ سکے گی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے یہاں نماز اور روزے کے حکم میں سوائے تحریر کے اور کچھ فرق نہیں ہے کہ نماز میں تحریر کی گنجائش معتبر ہے اور روزہ میں نہیں، پس اگر اتنی رات تو قی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ کی نیت کرے اور صبح کو غسل کر لے اور جو اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارے دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اس کی قضا بھی کرے، نفاس کے لئے بھی یہی احکام ہیں پس اگر چالیس دن آکر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے، اور اگر چالیس دن سے کم آکر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو عادت گزر جانے کے بعد، اور اگر عادت کے موافق بند ہو تو غسل کے بعد یا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد جماع وغیرہ جائز ہے، پھر بھی ان سب صورتوں میں مستحب یہ ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے۔ مگر کسی کو اقل مدت حیض سے کم یعنی ایک یا دو دن خون آکر بند ہو گیا تو غسل واجب نہیں ہے، وضو کر کے آخری وقت میں نماز پڑھے لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں۔ پس اگر پندرہ دن گزرنے سے پہلے خون آجائے تو اب معلوم ہوگا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا حساب سے جتنے دن حیض کے ہوں ان کو

حیض سمجھے اور اب غسل کر کے باقی ایام کی نمازیں پڑھے اور اگر پورے چھ دن بیچ میں گزر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ وہ استحاضہ تھا سو ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضا پڑھنی چاہئے۔

ایک مرتبہ عادت کے بدلنے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عادت بدل جاتی ہے اسی پر توئی ہے اگر دو پورے طہر کے درمیان میں خون آئے اور زیادہ دن آنے میں یا کم دن آنے میں یا عادت سے پہلے آ جانے میں یا بعد کو آ جانے میں یا دنوں یا توں میں عادت کے خلاف ہو تو عادت وہی مقرر ہو جائے گی، حقیقی خون ہو یا کھکی یہ جب ہے کہ وہ دس دن سے زیادہ نہ ہو جائے اور اگر زیادہ ہو تو جو اس کی معمولی عادت ہے وہ حیض ہوگا اور اس کے سوا استحاضہ ہوگا اور عادت نہ بدلے گی اور یہی حکم نفاس کا ہے پس نفاس عادت کے خلاف دنوں تک اور چالیس دن سے زیادہ نہ ہو تو عادت بدل جائے گی، اگر نفاس کی کچھ عادت مقرر ہے اور کبھی چالیس دن سے زیادہ ہو گیا تو جس قدر عادت کے دن ہیں وہی نفاس سمجھے جائیں گے برابر ہے کہ معمولی عادت خون پر ختم ہو یا طہر پر، یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔ جس عورت کی عادت مقرر ہے اب اس کا خون بند نہیں ہوتا اور حیض کی عادت کے دنوں میں اور مکان میں یعنی یہ کہ حیض مہینے کے کون سے عشرہ میں ہوتا تھا اور دورہ میں شبہ پڑ گیا تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کوئی گمان غالب بھی نہ ہو تو نہ اس کو حیض ٹھہرائے نہ طہر، بلکہ احتیاط پر عمل کرے اور ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور جن چیزوں سے حیض والی عورتیں بچتی ہیں مثلاً وطی، طواف، مسجد میں جانا، قرآن پڑھنا وغیرہ ان سے بچتی رہے پس فرض، ورجاء اور سنت مؤکدہ پڑھے اور صحیح قول کے موافق نفل نہ پڑھے اور قرآن صرف بقدر فرض ورجاء کے پڑھے، اور صحیح یہ ہے کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں چھوٹی سورہیں یا تین آیتیں پڑھے اور فرض کی پچھلی دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ بھی پوری پڑھے، ورنہ اگر صرف بعض میں شبہ ہو مثلاً طہر میں اور حیض کے داخل ہونے میں شبہ ہو تو ہر نماز کے لئے وضو کرے اور اگر طہر میں اور حیض سے فارغ ہونے میں شک ہو تب احتیاط یہ ہے کہ ہر نماز کے واسطے وضو کرے، ورجاء یہ ہے کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور یہی صبح ہے اور رمضان شریف میں کسی روز روزہ کا افطار نہ کرے (۱) لیکن اس مہینے کے گزرنے کے بعد حیض کے دنوں کی قضا اس پر واجب ہوگی پس اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض اس کا رات کو شروع ہوتا تھا تو اس پر بیس روزے کی قضا آئے گی (۲) اور اگر یہ معلوم ہو کہ دن میں حیض شروع ہوتا تھا تو احتیاطاً بائیس دن کی قضا آئے گی (۳) اگر دن رات کے شروع ہونے میں بھی شبہ ہو تو اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ بیس دن کی قضا آئے گی، اور بعض کے نزدیک بائیس دن کے روزے احتیاطاً قضا کرے خواہ روزے ملا کر رکھے (۴) یا جدا جدا رکھے (۵) یہ اس وقت ہے جب اس کا دورہ معلوم ہو مثلاً یہ بات کہ ہر مہینے میں آتا ہے اور اگر دورہ بھی معلوم نہیں تو اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض اس کا رات سے شروع ہوتا تھا تو قضا روزوں کی جو تعداد متعین کی گئی ہے وہ بظاہر زیادہ معلوم ہوتی ہے اس لئے اس کی وضاحت کے لئے حضرت مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے ادارہ حنا بیت اس پر حواشی کا اضافہ فرما دیا ہے جو غلامی کرام کی سہولت کے لئے درج کئے جاتے ہیں

(۱)۔ کیوں کہ ہر روز احتمال ہے کہ وہ اس دن پاک ہو جائے، معلوم ہونا چاہئے کہ قضاے صوم کی تمام صورتیں احتیاطاً اور یقیناً کوہ نظر رکھتے ہوئے بنائی گئی ہیں ان کے مطابق عمل کر لینے کے بعد یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ متحیرہ (یعنی جس عورت کو معلوم نہ ہو کہ اس کا حیض دن کو شروع ہوتا ہے یا رات میں اور مہینہ میں ایک دفعہ عارضہ عیش آتا ہے یا زیادہ) کے پورے مہینے کے روزے ایام طہارت میں ادا ہو گئے ہیں حیض کی حالت میں نہیں خواہ اس کی مدت کچھ ہی ہو۔

(۲)۔ دس دن رمضان کے جو حیض کی وجہ سے شک نہ ہوں گے اور دس دن قضا کے۔ (۳)۔ کیوں کہ جس دن میں حیض شروع ہوا تو اس دن کا بھی شمار نہ کیا جائے گا تو کل کیا رہا، دن ہوئے جو رمضان میں قضا ہوئے لہذا کیا رہا، روزے رمضان کے اور کیا رہا، قضا کے ہوئے تو مجموعہ بائیس ہوا۔

(۴)۔ یعنی شوال کی ۲ تاریخ سے قضا شروع کر دے۔ (۵)۔ یعنی ۲ شوال کو شروع نہ کرے بلکہ تین، چار یا زیادہ ایام گزرے کے بعد قضا کرے۔

احتیاطاً پچیس دن کی قضا کرے (۱) خواہ ملا کر رکھے یا جدا جدا، در اگر یہ بات معلوم ہو کہ حیض دن میں شروع ہوتا تھا تو اگر ماکر روزہ رکھے اور احتیاطاً بیس دن کی قضا کرے (۲) در اگر جدا جدا رکھے تو اڑتیس دن کی (۳) اور جو یہ بھی نہیں معلوم تو ماکر روزہ رکھے تو بھی بیس دن کی قضا کرے اور اگر جدا جدا رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ رمضان میں دن کا ہو، اور جو کم کا ہو تو سینتیس دن کی قضا کرے (۴) عادت والی عورت جب وراثت کے بعد خون دیکھے اور اپنی عادت بھول جائے تو اگر خون اس کا چالیس دن سے زیادہ نہ ہو اور چالیس دن کے بعد پورا طرہ ہوا تو جس قدر نمازیں چھوٹی ہیں ان کا اعادہ نہ کرے گی اور اگر خون چالیس دن سے زیادہ ہو گیا یا زیادہ نہ ہوا لیکن چالیس دن کے بعد طہر پندرہ دن سے کم ہوا تو اس پر یہ لازم ہے کہ اپنے دل میں سوچے اگر گناہ غالب عادت کے دنوں کا ہو تو اسی کو عادت سمجھے اور اسی پر عمل کرے اور اگر کچھ گناہ غالب نہ ہو تو احتیاطاً چالیس روز کی سب نمازیں قضا کرے۔ کسی عورت کو سقط ہوا اور اس میں شک ہے کہ اس کے بعد اعتدال کی خلقت ظاہر ہوئی تھی یا نہیں اور خون بند نہیں ہوتا تو اگر اس کے حیض کی عادت کے جودن ہیں ان کے اول میں اسقاط ہوا ہے تو بقدر عادت کے دنوں کے بالیقین نماز کو چھوڑ دے اس لئے کہ اس کو حیض یا نفاس ہے، پھر غسل کرے اور جس قدر طہر کی عادت ہے اتنے دنوں تک بطور شک کے نماز پڑھے اس لئے کہ یا اس کو طہر ہے یا نفاس پھر جب تک حیض کی عادت کے دن ہیں تب تک بالیقین نماز چھوڑ دے اس لئے کہ اس کو نفاس ہے یا حیض ہے پھر اگر وقت اسقاط سے چالیس دن پورے ہو چکے تو غسل کرے اور جب تک طہر کی عادت کے دن ہیں بالیقین نماز پڑھے اور اگر پورے نہیں تو جس قدر چالیس دن کے اندر ہیں تب تک بطور شک کے نماز پڑھے اور اس کے بعد بطور یقین کے نماز پڑھے پھر ہمیشہ یہی کرتی رہے اور اگر بعد ایام حیض کے اسقاط ہوا تو وہ سی وقت سے جب تک اس کے حیض کی عادت کے دن ہیں بطور شک کے نماز پڑھے پھر حیض کی عادت کے دنوں میں بالیقین نماز چھوڑ دے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ شک کے لئے کوئی حکم نہیں ہوتا اور احتیاط واجب ہے۔

جس عورت کی ایک عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہوں اور کبھی سات دن، اب جو خون آیا تو کبھی بند ہوتا ہی نہیں تو اس کے لئے نماز روزے کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دیئے جائیں گے ورسا تو بیس دن نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے کرنے کے بعد پھر نہ نے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھے ہے اس کی قضا کرے اور عادت گزار نے اور جماع کے بارے میں سات دن حیض کے مانے جائیں گے یعنی پورے سات دن کے بعد جماع کر سکتا ہے پہلے نہیں۔ اگر کسی ہائغ لڑکی کو پہلی بار حیض آیا

(۱)۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً رمضان کی پہلی پانچ تاریخوں میں حیض تھا اس کے بعد پھر پندرہ دن طہر ہوگا جس کے دورے صحیح ہوں گے پھر اس کے بعد دس دن حیض ہوگا تو اگر ماکر روزہ رکھے تو پندرہ دن کے روزے فاسد ہوں گے، دس دن رمضان کے اور پانچ دن شوال کے تو قضا کے پہلے پانچ دن حیض ہونے کی وجہ سے شمار نہیں کئے جائیں گے پھر اس کے بعد چودہ دن طہر کے شمار ہوں گے پھر دس دن حیض کے نہیں شمار کئے جائیں گے پھر ایک دن شمار کیا جائے گا۔

(۲)۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً رمضان کی پہلی تاریخ میں اس کا حیض شروع ہوا تو یکم شوال دوسرے حیض کا پانچویں دن ہوگا اور یوم الفطر روزہ نہ رکھے اس کے بعد پانچ دن حیض ہونے کی وجہ سے قضا میں شمار نہ ہوں گے پھر اس کے بعد چودہ دن طہر کے محتر ہوں گے پھر اس کے بعد گیارہ دن قضا صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ یہ ایام تیسرے حیض کے ہوں گے پھر اس کے بعد دو یوم اور قضا میں شمار ہوں گے جن کا مجموعہ بیس دن ہے۔

(۳)۔ در اگر جدا جدا کر کے رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے کیوں کہ ممکن ہے جب سے قضا شروع کر دی ہے تو وہ دن حیض کا اول دن ہو تو اعتدال سے دس دن کے روزے شمار نہیں ہوں گے جبکہ پہلی صحت میں حیض کے ابتدا قضا کے پانچ دن تھے۔

(۴)۔ کیوں کہ ایک دن کم ہو گیا باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے۔

اور اس طرح جاری ہو گیا کہ پہلے دن خون دوسرے دن پاکی اور اسی طرح ایک دن چھوڑ کر ہمیشہ خون آتا رہا تو اس کا حکم اسی لڑکی جیسا ہے جو شروع سے متواتر خون دیکھے اور پاکی سے نہ ہو یعنی ہر مہینے میں اول دس دن حیض کے شمار ہوں گے باقی عیس دس استحاضہ اور اسی طرح جس عورت کو جلدی جلدی خون آئے اور کامل طہر کا وقفہ نہ ملے یعنی چند روزہ دن گزرنے نہ پائیں کہ پھر خون جاری ہو جائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو بھی خون جاری کا حکم دیں گے اور ہر مہینے اول کے دس دن حیض اور باقی عیس دن استحاضہ شمار ہوں گے اسی پر فتویٰ ہے۔

۱۰ احکام جو حیض سے مختص ہیں یعنی نفاس کے لئے ثابت نہیں پانچ ہیں

۱۔ عدت کا تمام ہونا (اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو بچہ جنے تو طالق ہے پھر اس نے بچہ جنا تو نفاس کے بعد عین حیض گزار کر اس کی عدت پوری ہوگئی لیکن اگر حیض پر طلاق مطلق ہوتی تو وہ داخل عدت ہوتا، مزید تشریح طلاق کے بیان میں آئے گی۔

۲۔ استبراء کا تمام ہونا (استبراء کی صورت یہ ہے کہ حاملہ کو ٹڈی خریدے اور اس کے بچہ پیدا ہو اور ایک بچہ اس کے پیٹ میں ہے تو دونوں بچوں کے درمیان کا خون نفاس ہے مگر اس سے استبراء نہ ہوگا بلکہ دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوگا بخلاف حیض کے)۔

۳۔ بلوغ کا حکم، یعنی حیض سے بلوغ ثابت ہوتا ہے نفاس سے ثابت نہیں ہوتا۔

۴۔ طلاق سنت و بدعت میں فرق کرنا، نفاس سے طلاق سنت و طلاق بدعت میں فرق واقع نہیں ہوتا۔

۵۔ عیم روزوں کے اتصال کا قطع نہ ہونا۔ نفاس کفارہ کے روزوں کے اتصال یعنی پے درپے ہونے کو توڑ دیتا ہے۔

استحاضہ کا خون مثل کبیر کے ہے جو ہمیشہ جاری ہے اور روزہ نماز اور جماع کا مانع نہیں ہے اور وہ معذور کے حکم میں ہے کہ یہ نماز کے پانچوں وقت کے لئے تازہ وضو کیا کرے اور اس کے لئے غسل لازمی نہیں ہے۔ اس کے مفصل مسائل معذور کے احکام میں ملیں گے۔

معذور کے احکام

تعریف: معذور وہ شخص ہے جس کو ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت تک عموماً قائم رہے اتنا وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز فرض و واجب طہارت کے ساتھ پڑھ سکے مثلاً نکسیر یا استحضاد کا خون جاری ہو، یا ریح یا پیشاب یا دست یا پیچ خارج ہوتی رہے، یا بدن کے کسی مقام مثلاً آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہ سے درر کے ساتھ پانی نکلتا رہے، اور اگر اتنا وقت مل جائے جس میں طہارت سے سے نماز پڑھ سکے تو اس کو معذور نہ کہیں گے۔

شرائط: دل مرتب ثبوت عذر کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت تک عذر قائم رہے یعنی اس کو اتنا وقت نہیں ملتا جس میں ایسے وضو سے جس میں فقط فرض اعضا دھوئے جائیں فرض و واجب نماز جو بہت لمبی نہ ہو ادا کر سکتا ہو یہی اظہر ہے اور اسی طرح عذر کا منقطع ہونا بھی اس وقت ثابت ہوتا ہے جب ایک نماز کے پورے وقت تک عذر منقطع رہے، اگر نماز کے بعض وقت میں خون آیا پورے وقت میں نہ آیا پھر اس نے بطور معذوروں کے وضو کر کے نماز پڑھی پھر وہ وقت خارج ہو کر دوسری نماز کا وقت داخل ہوا اور عذر چار یا اسی طرح بعض وقت میں خون منقطع ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ کرے اس لئے کہ تمام وقت میں عذر موجود نہ ہوا مثلاً ظہر کا وقت کچھ ہولیا تھا تب زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو اخیر وقت تک انتظار کرے اگر بند ہو جائے تو خیر ورنہ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لے، پھر اگر عصر کے پورے وقت میں اسی طرح بہتا رہا کہ نماز پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب عصر کا وقت گزرنے پر معذور ہونے کا حکم لگائیں گے اور اگر عصر کے وقت کے اندر ہی اندر بند ہو گیا تو وہ معذور نہیں ہے اور چار نمازیں اتنے وقت میں پڑھی ہیں (یعنی ظہر و عصر دونوں) وہ درست نہیں ہوئیں پھر سے پڑھے مگر اس کو نفل و سنت کی قضاء واجب نہیں، عصر کے وقت بھی غیر مکروہ وقت تک انتظار کرے پھر اگر مکروہ وقت میں بند ہو جائے تو وہ معذور نہ ہوگا اور نماز لوٹائے گا، اور اگر دوسری نماز کے وقت میں عذر منقطع نہ ہوا یہاں تک کہ وہ وقت نکل گیا تو نماز کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ پورے وقت میں عذر موجود ہوا، عذر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی وقت نماز کا اس پر ایسا نہ گزرے کہ اس میں عذر موجود نہ ہو، جس جب ایک دفعہ معذور ہو گیا تو جب دوسرا وقت آئے تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں ہے بلکہ پورے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی خون آجیا کرے اور سارے وقت میں بند رہے تو بھی معذور رہے گا ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گزر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا۔

معذور کا حکم: مستحاضہ عورت اور وہ شخص جس کو سلس البول (ہر وقت پیشاب کا قطرہ آتے رہنے) کی بیماری ہو یا دست جاری ہوں یا یا ریح یا ریح نکلتی ہے یا نکسیر جاری ہے یا کوئی زخم ہے جو بند نہیں ہوتا، یہ سب لوگ معذور ہیں، ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہر نماز کے واسطے وضو کریں اور اس سے جو واجب و سنت و رکعتیں چاہیں پڑھیں، اگر وضو کرتے وقت خون جاری تھا اور نماز پڑھتے وقت بند تھا اور پھر دوسری نماز کے تمام وقت میں بند رہا تو اس نماز کا اعادہ کرے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب نماز کے اندر خون بند ہوا اور دوسری نماز کے سارے وقت میں بھی بند رہا، معذور کے وضو کو وقت کا جائز اور دوسرے حدیث کا لاحق ہونا تو ڈر دیتا ہے پس اگر فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب

نکلنے کے بعد اس وضو سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا دوسرا وضو کرنا چاہئے اور جب آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا اگرچہ اشراق و چاشت کے لئے ہو تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے طہر کے وقت نیا وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اگر معذور عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے وضو کرے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے ظہر بھی پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ فرض نہ ہونے میں عید و چاشت بمنزلہ واحد ہیں اگرچہ نماز عید وہ جب ہے اور وقت سے مراد پہنچنا نہ نماز کا وقت ہے اور طلوع آفتاب کے بعد نصف النہار تک کوئی فرض نماز کا وقت نہیں اس لئے وہ وضو طہر کا وقت خارج ہونے سے باطل ہوگا اور اسی وقت کے اندر جب تک کوئی دوسرا حدث نہ پایا جائے (۱) وہی وضو قائم رہے گا اور اگر وقت کے اندر کوئی دوسرا حدث مثلاً استحاضہ والی عورت کو نکمیر جاری ہو نایا پیشاب یا غانہ کرنا یا ریح خارج کرنا وغیرہ لاحق ہوا تو اب اس دوسرے حدث کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا نہ کہ پہلے کی وجہ سے، اگر ایک بار ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے ظہر کے وقت میں وضو کیا اور دوسری بار اسی ظہر کے وقت میں عصر کے واسطے وضو کیا تو طریقین کے نزدیک اس سے عصر پڑھنا جائز نہیں یہی اصح ہے، اور طہارت اس وضو کی اس وقت ٹوٹی ہے جب وہ وضو کرے اور خون جاری ہو، یا وضو کے بعد نماز کے وقت میں خون جاری ہو اور اگر وضو کے بعد خون بند رہا یہاں تک کہ وہ وقت نکل گیا تو وہ وضو باقی ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اس وضو سے نماز پڑھے جب تک خون جاری نہیں ہو یا کوئی دوسرا حدث نہیں ہو، اگر وقت نماز میں بد ضرورت وضو کیا تھا پھر خون جاری ہوا تو اسی وقت کی نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرے، اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس نے سیلان خون (خون بہنے) کے سوا کسی دوسرے حدث کے لئے وضو کیا پھر خون بہنے لگا۔ کسی شخص کے چمچ نکل رہی تھی اور اس کے کسی زخم میں سے رطوبت جاری تھی پھر اس نے وضو کیا پھر ایک دوسری جگہ سے رطوبت جاری ہو گئی جو پہلی جاری نہ تھی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیوں یہ بمنزلہ رزخوں کے ہے جو بدن کی دو مختلف جگہوں میں ہیں، اسی طرح اگر ناک کے ایک نچھنے سے خون جاری تھا اور اس نے وضو کیا پھر دوسرے نچھنے سے بھی خون جاری ہو گیا تو اس پر دوسرا وضو لازم ہوگا لیکن اگر دونوں نچھنوں سے خون جاری تھا پھر ایک نچھنے کا بند ہو گیا تو باقی وقت تک اس کا وہی وضو باقی ہے عورت کو استحاضہ تھا اس نے وضو کیا اور نفل نماز شروع کی ابھی ایک رکعت پڑھی تھی کہ نماز کا وقت نکل گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور احتیاطاً اس پر قہر لازم ہوگی، اگر معذور اس بات پر قادر ہے کہ باندھنے سے یا روئی وغیرہ رکھنے سے یا بھرنے سے خون وغیرہ حذر کر رکھ سکتا ہے یا کم کر سکتا ہے یا بیٹھنے میں خون جاری نہیں ہوتا اور کھڑے ہونے میں جاری ہوتا ہے تو اس کا بند کرنا واجب ہے اور اس کے بند کر سکنے کے سبب سے اب صاحب عذر نہیں رہتا، اگر جھکنے سے یا سجدے کے وقت جاری ہوتا ہے ورنہ جاری نہیں ہوتا تو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے لیکن اگر لیٹنے سے جاری نہیں ہوتا ورنہ جاری ہوتا ہے تو لیٹ کر پڑھے اب وہ معذور ہے، لیکن حیض یا نفاس والی عورت اگر گدی یا روئی رکھ کر خون بند کرے تو اس کو حیض یا نفاس ہی رہتا ہے، استحاضہ والی عورت اگر روئی وغیرہ رکھ کر روک دے تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ معذور کی مانند ہے بشرطیکہ استحاضہ کا خون فرج خارج میں نہ آجائے، یہی صحیح ہے بعض نے کہا کہ حیض ولی کی مانند ہے، یہ قول ضعیف ہے، اگر آنکھ میں درد کی وجہ سے یا آنکھ کی کسی رگ میں سے ہر وقت پانی جاری ہو تو وہ نماز کے ہر وقت کے لئے وضو کرے اس لئے کہ اس کے پیپ ہونے کا احتمال ہے، یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور یہ حکم استحباباً ہونا چاہئے، اب اگر پیپ کے ہونے کا گمان غالب ہو یا طیب خبر دیں یا علامات سے گمان غالب ہو جائے تو وہ معذور ہے اور ہر وقت کے لئے اعادہ وضو واجب ہونا چاہئے۔ (صحیح یہ ہے کہ جب درد یا مرض کی وجہ سے خون جاری ہو تو ہر حال میں وضو توڑ دے گا اور طہر ہوگا۔ مؤلف) اگر کسی کا زخم بہتا تھا اور

(۱)۔ معذور کی طہارت، دشرطوں سے وقت کے اندر باقی رہتی ہے اول یہ کہ اس نے اپنے عذر کی وجہ سے وضو نہ کیا ہو، دوسرے یہ کہ اس پر کوئی ارحدث یا عذر

اس پر کپڑا باندھ لیا تھا پھر اس پر قدر درہم سے زیادہ (جو روپے سے زیادہ جگہ گھیرے) خون لگ گیا یا اس کے پہننے کے پڑے پر لگ گیا، اگر ایسی حالت ہے کہ دھوئے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دوبارہ نجس ہو جائے گا تو اس کے بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے اور جواب نہیں تو جائز نہیں کیوں کہ اب اس کا دھونا فرض ہے یہی مختار ہے، اگر درہم یا روپے کی برابر ہے تو دوبارہ نجس نہ ہونے کی صورت میں دھونا واجب ہے اور اس سے کم ہو تو سنت ہے، اسی طرح اگر مریض نماز کے لئے زمین پر پاک جگہ نہیں پاتا اور اپنا کپڑا بچھا تا ہے تو اس کے زخموں سے خون لپک کر نماز پوری ہونے سے قبل ناپاک ہو جاتا ہے تو اب اس کو فرش (مصلیٰ) بچھنے کا ترک جائز ہے، جس کی تکمیل جاری ہو یا زخم سے خون بہے تو آخر وقت تک انتظار کرے، پس اگر خون بند نہ ہو تو وقت نکلنے سے پہلے وضو کر کے نماز پڑھ لے، استحاضہ والی عورت اگر غسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی وضو کر کے اول وقت میں اور اسی طرح مغرب کی غسل کر کے آخر وقت میں اور عشا کی وضو کر کے اول وقت میں پڑھے اور فجر کی بھی غسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور عجب نہیں کہ یہ ادب جو حدیث میں رشاد ہوا ہے اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو فائدہ پہنچے، جس شخص کو رت جاری ہے وہ اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے جس کو سلس الیول (پیشاب جاری رہتا) ہو اس لئے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدیث (بے وضو ہونا) اور دوسرا نجاست (پیشاب لگنا) اور مقتدی میں ایک عذر ہے یعنی صرف حدیث کا، بلکہ اس لئے بھی کہ دونوں کے عذر مختلف ہیں اور معذور کی افتد معذور کے لئے جائز ہونے میں دونوں کا اتحاد عذر شرط ہے پس اس مسئلے کا عکس ہو تب بھی مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔ مزید تفصیل امامت کے بیان میں ملاحظہ کریں۔

نجاستوں اور ان کے احکام کا بیان

نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ

جو چیزیں بذاتِ نجس نہیں لیکن کسی نجاست کے لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئیں ان کے پاک کرنے کے دس طریقے ہیں:

۱۔ دھونا

پانی اور ہر پتلی اور پینے والا پاک چیز سے جس سے نجاست دور ہو سکے اس سے نجاست کا پاک کرنا جائز ہے جیسے سرکہ، گلاب اور زعفران کا پانی و عرق، مائل کا پانی اور درختوں، پھلوں اور تر بوڑ کا پانی وغیرہ جن سے کپڑا بھگو کر پھوڑیں تو نچڑ جائے، جس میں چکنائی ہو اور جو نہ نچڑ سکے تو اس سے نجاست دور کرنا جائز نہیں جیسے تیل، گھی، شوربا، چھاچھ (لسی) دودھ، شہد، اور شیرہ وغیرہ۔ مستعمل پانی سے بھی نجاست جتنی دور کرنا جائز ہے، یہ امام محمد کا قول ہے، اور ایک روایت امام ابو حنیفہ سے بھی یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (نجاست کھکی یعنی وضو غسل اس سے جائز نہیں)۔ اگر نجاست نظر آنے والی ہو (یعنی خشک ہو جانے پر نظر آئے جیسے خون، پامانہ وغیرہ) تو نجاست کا وجود دور کیا جائے اور جبکہ وہ چیز ایسی ہو کہ اس کا اثر دور ہو جایا کرتا ہے تو اس کا اثر بھی دور کیا جائے اس میں عدد کا اعتبار نہیں۔ پس اگر ایک ہی مرتبہ کے دھونے میں نجاست اور اس کا اثر (رنگ و بو) چھوٹ جائے تو وہ نیک کاٹی ہے لیکن تین بار دھونا مستحب ہے اور اگر تین مرتبہ میں بھی نہ چھوٹے تو اس وقت تک دھوئے جب تک وہ بالکل نہ چھوٹ جائے اور اگر وہ نجاست اس قسم کی ہے کہ اس کا اثر بغیر مشقت کے دور نہیں ہوتا جیسے گیلیا گور یا خون یا پامانہ وغیرہ اس طرح کہ اس کے دور کرنے میں پانی کے سوا اور کسی چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسے صابون، بقی وغیرہ تو اس کے دور کرنے میں تکلف نہ کرے اور اسی طرح گرم پانی سے دھونے کا تکلف نہ کرے، اسی بنا پر فقہانے کہا ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ یا کپڑا وغیرہ مہندی یا خضاب یا کسی اور ایسے رنگ نسل وغیرہ میں رنگ جائیں جو نجس ہو گیا تھا تو جب دھوتے دھوتے اس کا پانی صاف ہو جائے تو پاک ہو گیا اگرچہ ہاتھ یا کپڑے پر رنگ باقی ہو اور جب تک رنگ دار پانی آتا ہے پاک نہ ہوگا، اور اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ نجاست بذاتِ خود نجس ہے جیسے خون وغیرہ تو جب تک اس کا رنگ دار پانی آتا ہے پاک نہ ہوگی اور جب صاف پانی آنے لگے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی خواہ رنگ کا نشان باقی رہ جائے اور وہ دور نہ ہوتا ہو، اور جو چیز خود تو پاک ہے مگر خارجی نجاست لگنے سے نجس ہو گئی تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گی خواہ رنگ دار پانی لگتا رہے جیسے کسی نے ناپاک مٹکے میں پاک نیل ڈال کر کپڑا رنگ لیا یا زعفران یا رنگ کپڑا لگنے کے لئے گھولا اس میں کسی بچے نے پیشاب کر دیا اور کوئی نجاست پڑ گئی اس سے اگر کپڑا رنگ لیا تو تین بار دھو ڈالیں پاک ہو جائے گا اگرچہ پھر بھی رنگ لگتا رہے، اگر کوئی شخص نجس تیل یا گھی وغیرہ چکنی چیز میں ہاتھ ڈال دے یا اس کے کپڑے کو لگ جائے پھر اس ہاتھ یا کپڑے کو پانی سے بغیر صابن وغیرہ کے تین بار دھوئے اور تیل یا گھی کا اثر (چکنائی) اس کے ہاتھ یا کپڑے پر باقی رہے تو وہ پاک ہو جائے گا یہی اصح ہے، اور اگر سردار کی چربی لگی تھی تو جب تک چکنائی نہ جائے پاک نہ ہوگا کیوں کہ وہ بذاتِ نجس ہے یہاں تک کہ اس سے چیز کے کوہِ باغت بھی نہ کیا جائے اور مسجد کے

علامہ اور جگہ اس کا چراغ جلا سکتے ہیں۔

اور اگر نجاست نظر آنے والی نہ ہو (یعنی خشک ہونے پر نظر آئے) تو اس کو تین بار دھوئے اور جو چیز نجس تھی ہو اس کو ہر مرتبہ نچوڑنا شرط ہے، اور تیسری مرتبہ خوب اچھی طرح پوری طاقت سے نچوڑے یہاں تک کہ اگر پھر اس کو نچوڑیں تو اس میں سے پانی نہ گرے اور ہر شخص کے لئے اس کی اپنی طاقت کا اعتبار ہے (یہی اگر دوسرے آدمی کے نچوڑنے سے دو ایک بوند ٹپک سکتی ہے تو اس کے حق میں ناپاک ہے اور پہلے کے حق میں پاک ہے) ایک روایت یہ بھی ہے کہ اخیر میں صرف ایک مرتبہ نچوڑنا کافی ہے اس میں آسانی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے، اگر ہر بار نچوڑا اور طاقت اس میں زیادہ ہے لیکن کپڑے کے پچانے کے لئے اچھی طرح نہ نچوڑا تو ہمارے نہیں لیکن ظاہر تردید ہے کہ ضرورت کے سبب (مثلاً باریک ملل وغیرہ یا پرانا کپڑا ہونے کی وجہ سے) معمولی نچوڑنے سے بھی پاک ہو جائے گا (نیز منقول ہے کہ ایسے مال کو ضائع ہونے سے پچانے کے لئے چاہئے کہ تین بار دھوئے اور ہر بار خشک کرے جس طرح فرش و چٹائی وغیرہ جو نچوڑی نہیں جاتیں ایسی چیزوں کو ہر بار خشک کیا جاتا ہے) اگر تین مرتبہ دھو یا اور ہر مرتبہ نچوڑا پھر لٹکانے وغیرہ سے اس میں سے ایک قطرہ ٹپک کر کسی چیز پر لگ گیا تھا تو اگر اس کو تیسری مرتبہ خوب نچوڑ لیا گیا تھا ایسا کہ اگر اس کو پھر نچوڑتے تو اس میں سے پانی نہ گرتا تو کپڑا اور ہاتھ اور جو قطرہ اب لٹکانے وغیرہ سے ٹپکا ہے سب پاک ہیں اور اگر ایسا نہیں نچوڑا تھا تو سب نجس ہیں، اور جو چیز نچوڑ نہیں سکتی جیسے چٹائی یا بھاری کپڑا یعنی درمی کمل وغیرہ تو وہ تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے اس لئے کہ خشک کرنے میں بھی نجاست نکالنے کا اثر ہوتا ہے اور خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اس قدر اس کو چھوڑ دے کہ پانی کا ٹپکنا اس سے متوقف ہو جائے سو کہ جانا شرط نہیں ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ اس چیز نے نجاست کو خوب پی یا ہو جیسے دری وغیرہ اور اگر نجاست کو نہ پی یا ہو جیسے بور یا چٹائی وغیرہ تو تین بار کے دھو لیے سے پاک ہو جائے گا ہر بار اتنی دیر چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پانی ٹپکنے بند ہو جائے (اصول یہ ہے کہ جن چیزوں کو نجاست پہنچتی ہے وہ تین قسم کی ہیں

- ۱۔ جو ناپاکی کو بالکل جذب نہ کریں بلکہ نجاست اور پر لگی رہے جیسے لوہے، تانبے، پتیل وغیرہ کی چیزیں یہ چیزیں نجاست کے دھو لینے سے (یا پونچھ ڈالنے سے جب کہ اثر جاتا رہے اور وہ کھردری نہ ہوں) پاک ہو جاتی ہیں۔
- ۲۔ جو نجاست کو بہت تو جذب نہ کرے لیکن کچھ نہ کچھ جذب کرے جیسے چٹائی بور یا وغیرہ تو اس سے بھی نجاست رائل ہو جانے پر وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

- ۳۔ جو بالکل جذب کر لیتی ہیں جیسے کپڑا تو ایسی چیزوں سے ناپاکی دھو کر تین بار نچوڑنے سے یا جو نچوڑ نہ سکے اس کو تین بار خشک کرنے سے دور ہوگی، اگر کپڑا ایسا ہو کہ جذب نہ کرے تو اس کا بھی چٹائی وغیرہ کے مانند حکم ہے۔

اگر کسی نے گیموں یا گوشت، شراب یا پیشاب میں پکا یا تو فتویٰ اس پر ہے کہ وہ کبھی پاک نہ ہوں گے ان پھینک دیا جائے، اگر ایسی چیز نجس ہو جائے جو نچوڑی نہیں جاسکتی اور وہ نجاست کو پی جائے مثلاً چھری کو نجس پانی سے مع کیا یا مٹی کا برتن یا اینٹ تازہ بنی ہوئی ہو اور اس پر شراب یا پیشاب پڑ جائے یا گیموں پر شراب پڑ جائے اور وہ اس کو جذب کر کے پھول جائیں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک (۱) پانی

۱۔ امام محمدؒ کے نزدیک پاک نہیں ہو سکتی اور یہ حکم اس بارے میں ہے کہ نماز کی حالت میں اس کو ساتھ نہ رکھے کیوں کہ ان کے نزدیک اندرونی ناپاک مع کی پاکی نہیں ہو سکتی اور شخص کے نزدیک وہ اندر سے بھی پاک ہو جاتی ہے اور ظاہری ملہ پر وہ اجماعاً پاک ہو گئی اور اس سے خربوزہ وغیرہ کاٹنے یا اس کے پانی وغیرہ میں گرنے سے وہ خربوزہ پانی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتے۔ (مولف)

سے تین بار چھری کو ملح کیا جائے اور اینٹ اور برتن کو تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں تو پاک ہو جائیں گے اور گیسوں کو پانی میں بھگو دیں یہاں تک کہ وہ پانی کو اسی طرح پی لیں جیسے شراب کو انھوں نے پیا تھا پھر خشک کئے جائیں اور تین مرتبہ اسی طرح کیا جائے تو طہارت کا حکم کیا جائے گا (۱) اور اگر نہ پھوسے ہوں تو تین مرتبہ دھوئیں اور ہر مرتبہ خشک کریں لیکن یہ شرط ہے کہ اس میں شراب کا مزہ یا یو باقی نہ ہو، اور اگر اینٹ پتھر یا برتن پرانا ہو تو اس کو بیک وقت تین بار دھولینا کافی ہے ہر بار خشک کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر شہد یا شیر یا تیل یا گھی نجس ہو جائے تو ایک کڑھالی میں ڈالا جائے اور اس میں اسی قدر یا اس سے زیادہ پانی ملائیں اور اس قدر جوش دیں کہ پانی جل کر جس قدر شہد یا تیل وغیرہ تھا وہ باقی رہ جائے تین دفعہ اس طرح کیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا، فقہانے کہا کہ اسی طرح دودھ اور چھچھ بھی پاک ہو سکتے ہیں، نیز نجس تیل یا گھی کو پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تین مرتبہ اس طرح دھوئیں کہ اس کو ایک برتن میں ڈالیں پھر اسی کے برابر اس میں پانی ڈالیں پھر اس کو ہلاتیں اور چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ تیل یا گھی اوپر آجائے وہ اوپر سے اتار لیا جائے اور ہر دفعہ نیا پانی لیا جائے (یا برتن میں سواخ کر دیا جائے تاکہ پانی بالکل نکل جائے اسی طرح تین بار کیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا، اور باقی پانی کو آگ پر چلایا جائے) اور بھی طریقے ہیں مگر یہی آسان ہیں مگر کبھی جم گیا ہو تو پانی ڈال کر آگ پر رکھ دو جب پکس جائے تو اس کو اوپر سے اتار لو، تین دفعہ اسی طرح کر دو، نجس کیڑا تین برتنوں میں دھویا جائے یا ایک ہی برتن میں تین بار دھویا جائے اور ہر بار پھوڑا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا اس لئے کہ دھونے کی عادت اسی طرح جاری ہے اگر پاک نہ ہو تو لوگوں پر دقت پڑے اور جس عضو کا کسی برتن میں دھونے کا اور ایسے جنبی کا کہ جس نے استنجائہ کیا ہو کسی پانی میں نہانے کا حکم مثل کیڑے کے ہے اور وہ پانی اور برتن ناپاک ہو جائے گا اور اگر چوتھے برتن میں بھی دھوئیں تو اس کا پانی کپڑا، دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا رہے گا اور عضو دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا باقی نہ رہے گا اس لئے کہ عبادت میں صرف ہوا تو مستعمل ہو جائے گا اور ان تینوں برتنوں کے تینوں پانی نجس ہوں گے (کیوں کہ حس پانی میں کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے خواہ وہ پہلی دفعہ کا پانی ہے یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا) لیکن ان کی نجاست میں فرق ہوگا یعنی پہلا پانی جب کپڑے کو لگے گا تو وہ تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا اور دوسری دفعہ کا پانی لگنے میں دو بار دھونے سے اور تیسری دفعہ کا پانی لگ جائے تو ایک ہی بار دھونے سے پاک ہو جائے گا اور یہی اصح ہے اور جب وہ پانی دوسرے کپڑے کو لگے گا تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو پہلے کپڑے میں تھا اور تیسری بار کے دھونے میں تیسرا برتن بھی پاک ہو جائے گا جیسے کاس کی دستی اور وہ مشکا جس میں شراب سرکہ بنتی ہے پاک ہو جاتا ہے (اسی طرح ناپاک کپڑے کے پہلی دفعہ کے پھوڑے ہوئے پانی کے دوسرے کپڑے پر لگ جانے سے تین دفعہ دھوئیں تو پاک ہوگا اور دوسری دفعہ کے پھوڑے ہوئے پانی سے دو دفعہ میں اور تیسری دفعہ کے پھوڑے ہوئے سے ایک دفعہ میں پاک ہو جائے گا)۔ اگر کسی سوزے کا استرٹاٹ کا ہوا اور وہ سوزہ پھٹ کر اس کے سوراخوں میں نجس پانی داخل ہو گیا پھر اسی سوزے کو دھویا اور ہاتھ سے ملا اور پھر اس کے اندر تین بار پانی بھرا اور پھینکا لیکن اس ٹاٹ کو نہ پھوڑا تو وہ سوزہ پاک ہو جائے گا بعض نے کہا کہ اس کو ہر بار اتنی دیر تک چھوڑ دیا جائے کہ اس سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ خراسانی سوزہ جس کے چرے سوت سے اس طرح کڑھے ہوئے ہوتے ہیں کہ تمام سوزہ کے چرے پر سوت چڑھا ہوتا ہے تو اگر اس کے نیچے نجاست لگ جائے (۲)۔ لیکن اگر گیسوں یا گوشت شراب میں پکائے جائیں تو امام صاحبؒ کے نزدیک پاک نہیں ہو سکتے، اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن اگر اس پر سرکہ ڈال کر کھاجائے یہاں تک کہ سب سرکہ ہو جائے تو اب پاک ہے لیکن اگر شراب کی بجائے پیٹاب میں پکے تو اب سرکہ بننے سے بھی پاک نہیں ہوگا کیوں کہ برخلاف شراب کے پیٹاب میں قلب مابیت نہیں ہوتی، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین دفعہ پانی میں پکائیں اور ہر دفعہ خشک کریں تو پاک ہو جائے گا اور اس کا شفا کرنا بھی خشک کرنا ہے لیکن اس قول پر فتویٰ نہیں ہے۔

تو وہ تین بار دھویا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے اور بعض کا قول ہے کہ ہر بار اس قدر توقف کیا جائے کہ پانی کا ٹپکنا بند ہو جائے پھر دوسری اور تیسری بار اسی طرح دھوئے، یہ اصح ہے اور اول میں احتیاط زیادہ ہے، زمین پر اور درخت میں اگر نجاست لگ جائے پھر اس پر مینہ برے اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو وہ پاک ہو جائے گا اور اسی طرح لکڑی میں جب نجاست لگ جائے اور اس پر مینہ برے تو وہ دھلنے کے حکم میں ہے، زمین اگر پیشاب سے نجس ہو جائے اور اس کے دھونے کی حاجت ہو پس اگر زمین نرم ہے تو تین بار پانی بہانے سے پاک ہو جائے گی اور اگر سخت ہے تو فقہانے کہا ہے کہ اس پر پانی ڈالیں پھر ہاتھ سے رگڑیں پھر اون یا پاک کپڑے سے پونچھیں اور اسی طرح تین بار عمل کریں تو پاک ہو جائے گی اور اگر اس پر اتنا زیادہ پانی ڈالا جائے کہ اس کی نجاست مٹتی ہو جائے اور اس کی بو اور رنگ باقی نہ رہے اور چھوڑ دی جائے تاکہ خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جائے گی۔ بویا (چٹائی) کو اگر نجاست لگ جائے اور وہ نجاست خشک ہو تو ضروری ہے کہ اس کو مل کر نرم کر لیں (یعنی تین دفعہ مل کر دھوئیں) اور اگر تر ہو اور پوریا نکل گیا اسی کے مثل کسی در چیز کا ہو تو وہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اور کسی چیز کی (یعنی ملنے وغیرہ) کی حاجت نہ رہے گی اور بلا خلاف پاک ہو جائے گی اس لئے کہ وہ نجاست کو جذب نہیں کرتا اور اگر غرہ وغیرہ کی چھال (یا دوب) کا ہو تو دھوئیں اور ہر بار خشک کریں تب امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک ہو جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور پوریا اگر نجس پانی میں گر جائے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق جس کو مٹانے کا اختیار کیا ہے اس کو تین بار دھوئیں اور ہر بار پنجوڑیں یا خشک کریں تو پاک ہو جائے گا۔ نجس برتن یا کوئی بھاری فرش درخت وغیرہ یا کسی یا پاک کپڑے یا چیز کو ٹھیرا دریا وغیرہ کسی بہتے پانی میں ڈال دیا جائے اور اسے بھر پڑا رہنے دیا جائے تاکہ اس پر پانی جاری رہے تو پاک ہو جائے گا، یہی اصح ہے (اصل اس میں یہ ہے کہ جتنی دیر میں یہ ظن غالب ہو جائے کہ پانی نجاست کو بہالے گیا تو پاک ہو جائے گا کیوں کہ بہتے پانی سے پاک کرنے میں پھوڑا شرط نہیں) کوزہ میں اگر شراب ڈال گئی ہو تو تین بار اس کے اندر پانی ڈالنے سے پاک ہو جائے گا، مگر کوزہ کو رہے تو ہر بار ایک ساعت تک توقف کرے یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔ شراب کا حکا، مگر پرانا اور مستعمل ہو تو تین بار کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب کی بو اس میں نہ رہے، دباغت کیا ہوا چڑا جب اس کو نجاست لگے تو اگر ایسا سخت ہے کہ اس کی سختی کی وجہ سے اس میں نجاست جذب نہیں ہوتی تو اسے کے قول کے بموجب دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر اس میں نجاست جذب ہو سکتی ہے اور اس کو پنجوڑا سکتے ہیں تو تین بار دھوئیں اور ہر بار پنجوڑا دیں تو پاک ہو جائے گا اور اگر نجس پنجوڑا سکتے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں، اگر کپڑے کا کنارہ نجس ہو گیا اور اس کو بھول گیا اور بغیر اس کے کہ سوچ کر گمان غالب پر عمل کرے اس کپڑے کے کسی کنارہ کو دھویا تو اس کپڑے کے پاک ہونے کا حکم کیا جائے گا یہی عقار ہے اگر اس کپڑے سے بہت سی نمازیں پڑھیں پھر ظاہر ہو گیا کہ دھویا اور طرف تھا اور نجاست اور طرف تھی تو جس قدر نمازیں اس کپڑے سے پڑیں ان کا اعادہ واجب ہے اور اگر سوچ کر دھویا تھا اور بعد میں غلطی معلوم ہوئی تو اب اس نجس جگہ کو دھوے اور نمازوں کا اعادہ نہ کرے، اور احتیاط یہ ہے کہ سارا کپڑا دھولے، اور اسی طرح اگر نجاست آستین میں لگی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ کونسی آستین تھی تو دونوں کو دھولے یا صرف آستین یا کلی نجس ہو گئی مگر یہ معلوم نہیں کہ کونسا حصہ ہے پوری آستین یا کلی دھولے، اگر کپڑا نجس ہو جائے اور تین بار اس کا دھونا واجب ہو اور اس نے ایک دن، ایک بار دھویا اور ایک دن دوبارہ دھویا، یا ایک ایک دفعہ کر کے تین مختلف وقتوں میں دھویا تو جائز ہے اس لئے کہ نقص و حاصل ہو گیا یہ ضروری نہیں کہ تینوں بار ایک ہی وقت میں دھوئیں۔

۳۔ پونچھنا

تکوار، چھری، چاقو، آئینہ اور تمام وہ چیزیں جو لوہے سے بنتی ہیں جن پر صیقل (جلا) ہو یعنی رنگ نہ ہو اور جو کھردی نہ ہوں یعنی جن

میں نقش دنگار وغیرہ کھدے ہوئے یا مہرے ہوئے نہ ہوں، اگر ان پر نجاست پڑ جائے اور اس کے اندر جذب نہ ہو تو جس طرح دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں اسی طرح پاک کپڑے یا پتے یا صوف یا مٹی وغیرہ سے اس قدر پونچھ لی جائیں کہ اثر بالکل جاتا رہے تو پاک ہو جاتی ہیں خواہ نجاست تر ہو یا خشک، جسم دار ہو یا بے جسم، اس میں کوئی فرق نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے صرف رنگ کے نقش ہوں تب بھی یہی حکم ہے اگر وہ چیز کھردری ہو یا بھرے ہوئے نقش والی ہو یا رنگ آلود ہو تو پونچھنے سے پاک نہ ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہے۔ چاندی، سونا، تانبا، پتیل، گلت اور ہر قسم کی دھات کی چیزوں مثلاً اور چینی کے برتن یا مٹی کے روٹنی یا لک کے ہوئے برتن یا پالیٹھ کی ہوئی لکڑی یا پھٹا پتھر غرض وہ تمام چیزیں جن میں مسام نہیں ہوتے اور پانی جذب نہیں ہوتا سب کا یہی حکم ہے کہ پونچھنے سے جب کہ نجاست کا اثر بالکل جاتا رہے پاک ہو جاتی ہیں۔ اگر پچھنے لگائے اور اس جگہ کو بھیکے ہوئے کپڑوں سے پونچھ لیا تو کافی ہے اس لئے کہ وہ دھونے کا کام دیتا ہے۔

۳۔ ملنا

منی اگر کپڑے پر لگ جائے تو اگر تر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر کپڑے کو لگ کر خشک ہو گئی ہے تو استسنا مل کر مجاز دینا کافی ہے ماور بھی صحیح ہے کہ مرد اور عورت سب کی منی کا ایک ہی حکم ہے اگرچہ مرد کی منی بیماری کی وجہ سے پتلی ہو گئی ہو، صحیح یہ ہے کہ غیر آدمی یعنی دیگر جانوروں کی منی کا یہ حکم نہیں اور وہ دھونے سے ہی پاک ہوگی، اور مل کر جھڑ دینے کے بعد اگر منی کا اثر باقی رہے تو کچھ نقصان نہیں جیسے دھونے کے بعد رہتا ہے، یہ حکم اس وقت ہے کہ سر ذکر پاک ہو اس طرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے نہیں بڑھایا بڑھا تو پانی سے استنجا کر لیا، یا استنجا تو نہیں کیا مگر منی کو ذکر اس طرح نکلی کہ اس نجاست کی جگہ پر نہ گزری جس کو دل کر جھاڑنے سے پاک ہو جائے گا اور اگر ذکر کا سرا پیشاب سے بھی نجس ہوا ہے مثلاً پہلے پیشاب کیا اور وہ مخرج سے بڑھ گیا اور پانی سے استنجا نہ کیا ہو پھر اس سے مس ہو کر منی نکلی ہو تو یہ کپڑا منی کو مل کر جھاڑنے سے پاک نہ ہوگا اور اگر منی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھونے بدن پاک نہ ہوگا خواہ منی تر ہو یا خشک، امام ابو حنیفہؒ سے یہی مروی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ بعض کے نزدیک بوجہ عموم ہوئی مل کر جھاڑنے سے بدن بھی پاک ہو جائے گا لیکن اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ اگر دو ہرے کپڑے کے استر تک منی پھوٹ گئی تو بھی مل کر جھڑ دینا کافی ہے اور یہی صحیح ہے، موزہ پر لگ کر منی خشک ہو گئی تو مل ڈالنا کافی ہے منی کو جب کپڑے کے اوپر سے مل ڈالنا اور اس کا جسم جاتا رہا اور اسی طرح ہر وہ چیز جس کے دھونے کے سوا مل دینے یا کھرج دینے سے پاک ہو جانے کا حکم کیا گیا ہے اگر وہ پانی سے بھیگ جائے تو اس میں دو روایتیں ہیں مختار اور معتبر یہ ہے کہ پھر نجاست نہیں لوٹے گی، تا پاک برتن کو دھونے سے پہلے منی سے مل لینا (نہننا) بہتر ہے۔

۴۔ چھیلنا اور رگڑنا

موزہ پر اگر نجاست لگ جائے اور وہ نجاست جسم دار ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر اور منی، اگر وہ خشک ہو جائے تو چھیلنے یا رگڑنے سے پاک ہو جائے گا (رگڑنا خواہ زمین پر ہو یا ناخن یا لکڑی اور پتھر وغیرہ سے) اور اگر تر ہے تو خط ہر روایت میں بغیر دھو دے پاک نہ ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب اس کو اچھی طرح پونچھنے اس طرح سے کہ اس کا کچھ اثر (رنگ و بو) باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا اور بوجہ عموم ہوئی اسی پر فتویٰ ہے، اور اگر نجاست جسم دار نہیں، جیسے شراب اور پیشاب وغیرہ تو جب اس میں منی مل جائے یا راکھ یا ریت وغیرہ ذال کر رگڑ ڈالیں اور اچھی طرح سے پونچھ دیں تو پاک ہو جائے گا یہی صحیح ہے اور ضرورت کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے، لیکن اگر ایسا نہ کیا جہاں تک کہ وہ پتلی نجاست سوکھ گئی تو اب بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی، پونچھنے پر اگر جسم دار نجاست لگ جائے اور خشک ہو جائے تو رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ موزہ پاک ہو جاتا ہے، کپڑا اور بدن چھیلنے اور رگڑنے سے پاک نہیں ہوتے البتہ منی کو رگڑنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے لیکن بدن کو

دھونا ہی ضروری ہے۔

۵۔ خشک ہو جانا اور اس کا اثر دور ہو جانا

زمین خشک ہو جانے سے اور نجاست کا اثر (رنگ، بو) دور ہونے سے نماز کے واسطے پاک ہو جاتی ہے، حیثیت کے واسطے پاک نہیں ہوتی۔ دھوپ سے یا آگ یا ہوا سے یا سایہ میں خشک ہونے میں کچھ فرق نہیں۔ زمین کے اس حکم میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو زمین میں قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت، گھاس اور نکل وغیرہ جب تک وہ زمین میں کھڑے ہوں پس اگر گھاس اور لکڑی اور پائس کٹ جائیں اور پھر ان پر نجاست گئے تو بے دھوئے پاک نہ ہوں گے۔ اینٹیں اگر زمین میں بطور فرش نجوی ہوں تو ان کو زمین کا حکم ہے کہ خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہیں اور اگر زمین پر رکھی ہوئی ہوں (اور نجوی ہوئی نہ ہوں) جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہوں تو دھونا ضروری ہے اور پھر اور ہلکی اینٹ کا بھی یہی حکم ہے اگر اس کے بعد (خشک ہو کر پاک ہونے کے بعد) اینٹیں اکھاڑ دی جائیں تو پھر نجاست لوٹ آنے میں دو روایتیں ہیں فقہ ربیع ہے کہ نہیں لوٹی، سی طرح ہر وہ چیز جس کی طہارت کا حکم بغیر بننے والی چیز سے دھونے کے ہو گا مثلاً پوٹھے، خشک ہونے، جلنے وغیرہ سے وہ تر ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہوگی۔ صبح پر سہ سگریزے اگر زمین میں گڑے ہوں تو ان کا حکم وہی ہے جو زمین کا ہے لیکن اگر زمین کے اوپر پڑے ہوں تو خشک ہونے سے پاک نہ ہوں گے، اگر زمین خشک ہو کر پاک ہو جائے اور پھر اس پر پانی پڑے تو واضح یہ ہے کہ وہ نجاست نہ لوٹے گی پس اگر اس پر پانی چھڑک لیں اور پھر اس پر بیٹھیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جس کنوئیں میں ناپاک پانی ہو پھر وہ کنواں بالکل خشک ہو جائے تو پاک ہو گیا۔

۶۔ جلنا

گو برود یا خاند وغیرہ کوئی نجاست اگر جل کر راکھ ہو جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کی طہارت کا حکم ہو گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر بکری کا سر جو خون میں بھرا ہوا ہے جلا یا جائے اور خون اس سے زائل ہو جائے تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا۔ نجس مٹی سے اگر کوڑہ یا ہڈی یا کوئی اور برتن یا اینٹیں وغیرہ بنائیں پھر وہ پک جائیں تو وہ چیزیں پاک ہیں گی۔ اگر کسی عورت نے تنور گرم کیا پھر اس کو اپنے کپڑے سے پوچھا جو نجاست میں بھیجا ہوا تھا پھر اس میں روٹی پکائی اگر روٹی ٹکٹے سے پہلے اس کی تری آگ کی گرمی سے جل چکی تھی تو روٹی نجس نہ ہوگی ورنہ نجس ہوگی، اگر تنور کو بریالید سے گرم کیا جائے تو اس میں روٹی پکانا مکروہ ہو گا اور اگر اس پر پانی چھڑک لیا جائے تو کراہت باطل ہو جائے گی۔ (ماخذ ہر یہ کراہت تنزیہی ہے اس دلیل سے کہ نجاست کا دھواں کپڑے یا بدن پر لگا تو صحیح یہ ہے کہ اس کو نجس نہیں کرے گا) جس چاقو، چھری یا مٹی یا تانبے وغیرہ کے برتن اگر دھکتی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہو جاتے ہیں، گو برکے ایلے اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور ان کا دھواں بھی پاک ہے، روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

۷۔ حالت بدل جانا

شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہے پس اگر شراب ایک نئے یا پرانے مٹکے میں ہو اور اس کا سرکہ بن جائے تو وہ مٹکا باہر تفاق پاک ہو جائے گا (یعنی با تفاق مباحین)۔ خیال رہے کہ جس تک اب سرکہ ہے وہاں تک پاک ہو جاتا ہے اگر شراب کی چھینٹیں اس سے اوپر تک پڑی تھیں یا پہلے شراب اوپر تک مہری جا چکی ہے اور سرکہ بنتے وقت گر کر یا استعمال ہو کر اس سے کم ہو گئی ہے تو وہ اوپر کا حصہ پاک نہ ہو گا اور سرکہ نذیل کر نکالتے وقت جب اس ناپاک حصہ سے لگے گا تو سرکہ بھی ناپاک ہو جائے گا ہاں اگر پٹی وغیرہ سے نکال لیا جائے تو پاک ہے۔ شراب میں جو آٹا گندھا جائے وہ دھونے سے پاک نہیں ہوتا اور اگر اس میں سرکہ ڈال دیں اور شراب کا شراب تارہ ہو جائے تو پاک ہو جائے

کا کچل (پکی ہوئی روٹی) اگر شراب میں ڈال دیا جائے پھر وہ شراب سرکہ بن جائے (یا اس شراب سے گوشت ہوئے آنے کی روٹی پکائی پھر اس کو سرکہ میں ڈال دیا) اگر اس میں شراب کی بو (اثر) باقی نہ رہے تو وہ کچل پاک ہو جائے گا اور یہی حکم پیاز و لہسن کا ہے جب وہ شراب میں ڈال دیا جائے اور شراب سرکہ بن جائے اس لئے کہ شراب کے جو اجزاء اس میں ملے ہوئے تھے وہ سرکہ ہو گئے۔ شراب گر پانی میں پڑے یا پانی شراب میں پڑے پھر وہ سرکہ ہو جائے تو پاک ہوگا۔ اگر شور بہ میں شراب پڑ جائے پھر سرکہ پڑے اگر وہ شور بہ ترش میں سرکہ کی مانند ہو جائے تو پاک ہے۔ چوہا شراب میں گر جائے اور پھٹ جانے سے قبل اس کو نکال لیں پھر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو اس کو کھالینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور وہ سرکہ پاک ہے اور اگر سرکہ ہونے کے بعد نکالا خواہ وہ پھولا یا پھنا نہ ہو تب وہ سرکہ ناپاک ہے اور اگر وہ شراب کے اندر پھٹ جائے پھر نکالا جائے پھر وہ شراب سرکہ بنے تو اس کا کھانا حلال نہیں، اس لئے کہ مردہ چوہے کے اجزاء اس میں موجود ہیں اور وہ شراب نہیں ہو جاتے۔ کتا اگر شیرے کو چاٹنے پھر اس کی شراب بنے پھر سرکہ بنے تو اس کا کھانا حلال نہیں، اس لئے کہ کتے کا لعاب اس میں موجود ہے اور وہ سرکہ نہیں ہو جاتا اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب پیشاب شراب میں گر جائے پھر وہ سرکہ بن جائے اور اگر نہیں سرکہ شراب میں ڈال جائے پھر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو نجس ہوگی اس لئے کہ وہ نجس سرکہ جو اس میں ملا تھا وہ منتخیر نہیں ہوا، سور اور گدھا (یا کوئی اور جانور) اگر نمک کی کان میں گر جائے اور نمک ہو جائے یا کسی کا بچہ (حوض) میں گر کر رکنی ہو جائے تو طرفین کے نزدیک پاک ہوگا اسی پر لتوئی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس ہے۔ (اس طرح جو نجاست مغلطہ کونیں میں گر کر اس کی تہ کی مٹی میں سیاہ مٹی ہوگئی تو نجس نہ رہی کیوں کہ رات تبدیل ہوگئی اسی پر فتویٰ دیا جائے) مٹکے میں شیرہ ہو اور اس کو جوش آجائے اور سخت ہو جائے اور اس میں جھاگ آجائیں اور اس کا جوش موقوف ہو جائے اور کم ہو جائے پھر وہ سرکہ ہو جائے مردہ سرکہ بہت دنوں تک اس میں چھوڑ دیا جائے اور سرکہ کے بخارات مٹکے کے منہ تک پہنچیں تو وہ ملکا پاک ہوگا، اور اسی طرح وہ کپڑا جس میں شراب لگی ہے اور سرکہ سے دھویا جائے تو پاک ہو جائے گا، اگر نجس خیل صابون میں ڈال جائے تو اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا اس لئے کہ اس میں قشر ہو گیا۔ ناپاک زمین کی مٹی اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ پاخانہ مثلی بن جائے تو پاک ہے۔

۸۔ چمڑے کا دباغت سے پاک کرنا

آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ہانسی اور کتے کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، آدمی کی کھال بوجہ بکریم اور احترام کے دباغت نہیں کی جاتی لیکن اگر دباغت کی گئی تو پاک ہوگی مگر اس سے نفع لینا بوجہ احترام کے جائز نہیں و حرام ہے جیسا کہ آدمی کے اجزاء سے نفع لینا جائز نہیں ہے، اور خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی، بعض کے نزدیک خنزیر اور آدمی کی کھال اس لئے پاک نہیں ہوتی کیوں کہ وہ پرت پرت ہونے کی وجہ سے دباغت کو قبول نہیں کرتی۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ حقیقی جو دوائی اور چوئے، پھلکری، ببول کے چوئے سے کی جاتی ہے، دوسری حکمی جو مٹی لگا کر یا دھوپ یا ہوا میں سکھ کر کی جائے۔ دونوں قسم کی دباغت سے وہ چمڑا پاک ہو جائے گا، () اس پر یا اس کی پوشین وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا اور اس کے ڈول سے وضو غسل جائز ہے۔ حقیقی دباغت کے بعد اگر چمڑے کو پانی لگے تو پھر نجس نہیں ہوتا اور حکمی دباغت کے بعد پانی لگے تو اس میں اختلاف ہے اظہر یہی ہے کہ پھر نجس نہیں ہوتا۔ جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے لکھا ہے اور دارالاسلام میں آتا ہے جیسا کہ خباب وغیرہ اگر اس کی دباغت پاک چیز سے معلوم ہو جائے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنی اس کو پہن کر نماز درست ہے اور مگر اس کی دباغت ناپاک چیز سے ہوئی مثلاً نردار کی چربی وغیرہ سے معلوم ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اس کا دھونا بہتر ہے۔ یعنی واجب نہیں۔

۹۔ جانور کے گوشت پوست کو ذبح سے پاک کرنا

جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اسی طرح خون کے سوا اس کے تمام اجزاء ذبح سے پاک ہو جاتے ہیں بھی صحیح ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والا شخص شرعاً اس کا اہل ہو، پس مجوسی کا ذبح کرنا اس کو پاک نہ کرے گا اور ذبح کرنا اپنے محل میں ہو یعنی جہاں سے ذبح کرنا چاہئے اسی جگہ سے ذبح کیا ہو، حرام جانوروں کے گوشت کے پاک ہونے میں اختلاف ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ حرام جانوروں کا گوشت ذبح سے پاک نہیں ہوتا۔

۱۰۔ کنوئیں کا پانی نکالنے سے پاک کرنا

اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

اسی سے ملتے ہوئے یہ مسائل ہیں

۱۔ آدمی کا تھوک پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے اور اس کو تھوک کے آریحہ دور کر دیا جائے یہاں تک کہ اس نجاست کا اثر جاتا رہا تو پاک ہو جائے گا، اور اسی طرح اگر چھری نجس ہو جائے اور اپنا تھوک اس کو لگا کر اس طرح پونچھ لے کہ اثر جاتا رہے تو پاک ہو جائے گا، منہ بھر کے تے کی پھر وضو کیا اور کلی نہ کی یہاں تک نماز پڑھی تو وہ نماز جائز ہوگی۔ اس لئے کہ منہ تھوک سے پاک ہو جاتا ہے۔ بچے نے ماں کی پستان پر تے کی پھر اس پستان کو بہت دقتہ چوسا تو وہ پاک ہو جائے گا۔ ۲۔ نجس روئی دھتی جائے اگر وہ کل یا نصف نجس تھی تو پاک نہ ہوگی اگر تھوڑی سی نجس تھی جس میں یہ احتمال ہو کہ اس قدر دھتنے میں نکل گئی ہوگی تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا، جیسے خرمن (اناج کا ڈمیر) جو نجس ہو جائے جب کہ کل یا اکثر نجس نہ ہوا ہو پھر کستان اور عامل کے درمیان تقسیم کیا جائے تو اس کی طہارت کا حکم ہوگا ہے، گہیوں (یاد دیگر غلہ) کو بیلوں سے گاہے وقت بتل پیشاب کر دیں تو وہ معاف ہے اور غلبہ بالا جماع پاک ہے اور اگر گدھوں سے گاہے ہویں اور اس کا پیشاب اور لید یعنی گہیوں پر پڑے اور وہ گہیوں جس پر نجاست پڑی دوسری پاک گہیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہو تو فقہائے کہا ہے کہ ان میں سے تھوڑے نکال کر دھو لئے جائیں پھر سب ملا لئے جائیں یا ان میں سے تھوڑے سے گہیوں خیرات کر دے یا بہ کر دے یا اس گہیوں کو آپس میں تقسیم کر لیں تو ان سب صورتوں میں ان سب دالوں کی پاکی کا حکم کیا جائے گا اور ان کا کھانا حلال ہوگا اور اگر گاہے کے وقت کے سوا دوسرے وقت پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائے گا اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں۔ ۳۔ نجس قلعی اور راجک پکھلنے سے پاک ہو جاتا ہے، نجس موم پکھلنے سے پاک نہیں ہوتا۔ ۴۔ چمڑا اگر گھی میں مر جائے تو اگر گھی جما ہو تو اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دیا جائے اور باقی پاک ہے وہ کھایا جائے، اور اگر پتلا ہو تو اس کو کھانا جائز نہیں لیکن کھانے کے سوا اور طرح فائدہ لینا جیسے روشنی کرنا اور چمڑے کی دباغت کرنا جائز ہے اگر اس سے چمڑے کی دباغت کی جائے تو اس کے دھونے کا حکم کیا جائے پھر اگر وہ نچڑ سکے تو قین بار اس کو دھوئیں اور اگر نہ نچڑ سکے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں، جیسے ہوئے گھی کی حد یہ ہے کہ اگر کسی طرف سے نکالا جائے تو اسی وقت سب مل کر برابر نہ ہو جائے اور اگر اسی وقت برابر ہو جائے تو وہ پتلا ہے (نیل و گھی و غیرہ پاک کرنے کے جو طریقہ پہلے بیان ہو چکے ہیں ان کے مطابق پاک کر کے اس ناپاک گھی کو کھانے کے استعمال میں لائے جاسکتے ہیں)۔

فائدہ

بعض کتابوں میں ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کے ان طریقوں کو اس طرح تقسیم کیا ہے کہ وہ انکس ہو جاتے ہیں اور وہ مختصراً

یہاں ایک جگہ درج کئے جاتے ہیں

۱۔ دھونا ۲۰۔ پونچھنا ۳۔ خشک کرنا ۴۔ چھیلنا ۵۔ ذات کا بدل جانا ۶۔ کھودنا (یعنی ناپاک زمین کی مٹی کھود کر اوپر نیچے کر دینا)،
۷۔ چڑے کا دباغت کرنا ۸۔ شراب کو نمک وغیرہ ذال کر کر کے بنانا، ۹۔ شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا، ۱۰۔ جانور کا ذبح کرنا، ۱۱۔ خشک مٹی
کا کل ڈالنا، ۱۲۔ سوزے کا رگڑنا، ۱۳۔ نجس حوض میں پاک پانی کا استقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ جاری ہو جائے، ۱۴۔ کنوئیں کے ناپاک پانی کا
زمین کے اندر گھسنا (خشک ہو جانا)، ۱۵۔ بعض میں تعریف کرنا (یعنی بیویوں نے تاج بھوسے سے الگ کرتے ہوئے روندنے میں پیشاب و
گوبر کر دیا اور اس اتاج کو آپس میں تقسیم کیا گیا یا خیرات کیا وغیرہ)، ۱۶۔ روٹی کا دھنا، ۱۷۔ کنوئیں کے پانی کا نکال ڈالنا، ۱۸۔ ناپاک چیز کا
آگ میں جل جانا، ۱۹۔ ابا سنا (نجس تھی تیل وغیرہ پاک پانی کے ساتھ تین دفعہ ابا سنا)، ۲۰۔ بعض کا دھونا (جب کہ کپڑے میں ناپاکی کی جگہ
بھول گیا، ۲۱۔ بستہ چیز (جیسے جٹا ہوا کٹی) میں نجاست نکال کر گڑھا کر دینا یعنی نجاست کے گرد و پیش سے بھی کچھ تھی نکال دینا، (ہر وہ ناپاک
چیز جو بے واں چیز کے بغیر دوسرے طریقوں سے پاک ہو جاتی ہے مثلاً پونچھے، خشک ہونے، جلنے، چھیلنے وغیرہ سے صحیح یہ ہے کہ وہ تر ہونے
سے پھر ناپاک نہیں ہوتی)۔

نجس چیزوں کا بیان

نجاستِ حقیقہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ مغلظہ (غلیظہ) یعنی جس کی نجاست زیادہ سخت ہے کہ تھوڑی سی کپڑے یا بدن کو لگ جائے تب
بھی دھونا ضروری ہے، ۲۔ مخففہ (خفیفہ) جو حکم میں ذرا کم اور ہلکی ہو۔

۱۔ مغلظہ

(جس کا حکم سخت ہے) وہ بقدر درہم کے معاف ہے اور نماز کو نہیں توڑتی، مگر درہم سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی، درہم کے
اعتبار میں مختلف روایتیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ اگر جسم دار (گاڑی) نجاست کو جیسے پاخانہ، لید، ویر وغیرہ تو وزن کا اعتبار ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا
وزن درہم کبیر کے برابر ہو جو ایک مثقال ہوتا ہے، مثقال کا وزن تیس قیراط ہے یعنی یہاں ساڑھے چار ماشہ ہے یہی صحیح ہے (اور قیراط پانچ جو
کے برابر ہوتا ہے) اور جو نجاست ہے جسم کی (یعنی پتلی) ہو اس میں ناپ پھیلاؤ کا اعتبار ہے اور وہ بقدر پھیلی کی چوڑائی کے ہیں اور وہ
اٹھلیوں کے جوڑوں کے اندر کا گہراؤ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ پھیلی خوب پھیلا کر ہو رکھیں اور اس پر آہستہ سے پانی ڈالیں جتنا رک
سکے اس کا پھیلاؤ درہم کی برابر ہے یعنی ہندوستان و پاکستان کے روپے کی برابر جو چیزیں آدمی کے بدن سے ایسی نکلتی ہے جن کے نکلنے سے
وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، مٹی، مدی، کچلو، پیپ اور قے جو منہ بھر کے آئے اگرچہ بچہ کی ہو، حیض و نفاس و
استحاضہ کا خون، بچہ کا پیشاب خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، اتاج کھاتے ہوں یا نہ کھاتے ہوں لیکن ریح اس کلیہ سے خارج ہے (۱) شراب، خشکی کے
ہر جانور کا خون، سردار، جو جانور نہیں کھائے جاتے ان کا پیشاب و گوشت، وید، اور جو جانور کھائے جاتے ہیں ان کا گوشت، مثلاً گائے، بیل،
بھینس وغیرہ کا گوشت ویر، بھڑ، بکری، اونٹ کی مچھلی (صحیح یہ ہے کہ گھوڑے کی لید غلیظہ ہے) کتے کا گوشت، مرغابی، بلی، مرغی اور کونج کی بیٹ،
دروندے جانوروں اور بلی جو ہے کا گوشت، یہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔ بلی یا جو ہے کا پیشاب اگر کپڑے کو لگ جائے تو بعضوں نے کہا ہے کہ اگر
قد درہم سے زیادہ ہے تو کبیر انجس ہو جاتا ہے اور یہی حکم ہے۔ حرام جانوروں کا دودھ خواہ زندہ ہو یا مردہ اور مردہ جانوروں کا دودھ خواہ

(۱)۔ یعنی صحیح قول کی بنا پر شراب پاک ہے اگرچہ اس سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔

حرام ہو یا حلال نجس ہے حرام جانوروں کا انڈا نجس ہے۔ سانپ کا گوہ، درپیشاب اور جو تک کا گوہ، بڑی چھکلی اور گرگٹ جس میں بہت ہوا خون ہوتا ہے، ان کا خون نجس ہے اور یہ سب نجاست غلیظہ ہیں پس اگر نجاست غلیظہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی اور اس کا دھونا فرض ہے اگر اس سے قصد نماز پڑھی تو گناہ بھی ہوا اور اگر بہ نیت استخفاف (ہلکا جان کر) ایسا کیا تو کفر ہے، اگر درہم کے برابر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر رے دھوئے نماز پڑھی تو اس کا لوٹنا واجب ہے، در قصد پڑھی تو گناہ بھی ہوا اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے بغیر پاک کئے پڑھی تو نماز ہوگئی مگر خلاف سنت ہوئی اور اس کا لوٹنا بہتر ہے، سور کا گوشت اور اس کے بال دھڑی وغیرہ اس کی ساری چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔ اکبرے کپڑے میں ایک طرف مقدار معانی سے کم نجاست لگے اور اس کی دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس سے بڑھ جائے تو بھی وہ کم سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی، ہاں اگر کپڑا دھوا ہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہوگی۔

نجاست مخففہ

ملکی نجاست اور وہ چوتھائی کپڑے سے کم معاف ہے چوتھائی کپڑے کے حساب میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ کپڑے کے اس طرف کی چوتھائی کا اعتبار ہے جہاں نجاست لگی ہو جیسے دامن و راستین اور کلی اور اگر بدن پر ہو تو اس عضو کی چوتھائی کا اعتبار ہے جس پر نجاست ہے جیسے ہاتھ اور پاؤں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ کل بدن، در کپڑے کا چوتھا حصہ شمار کیا جاتا ہے اگرچہ بڑا ہی کیوں نہ ہو، اسی کو بعضوں نے ترجیح دی ہے اور فتویٰ کا لفظ عقار اور رائج پر مقدم ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ کپڑے یا بدن کے اس عضو یا حصے کی چوتھائی کا اعتبار ہے جس پر نجاست لگی ہے۔ نجاست کے خفیہ یا غلیظہ ہونے کا حکم کپڑے اور بدن میں جاری ہوتا ہے پانی یا دیگر پتلی چیزوں میں جاری نہیں ہوتا یعنی اگر ان میں گرے تو کل ناپاک ہوں گی اگرچہ نجاست کا ایک ہی قطرہ گرے جب تک وہ پانی وغیرہ جاری نہ ہو یا کثیر نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ گھوڑے (۱) اور حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاست خفیہ ہیں، یہی مستند وجہ ہے پس جو پرندہ ہو اس اچھی طرح نہیں اڑ سکتا مثلاً مرغی بطخ وغیرہ تو ان کی پتھال نجاست غلیظہ ہے اور جواز تے ہیں اگر وہ حلال ہیں جیسے کبوتر و چڑیا وغیرہ تو ان کی پتھال پاک ہے اور اگر حرام ہوں تو یہ نجاست خفیہ ہے جیسے باز اور شکر اور چیل وغیرہ لیکن ان کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اس سے پتھال مشکل ہے، شہید فقہی (یعنی جسے فقہ کے حکم کے مطابق فسل نہیں دیا جاتا) کا خون جب تک اس کے بدن پر ہے پاک ہے اور جب اس سے جدا ہو گیا تو نجس ہے، ہر جانور کا پتھ اس کے پیشاب کی مثل ہے، سوئی کے سر کے برابر جو پیشاب کی چھٹیں زنی ہیں در وہ بغیر مور کے نظر نہ آئیں وہ بہ سبب دفع حرج کے معاف ہیں اگرچہ تمام کپڑے پر پڑ جائیں، سوئی کی دوسری طرف کے برابر جو پیشاب کی چھٹیں ہوں ان کا بھی یہی حکم ہے (لیکن طبیعت کی صفائی کا تقاضا ہے کہ دھو لے) یہ حکم جب ہے کہ وہ چھٹیں اڑ کر کپڑے یا بدن پر گر گئیں لیکن اگر پانی میں گر گئیں تو وہ نجس ہو جائے گا اور کچھ معاف نہ ہوگا پس اگر وہ کنوئیں میں گر گئیں یا کوئی اور نجاست خفیہ کنوئیں میں گرے تو سر پانی نکالنا پڑے گا اس لئے کہ بدن اور کپڑے اور مکان کی نسبت پانی کی طہارت کی زیادہ تاکید ہے، اور اگر پیشاب کی چھٹیں بڑے سونے کے سرے کی برابر اڑیں تو نماز جائز نہ ہوگی، مطلب یہ ہے کہ جب ان چھٹینوں کا اثر دیکھ جاتا ہو تو دھونا ضروری ہے حتیٰ کہ اگر نہ دھوئیں اور نماز پڑھی پس اگر اتنی ہوں کہ جمع کی جائیں تو درہم سے راند ہوں تو نماز کا اعادہ کرے، نجاست غلیظہ جس پانی میں پڑ جائے تو وہ بھی نجس غلیظہ ہو جاتا ہے اور خفیہ کے پڑنے سے نجس خفیف ہو جاتا ہے خواہ کم پڑے یا زیادہ (نجاستوں سے جو عرق کھینچا جائے یا ان کا جو ہر

(۱)۔ گھوڑا حلال ہے لیکن جہاد کا جانور ہونے کی وجہ سے امام صاحب نے اس کے گوشت کو مکروہ کہا ہے۔

نکالا جائے تو وہ بھی نجس ہے۔

دیگر متفرق مسائل نجاست

سانپ کی کھال نجس ہے اگرچہ اس کو ذبح کیا ہو اس لئے کہ وہ باہت کو قبول نہیں کرتی سانپ کی کھلی مچھ پر ہے کہ پاک ہے۔
 سوتے ہوئے آدمی کی رال پاک ہے برابر ہے کہ منہ سے نکلی ہو یا معدے سے آئی ہو، یہ طریق کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، مردے کے لعاب کو بعضوں نے نجس کہا ہے، ریشم کے کپڑوں کا پانی اور اس کی آنکھ (کویا) اور بیٹ پاک ہے، چمکا دز کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے، جو پرندے حلال ہیں جیسے کبوتر، چڑیا، جناد وغیرہ ان کی بیٹ بشرطیکہ بودار نہ ہو پاک ہے سوائے مرغی، بلیغ اور مرغابی کے، گھوڑی اور گدھی کا دودھ پاک ہے یہی اصح ہے اہل سنت ہے ضرورت اس کو نہ استعمال کیا جائے۔ جانور کے ذبح کے بعد جو خون اس کی رگوں میں باقی رہتا ہے اگرچہ بہت سا کپڑے کو لگ جائے تب بھی اس سے ناپاک نہیں ہوتا اور اس کا کھانا حلال ہے۔ اور یہی حکم اس خون کا ہے جو ذبح کے بعد گوشت میں باقی رہ جاتا ہے اس لئے کہ وہ خون جاری نہیں اور جو جاری خون گوشت میں لگ جاتا ہے وہ نجس ہے۔ جگر، قلی اور دوس میں جو خون باقی رہا وہ نجس نہیں کیوں کہ وہ دم مسلول کی قید سے نکل گیا۔ مگر پھو، چوں، کھسی، جھوٹی چھڑی، کھنل کا خون پاک ہے اگرچہ بہت ہو اور جو خون بدن سے جاری نہ ہو پاک ہے۔ مچھلی اور پانی میں جیسے والے جانوروں کا خون امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک کپڑے کو پلید نہیں کرتا، شہید کا خون جب تک اس کے جسم پر ہے پاک ہے (یہ چودہ خون حیوانات میں مستثنیٰ ہیں کہ ناپاک نہیں) چہ کی میٹھی گیہوں (غذ) میں گر جائے اور گیہوں کے ساتھ پس جائے یا نمل میں گر جائے تو وہ آٹا اور تیل جب تک اس کا مزہ نہ بدلے پلید نہ ہو گا یہی حکم سرکہ، درزب (انگور یا سیب وغیرہ کا نچوڑ ہو گا ڈھا کر دیا جائے) کا ہے، اسی پر فتویٰ ہے، اگر کپڑے پر نجس حل قدرے درہم سے کم لگے پھر وہ پھیل کر قدرے درہم سے زیادہ ہو جائے تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس سے نماز جائز نہیں، حل شدہ نجاست (نجس پانی وغیرہ) میں بھیجا ہوا نجس کپڑا جو پاک کپڑے میں لپٹا جائے اور اس کی تری پاک کپڑے میں ظاہر ہو لیکن پاک کپڑا اس سے اتنا تر نہ ہو جائے کہ نچوڑنے میں رطوبت گرے یا قطرے چھیں (یعنی ایک آدھ قطرہ چکے یا ہاتھ بھیگ جائے) تو اصح یہ ہے کہ وہ نجس نہ ہوگا، اسی طرح اگر پاک کپڑا ایک نجس کپڑے پر یا نجس زمین پر جرتا ہو بچھا دیا جائے اور نجاست کپڑے میں اثر کرے لیکن وہ اتنا تر نہ ہو جائے کہ نچوڑنے میں اس سے رطوبت گرے مگر نجاست کی تری کی جگہ معلوم ہوتی ہو تو، اصح یہ ہے کہ وہ نجس نہ ہوگا اور اگر عین نجاست یعنی خالص پیشاب، غیرہ سے گیلہ ہے اور پاک کپڑے میں ذرا سی نمی یا دھبہ آ گیا تو نجس ہو جائے گا، اگر تری پاؤں نجس زمین یا نجس پھوٹے پر رکھا تو وہ نجس نہ ہوگا اور اگر خشک پاؤں نجس پھوٹے پر رکھا جو تر ہو تو پاؤں اگر بھیگ گیا تو نجس ہو گیا اور نہی کا اعتبار نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ مٹی میں لے ہوئے گوبر سے چھت لپٹی جائے تو اس پر بھیجا ہوا کپڑا رکھ دینے سے نجس نہیں ہوتا، سوکھا ہوا گوبر یا نجس مٹی جب ہوا سے اڑ کر کیلے کپڑے پر پڑے تو جب تک اس میں نجاست کا اثر (نورنگ) نظر نہ آئے نجس نہ ہوگا، ہوا جو گندہ گیوں پر گزرتی کپڑے کو لگ جائے تو اگر اس میں نجاست کی بو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نجس نہیں ہوگا اور نجاستوں کے بخارات نکلنے سے نجس نہیں ہوتا یہی صحیح ہے۔ نجاست کا دھواں اگر کپڑے یا بدن کو لگے تو صحیح یہ ہے کہ نجس نہیں ہوتا، اگر چرکین (پاخانہ) کسی گھر میں چلا یا جائے اور اس کا دھواں اور بخارات چھت کی طرف کو چڑھے اور اس کے دشمنان میں تو لگا ہوا ہے وہاں جم جائے پھر وہ پھلے یا پسینہ بن کر (پسج کر) نکلے اور وہ کپڑے کو لگے تو استھانایہ حکم ہے کہ جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو گا وہ کپڑا پلید نہ ہوگا اسی پر فتویٰ ہے اور یہی حکم اصطبل کا ہے جب وہ گرم ہو اور اس کے دھواں نکلنے کے سوراخ پر تو اہو جہاں نجاست کا دھواں جمع ہوتا ہے اور پھر

اس توے میں پسینہ آیا اور ٹپکنے لگا یا حام میں جب نجاست جلائی جائے اور یو اردوں اور روشنائوں سے پسینہ ٹپکنے لگے۔ اگر پانی سے استنجا کیا اور کپڑے سے نہ پونچھا پھر ریح خارج ہوئی تو فقہاء کا یہ قول ہے کہ اس کا گرد اگر دغس نہیں ہوتا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ استنجا تو نہیں کیا بلکہ پا جامہ پیسے یا پانی میں تر ہو گیا پھر ریح خارج ہوئی۔ لیکن اگر خشک ہونے پر اثر جینی زردی وغیرہ ظاہر ہو تو دغس ہوگا اگر سردی کے موسم میں گھوڑے بندھنے کی جگہ میں جہاں مید وغیرہ جتنی رہتی ہے داخل ہوا اور بدن اس کا تر تھا یا کوئی تر چیز وہاں لے گیا اور وہ اس کی گرمی سے خشک ہوئی تو دغس نہ ہوگی لیکن اگر اثر ظاہر ہوا مثلاً زردی کپڑے یا اس چیز پر خشک ہونے کے بعد ظاہر ہوئی تو نجاست کا حکم ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسے بچھونے پر سو یا جس پر مٹی لگ کر خشک ہو گئی تھی پھر اس کو پسینہ آیا اور اس سے وہ بچھونا تر ہو گیا تو اگر اس بچھونے کی تری کا اثر اس کے بدن پر ظاہر نہیں ہوا ہے تو دغس نہیں ہوگا اور اگر ظاہر ہوا (یعنی کچھ نجاست چھوٹ کر بدن یا کپڑے کو لگ گئی) تو دغس ہو جائے گا۔ گدھے نے پانی میں پیشاب کیا اور اس پانی کی کچھ ٹھنڈیں کسی آدمی کے کپڑے پر پڑیں تو وہ نماز جائز ہونے کو نہیں روکتیں اگرچہ بہت ہوں لیکن جب یقین ہو جائے کہ وہ چھٹیں پیشاب کی تھیں تو نماز جائز نہ ہوگی اور ایسے ہی چرکین (گوبر پاخانہ وغیرہ) پانی میں پڑے اور اس سے ٹھنڈیں اڑیں اور کپڑے پر پڑیں اگر ان کا اثر کپڑے پر ظاہر ہو گیا تو کپڑا دغس نہ ہوگا ورنہ دغس نہ ہوگا خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو، یہی مختار ہے، اگر گھوڑے کے پاؤں میں نجاست لگی ہو اور وہ پانی میں چھے اور اس کی ٹھنڈیں سوار کے کپڑے پر پڑیں تو وہ دغس نہ ہو جائے گا خواہ پانی بند ہو یا جاری، صحیح یہ ہے کہ دغس نہ ہوگا مگر جب قاعدہ کلیہ کے کہ یقین خشک سے زائل نہیں ہوتا۔ میت کے لہلانے والے پر میت کے دھوون سے جو ٹھنڈیں اڑیں جن سے بچاؤ کرنا ممکن نہیں ہے تو وہ اس کو دغس نہیں کریں گی بوجہ عموم بلوی۔ نمازی کے غسل سے جو ٹھنڈیں برتن میں گریر جن کے گرنے کا موقع ظاہر نہیں ہوتا تو وہ معاف ہے جیسے راستے کی کچھڑ اور دغس چیزوں کا دھواں و گوبر کا غبار اور کتوں کے بیلٹنے کی جگہ کا غبار معاف ہے یعنی دغس نہ ہوگا۔ پاخانہ کی کھیاں اگر کسی کے کپڑے پر بیٹھ جائیں تو وہ دغس نہیں ہوتا لیکن اگر وہ غالب ہوں اور بہت ہوں تو دغس ہو جاتا ہے۔ کسی شخص کے پاؤں میں کچھ لگ گئی اور وہ مٹی میں چلا اور پاؤں نہ دھوئے اور نماز پڑھ لی تو اگر نجاست کا اثر اس میں نہیں ہے تو جائز ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ پاؤں دھولے۔ پاک پانی میں اگر دغس مٹی ڈالے یا پاک مٹی میں دغس پانی ڈالے تو صحیح یہ ہے کہ وہ کارا دغس ہوگا۔ اگر دغس بھوسہ یا گوبر و لید گھرے میں ڈالا جائے اور وہ بھوسہ وغیرہ قائم رہے اور نظر آتا ہو تو اگر بہت ہوگا تو دغس ہوگا ورنہ دغس نہ ہوگا اور اگر خشک ہو جائے گا تو اس کی مہارت کا حکم ہوگا۔ کتے کا لعاب دغس ہے پس اگر کسی کے عضو یا کپڑے کو کچھ لے تو جب تک اس پر تری ظاہر نہ ہوگی دغس نہ ہوگا خواہ وہ کتا خوش (لاڈل) میں ہو یا غصہ میں برابر ہے، یہی مختار ہے۔ کتے کا بدن خود دغس نہیں خواہ سوکھا ہو یا گیلیا لیکن اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو اس نجاست کے گھٹنے سے ناپاک ہو جائے گا (پس اگر کتا مسجد کے بورے پر کھڑا ہو جائے اگر وہ خشک ہے تو دغس نہ ہوگا اور اگر تر ہو اور نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے یعنی بورہ پاک ہے، ہاتھی کی ہڈی ٹھنڈیں کے نزدیک پاک ہے یہی اصح ہے، ہاتھی کا لعاب شیر اور چیتے کے لعاب کی طرح دغس ہے اگر اس کی سونڈ سے کسی کپڑے پر اس کا لعاب گرے گا تو دغس ہو جائے گا۔ ہر جانور کا چال مثل اس کے پاخانہ کے ہے، اونٹ یا بکری کی میٹھی میں اگر دغس ہوں تو دغس کر کھائے جاسکتے ہیں یعنی تین بار دھوئے اور ہر بار سکھائے، تیل کاغے بیسنس وغیرہ کے گوبر میں ہوں تو نہ کھائے جائیں اس لئے کہ اس میں ختی نہیں ہے۔ گھوڑے گدھے اور خچر کا لعاب اور پسینہ پاک ہے لیکن دھواؤ انا بہتر ہے۔ روٹی کے اندر سے چرہ کے میٹھی نکلی اگر اس میٹھی میں اس کی ختی موجود ہو تو میٹھی اور اس کے ارد گرد سے روٹی توڑ کر پھینک دے اور باقی روٹی کھالے۔ دودھ دوہتے وقت اگر میٹھی دودھ کے برتن میں گر جائے اور اسی وقت پھینک دی جائے تو مضائقہ نہیں ورنہ اگر میٹھی دودھ میں ٹوٹ جائے تو دغس ہو جائے گا پھر پاک نہ ہوگا، اگر بکری کا پیشاب (جو کہ نجاست خفیفہ ہے) اور آدمی کا پیشاب (جو کہ غلیظہ ہے) کسی چیز پر لگے تو

نجی ست خفیہ نجاست غلیظہ کے تابع ہو جائے گی یعنی خفیہ اس صورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی اور دونوں کو جمع کر کے قدر درہم سے زیادہ پر نماز جائز نہ ہونے کا حکم ہوگا۔ (۱) نجس سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں ہاں اگر پھیل کر آنکھ کے باہر آ گیا ہو تو دھونا واجب ہے۔ کافر جو کھانے کی چیزیں بنائیں نیز ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے تا وقتیکہ اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قریبہ سے معلوم نہ ہو، بعض لوگ جو شیر و غیرہ کی چربی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں۔ ہاں اگر طیب حاذق دیندہ کی یہ رائے ہو کہ اس مرض کا علاج شیر کی چربی کے علاوہ نہیں تو ایسی حالت میں بعض علمائے نزدیک اس کا خارجی استعمال درست ہے لیکن نماز کے وقت اس کو دھونا ضروری ہوگا۔ راستوں کی کچھڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ بدن یا کپڑے پر نجاست کا اثر نہ معلوم ہو، فتویٰ اسی پر ہے، باقی احتیاط یہ ہے کہ جس شخص کی آمد و رفت بازار اور راستوں میں زیادہ نہ ہو وہ اس کے نکلنے سے بدن اور کپڑے پاک کر لیا کرے چاہے ناپ کی کا اثر محسوس نہ ہو۔ نوشادر پاک ہے اگرچہ وہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔ نجاست کے اوپر جو گرد و غبار ہے وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری نہ اس میں اثر کرے اس کو تر نہ کر دیا ہو، پھل وغیرہ کے کپڑے پاک ہیں لیکن ان کا کھانا درست نہیں جبکہ ان میں جان پڑتی ہو، گولہ وغیرہ سب پھلوں کے کپڑوں کا بھی حکم ہے۔ کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور بو کرنے لگیں تو ناپاک نہیں ہوتیں جیسے گوشت طوطا وغیرہ لیکن صحت کے نقصان کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں۔ لیکن آبی اور دودھ، تیل اور رغن زیتون میں اگر بساندھ ہو جائے تو ان کا کھانا حرام منع نہیں ہے، اور اسی طرح پینے کی چیزیں اگر بدبودار ہو جائیں تو اس تغیر کی وجہ سے حرام نہیں ہوتیں، مشک اور اس کا تانہ پاک ہے اور اسی طرح غبر وغیرہ بھی پاک ہیں۔ گندہ، غلہ احوال جانور کا پاک ہے بشرطیکہ ٹوٹا نہ ہو، پس نماز پڑھنے میں وہ جب میں ہو تو نماز ہو جائے گی، لیکن اگر جیب میں پیشاب وغیرہ کی بندشیشی ہے تو نماز نہ ہوگی جیسا کہ پہلے بیان ہوا، مردہ انسان جس پانی میں نہلایا جائے وہ ناپاک ہے۔ عورت کے وضو اور غسل سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل کرنا امام احمد کے نزدیک جائز نہیں احناف کے نزدیک جائز ہے، تاہم اختلاف سے بچنے کے لئے نہ کرنا اولیٰ ہے۔ جن مقاموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے قوم عاد اور عاد کی قوم کے عذاب کے مقامات تو اس مقام کے پانی سے وضو و غسل نہ کرنا چاہئے اگرچہ اس میں بھی اختلاف ہے تاہم بچنا اولیٰ ہے اور بوجہ ضرورت و مجبوری جائز ہے (زمزم شریف نے پانی سے وضو اور غسل بلا کراہت جائز ہے بلکہ اس کا ثواب زیادہ ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ طہارت پر تبرک کے لئے کیا جائے۔ ہاں جنسی اور محدث کو اور نجس مکان میں زمزم کا پانی استعمال نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس سے استنجا کرے اور نہ اس سے نجاست حقیقہ کو دھوئے اور بعض علما نے اس کو حرام کہا ہے اور کہا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے اس سے استنجا کیا پس ان کو بایر ہوگئی، البتہ ضرورت کے وقت بلا کراہت وضو و غسل جائز ہے اور اس وقت تیمم جائز نہیں، اگرچہ آب زمزم قمعوں میں بند ہو اور ٹانگا لگا ہو ہو پس تو ذکر پانی نکال کر وضو یا غسل کرنا لازمی ہے)۔ ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھادی جائے اس طرح کہ نجاست کی بوند آئے تو مٹی کا اوپر کا حصہ پاک ہے۔ اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹ کر علیحدہ ہو گیا ہو اس کی جگہ پر رکھ کر جمادیا جائے خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی دھم میں ناپاک چیز بھردی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اس کو نکالنا نہ چاہئے بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ دوہرا کپڑا یا روئی دار کپڑا اگر ایک جانب سے نجس ہو جائے اور دوسری جانب پاک ہو تو کل کپڑا ناپاک سمجھا جائے گا نماز اس پر درست نہیں یعنی اگر وہ مسجد سے یا کھڑے ہونے کی جگہ پڑتا ہو اور دونوں کپڑے باہم ملے ہوئے ہوں تو پھر ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہوگا جب کہ اوپر کا حصہ اتنا سمجھا ہو کہ اس میں سے سے نیچے کی نجاست کا رنگ و بوی ظاہر نہ ہوتا ہو

(۱)۔ یعنی اگر دونوں غلیظہ ہوں تو مطلقاً غلیظہ کو ترجیح ہوگی ورنہ اگر مساوی یا غلیظہ زیادہ ہو تو غلیظہ اور اگر خفیہ زیادہ ہو تو خفیہ کا حکم ہوگا۔ (از شامی مؤلف)

تو اس پر نماز جائز ہوگی۔ مرغی یا کوئی اور پرندہ پیٹ چاک کر کے اس کی آلائش نکالنے سے پہلے پانی میں جوش دی جائے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی (یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے) اسی پر فتویٰ ہے احتیاطاً آلائش نکال کر اور خون دھو کر جوش دیا جائے۔ بعض نے تین دفعہ چاک پانی میں نکلانے اور اس پانی کو ہر بار بدلنے سے پاک ہونے کا حکم دیا ہے۔ (یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے) دھکتی آنکھ سے جو پانی نکلے نیز ناف یا پستان سے درد کے ساتھ جو پانی نکلے وہ نجاسِ غلیظہ ہے۔ بلغمی رطوبت ناک یا منہ سے نکلے نجس نہیں اگرچہ پیٹ سے چڑھے اور خواہ بیماری کے سبب ہو، جو خون زخم سے بہاؤ ہو پاک ہے۔ روئی وار کپڑا (مرزئی وغیرہ) ادھیڑا گیا اور اس کے اندر سوکھا ہوا چوہا ملے تو اگر اس میں سوراخ ہے تو تین دن رات کی نمازیں لوٹائیں۔ اگر سوراخ نہ ہو تو جتنی نمازیں اس سے پڑھی ہیں سب کا اعادہ کرے، آدمی کی کھال یا گوشت اگر ناخن کے برابر تھوڑے پانی میں گرے تو وہ پانی ناپاک ہو گیا اور اگر اس سے کم ہو تو ناپاک نہیں ہوگا۔ خود ناخن یا ہال گر جائے تو ناپاک نہیں کیوں کہ ان میں خون سرایت نہیں کرتا۔ عورت کے پیشاب کے مقام سے جو رطوبت نکلے پاک ہے کپڑے یا بدن میں لگے تو دھونا کچھ ضروری نہیں ہاں بہتر ہے، یہ حکم امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک نجس ہے، یہ حکم فرجِ داخل کا ہے اور فرجِ خارج کی رطوبت بالائقی پاک ہے لیکن وضو کے لئے اس کا دھو بیٹا سنت ہے نجاستوں سے جو کپڑے پیدا ہوتے ہیں وہ نجس ہیں۔

استنجہ کا بیان

پاخانے یا پیشاب کرنے کے بعد جو ناپاکی بدن پر لگی رہے اس کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ پیشاب کرنے کے بعد منی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب کو سکھانا چاہئے اس کے بعد پانی سے دھو ڈالنا چاہئے، پاخانے کے بعد منی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے پاخانے کے مقام کو صاف کرے پھر پانی سے دھو ڈالے۔ استنجان چیزوں سے جائز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہیں جیسے ڈھیلا، ریت، لکڑی، پٹا ہوا (بے قیمت) کپڑا، چمڑا اور اس کے سوا اور ایسی ہی چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کریں بشرطیکہ قیمت دار و محترم نہ ہوں (اگر استنجا کرنے کے بعد کوئی کپڑا دھو کر کام میں آسکے تو اس کپڑے سے بھی ضرور نجا جائز ہے) اور صحیح قول کے بموجب اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ جو چیز نکلے ہے وہ عادت کے موافق ہو یا عادت کے خلاف ہو یہاں تک کہ اگر دونوں راستوں سے خون یا کچھ ہو نکلے تو بھی پتھر وغیرہ سے طہارت ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر استنجے کے مقام پر باہر سے کچھ نجاست لگ جائے تو بھی پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے سے پاک ہو جاتا ہے، ڈھیلوں سے استنجا سنت ہے۔

ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ

ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دے کر بیٹھے اور قبے کی طرف منہ نہ ہو، اور ہوا اور سورج اور چاند کی طرف سے بھی بچ جائے اور تین یا پانچ یا سات ڈھیلے، پہلے ڈھیلے کو پیچھے کی طرف لے جائے اور دوسرے کو آگے کی طرف لائے پھر تیسرے کو پیچھے کی طرف لے جائے، یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے لیکن جاڑوں میں پہلے ڈھیلے کو آگے لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے پھر تیسرے کو آگے لائے، اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ اختیار کرے جو مرد جاڑوں میں کرتا ہے، اور یہ طریقہ مقصود نہیں بلکہ بعض فقہاء کے خیال میں صفائی کا مددگار ہے، اصل مقصود صفائی و پاکی ہے خواہ جس طریق سے بھی حاصل ہو جائے، ڈھیلے سے استنجا کر لینے کے بعد جو نجاست باقی رہ جاتی ہے پسینے کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر مقعد سے پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن کو لگے تو نجس نہیں ہوتا اور اگر وہ تھوڑے پانی میں بیٹھ جائے گا تو وہ نجس ہو جائے گا بھی صحیح ہے۔ ڈھیلے سے استنجا کرنے میں کوئی عدد مستنون نہیں بلکہ صاف ہونا شرط ہے یہاں تک کہ اگر ایک ڈھیلے سے صفائی حاصل ہو جائے تو سنت ادا ہوگئی اور اگر تین ڈھیلوں سے بھی صفائی حاصل نہ ہو تو سنت ادا نہ ہوگی البتہ مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے طاق عدد ہوں اور کم سے کم تین ہوں تو اگر ایک یا دو سے صفائی ہوگئی تو تین کی گنتی پوری کرنے اور چار سے صفائی حاصل ہو تو ایک اور بے لے تاکہ طاق ہو جائیں اور مستحب ہے کہ پاک پتھر دائیں طرف رکھے اور استنجا کئے ہوئے بائیں طرف رکھے ورنہ ان کی نجس جانب نیچے ہو کر دے۔ ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے، افضل یہ ہے کہ پردہ دار جگہ ہو تو دونوں کو جمع کرے اور اگر پردہ دار جگہ نہ ہو تو لوگوں کے سامنے ستر نہ کھولے اور صرف ڈھیلے سے استنجا پر اکتفا کرے پانی سے نہ کرے کیوں کہ لوگوں کے سامنے ستر کھولنا فسق ہے۔ صرف ڈھیلوں سے طہارت اسی وقت جائز ہوگی جب کہ نجاست صرف عجز پر ہی لگی ہو لیکن اگر عجز سے زیادہ پھیلی ہو تو سب کا

اجماع اس بات پر ہے کہ اگر وہ تہاؤ کی ہوئی نجاست درہم سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا فرض ہے صرف ڈھیلوں سے چھڑانا کافی نہیں مگر ڈھیلوں کا استعمال اب بھی سنت ہے اگر نجاست ایسی خشک ہو جائے جو ڈھیلوں سے نہ چھوٹ سکے تو پھر پانی سے استنجا کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر پیشاب کے مقام کے کناروں پر پیشاب قدر درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا دھونا واجب ہے اور اگر وہ نجاست جو مخرج سے باہر پھیلی ہوئی ہے قدر درہم سے کم ہے یا بقدر درہم ہے لیکن جب اس کو مخرج کی نجاست کے ساتھ ملائیں تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے پس اگر اس کو ڈھیلے سے دور کر لیا اور پانی سے نہ دھویا تو شیخین کے نزدیک جائز ہے اور مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے۔ (امام تہذیب کے نزدیک دھونا فرض ہے) اگر ذکر کے منہ پر نجاست قدر درہم سے کم لگی ہو اور دوسری جگہ بھی نجاست قدر درہم سے کم ہو لیکن اگر دونوں کو جمع کریں تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے تو ان دونوں کو جمع کریں گے، بلکہ صحیح ہے۔ اگر مقعد کا مقام فراغ ہو اور نجاست اس میں قدر درہم سے زیادہ لگی ہو لیکن مقعد سے باہر پھیلی ہوئی نہ ہو تو ڈھیلوں سے استنجا کافی ہے یہی اصح ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے قول سے زیادہ مشابہ ہے اور مختار ہے۔

ڈھیلے سے پیشاب کے استنجے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور اس کو دیوار یا پتھر یا ڈھیلے پر جو زمین سے اٹھا ہوا ہو یا بائیں ہاتھ میں لیا ہوا ہو رکڑے، ڈھیلے کو دائیں ہاتھ میں نہ لے اور اسی طرح ذکر کو دائیں ہاتھ میں اور ڈھیلے کو بائیں ہاتھ میں نہ پکڑے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ڈھیلے کو دونوں ایڑیوں میں پکڑ لے اور ذکر کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس پر رکڑے اور جو پتھر بھی نہ ہو سکے تو پتھر کو دائیں ہاتھ میں پکڑے اور اس کو حرکت نہ دے، اور استبراء یعنی پاک کرنا اس وقت تک واجب ہے جب تک دل میں یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب پیشاب نہ آئے گا۔ بعض نے کہا کہ استبراء کرنا یعنی پیشاب کے بعد ایسا کرنا کہ اگر قطرہ رکھا ہوا ہو تو گر جائے واجب ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً چند قدم چلنا بعض نے چالیس قدم کہا ہے مگر یہ ضروری نہیں غرض اطمینان ہے، زمین پر پاؤں مارنا، کھکا کرنا اور دھنی ٹانگ کو بائیں ٹانگ پر پلٹنا اور اسی طرح بائیں کو دائیں پر پلٹنا اور زور دینا یا بلندی سے نیچے کی طرف اترنا، یا نیچے سے بلندی پر چڑھنا یا بائیں کر دھ پر پلٹنا، یا خبیصے کے نیچے سے رگوں کو سوتا وغیرہ، اور صحیح یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں جب اس کے دل میں اطمینان ہو جائے کہ نجاست جو سوراخ میں تھی وہ تمام نکل ہو گئی ہے تو استنجا ہو گیا۔ (یہ استبراء کا حکم مردوں کے لئے ہے عورت فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر توقف کر کے پہلے ڈھیلے سے پیشاب دیا جائے کے مقام کو خشک کر لے پھر پانی سے طہارت کر لے یا صرف پانی سے طہارت کر لے) اور اگر شیطان اس کے دل میں بہت سے دوسرے ذال ہے تو اس کی طرف التفات نہ کرے جیسے نماز میں ایسے دوسروں کی طرف التفات نہیں ہونا اور شرم گاہ کے سامنے والے کپڑے پر چلو سے پانی چھڑک لیا کرے تاکہ وہاں اگر تری دیکھے تو پانی کی تری سمجھ لے، یہ ایسے دوسرے کا علاج حدیث شریف کے مطابق ہے۔

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے ہاتھ کو کھائی تک دھو لے پھر اگر روزہ دار نہ ہو تو پانے کے مقام کو خوب ڈھیل کر کے ہائیں ہاتھ سے خوب استنجا کرے اور بیچ کی انگلی کو ابتدا میں اور انگلیوں سے کچھ اونچا کرے اور اس سے مقام نجاست کو دھوئے پھر چھنگلیا کے پاس کی انگلی اٹھائے اور اس سے ہس مقام کو دھوئے پھر چھنگلیا کو اٹھائے اور پھر انگوٹھے کے پاس کی انگلی اٹھائے اور اس قدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا یقین غالب ہو جائے اور چھانکی جاتی رہے اور دھونے میں خوب زیادتی کرے اور اگر روزہ دار ہو تو زیادتی نہ کرے اور نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے۔

دھونے کی کچھ حد مقرر نہیں، اگر دوسرا والا ہے تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونے کی مقدار مقرر کر لے۔ ایک روایت کے مطابق استنجہ میں تین انگلیوں سے زیادہ نہ لگائے اور انگلیوں کی چوڑائی سے استنجا کرے، سروں سے اور انگلیوں کی پشت سے استنجانہ کرے اور پانی آہستہ سے ڈالے سختی سے نہ مارے اور نرمی سے ملے، بعض مشائخ نے کہا ہے کہ بغیر انگلیاں اٹھائے ہتھیلی سے دھونا کافی ہے، عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھو لے اور انگلی فرج کے اندر داخل نہ کرے یہی مختار ہے۔ عورت مرد کی نسبت زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پاخانے کے مقام کو پہلے دھوئے اور پیشاب کے مقام کو بعد میں اور صاحبین کے نزدیک پیشاب کے مقام کو اول دھوئے اور یہی مختار ہے، اور موضع استنجا کے پاک ہونے کے ساتھ ہی ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے اور استنجا کے بعد ہاتھ بھی (کلائیوں تک) دھو لے جیسا کہ اول میں دھوتا ہے تاکہ خوب سقرا ہو جائے بلکہ مٹی لگا کر دھو یا مستحب ہے، جائزے کے دنوں میں بہ نسبت گرمیوں کے دھونے میں زیادہ مبالغہ کرے اور اگر پانی گرم ہے تو جائزے اور گرمی کا موسم برابر ہے۔ مگر گرم پانی سے طہارت کرنے میں ٹھنڈے پانی سے ثواب کم ہے۔ استنجانہ والی عورت کو پیشاب و پاخانے کے سوا ہر نماز کے وقت میں نیا استنجا کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں یا کٹ جائیں (یعنی بجا آدمی ہو) اور کوئی بیوی یا باندی نہ ہو جو پانی ڈالے تو استنجانہ کرے (یعنی اس سے استنجا ساقط ہو گیا) اور اگر جاری پانی پر قادر ہو اور دایاں ہاتھ موجود ہو تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے، اسی طرح بیمار آدمی کی اگر بیوی یا باندی نہ ہو اور اس کا بیٹا یا بھائی ہو اور وہ خود وضو استنجا نہیں کر سکتا تو اس کو اس کا بیٹا یا بھائی وضو کرادے اور استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا اسی طرح بیمار عورت کا اگر شوہر نہ ہو اور وہ وضو کرنے سے عاجز ہو اور اس کی بیٹی یا بہن ہو تو اس کو وضو کرادے اور استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا۔

مکروہات استنجا و بیت الخلا

استنجا میں اور پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلے کی طرف کھڑے ہونا مکروہ ہے اور اگر بھول کر قبلے کی طرف کو بیٹھ گیا تو مستحب ہے کہ قبلے کی طرف سے جس قدر بچ سکے بچ جائے اور رخ پھیر لے، بے ہوئے پاخانوں اور جنگل میں اس حکم میں کچھ فرق نہیں، اور عورت کے لئے جھولنے بچنے کو قبلے کی طرف بٹھا کر پیشاب پاخانہ کرنا بھی مکروہ اور منع ہے اور اس کا گناہ اس عورت پر ہے۔ ایسی جگہ استنجا کرنا کہ کسی شخص کی نظر استنجا کرنے والے کے ستر پر پڑتی ہو مکروہ ہے ہڈی، گوبر، لید، طعام، گوشت، شیش، چونا، لوہا، چاندی، سونا وغیرہ، ٹھیکرے، پکی اینٹ، پتے، بال، روٹی، کولہ، نمک، ریشمی کپڑا اور ہر قیمتی شے سے اور بلا مہذرا نہیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہے کہ استنجا نہیں ہو سکتا تو دائیں ہاتھ سے کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ نجس چیزوں سے استنجانہ کرے اور ایسی چیز سے جو نجاست کو صاف نہ کرے جیسے سرکہ وغیرہ اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان اور اس کے جانور نفع حاصل کریں اور اسی طرح اس پھر یا ڈھیلے وغیرہ سے جس سے وہ خود یا کوئی اور شخص استنجا کر چکا ہے استنجانہ کرے لیکن اگر بھر کے کئی کوٹنے ہوں اور ہر مرتبہ ایسے کوٹنے سے استنجا کرے جس سے پہلے استنجانہ کیا تھا تو بغیر کراہت جائز ہے، اور کاغذ سے استنجانہ کرے اگر چہ سادہ بغیر لکھا ہوا ہو، اگر یزی، ہندی، گورکھی وغیرہ لکھی ہو یا ابو جہل جیسے کافر کا نام لکھا ہو کیوں کہ خود کا غرض بھی قابل احترام ہے، اسی طرح ہر قابل احترام چیز جیسے آدمی کے اجزاء، بال، ہڈی، گوشت وغیرہ یا مسجد کی چٹائی یا کوڑا وغیرہ اور ایسی چیز جس کی کچھ قیمت ہو اگر چہ تھوڑی یعنی ایک آدھ پیسہ ہی ہو جیسے کپڑا عرق وغیرہ اور جانوروں کے چارے (گھاس بھوسہ وغیرہ) سے استنجا کرنا منع اور مکروہ ہے (پانی بھی اگر چہ قابل احترام ہے مگر بوجہ عموم ضرورت شریعت نے اس کو جائز رکھا ہے)۔ بلا اجازت کسی دوسرے کی دیوار سے استنجا سکھانا مکروہ ہے اور اس سے ڈھیل لینا جائز نہیں۔ یہی حکم وقف کی دیوار اور پرانے پانی یا

کپڑے وغیرہ کا ہے۔ کراپے کے مکان کی دیوار سے سکھانا جائز ہے لیکن اس میں سے ڈھیلا لے کر سکھانا جائز نہیں۔ زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا مکروہ ہے اور پہلے ڈھیلا نہ لیا ہو تو ناجائز ہے۔ وضو کے بقید پانی سے طہارت کرنا جائز مگر خلاف اولیٰ ہے۔ طہارت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں اس کو گرا نا نہ چاہئے کہ یہ اسراف ہے۔

پانی سے استنجا پانچ قسم پر ہے

ان میں سے دو واجب یعنی فرض ہیں: ۱۔ خرچ کا اس وقت دھونا جب کہ جنابت یا حیض یا نفاس کی وجہ سے غسل کرے تاکہ نجاست اور بدن میں نہ پھیل جائے اگرچہ قلیل ہو، ۲۔ جب نجاست خرچ سے زائد ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت امام محمدؒ کے نزدیک دھونا واجب ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اس لئے کہ یہ بھی خرچ سمیت قدر درہم سے زائد ہو جائے گی، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر نجاست خرچ کے علاوہ قدر درہم سے تجاوز ہو تو اس وقت دھونا واجب ہے اس لئے کہ جس قدر نجاست خرچ پر ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اس کا کسی چیز سے پونچھ لینا کافی ہے پس یہی نجاست معتبر رہی جو خرچ کے سوا ہے، ۳۔ سنت اور وہ اس وقت ہے جب کہ نجاست خرچ سے نہ بڑھے، ۴۔ مستحب اور وہ اس وقت ہے جب کہ صرف پیشاب کیا اور پانچا نہ پھر تو پیشاب کے مقام کو دھو لے، یعنی جب کہ نجاست خرچ سے نہ بڑھے یہ بعض کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی سنت ہے، ۵۔ بدعت اور وہ ریح نکلنے سے استنجا کرنا ہے (نصد اور سونے کے بعد بھی استنجا بدعت ہے) اور جو پاک چیز پاخانے کے مقام سے نکلے جیسے کوئی کنگری یا داندہ وغیرہ اگر اس پر نجاست نہ لگی ہو، استنجا کرنا بدعت ہے اور اگر اس پر نجاست ہو تو اس کی وجہ سے استنجا کرنا ہوگا۔

مستحبات و آداب بیت الخلا

جب پاخانے میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے سوا دوسرے کپڑے پہن کر پاخانے میں جائے جب کہ ایسا کر سکتا ہو، اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو اپنے کپڑوں کو نجاست اور مستعمل پانی سے بچانے میں کوشش کرے اور سر ڈھک کر پاخانے میں جائے (جنگل میں پاخانے کو جائے تراقی دور نکل جائے کہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جائے) اگر انگلی با کسی اور چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآن مجید کی آیت یا رسول اللہ ﷺ کا نام یا کسی بزرگ کا نام، یا حدیث شریف یا دعا کھدی ہوئی ہو تو اسے نکال دے کیوں کہ اس کو پہن کر پاخانے میں داخل ہونا مکروہ ہے، البتہ اگر ایسی چیز جب میں ہو یا تعویذ وغیرہ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں، اور مستحب ہے کہ پاخانے میں داخل ہوتے وقت (یعنی باہری) یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (یا صرف بسم اللہ) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ "اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں نا پاک جنوں سے اور نا پاک حیثیوں سے" اور پاخانے میں داخل ہوتے وقت بائیں پاؤں پہلے داخل کرے اور باہر آتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولے بلکہ بیٹھنے کے قریب ہو کر کھولے اور ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے اور دونوں پاؤں کو در رکھے (یعنی کھلا بیٹھے) اور بائیں طرف کو بھکا رہے (یعنی بائیں چیر پر زور رکھے) پاخانے میں بابت نہ کرے اور نہ ہی زبان و حلق وغیرہ سے اللہ کا ذکر کرے (دل میں خیال سے ذکر کر سکتا ہے) چھینک، سلام اور اذان کا جواب نہ دے، اگر خود کو چھینک آئے تو دل میں الحمد للہ پڑھ لے زبان سے نہ پڑھے اور کسی دینی مسئلے میں غور نہ کرے کہ یہ باعث محرومی ہے، زبان نہ ہلائے، بلا ضرورت اپنے ستر کو نہ دیکھے اور نہ بول و براز کو دیکھے، نہ تھو کے، نہ تاک سکے، نہ کھکا رہے،

نہ بہت ادھر ادھر دیکھے، اپنے بدن سے کھیل نہ کرے اور آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے اور پیشاب پاخانہ پر بہت دیر تک نہ بیٹھے، اور جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے ذکر کو جڑ کی طرف سے سر کی طرف سونے تاکہ جو قطرے رگ کے ہوئے ہوں نکل جائیں پھر ڈھیلوں سے صاف کر کے کھڑا ہو جائے اور سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپالے، پیشاب بھی ڈھیلے سے خشک کرے اور جب قطرہ آنا موقوف ہو جائے تو پانی سے طہارت کے لئے کسی دوسری جگہ بیٹھے اور پہلے تین بار دونوں ہاتھ پانیوں تک دھو لے اور طہارت خانے میں داخل ہونے سے پہلے باہر یہ دعا پڑھے (اگر وہیں پاخانہ میں ہی استنجا کرے تو یہ دعا نہ پڑھے)

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَام ط اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَابِیْنِ
وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط

پھر داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا رکھے کہ چھینٹیں نہ پڑیں پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالے اور اگر کپڑا پاس نہ ہو تو ہمارا ہاتھ سے پونچھے کہ تری برائے نام رہ جائے پھر وہاں سے باہر آ کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْرًا وَّالْاِسْلَامَ نُوْرًا وَقَابِلًا وَّذَلِیْلًا اِلٰی اللّٰهِ وَاِلٰی جَنَّاتِ
النَّعِیْمِ ط اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ قُلُوْبِنَا وَطَهِّرْ قُلُوْبِنَا وَمَحْصِنْ ذُلُوْبِنَا

جب پاخانہ سے نکلے تو نکل کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْرَجَ مَا یُوْدِیْنِیْ وَاَنْهٰی مَا یَنْفَعْنِیْ (وَبَقِیْ فِیْ مَا یَنْفَعْنِیْ غُفْرَانُكَ رَبَّنَا
وَإِلَیْكَ الْمَصِیْرُ) یا یہ پڑھے غُفْرَانُكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ غِیْبِیْ الْاِذْیَ وَغَافَلَنِیْ

مکروہات بیت الخلاء

جاری پانی یا بند پانی میں یا نہر یا کنوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھل دار درخت کے نیچے یا کھیتی میں یا ایسے سائے میں جہاں بیٹھنے کا آرام ملے اور مسجد کے برابر اور عید گاہ کے برابر اور قبروں میں اور چوپائے جانوروں اور لوگوں کے بیٹھنے یا راستہ چلنے کی جگہ میں پیشاب کرنا اور پاخانہ پھرنا مکروہ ہے (بند قلیل پانی پیشاب یا پاخانہ کرنا حرام ہے بد اکثر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ جو لوگ دریا و سمندر کا سفر کرتے ہیں ان کو بوجہ مجبوری جائز ہے، اور مسجد میں یا مسجد کی پھمت پر پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے) نیز بچی جگہ میں بیٹھ کر اونچی جگہ کی طرف اور چوہے اور سانپ اور چوٹی کے بل میں بلکہ ہر سوراخ میں پیشاب کرنا، قاللہ یا کسی مجمع کے قریب پیشاب کرنا، بلا عذر کھڑے ہو کر یا لٹ کر اور بلا عذر رنگا ہو کر (یعنی تمام کپڑے اتار کر) پیشاب کرنا مکروہ ہے اگر عذر ہو تو مضائقہ نہیں۔ اسی طرح سخت زمین پر بھی مکروہ ہے پس اگر سخت زمین پر پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو پتھر یا عصا وغیرہ سے اس کو کوٹ کر نرم کر لے یا کچھ کھود لے تاکہ چھینٹیں نہ اڑیں، پیشاب کر کے اس جگہ میں وضو کرنا غسل کرنا (اسی طرح وضو کی جگہ یا غسل خانہ میں پیشاب کرنا) مکروہ ہے۔